اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

دیوان عشق موسوم بہ اسم تاریخی

پری خانۂ عشق

۱۳۳۶ھ

مصنفہ

حاجی محمد حبیب اللہ عشق ساکن نیلور

شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی و مولوی حافظ مرزا منیر الدین صاحب ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبد العزیز خاں پرنٹر

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

دیوان عشق موسوم بہ اسم تاریخی

پری خانہ عشق

۱۳۳۸ھ

مصنف

حاجی محمد حبیب اللہ ساکن نیلور

شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی و مولوی حافظ مرزا امیر الدین صاحب ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبد العزیز خاں پرنٹر

مطبع عزیزی پریس آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ
اٰلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد میں اپنے کلام کے ساتھ اپنے کو بھی
ناظرین سے شناسا کرنا چاہتا ہوں اور اپنے بعض حالات سے واقف ۔ میں اہل
نایط قوم قریش سے ہوں میرا مسکن اور مقام پیدایش نیلور ہے جو صوبہ مدراس کا ایک
ضلع ہے یہاں کی زبان تلنگی ہے صرف اہل اسلام مدراس کی اردو بولتے ہیں سخن
سنجی اور زباندانی کا کچھ بھی چرچا نہیں البتہ کسی زمانے میں چند فارسی دان متبحر
عالم و فاضل تھے منجملہ ان کے میرے نانا حاجی محمد رحمت اللہ رسا تخلص دیوان راجہ
ونکیٹا گیری اور اُنکے چھوٹے بھائی محمد حبیب اللہ ذکا انکے بھانجے میرے والد حاجی
محی الدین حسین نزار ۔ آخر الذکر دونوں بزرگ ۱۲۷۵ھ میں حیدرآباد جا کر خدمات لائقہ
پر مامور ہوئے ذکائے مرحوم حیدرآباد میں سرآمد شعرا مانے گئے انکی تصنیف مجموعہ
نظم و نثر موسوم بہ "خاش و خماش" جو انکے استاد نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر
عرف مرزا نوشہ غالب کی تقریظ کے ساتھ چھپ گئی ہے اس دعوی کی دلیل ہے ذکا اور
رسا کے نام اور مختصر حالات اشارات بیش مؤلفہ سید مرتضیٰ حسین و تذکرہ گلزار اعظم

تالیف امیر الہند والا جاہ نواب محمد غوث خاں بہادر والی مدراس و تاریخ النوائط مولفہ
شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ اور بعض دوسرے تذکروں میں یادگار زمانہ ہیں
مورث اعلیٰ بیجاپور میں ایک زمانہ دراز خدمات عالیہ سے ممتاز رہے جن کے فرزندوں
میں سے حافظ محمد علی صاحب حسب الطلب مصطفیٰ علیخاں بہادر نواب اُدگیر خدمت
دیوانی پر تشریف لائے آخر ریاست اُدگیر تک تین پشت دیوانی اور سفارت کی
خدمت اسی خاندان میں رہی اور اس خاندان نے نیلور کو اپنا مسکن ٹھیرایا میری
پیدائش کا سال ۱۲۸۰ھ ہے صغر سنی کا زمانہ والدین کے ساتھ کبھی حیدرآباد اور
کبھی نیلور میں گذرا ۱۲۹۳ھ میں والدین اور اپنے نانا کے ساتھ حج و زیارت سے
مشرف ہوا مدینہ طیبہ میں والدہ ماجدہ نے انتقال کیا بعد واپسی نیلور ہی میں اپنے نانا
کی زیر پرورش رہکر فارسی کی تکمیل انہیں کی خدمت میں کی ابتدائے شعور سے سخن
کا بھی شوق رہا مگر مستقل اور باضابطہ نہیں ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد جاکر دفتر معتمدی
صرف خاص و پیشی خداوندی اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی میں مامور ہوا
انہیں دنوں بلبل ہندوستان نواب مرزا خاں داغ دہلوی المخاطب بہ سلطان الشعرا
جہاں استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر حیدرآباد تشریف لاکر
مولوی سیف الحق صاحب ادیب کے مکان میں ٹھرے پہلی ہی ملاقات میں اُنکے
بزرگانہ اخلاق اور مولوی صاحب کے تعرف نے گرویدہ کرلیا روز کے جانے آنے
سے شعر و سخن کے چرچے نے ابھارا پہلی ہی غزل پر دونوں بزرگوں نے خوب
داد دی بڑھایا جو سمند شوق پر تازیانہ ہوا پھر تو مسلسل غزلیں ہونے لگیں اُستاد معظم
اصلاح کے علاوہ اپنا کلام بھی مجھی سے لکھواتے رہے اس کام میں مجھے جو لطف
آتا تھا وہ اسوقت تک بھولا نہیں خدا نے عجیب حاضر طبیعت عطا کی تھی نئی تصنیف

اس طرح لکھواتے تھے گویا کوئی اپنا پہلے کا یاد کلام - ایکبار میں استاد کی غزلوں پر دو
غزلیں لکھکر لے گیا حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا استاد کی غزلوں پر غزل
کہنا کیا معنی میں نے جواب دیا اگر ہم استاد کے قدم بقدم نہ چلیں تو راہ مستقیم سے
بھٹکنا مسلم - حضور استاد نے مسکرا کر فرمایا میری اجازت ہے اسی وقت دونوں غزلوں
کو بنا کر کہنے لگے میاں عشق تم مدراسی نہیں ہو مجھے دھوکا دیتے ہو میں نے اکثر مدراسیوں
کا کلام سنا ہے - معلوم نہیں کیا بات تھی اس روز سے حضور استاد کی عنایت وہ چند
ہوگئی وہ بالکل مجھے اپنا سمجھنے لگے دو تین سال یہ صحبت رہی یکایک میرے والد
بزرگوار نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور میں ملازمت چھوڑ کر نیلور چلا آیا خطوط کے
ذریعہ اصلاح جاری رہی مگر بالکل دھیمی رفتار سے چنانچہ انکے ایک عنایت نامہ
کی نقل جو دستخط خاص سے مزین ہے حرف بحرف درج ذیل ہے -

میرے مہربان سلمہ المنان - تمہارے کلام سے میں بہت خوش ہوتا ہوں
بہت زبردست کلام ہے تین ورق آج روانہ کرتا ہوں بہت بیمار ہو گیا تھا
خدا نے دوبارہ زندگی عطا فرمائی - والسلام -

فصیح الملک داغ دہلوی - ۱۹ ر جولائی سنہ ۱۹۰۴ع

موجودہ دیوان کے صرف بارہ جز اصلاح سے مزین ہوئے تھے کہ استاد معز
نے انتقال فرمایا بتقریب فاتحہ زیارت حیدرآباد گیا تو صاحب عالم مرزا خورشید عالم
گورگانی و نواب مرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی سے ملاقات کا
اتفاق ہوا دو تین روز خوب صحبت رہی سائل سے سائل اصلاح ہوا اور تھوڑا
سا کلام چھوڑ آیا جو اس وقت تک مجھے واپس نہیں ملا اس واقعہ کے بعد خانگی
جھگڑوں میں کچھ ایسا پھنس گیا کہ عرصہ دراز تک شغل سخن بالکل چھوڑ دیا سنہ ۱۳۲۵ھ
میں کسی کام کی غرض سے حیدرآباد گیا تو مولانا مولوی حافظ مرزا نصیر الدین صاحب

ضیا تیموری عالمگیری دہلوی کی غیر ملازمت کا شرف حاصل ہوا حضرت موصوف نے
کمال عنایت سے کلام کی اصلاح کا وعدہ فرمایا پہلے پہل موجودہ دیوان کا تیرھواں
جز بغرض اصلاح روانہ خدمت کیا ممدوح نے بعد اصلاح جز پر یہ عبارت لکھ کر
بھیجی جو بجنسہ نقل کیجاتی ہے "برادرمن۔ مجھے کچھ آتا نہیں مگر اکثر استاد بھائی ادھر
رجوع ہوگئے ہیں ان کی خدمت نہ کروں تو شاید آزردہ ہوں اسلئے جو کچھ برا
بھلا ہوسکتا ہے لکھ دیتا ہوں اور یہ لکھا کچھ نوشتہ تقدیر نہیں اگر خیال میں نہ آئے
تو آپ بدل ڈالیں بغیر وجہ میں کہیں نہیں بناتا اسپر بھی آپ کو اپنا لکھا ہوا ہی اچھا
معلوم ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت مرحوم جیسی آپ کی تعریف کرتے
تھے واقعی آپ کی طبیعت ایسی ہی ہے آپ نے جتنے عذرات اس کے متعلق
فرمائے اور جتنے اب لکھے زور طبیعت ان سب کی تردید کرتا ہے والسلام۔
شرح دستخط منیر الدین ضیا" اسی جز کی ایک غزل پر یہ بھی تحریر فرمایا "کہ اسکا
رنگ تو بالکل حضرت معظمی کا ہے ذرا فرق نہیں" اصلاح کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ
بہت سے نقائص میرے کلام میں موجود ہیں اور استاد شفیق کی ضرورت ہے!
پھر یکے بعد دیگرے جز بھیجنا شروع کیا جو بہت دھیمی رفتار سے ۱۳۳۸ھ میں دیوان
اصلاح سے مرتب ہوا تاریخی نام پیمانۂ عشق رکھا جسقدر کلام پر اصلاح ہوئی
ہے اس کو علیحدہ کتاب کی صورت میں جمع کر کے منشار اصلاح کے نام سے
میں نے نامزد کیا ہے تا آیندہ کے لئے دستور العمل رہے اسکے بعد دیوان
بغرض طبع عزیزی پریس آگرہ کو روانہ ہوا مہتمم صاحب کے حسن انتظام کا یہ نتیجہ
ہے کہ اب ۱۵ر جنوری ۱۹۲۴ء کو چھپکر آیا ہے غرض یہ کلام جو کچھ ابتدائی اور دونوں
استادوں کی فیض اصلاح کا نتیجہ ہے ۱۳۳۸ھ کے بعد استاد معظم نے اپنے اشغال

ذاتی کیوجہ سے اصلاح چھوڑدی جس کے باعث میری طبیعت بھی بجھ گئی یک قلم فکر سخن سے دست کش ہوگیا سنہ ۱۳۴۰ھ سے استاد معز کی توجہ پھر مبذول ہوئی تو میں نے بھی حتی المقدور منشار اصلاح کو مدنظر رکھہ کر دوسرے دیوان کی بنیاد ڈالی جو سنہ ۱۳۴۱ھ میں ختم ہوچکا تاریخی نام "جواہر خانہ عشق" ہے اب تک ۲۰ جز اصلاح سے مزین ہوئے ہیں اور پندرہ جز باقی ہیں خدا کرے اسکی اشاعت کی نوبت جلد آئے تا نقش اوّل کے مقابل نقش ثانی کے رنگ کا اندازہ ناظرین کو ہو جائے۔ افسوس ہے کہ مستقل طور پر مجھے کسی اُستاد کی خدمت میں رہکر پوری طرح نکات شاعری سے واقف ہونے کا موقع نہیں ملا اور نہ یہاں ایسی صحبت رطب و یابس جو کچھ ہے یہ ہے گر قبول افتد زہے عزو شرف۔ مجھے زبان دانی کا دعویٰ نہیں اہل کمال سے سہو و خطا کی معافی کا خواستگار ہوں۔

خاکسار

حاجی محمد حبیب اللہ عشق

ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ

۷۸۶

بنامِ جہاندار جاں آفریں حکیم سخن بر زباں آفریں

پنجانۂ عشق

۱۳۳۸ھ

نتیجۂ فکر

حاجی محمد حبیب اللہ صاحب عشق نیلوری جاگیردار
وظیفہ یاب سرکار نظام خلد اللہ ملکہ
تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی و حافظ مرزا محمد منیر الدین
ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبد العزیز خاں پرنٹر

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ

پریخانۂ عشق

۱ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — ۲۵

ادب آموز ہستی ہے یہ انداز رقم میرا
لکھے حمد خدا تو سر بسجدہ ہو قلم میرا

سکھاتا ہے اسے پاس ادب طرز رقم میرا
رہ حمد خدا میں سر سے چلتا ہے قلم میرا

بھرے ہر دم نہ دم تیرا تو یارب نکلے دم میرا
کہ ہے اس ہستی ناچیز سے بہتر عدم میرا

تری تیغ محبت سے اگر سر ہو قلم میرا
تو روز عید کو شرمائے روز درد و غم میرا

خوشی کی کچھ خوشی مجکو نہ غم وجہ الم میرا
تری راہ رضا میں ہے سر تسلیم خم میرا

ثبات دل بھی حاصل ہو ثبات دین ایماں بھی
تری راہ محبت میں رہے ثابت قدم میرا

تری شان کرم دیکھے اگر چشم حقیقت سے
کرے ابلیس بھی دعوی کہ ہے باغ ارم میرا

کریم تیرا اگر حامی نہ ہوتا دونوں عالم میں
کہیں کا بھی نہ رکھتا مجکو انداز ستم میرا

رہ تسلیم میں ہر گام پر جب فرض سجدہ ہے
نہ کیوں سجادۂ طاعت ہے ہر نقش قدم میرا

شراب معرفت کی مستیاں ہیں عین ہشیاری
ملے یہ مے تو جام دل ہو رشک جام جم میرا

کروں کیوں فکر دنیا کس لئے تشویش عقبیٰ ہو
خدا جب کارساز بندہ ہے بیجا ہے غم میرا

کہاں ہے اے قناعت تو یہ وقتِ دستگیری ہے
مرے حق میں ہے ایک آفت خیالِ بیش و کم میرا

دبا جاتا ہوں بارِ معصیت سے سخت نادم ہوں
ٹلے سر سے کہیں یارب یہ کوہِ دردِ غم میرا

تصدق میں شفیع المذنبین کی بخشدے یارب
سرِ محشر نہ کھلنے پائے غیروں پر بھرم میرا

بڑا ہی کام نکلے تیرے بازار کریمی میں
اگر چل جائے ہر فرسودہ و کاسد درم میرا

کنہ دوست اسکی رحمت کو سنا ہے جب سے رہ رہ کر
شبِ عشرت کا مژدہ دے رہا ہے روزِ غم میرا

بھروسا ہے خدا پر رہرو کوے توکل ہوں
بلا سے ساتھ میرا دے نہ دے نقشِ قدم میرا

ترا ہی ذکر ہو جبتک زباں گویا رہے منہ میں
تری ہی یاد ہو جبتک ہے سینہ میں دم میرا

سر آنکھوں پر دیا اللہ کا غم ہو کہ شادی ہو
رضا اندیش ہوں شیوہ نہیں لا و نعم میرا

نظر آتا ہے کثرت میں بھی جلوہ عین وحدت کا
ظہورِ ذاتِ مطلق ہے یہ احداث و قدم میرا

تری راہِ طلب میں شکوہ ماندگی کیوں ہو
بنا ہے منزلِ مقصود ہر نقشِ قدم میرا

جو ہے مطلوب میرا ہے وہ میرے گوشہ دلمیں
یہی ہے مسجد و بتخانہ و دیر و حرم میرا

مجاز الشیخ کہتے ہیں جسے عینِ حقیقت ہے
بنا عشقِ خدا آخر یہی عشقِ صنم میرا

جسے دل ڈھونڈھتا ہے وہ تعین سے مبرا ہے
بہت چھانا ہوا ہے کعبہ و بیت الصنم میرا

۲	چراغِ طور کا پروانہ ہوں وذرات جلتا ہوں کہاں سے عشق لائے سوزِ دل شمعِ حرم میرا	۱۹

پایا ہے عجیب احمد بے میم نے پایا
اس شان کا آئیگا نبی کوئی نہ آیا

اللہ نے حضرت کو سرِ عرش بلایا
بے پردہ تجلائے جمال اپنا دکھایا

ہم عاصیوں کو دل سے کسی دن نہ بھلایا
فاقوں میں بھی غم آپ نے امت ہی کا کھایا

کیا رحم ہے اس شانِ رحیمی کے تصدق
امت کے لئے بارِ شفاعت کا اٹھایا

اس شان کا دیکھا نہ نبی کوئی اولوالعظم
پیغمبر ذی جاہ نہ اس پایہ کا پایا

آنکھیں ہوئیں اس نور سے ہر ایک کی روشن
کثرت میں ہمیں جلوہ وحدت نظر آیا

اک نورِ مجرد تھا سراپائے مبارک
اسواسطے پیدا نہوا آپ کا سایا

اک اور بھی ہے رمز کہ وہ نور خدا تھا
ممکن نہیں ممکن نہیں ہو سایہ کو سایا

کہتے ہیں شریعت جسے ہے عین حقیقت
اللہ اسے ملگیا جس نے انہیں پایا

اک عمر سے مشتاق زیارت کا ہوں شاہا
جلوہ نہ کبھی شاہد مقصد نے دکھایا

مشکل نہیں کچھ قسمتِ خفتہ کو جگانا
اعجاز سے جب آپ نے مُردونکو جِلایا

صورت نہ سہی خواب میں دکھلا دو قدم ہی
ہوں ذرۂ ناچیز پلیٹ دو مری کایا

بس ختم ہوئی آپ پہ تبلیغ رسالت
جو حکم تھا اللہ کا بندوں کو سُنایا

اسلام کو پھیلا دیا پھیلانا تھا جیسا
کفر اور ضلالت کو زمانے سے مِٹایا

بُنیاد مٹی شرک کی بُت کعبہ سے نکلے
توحید نے جب رنگ نئے سر سے جمایا

آپ انکی ہدایت سے نہ باز آئے کسی دن
اعدائے سیہ کار نے ہر چند ستایا

اس خلق کو اِس لطف کو احسان کو دیکھو
اوروں کے لئے درد سے رنج اٹھایا

بخشی ہے محمدؐ کو جو تعریف شفاعت
ہم بندوں پہ احسان یہ تیرا ہی خدایا

۴	دل بول اُٹھا صلِ علےٰ صلِ علےٰ عشق جب نام محمدؐ کا زبان پر مری آیا	۱۱

دی لعینوں نے سلامی انہیں ایذا کیا کیا
صبر کرتے رہے بیداد پہ مولا کیا کیا

بیکسی، بھائی کا غم، موت جواں بیٹے کی
ایفلک تو نے شہِ دیں کو دکھایا کیا کیا

لاش اکبر پہ یہ بانو نے کہا رو رو کر
حسرتیں رہ گئیں دلمیں تری بیٹا کیا کیا

تیر گردن پہ لگا اصغر معصوم کے ہائے
تڑپا ہاتوں پہ شہ دین کے وہ بچا کیا کیا

شاہ کی لاش پہ دوڑا دئے گھوڑے افسوس
دلکو ٹکڑے کئے دیتا ہے یہ صدما کیا کیا

دلکو بہلاتی تھیں یہ کہہ کے وطن میں صغرا
دیکھیں لاتے ہیں ہمارے لئے بابا کیا کیا

بیکسی، تشنہ لبی، پیاس، یتیمی، زندان
کیا کہوں عابد بیمار نے دیکھا کیا کیا

چھینی زینب سے ردا اور سکینہ سے گہر	ظالموں نے حرم شاہ کو لوٹا کیا کیا
بند پانی جو ہوا شہ نے رفیقوں سے کہا	ابتدا ہے یہ ابھی دیکھئے ہوگا کیا کیا
رہرو ملکِ عدم سے کوئی پوچھے تو سہی	ساتھ کیا کیا ہے یہاں آپ نے چھوڑا کیا کیا

۴	آج شادی ہے جہاں کل ہے وہیں غم کا سماں رنگ اے عشقؔ بدلتا ہے زمانا کیا کیا	۸

اے مومنو سر پیٹو یہ ہے وقت عزا کا واحسرت و دردا

فرزند علی سبط نبی رن میں ہے تنہا واحسرت و دردا

اکبر کی جوانی نے دیا داغ جگر پر ماں کہتی تھی رو کر

افسوس یہی تھی مری تقدیر کا لکھا واحسرت و دردا

اصغر کو لگا تیر تو بانوئے دل افگار کہنے لگیں ایکبار

معصوم کو بھی آج لعینوں نے نہ چھوڑا واحسرت و دردا

سجدے میں ہوا سر سے جدا جب شہ شبیر چلائی یہ ہمشیر

ہے ہے مرے بھیا مرے بھیا مرے بھیا واحسرت و دردا

اولاد علی پر یہ عجب وقت پڑا ہے فریاد کی جا ہے

پینے کو نہ پانی ہے نہ کھانے کو ہے کھانا واحسرت و دردا

پوچھا جو کسی نے کہ یہ ہیں کون زمین پر شہ نے کہا رو کر

یہ بھائی کی میت ہے یہ فرزند کا لاشا واحسرت و دردا

گھر احمد مختار کا ویراں ہوا ہے میدان بسا ہے

ہونے کا نہیں ظلم زمانے میں پھر ایسا واحسرت و دردا

بنجاتی ہے اے عشقؔ مری جانِ حزیں پر دل ہوتا ہے مضطر

یاد آتا ہے جب واقعہ شاہ شہدا کا واحسرت و دردا

قیامت خیز کچھ ایسا ہے انداز رقم میرا
بنا ہے حشر کا میدان میدان قلم میرا

دکھاتا ہی عجب کیفیت انداز رقم میرا
قلم انگور کی اے عشق گویا ہی قلم میرا

محبت میں لب جان بخش کی لب پہ ہی دم میرا
خوشی کا اسکی بندا ہوں نہیں کچھ جسکو غم میرا

محبت میں ہی اشک و آہ سے جاہ و حشم میرا
کہ ہی اک فوج دریا موج میری اک علم میرا

کوئی تو مدعا بر آئے روز درد و غم میرا
بلا سے آرزوئے دل نہ نکلے نکلے دم میرا

عبث آیا گیا اس قالب خاکی میں دم میرا
نہ کام آئی مری ہستی نہ کام آیا عدم میرا

تجھے رونا پڑیگا غیر کے غم میں بت کافر
رہیگا رنگ لاکر ایکدن رنج و الم میرا

نہ راحت مجکو حاصل ہی نہ چین اسکو میسر ہی
مجھے غم اپنے دلکا ہی مرے دلکو ہی غم میرا

قیامت لاکھ بار اٹھے تو کیا کوئے محبت سے
نہیں آسان اٹھنا صورت نقش قدم میرا

یہ دعوے دود آہ عاشق آشفتہ سر کا ہی
کیسی زلف پیچاں نے اڑایا پیچ و خم میرا

رفاقت دی نہیں سکتا کوئی آوارہ گردوں کی
چلا جاتا ہی مجھسے راہ میں نقش قدم میرا

پتا فرہاد و مجنوں کا نہیں کوہ و بیاباں میں
جفائے عشق سہنے کو ہی باقی ایکدم میرا

اگر پہلے سے ہوتا علم اس کوچہ میں جاتا کیوں
بنا ہو رہنمائے غیر ہر نقش قدم میرا

مری مرنیکا غم تو کیا نہیں ہی پیٹتا اسکا
سہے گا کون اب گالی مری جور و ستم میرا

پڑی ہی جان اک اک حرف میں اک ایک نقطے میں
دم عیسیٰ کا ہمپلہ ہے اعجاز رقم میرا

کٹے جاتی ہیں دلمیں حاسدان نکتہ چیں کیا کیا
بنا ہی ذوالفقار حیدری گویا قلم میرا

جواں ہوکر نہیں معلوم کیا کیا حشر ڈھائینگے
نکلتا ہی ابھی سے بھولے پن پر انکے دم میرا

لہو یہ چاٹکر میرا ہوئی ہے سرخرو ایسی
بھرے گی مدتوں قاتل تری شمشیر دم میرا

خدا سمجھے بت کافر سے کیا کیا ظلم ڈھاتا ہے
اسی دلبر جو ہے پروردہ ناز و نعم میرا

عدو کی بیوفائی دیکھ کر مجھسے نہ ہو بدظن
نہیں یہ رنگ یہ شیوہ تری سر کی قسم میرا

وہ میں مرتاض عاشق ہوں ابھی گر جای چلنے سی
اگر دم سادھنا دیکھے نسیم صبحدم میرا

کوئی ارمان کوئی آرزو نکلے تو کیا نکلے
الٰہی نالہ و فریاد دونوں بے اثر نکلے
بجا ئیں پیر گردوں کی تمہارے ظلم سہ سہ کر
گلہ شکوہ عبث ہی حاسدوں کی یا دہ گوئی کا
کہاں کا گھنا گہڑیوں پڑ رہا ہی کیا مصیبت ہے
کبھی تو کھائیگا پلٹا انقلابِ دہر سے قسمت

رکا ہے خود ہجوم یاس سے سینہ میں دم میرا
غضب ہی کھلگیا شوخ ستمگر پہ بھرم میرا
کلیجا بنگیا ہے تو دۂ تیر ستم میرا
بڑہی وقعت نہ کچھ انکی ہوا رتبہ نہ کم میرا
قیامت کی خبر لانے لگا ہی روز غم میرا
بدلجائے نشاط و عیش سے رنج و الم میرا

۶	امید و یاس کے جھگڑے سے دلکو ملگئی فرصت ہوا ہی آج ہلکا عشق بارِ درد و غم میرا	۲۰

میرا دلِ پُرخوں تو نہیں دیکھوں اُٹھالا
اس ماہ جبیں کا ہوا حسن اس سے دوبالا
ارمان مرے دلکا کسی دن نہ نکالا
سمجھا تا ہے کیا مجکو اگر ہو سکے تجھ سے
کثرت سے جو میخانہ میں ہیں جمع قدح خوار
کیا حسن نظر آئے تجھے دخترِ رز کا
کافی ہی مرے قتل کو اک جنبشِ مژگاں
کیا خاک زمانہ میں کوئی پینگ بڑہائے
عاشق کی اڑے ہوش بنی جان حزیں پر
صد شکر نمودار ہوئی صبح مسرت
ای ناخنِ غم تو نے نئے گل یہ کھلائے
الزام مرے قتل کا نہو جائے قضا پر
میں ڈہونڈ ہتا اس شوخ کو گردوں کے پرے بھی

ساقی وہ دہرا ہے سرِ محفل جو پیالا
یہ کان کا بالا ہی کہ ہے چاند کا ہالا
ٹالا کبھی ظالم نے بتایا کبھی بالا
اے ناصح مشفق مرے رو ٹھے کو منالا
ہے آج کسی پیر خرابات کا پیالا
زاہد تری آنکھوں میں تعصب کا ہی جالا
وہ صید زبوں ہوں جسے تنکا بھی ہی بھالا
ہونیکو ہے گردوں کا ہنڈولا تہ و بالا
اس شوخ ستم کیش نے جب ہوش سنبھالا
اللہ نے کیا منہ شبِ غم کا مرے کالا
اک ایک مرا زخم جگر بن گیا آلا
کیا رنگ بری ہو نیکا قاتل نے نکالا
ہوتا جو نہ یہ پائے طلب کا مرے چھالا

دہونے کو مرے دفترِ عصیاں و خطا کے
اے اشکِ ندامت ہے بہت ایک ہی جھالا

جز صبر کشادِ دلِ ناکام ہے مشکل
رکھتا ہے کلید ایک ہی دنیا میں یہ تالا

رہ رہ کے یہ کہتا ہوں محبت میں بتونکی
بیدردوں سے اللہ نہ ڈالے کبھی پالا

دی دل نے دعا عشق میں یہ کسکو خبر تھی
پھر جائیگا یوں مجھسے مرے گود کا پالا

چیرا تو سہی دلکو مرے نشترِ غم نے
کانٹا جو محبت کا ہے اسکو نہ نکالا

کس کس پہ نہیں تیرا تصرف بتِ کافر
ہر خانہ دل کا ہے ترے نام قبالا

۷

اللہ رکھے داغِ محبت کو سلامت
اے عشق یہی خانہ دلکا ہے اجالا

۲۱

ہوتا ہے شبِ ہجر جو اونچا مرا نالا
لاتا ہے زمین سے خبرِ عالمِ بالا

ہے رنگِ طبیعت مرا دنیا سے نرالا
دے بیٹھا ہوں دل اسکو جسے دیکھا نہ بھالا

زاہد بھی ہے چوری سے ترا تاکنے والا
اے دخترِ رز تو نے بڑا نام اچھالا

لی خارِ محبت نے مری جان ہی آخر
تنکا جسے سمجھا تھا وہی ہو گیا بھالا

قاتل ترے کشتوں کا تڑپنا ہے قیامت
ہلتی ہے زمیں ہو نہ زمانہ تہ و بالا

کھلنے کی نہیں چھا کے گھٹا دیدۂ ترکی
ساون کی جھڑی ہے نہیں کنوار کا جھالا

کیوں لقمۂ مکروہ سے انسان ہو ملوث
اکدن دہنِ گور کا ہونا ہے نوالا

ٹوٹیگا نہ کھنچنے سے ترے اے بتِ مغرور
رشتہ مری الفت کا نہیں مکڑی کا جالا

رہ رہ کے نہ لی نام مرے سوزِ جگر کا
ہمدرد نہ پڑ جائے زباں میں تری چھالا

تکلیف کو تکلیف محبت میں نہ سمجھے
تلوؤں سے کبھی خار ہی ہمنے نہ نکالا

ماتم ہے ادہر دلکا ادہر جان کا رونا
کس رنج و مصیبت میں مجھے عشق نے ڈالا

بچنے کی نہیں اس بتِ کافر سے مری جاں
کام آئیگا اے دل کوئی حیلہ نہ حوالا

آتا ہے مجھے روزنِ دیوار پہ بھی رشک
جسدن سے بنا ہے یہ ترا دیکھنے والا

اس شیشہ و ساغر سے بجھے گی نہ مری پیاس
اے پیر خرابات کوئی خم ہی اٹھا لا

خالی نہیں اس بت کی محبت سے کوئی دل
کعبہ جسے کہتے ہیں بنا ہے وہ شوالا

وہ میرا رخ زرد ہے یہ داغ جگر ہے
پھولا ہوا گلشن میں نہ گیندا ہے نہ لالا

سنتا ہوں زباں میں تری تاثیر ہے واعظ
آج اسکو کسی طرح سے باتوں میں لگا لا

جانباز ہوں پھولوں کی پہنا ہار نہ قاتل
ڈال اپنی سپر ہی کی گلے میں مرے مالا

دیکھے دم گریہ کوئی تاثیر دم سرد
ہر قطرہ مرے اشک کا بنجاتا ہی ژالا

تم میرا خط شوق کبھی پڑھ کے تو دیکھو
ہی فن محبت میں یہ نایاب رسالا

۸ — بیٹھا ہوا اب جان کو روتا ہی جو اے عشق
کیوں تو نے بغل میں دل بدکیش کو پالا — ۲۲

کیوں عشق میں اس بت کے نہ دل ہو تہ و بالا
محشر ہے خرام اور قیامت قد بالا

کیوں اس دل بیتاب کو آغوش میں پالا
کمبخت نے تڑپا کے مجھے مار ہی ڈالا

ابرو و مژہ سے وہ بنے قاتل عالم
لی تیغ کبھی اور کبھی نیزہ سنبھالا

بے پردہ نظر آئے رخ شاہد معنی
ہو پردۂ غفلت نہ اگر آنکھ کا جالا

غیرت یہی کہتی ہے اسے توڑ دوں لیکر
آئینہ کہاں کا ہے ترا گھورنے والا

رونا یہ نہیں ہی مرا اے طفل برہمن
جپتا ہوں میں اشکوں کی تری یاد میں مالا

تھے پہلے نہ شوخی سے شرارت سے خبردار
سچ ہے یہ کہیں نے انہیں اس رنگمیں ڈھالا

پچھتاؤ گے تم مجھکو مٹا کر یہ رہے یاد
ایسا کوئی ملنے کا نہیں چاہنے والا

بے پردہ نہ رکھ باغمیں اے پردہ نشیں پانو
ہے دیدۂ انگور بڑا تاکنے والا

دیکھا نہیں اس حسن کا خوبی کا کوئی بت
کس نور کے سانچے میں خدا نے اسے ڈھالا

بیہوش بنا کر ہی رہا حسن حسیناں
آپ اپنے کو ہر چند مرے دل نے سنبھالا

کیا اصل ہی گردوں کی مری آہ کے آگے
اک پھونک میں اُڑ جائیگا یہ روئی کا گالا

واعظا سے صفت حور کی ای بُت نہ سنوں کیوں
کس کس کی رقابت کا کروں رشک الٰہی
ساقی رہی کچھ دورِ گذشتہ کی رعایت
کیوں منتِ منعم کا ہو ممنوں کوئی قانع
اے گریہ خون رنگ نہ لائے ترا اصراف
آج ائے مجھے پچھانے کو میسر نہیں مل
جو نکتہ ہی جو حرف ہی وہ شوق بھرا ہے
کلمہ رہے تیرا دم آخر بھی زباں پر

دیتا ہی ہر اک بات میں تیرا ہی حوالا
دکھلا کے مجھے نکلا وہ اسی شوخ کا والا
دی آج مجھے ساغر صہبائے دو سالا
جو مست ہو کمل ہی کرے کیا وہ دوشالا
ڈرتا ہوں نکلجائے نہ دو دنمیں دوالا
کندہ ہو نپہ چوڑالی ہوئے پھرتی تجھے دوشالا
خط ہی میرا مضمون محبت کا رسالا
ہو خاتمہ بالخیر مرا باری تعالیٰ

٩	دنیا کی دورنگی کا نمونہ ہیں حسیں بھی اے عشق ہے ان میں کوئی گورا کوئی کالا	٢٥

جاے آسائش نہیں ہی خانہ زنجیر کیا
دم ہمارا گر نہ نکلے عشق کی تاثیر کیا
قصرِ دلکو توڑکر پھر کیوں بنانیکی ہی فکر
ابتک تیری رضا جو کو نہیں اسکی خبر
جب سے آیا ہی ترے دیوانوں کا انمیں قدم
مہربانی انکی گر لکھیں مرے خط کا جواب
دردِ دیوانے کا تیرا اے پری کسکو نہیں
ہیں وہ خواب ناز میں دیکھیں تو کوئی خوشنما
انپر قینچی کیطرح چلنے لگی انکی زباں
کی بہت تدبیر لیکن یہ نکلتا ہی نہیں
جب پھنسا دل انکا گیسو میں تو یہ عقدہ کھلا

وحشت دل ہم رہائی کی کریں تدبیر کیا
دل ہمارا گر نہ آئے حسن کی تسخیر کیا
مٹی چونے کی اسی سمجھے ہو تم تعمیر کیا
کہتے ہیں تدبیر کسکو اور ہی تقدیر کیا
اوپری آباد ہے ہر خانہ زنجیر کیا
ورنہ ہی پیغام بر میں کیا میری تحریر کیا
دیکھیو نالاں ہی اسکے حال پر زنجیر کیا
اس بیاض چشم میں سونے کی ہے تحریر کیا
کاٹتے ہیں بات عاشق کی دم تقریر کیا
میرے دلکو اپنا گھر سمجھا ہی انکا تیر کیا
کہتے ہیں صیاد کسکو اور ہی نخچیر کیا

مہرباں دیکھا جنہیں نامہرباں پایا انہیں / ہو گئی الٹی ہمارے خواب کی تعبیر کیا

اڑتی اڑتی دیکھتے ہی دیکھتے مجھ سے پھریں / بنگئیں آنکھیں کسی بت کی مری تقدیر کیا

آنکھ سے گرتے ہیں تو آغوش میں لیتا ہوں میں / ہائے طفل اشک کی الفت ہے دامنگیر کیا

جان پر کھیلے ہوئے ہیں زیست سے بیزار ہیں / مہرمان عشق کو دیگا کوئی تعذیر کیا

بیوفائی انکی دیکھی ظلم دیکھے رنج اٹھائے / دیکھئے آگے دکھاتی ہے مری تقدیر کیا

بنگئی ہے کیوں ہمارے دم پہ عشق یار میں / جادۂ مہر و وفا بھی ہے دم شمشیر کیا

قیدخانہ کو اٹھا رکھا ہے سر پر رات دن / غل مچاتی ہے ترے دیوانے کی زنجیر کیا

بیسبب اصلاح کیوں در پے ہے میرے قتل کے / کشتہ ہو کر دونگا میں قاتل تجھے اکسیر کیا

ہمسے کھنچنا منہ چھپانا آپ کا بیکار ہے / جلوہ گر دلمیں نہیں وہ چاند سی تصویر کیا

درد دل سے بات کرنیکا اسے یارا نہیں / پوچھتے ہو حال زار عاشق دلگیر کیا

ہو گیا مانی کو سکتہ آئینہ حیراں ہے / ہوش اڑانے کیلئے کھچوائی ہے تصویر کیا

ابر سے چھنتی نہیں وہ پردہ سے چھنتی ہے / ہے ضیاء رخ کے آگے مہر کی تنویر کیا

بے بلائے کوئی آیا ہے عیادت کیلئے / آج پلٹی عشق کے بیمار کی تقدیر کیا

۲۱	سخت جانی بن گئی ہے پاؤں کی زنجیر عشق قید ہستی سے رہائی کی کریں تدبیر کیا	۱۰

جان شیریں اپنی کھوئی لائی جوئے شیر کیا / کوہکن کا عشق بھی تھا عشق ٹیڑھی کھیر کیا

عقل کی اے چارہ گر تو کیا تری تدبیر کیا / عشق کے دیوانوں کو پہنائیگا زنجیر کیا

ایدل ناداں نہ اپنی عقل پر اترا کبھی / ہوش کی لے روبرو تقدیر کے تدبیر کیا

اُنسے شکوہ خط نہ لکھنے کا تو ہو سکتا نہیں / ہم گلہ تجھسے کریں اے کاتب تقدیر کیا

چھوٹ کر بھی جا نہیں سکتا کہیں صیاد میں / ہو گئی الفت قفس کی پاؤنکی زنجیر کیا

آگا یونکی وقت دیکھی کوئی اس گل کی بہار / پھول اسکے منہ سے جھڑتے ہیں دم تقریر کیا

مسکرا کر رہ گئے قاتل مرے زخم جگر
کہہ گئی انسے خدا جانے زبان تیر کیا

لیتے ہیں ہر ہر قدم پر خارِ صحرا ابھی قدم
پا تو دیوانوں کے پڑتی ہی فقط زنجیر کیا

ای ہوس مارا پنے دلکو پاسے کو عوض
دولت استغنا کی ہاتھ آئے تو پھر اکسیر کیا

باد کے گھوڑے پہ ہیں وہ اپنی شوخی سی ہوا
خاک پامال محبت ہوگی دامنگیر کیا

جب خدا سی وہ بت بیداد گر ڈرتا نہیں
پھر مری فریاد کیا فریاد کی تاثیر کیا

دخت رزبر دل جو آیا ہی تو پڑھوا لی نکاح
پیش وپس کیوں شیخ کار خیر میں تاخیر کیا

شوخیاں انکی اڑائیں گی تری چہرے کا رنگ
اے مصور کھینچنی آسان ہی وہ تصویر کیا

وہ تو اٹھی کل کا وعدہ کر گئے میری بزم سی
تیرے اٹھنے میں ابھی اے حشر ہی تاخیر کیا

گر رہی ہی اپنے بخت نارسا کی کو تہی
نالہاے دل کرینگے عشق میں تاثیر کیا

انکا اٹھنا بزم دشمن سے نظر آتا نہیں
جان میری لیگی اے محشر تری تاخیر کیا

منزل ہستی ٹھہرنے کی جگہ اے دل نہیں
آگے پیچھے کوچ ہی سبکا جوان کیا پیر کیا

حسن دیکھو شکل دلکش پھر ادائیں دلربا
دل جو آیا آپ پر اسمیں مری تقصیر کیا

فتنہ ہیں گر وہ نہ خواب ناز سی بیدار ہوں
دیکھئے لاتا ہی آفت نالۂ شبگیر کیا

خط سی کیوں گھٹنے لگی اس مصحف عارض کی شان
قدر کر قابل نہیں قرآن با تفسیر کیا

۱۱

شان خالق ہی کرمی عشق گھبراتا ہے کیوں
اسکی رحمت کے مقابل ہے تری تقصیر کیا

۲۰

نہیں اٹھتا قدم مجھ ناتواں کا
بتاؤں کیا ارادہ ہے کہاں کا

زمیں بھی رنجدہ ثابت ہوئی ہے
اڑایا تو نہیں رنگ آسماں کا

مرے دروازے سے گذرا وہ سو بار
مگر بھولے سے بھی گھر میں نہ جھانکا

گرے یارب کہیں بجلی پہ بجلی
نہ چھوڑا اس نے تنکا آشیاں کا

بہت ہے میری بربادی دل کو
اشارہ اس نگاہ جانستاں کا

نہ کیوں گھبرائے دل دیر و حرم سے
ہوا ہے شوق انکے آستاں کا

بتوں سے دل نہیں اٹھتا الٰہی
اٹھانا سہل ہے کوہ گراں کا

جو اٹھا کوئی فتنہ اس گلی سے
تو کیا کیا رنگ بگڑا آسماں کا

برنگ رنگ و بو گل اڑ گئے سب
جو آیا باغ میں جھونکا خزاں کا

خوشی ہمکو ادھر سر پھوڑنے کی
ادھر غم ان کو سنگ آستاں کا

کہاں پوری ہوئیں میری بلائیں
ابھی باقی ہے گرنا آسماں کا

الٰہی خیر ہو میرے جگر کی
وہ نظریں کام کرتی ہیں سناں کا

ہوئی جھوٹی عدو کے منہ میں جا کر
نہیں اب اعتبار ان کی زباں کا

غبار رہ نہ میں نقش قدم ہوں
پتا کیا دوں کسی کو کارواں کا

نوید تیر باران ستم ہے
کماں کی طرح جھکنا آسماں کا

تقاضا کیا ہو جب وہ ذکر دل پر
یہ کہتے ہیں کہ کیسا اور کہاں کا

اجل کہتے ہیں جس کو نام ہے وہ
مری تقدیر کے خواب گراں کا

نصیب بخت برگشتہ ہوا ہے
ازل کے دن سے چکر آسماں کا

عجب ہے عشق کا سودا کسی کو
خیال آتا نہیں سود و زیاں کا

۱۲ | تری طرز سخن ہے کتنی دلکش
مزا اے عشق آتا ہے زباں کا | ۱۶

نہیں اب شوق ان کو امتحاں کا
مٹا ہے نام مرگ ناگہاں کا

قضا اپنی یونہیں لکھی ہوئی تھی
گلہ کیا اس نگاہ جانستاں کا

مزا دینے لگی ہیں اب جفائیں
بدل جائے نہ شیوہ آسماں کا

سنگ جاناں ہے یا کوئی ہما ہے
نہیں طالب ہمارے استخواں کا

سر شوریدہ لا کر ہی رہا رنگ
بنا نقش و نگار اس آستاں کا

کہا اس نے یہ دشمن کے گلے پر
نکالو بھی یہ جھگڑا ہے کہاں کا

نگاہیں پھر گئیں کیوں انکی مجھسے
اُڑایا تو نہیں رنگ آسماں کا

وہ ظلم ان کے یہ اپنی سخت جانی
کہاں کی زندگی مرنا کہاں کا

بچائے چارہ گر کی منتوں سے
تو ہے احسان دردِ جانستاں کا

سبک ہو کر گلی سے ان کے اُٹھا
مگر احسان نہ اُٹھا پاسباں کا

خلش تڑپا رہی ہے خارِ غم کی
کہیں ٹوٹے نہ زخمِ دل کا ٹانکا

توکل پیشہ اک درویش ہوں میں
نہ فکرِ نان نہ اندیشہ جہاں کا

عدو کے رشکِ الفت سے بچایا
گلہ بیجا ہے اس نامہرباں کا

دہن ان کا نظر آئیگا کیوں کر
نمونہ ہے مرے دردِ نہاں کا

ہماری بے سروپائی نہ پوچھو
نہیں سر پاؤں اپنی داستاں کا

جدا کرنا عدو کا ان کا باہم
ملانا ہے زمین و آسماں کا

١٣

غبارِ پائمالِ راہِ الفت
زمیں کا ہے نہ اے عشق آسماں کا

١٨

مریضِ دردِ الفت کا مداوا ہو نہیں سکتا
مسیحا سے بھی یہ بیمار اچھا ہو نہیں سکتا

کسیکا اپنے کچھ حق اور دعویٰ ہو نہیں سکتا
خوشی سے دیں تو دیں بوسہ تقاضا ہو نہیں سکتا

ملیں جبتک نہ دل ملنا بھی ملنا ہو نہیں سکتا
وہ میرا ہو نہیں سکتا میں اسکا ہو نہیں سکتا

حسینوں سے کبھی دلکا تقاضا ہو نہیں سکتا
جو انکا ہو گیا پھر وہ ہمارا ہو نہیں سکتا

برائی مجھسے سنکر غیر کی بولے وہ جھنجلا کر
جسے اچھا کہیں ہم کیا وہ اچھا ہو نہیں سکتا

کیا ہی پستی طالع نے مجکو پست کچھ ایسا
دلِ پُر درد کا نالا بھی اونچا ہو نہیں سکتا

متاعِ دل تو لیتے ہو مگر بوسہ نہیں دیتے
اسی کا نام سودا ہے تو سودا ہو نہیں سکتا

شبِ وعدہ گزرتی کیوں تڑپتے لوٹتے اپنی
اگر پہلے سے کہدیتے کہ آنا ہو نہیں سکتا

مرد معشوق سے پرہیز مشکل ہے جوانی میں
اسی کا نام تقویٰ ہے تو تقوا ہو نہیں سکتا

دکھائی ہے اگر صورت دکھادو آج ہی صاحب
کہ ہمسے انتظار روز فردا ہو نہیں سکتا

زبردستی سے وہ دل چھین کر میرا یہ کہتے ہیں
ہمارا مال ہے یہ اب کسیکا ہو نہیں سکتا

تغافل نے تری مارا ہے جس ناکام عاشق کو
وہ روز پرسش محشر بھی زندا ہو نہیں سکتا

لب جاں بخش کی الفت میں لب پر جان عاشق ہے
جلا لو دیجئے بوسہ تم سے اتنا ہو نہیں سکتا

خدا نے حوصلہ اسکو دیا ہے اور ہمت بھی
جو رکھے آدمی دلبر تو کیا کیا ہو نہیں سکتا

دل عاشق میں سوز عشق کی وہ آگ بھڑکی ہے
کہ آب وصل سے بھی اب یہ ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

جو اعلیٰ ہے وہ اعلیٰ ہے جو ادنیٰ ہے وہ ادنیٰ ہے
یہ اعلیٰ ہو نہیں سکتا وہ ادنیٰ ہو نہیں سکتا

حسینوں کیلئے کافی نقاب شرم و عصمت ہے
یہ وہ پردہ ہے جس سے بڑھکے پردا ہو نہیں سکتا

۴	بڑھائی آبرو شاہ دکن خلد اللہ ملکہ نے عشق کی کیسی غلط ہے قطرہ ناچیز دریا ہو نہیں سکتا	۳۰

یہ مانا عشق کا بیمار اچھا ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو کیا میرے مسیحا ہو نہیں سکتا

وفا ہو کل کا وعدہ آج ہی کیا ہو نہیں سکتا
کریں ہم صبر کل تک ہمسے اتنا ہو نہیں سکتا

جو ادنیٰ ہے کسی صورت سے اعلیٰ ہو نہیں سکتا
چمک کر ہمسر خورشید ذرا ہو نہیں سکتا

جلا ہوں عمر بھر دل میں بھری ہے آگ الفت کی
مرا لاشہ بھی بعد مرگ ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

نکل آتی ہے چلمن سے شعاع حسن چھن چھنکر
یہ وہ پردہ ہے جس پردے سے پردا ہو نہیں سکتا

مہ نو لاکھ چمکے آسمان پر کیا نمود اسکی
ترا ای مہ جبیں وہ ناخن پا ہو نہیں سکتا

کسی کی بانکی چتون کا نہ مضمون باندھیے جبتک
غزل کا اپنی کوئی شعر بانکا ہو نہیں سکتا

سمجھتا ہے مکافات ستم کو دور کیوں ظالم
ابھی فریاد سے کیا حشر برپا ہو نہیں سکتا

شکایت کیا کرینگے ہم تمہاری دوست ہو تمتو
ہم ایسے ہیں کہ دشمن کا بھی شکوا ہو نہیں سکتا

ہمیشہ بل کی لیتا ہے رہیگا گیسوئے سرکش
کجی ہے اسکی فطرت میں یہ سیدھا ہو نہیں سکتا

جوانی کیسی پیری کیا ہیں سارے ولولے دلکے
نہوں جبتک یہ کوئی شوق پیدا ہو نہیں سکتا

تعلق خار و گل کا ہی گلستاں میں تو کیا حاصل
برا ہو نکی صحبت میں بھی اچھا ہو نہیں سکتا

بدل لیتے ہم انکے دل سے اپنا دل محبت میں
مگر کیا کیجئے ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا

عداوت مول لوں غیر دنی کیوں اس بزم میں جا کر
وہ لڑ بیٹھیں گی جھگڑا مجھسے جھگڑا ہو نہیں سکتا

ہوای دامنِ جاناں کا طالب غنچۂ دل ہی
نسیم صبحدم سے یہ شگفتہ ہو نہیں سکتا

کوئی آہ تو کیا آہ کوئی دیکھے تو کیا دیکھے
تڑپنا لوٹنا دلکا تماشا ہو نہیں سکتا

نہ ہونگا نہ ہونگا میں تیری سخت باتونکو
کبھی تیغ زباں کا زخم اچھا ہو نہیں سکتا

میں اپنے میں نہیں رہتا وہ جب آتے ہیں عدو پر
یہی ہے بیخودی تو وصل اصلا ہو نہیں سکتا

عدوے ساری فن کی نہ مجھسے پیش جائیگی
کہ یہ فرعون بیساماں ہی موسا ہو نہیں سکتا

١۵

بلا لو عشق کو یا شاہ شیر اب اپنے قدموں میں
کہ اب نیلسور میں اسکا گذارا ہو نہیں سکتا

١۵

یہی تم سے جناب ہونا تھا
دل کا خانہ خراب ہونا تھا

کیوں بگڑتی نہ یار سے اپنی
غیر کو کامیاب ہونا تھا

غیر بھی تو شریک محفل تھا
کیا مجھی پر عتاب ہونا تھا

کیوں چمکتا نہ داغ دل اپنا
ذرہ کو آفتاب ہونا تھا

لڑتیں آئینہ سے نہ کیوں آنکھیں
تجکو تیرا جواب ہونا تھا

شمع رخ پر ترے بجائے نقاب
ایک بلورین حباب ہونا تھا

شیخ کا کرتے رند منہ کالا
اس کو شوق خضاب ہونا تھا

ابر چھایا ہے موسم گل ہے
آج دورِ شراب ہونا تھا

سوز فرقت سے کیوں نہ جلتا میں
زندگی میں عذاب ہونا تھا

میرے پہلو میں کیوں پڑا رہتا
دل کو دردر خراب ہونا تھا

جب برسنے کا تھا مزا اے ابر
قطرہ قطرہ شراب ہوتا تھا

رو نہ انجام عشق کو کہ یہی
دل خانہ خراب ہوتا تھا

شامل حال میکشاں ساقی
کرم بے حساب ہوتا تھا

کیا کہا گر کہا مجھے عاشق
کوئی تازہ خطاب ہوتا تھا

۱۶	مے و ساغر کی قسمتوں میں عشق ماہ اور آفتاب ہوتا تھا	۲۴

کعبہ اے بت کبھی ترا در تھا
نقش سجدہ ہر اک جبیں پر تھا

کبھی زانوئے یار پر سر تھا
واہ اپنا بھی کیا مقدر تھا

میں شب وعدہ ایسا مضطر تھا
گاہ گھر میں تھا گاہ باہر تھا

جان کی خیر ہم مناتے رہے
شہر پہ جب تک وہ بانیٔ شر تھا

شکوہ انکار وصل کا سنکر
بولے کچھ تیرا قرض ہم پر تھا

دیکھیں کل کیا ہو پھر رہا کل پر
آج کا وعدہ جو مقرر تھا

سخت جانی کی مجھ پہ تہمت ہے
کند پہلے سے انکا خنجر تھا

اپنے قابو میں دل کو کیا رکھنا
میرے امکان سے یہ باہر تھا

صدمہ عشق کو جو جھیل لیا
دل عاشق بھی سخت پتھر تھا

تو جو کہتا وہ مان لیتا دل
حکم سے تیرے کب یہ باہر تھا

ملگیا بوسہ ان سے بن مانگے
بخت اپنا جو آج یاور تھا

کیسے آرام سے گذرتی تھی
کبھی اس در پہ اپنا بستر تھا

یار کو دے دیا نجات ملی
دل دیوانہ مجکو دوبھر تھا

ٹلگیا ہے وہ جان کا لاگو
جو مرا دلربا تھا دلبر تھا

ترک انسے مذاق کی ہم نے
اسلئے یہ فساد کا گھر تھا

کیا کہو تیر سے بوجھ اُٹھ سکتا — نامۂ شوق ایک دفتر تھا
نارِ دوزخ نے کچھ اثر نہ کیا — ساتھ اپنا جو دامنِ تر تھا
دیکھکر ماہِ نو کو ہمت ہوں — ہاتھ آتا تو خوب ساغر تھا
چل بسا دل تو حسرتوں نے کہا — ہائے کیسا قبیلہ پرور تھا
سیم بر سب مطیع تھے جبتک — زور بازو میں ہاتھ میں زر تھا
کیوں نہ آسان مشکلیں ہوتیں — کہ بھروسا مرا خدا پر تھا
سر بلندی نصیب تھی جبتک — خاکساری سے خاک بر سر تھا
جان کیا بچتی ایسے قاتل سے — جسکا اندازِ قتل خنجر تھا

۱۵	داغ کا داغِ عشق ہے مجھکو کیسا استاد نکتہ پرور تھا	۱۶

اک پیالہ مجھے مغاں نے دیا — مہمان کو یہ میزبان نے دیا
جسکی دشمن سے بھی امید نہیں — رنج وہ ایک مہربان نے دیا
ساکنانِ زمین کو غمِ الم — اور کیا خاک آسمان نے دیا
درد میرا سنا تو وہ بولے — کیا مزا تیری داستاں نے دیا
بات کیسی سلام کا میرے — نہ جواب انکے پاسباں نے دیا
ہوں وہ برگشتہ بخت الٹی ناو — کچھ سہارا جو بادباں نے دیا
پشت خم اسلئے ہے چرخِ پیر — رنج اسکو کسی جواں نے دیا
کی شکایت جو سوزشِ دل کی — داغ اک اور آسماں نے دیا
کھیل سمجھا وہ جان نثاری کو — کچھ نتیجہ نہ امتحاں نے دیا
قیس و لیلی کا تھا تو واقف کار — دخل لیکن نہ ساربان نے دیا
منزلِ عشق طے ہوئی ایسی — ساتھ جب مرگِ ناگہاں نے دیا

جل اٹھا باغ آہِ بلبل سے
کام اہلِ چمن کا آشیاں نے دیا

ہری کلیجے پہ داغ فصلِ بہار
پھل مجھے موسمِ خزاں نے دیا

گر ملیں خضر ان سے یہ پوچھوں
کچھ مزا عمرِ جاوداں نے دیا

۱۸

اس زمیں میں غزل کہی اچھی
عشق ہم کو مزا زباں نے دیا

۱۱

بتوں کے عشق میں جو کچھ تھا کھویا
ہمیں بھی دل نے ساتھ اپنے ڈبویا

خدا معلوم کس نے روزِ اول
زمیں دل میں تخمِ عشق بویا

نہ دنیا کے رہے اہل نہ دین کے
ہمیں دونوں جہاں سے تو نے کھویا

غمِ فرقت سے بھر آئی جو چھاتی
کسی کو یاد کر کے خوب رویا

دلِ مضطر خدا کی مار تجھ پر
نہ زیرِ خاک بھی راحت سے سویا

بدی کا تو بدی ثمرا بدا تھا
وہی کاٹا ثمر ہر دل نے جو بویا

کسی کو دیکے دل پچھتا رہا ہوں
کہ کیا مال اپنے مفت کھویا

بنے ہیں لیکے دل انجان کیسے
نہیں کچھ بھی انہیں معلوم گویا

نہ کرنی تھی بھلائی غیر سے عشق
برائی کا تمہیں نے بیج بویا

متفرق

تلاش یار کہتی ہے یہ دل سے
نہیں رہتا کبھی ناکام جویا

سفیدی و سیاہی روز و شب کی
یہ کہتی ہے زمانہ ہے دو رُویا

۱۹ غزل ۱۷

عدو کا وہ رشک قمر ہو گیا
یہ کیا چرخ بیداد گر ہو گیا

شرارت مرے ساتھ کرتا ہے دل
یہ تجھ سے سوا فتنہ گر ہو گیا

وفا ہوتے ہوتے ترا عہد بھی
ہماری دعا کا اثر ہو گیا

سواری جو اس بت کی نکلی کبھی
تماشا سرِ رہ گزر ہو گیا

سحر ہوتے ہوتے شب دردِ غم
مرا حال نوعِ دگر ہو گیا

نہیں یہ نظر تیری دل ہے مرا
جدھر ہو گیا بس ادھر ہو گیا

کہاں پھر رہے گی تری آرزو
مرا دل ہی ویران اگر ہو گیا

زمیں کھا گئی اس کو یا آسماں
کہاں گم مرا نامہ بر ہو گیا

وہی پاک دامن حقیقت میں ہے
جو اشکِ ندامت سے تر ہو گیا

اسی میں ہمیشہ رہا کرتے ہیں
مرا دل حسینوں کا گھر ہو گیا

ملا جیتے جی باغ رضواں مجھے
کہ انکی گلی میں گذر ہو گیا

عدو کا گلہ سن کے اسنے کہا
یہ رونا ترا عمر بھر ہو گیا

سرِ حشر انکی سی دل نے کہی
یہ شاہد ادھر کا ادھر ہو گیا

مریض محبت کو کیسی دوا
یہ کیا تجھ کو اے چارہ گر ہو گیا

نہیں پیر گردوں حسین نوجواں
سبب کیا جو بیداد گر ہو گیا

۲۰	تلا اسطرح عشق کا وزن عشق ترازو وہ تیر نظر ہو گیا	۱۴

مری آہ دل کا اثر ہو گیا
کہ دشمن کو دردِ جگر ہو گیا

تاسف ہے اب مرگِ عاشق پہ کیوں
جو ہونا تھا بیداد گر ہو گیا

پشیماں ہوگے قیامت میں تم ہمارا ہی کہنا اگر ہو گیا
تری آنکھ پھرتے ہی سب پھر گئے زمانہ ادھر کا اُدھر ہو گیا
جگا کر شب وصل ہوں منفعل وہ کہتے ہیں پچھلا پہر ہو گیا
ٹھکانا ملا مجکو اس شوخ کا جب اپنے سے میں بیخبر ہو گیا
خبر بھی ہے کچھ تجکو ناوک فگن نشانہ کسی کا جگر ہو گیا
یہاں آپ کیا بیٹھے ہیں شاد شاد تصدق کوئی آپ پر ہو گیا
کہاں ہم کہاں صحبت میکشاں وہ طبقہ ہی زیر و زبر ہو گیا
غم عشق سے ہو کے معدوم میں حسینوں کا موئے کمر ہو گیا
اٹھایا گیا جو دربار سے وہ پھر کو بکو دربدر ہو گیا
مسیحا سے کہدو کہ ہم مر چلے علاج آپ کا کارگر ہو گیا
لگایا ہے دل بازی عشق میں مزا ہے یہ مال انکا گر ہو گیا

۲۱	اب اترا ے عشق دعا گو نہ کیوں در شاہ سے پھر دربدر ہو گیا	۱۰

وہ زمانہ نہیں رہا اپنا کچھ ٹھکانا نہیں رہا اپنا
ہو گیا نذر تیغ قاتل سر بار شانہ نہیں رہا اپنا
جائیں اب چھوٹکر قفس سے کہاں آشیانہ نہیں رہا اپنا
تیر بیداد کا ہیں مُردن دل نشانہ نہیں رہا اپنا
فصل گل تک تھے چہچہے سارے وہ ترانہ نہیں رہا اپنا
دام سے چھوٹ کر یہی سمجھا آب و دانہ نہیں رہا اپنا
آپ سنکر جسے پھڑک جائیں وہ فسانہ نہیں رہا اپنا
لٹ گئے داغ عشق پیری میں وہ خزانہ نہیں رہا اپنا

اپنے بیگانے بن گئے سارے	اک یگانہ نہیں رہا اپنا

۲۲	جب وہ دشمن بنا کسی سے عشق دوستانہ نہیں رہا اپنا	۱۹

حسرتوں کا خون ہو کر بہہ گیا
دل میں غیر یاس اب کیا رہ گیا

سینے کو تو ظلم ان کے سہہ گیا
دل کا آخر خون ہو کر بہہ گیا

باغباں اب گل نہ غنچہ رہ گیا
وہ تبسم اور وہ قہقہہ گیا

آتے آتے آج کیوں وہ رہ گیا
غیر کیا میری طرف سے کہہ گیا

دل سی شے جب ہاتھ سے جاتی رہی
میں کف افسوس ملکر رہ گیا

ہر سیہ رو غیر کے قبضہ میں وہ
کیا گہن میں چاند اپنا گہہ گیا

ناؤ ڈوبی گریۂ غم سے مری
اشک کے سیلاب میں دل بہہ گیا

بوسہ دیکر وعدہ آنے کا گیا
اب کسی کے وصل میں کیا رہ گیا

آجکل میدان ہو ہے صحن باغ
عندلیبوں کا وہ سب چہچہہ گیا

چل دیا وہ شوخ رستہ کاٹ کر
اور میں بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا

کیا کہوں واماندگی تقدیر کی
سامنے منزل کے تھک کے رہ گیا

نشہ میں اچھی بری سوجھی نہ کچھ
جو زباں پر بات آئی کہہ گیا

سخت پتھر تھا دل عاشق مگر
جو حسینوں کی جفائیں سہہ گیا

یار کے رخسار تاباں کی چمک
دیکھتے ہی نور مہر و مہ گیا

جھڑکیاں بھی اسنے دیں دشنام بھی
جو زباں پر آئی منہ پر کہہ گیا

لے چلا مجکو جو اس کوچہ میں دل
ہر قدم پر خوف سے رہ رہ گیا

حال سرگوشی کا اتکی غیر سے
کان میں کوئی ہمارے کہہ گیا

۲۳	عشق جوشِ طبع سے مضمون کا	۱۶

ہر زمیں میں ایک دریا بہ گیا

جھڑکی نہیں جاتی ترا غصّہ نہیں جاتا
بس ہم سے بھی اب ناز اُٹھایا نہیں جاتا

کہدے کوئی اُنسے کہ عیادت کو نہ آئیں
اب حال وہ میرا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

لیکر ہی رہے دلکو حسیں جب نظر آیا
یہ مال ہی ایسا ہے کہ چھوڑا نہیں جاتا

بیداد تو سب آپکی سہ لیتے ہیں عاشق
فرقت کا مگر صدمہ اُٹھایا نہیں جاتا

اعمال بد و نیک ہیں انسان کے ساتھی
دنیا سے عدم کو کوئی تنہا نہیں جاتا

یہ ضعف کا عالم ہے جہاں بیٹھ گئے ہم
بس نقش قدم بن گئے اُٹھا نہیں جاتا

ہر چند زمانے کے ستائے ہوئے ہیں ہم
اسپر بھی حسینوں کا ستانا نہیں جاتا

اعمال مرے ایسے ہیں شرم آتی ہے انکو
کچھ کاتب اعمال سے لکھا نہیں جاتا

نقد دل و جاں کی نہیں اب خیر الٰہی
ان ناز فروشوں سے بچایا نہیں جاتا

جان و دل و ایماں بھی کئے نذر پہ جب بھی
اس مانگنے والے کا تقاضا نہیں جاتا

بھولی نہیں جاتی جو اُٹھائی ہے اذیت
فرقت کا شب وصل بھی کھٹکا نہیں جاتا

کہتا ہوں پہیلے کی تو برا مانتے ہیں وہ
کیا کیجئے خاموش بھی بیٹھا نہیں جاتا

ہیبت مری گر تم سے اُٹھائی نہیں جاتی
کیا چار قدم ساتھ بھی آیا نہیں جاتا

بدنام ہوا لُٹ گیا مقروض بنا ہوں
اسپر بھی جُو ناب کا چسکا نہیں جاتا

بوسوں سے ہے انکار شب وصل ستم ہے
سفاک ترا غمزۂ بیجا نہیں جاتا

۲۴

گھر میں جو پڑے رہتے ہو افسردہ میاں عشق
کیا آپ سے اس بزم میں جایا نہیں جاتا

۲۲

شب غم تڑپنا ہمارا نہ دیکھا
تماشا تھا یہ دیکھنے کا نہ دیکھا

اگر بیحجاب اسکا جلوا نہ دیکھا
برابر ہے اے عشق دیکھا نہ دیکھا

کبھی کوئی اعجاز عیسیٰ نہ دیکھا
مریض محبت کو اچھا نہ دیکھا

خدا کی خدائی میں کیا کیا نہ دیکھا
مگر اے حسین ایک تجھ سا نہ دیکھا

ملے خاک میں طفل اشک اپنے سارے
کسی کی جوانی بڑھاپا نہ دیکھا

ہزاروں گئے ایسے راہِ عدم میں
کسی کا بھی نقش کفِ پا نہ دیکھا

جو کُل ہی وہ جزو ہی جو جزو ہے وہ کُل ہے
کوئی عبد و خالق میں پردا نہ دیکھا

ملا جا کے دریا سے جب کوئی قطرہ
الگ جزو کو کُل سے نہ پایا نہ دیکھا

ملا جس کا دل لیکے چلتا بنا وہ
کبھی اس نے اپنا پرایا نہ دیکھا

ستمگر حسین یوں تو لاکھوں ہی دیکھے
مگر سخت دل آپ جیسا نہ دیکھا

غرض کے ہیں ہمدم رفیق آشنا سب
کسی کو بھی اپنا نہ پایا نہ دیکھا

عدم سے ہی بدتر یہ ہستی ہماری
کسی کو بھی اپنا شناسا نہ دیکھا

یہی مرتے مرتے کہا عاشقوں نے
محبت کا انجام اچھا نہ دیکھا

ملے حورِ جنت میں تو کیا الٰہی
جسے جیتے جی دیکھنا تھا نہ دیکھا

عوض دل کے بوسوں پہ ہی روز حجت
کبھی آپ سے بنتے سودا نہ دیکھا

بہت دیکھ ڈالی حسین یوں تو ہم نے
مگر ایسی صورت یہ نقشا نہ دیکھا

کوئی جائے دنیا میں ایسی نہیں ہے
جہاں عشق کو کارفرما نہ دیکھا

طلاطم مرے اشک سے دیکھ لینا
اگر تمنے قطرہ کو دریا نہ دیکھا

کہے دیتی ہیں یہ نگاہیں تمہاری
سرِ طور کچھ تمنے موسیٰ نہ دیکھا

رہی ساتھ ہی ساتھ شرم و نزاکت
تصور میں بھی انکو تنہا نہ دیکھا

کہا اسنے میری عیادت کو آکر
ترا حال جیسا سنا تھا نہ دیکھا

۲۵	کہوں اس سے اے عشق کیا درد اپنا مزا عشق کا جس نے چکھا نہ دیکھا	۹

بیداد سہی اور ترا عشق نباہا
لیکن کبھی تو نے نہ مرے دل کو سراہا

ہمے چاہنے والونکا ہی دشمن وہ ستمگر
یہ چوک ہوئی ہمسے جو ہمنے اسے چاہا

اے مالک رہ سوچ لے انجام بد و نیک
بھٹکے نہ کہیں منزلِ ہستی ہے دوراہا

وعدے سے کسی روز ندی اسنے تسلی
رکھا نہ مرے زخم جگر پر کبھی پھاہا

کافی ہی مری بخشش عصیاں کو سر شر
اک تیری ترحم کی نظر بار الٰہا

چلتی نہیں جراح کی مجھ سوختہ جاں سے
وہ زخم کی سوزش ہے کہ جلجاتا ہے پھاہا

پھر کیوں ہو کسی چیز کا طالب ترا طالب
سب اسکا ہے تو جسکا ہوا بار الٰہا

اے راحتِ جاں آفتِ جاں تھی تری دوری
کیا کیا مرے پہلو میں دلِ زار کراہا

۲۶ — ۱۲

مایوس نہ اے عشق ہو امید قوی رکھ
مل جائے گا وہ بت اگر اللہ نے چاہا

انساں کا مرگ و زیست پہ ہی اختیار کیا
دو دن کی ہے یہ آمد و شد اعتبار کیا

یارب تری کرم تری بخشش کے روبرو
مجھ روسیہ کی جرم و خطا کا شمار کیا

اپنی زباں پر نہیں خود انکو اختیار
ایسی قسم کا قول کا پھر اعتبار کیا

کیا قہر ہی کہ دی ہے جنہیں صفت دلسی شے
وہ کہتے ہیں وفا کا تری اعتبار کیا

وعدہ تھا اسکا فاتحہ آکر پڑہیں گے ہم
مضطر ہوں انتظار میں زیر مزار کیا

افتادگی نصیب کی ہی مانع عروج
دامن تک انکے پہنچے ہمارا غبار کیا

سنکر جو کچھ جواب ندے صاف ٹالدے
اس سے سوالِ وصل کروں بار بار کیا

ہر روز روز عید تھا ہر شب شب برات
گذرے ہمارے عیش میں لیل و نہار کیا

اس دلربا کی آنکھ کا بھرنا نہیں ہے کچھ
ہو دل کو خوف گردش لیل و نہار کیا

جادو ہے اک دل پہ ہی آنکھوں کا کارگر
آہو کسی کے کھیل رہی ہیں شکار کیا

کیوں کشتگان تیغ قضا پر نہ آئے رشک
پھیلا کے پاؤں سوتی ہیں زیر مزار کیا

آزاد مثل سرو جو باغ جہاں میں ہو

۲۷	اے عشق اس کو فکر خزاں کیا بہار کیا	۱۵

خضر والیاس کا عدیل ہوا ‏ ‏ جورۂ عشق میں قتیل ہوا
رنج دیتا ہے درد دیتا ہے ‏ ‏ آسماں کس طرح بخیل ہوا
عاشقی سے ہوا نہ کچھ حاصل ‏ ‏ مفت رسوا ہوا ذلیل ہوا
وہ خوشی سے کبھی نہیں دیتے ‏ ‏ بوسہ سرمایہ بخیل ہوا
مجھکو اس بزم میں نہ جانا تھا ‏ ‏ چار کے سامنے ذلیل ہوا
نہ رہا پھر تو وہ مزاج انکا ‏ ‏ غیر بدکیش جب دخیل ہوا
خون پیتا ہوں غصہ کھاتا ہوں ‏ ‏ غم مرے رزق کا کفیل ہوا
غیر نے ان سے کی دغا آخر ‏ ‏ میرا دعویٰ نہ بے دلیل ہوا
کوئی دل کے سوا نہ عالم میں ‏ ‏ مجرم عشق کا کفیل ہوا
یوں تو پیغام بر ہزاروں ہیں ‏ ‏ کوئی ان میں نہ جبرئیل ہوا
شان اللہ کی ہے یکتائی ‏ ‏ کون دنیا میں بے عدیل ہوا
کیوں تلاش معاش خود رزاق ‏ ‏ رزق کا اپنے جب کفیل ہوا
تشنہ لب تھی زبان تیغ وسناں ‏ ‏ خون میرا نہیں سبیل ہوا
آبرو ہے تو ہے قناعت میں ‏ ‏ جسنے مانگا وہ بس ذلیل ہوا

۲۸	ہوئی پیری میں سرد آتش عشق دل مرا گلشن خلیل ہوا	۱۹

درد دل درخور دوا نہ ہوا ‏ ‏ کچھ مسیحا سے بھی بھلا نہ ہوا
نالۂ دل کبھی رسا نہ ہوا ‏ ‏ کام اپنا کوئی روا نہ ہوا
مجھ سا ناکام دوسرا نہ ہوا ‏ ‏ دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا
ہائے اس در پہ جبہ سا نہ ہوا ‏ ‏ کچھ حق بندگی ادا نہ ہوا

نہیں اس کی خبر محبت میں
کیا ہوا ہم سے اور کیا نہوا

نالہ نکلا جو منہ سے دل نے کہا
ہائے میرا وہ مدعا نہوا

وہ عدو سے بھی ہو گئے بدظن
شکوہ کرنا مرا برا نہوا

روز کل پر ہے انکا وعدہ وصل
کبھی پورا کبھی وفا نہوا

وہ ہوں یا غیر یا زمانہ ہو
ایک بھی انمیں باوفا نہوا

واہ رے ارتباط داغ و دل
اس سے وہ اس سے یہ جدا نہوا

اک ذرا بھی جہاں غبار آیا
صاف پھر دلکا آئینا نہوا

موج و دریا بنے رہے دونوں
مجھسے غم غم سے میں جدا نہوا

دوست سب بندۂ غرض نکلے
اپنا اک بندۂ خدا نہوا

کچھ تو ہوتی ہمارے دلکی قدر
تجھسا عالم میں دوسرا نہوا

گذری لہو و لعب میں عمر اپنی
ایک بھی کام کام کا نہوا

تو وہ نازک خرام ہے ایسے
کہ سر خاک نقش پا نہوا

انکو آیا نہ مجھپہ رحم کبھی
درد میرا پئے دوا نہوا

اشک حرماں نے کچھ نمک چھڑکا
دہن زخم بد مزا نہوا

۱۷	کی بدی ہم سے جسنے عالم میں عشق اسکا بھی کچھ بھلا نہوا	۲۹

دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا
اب یہ قصہ مرا پرانا ہوا

شیخ ایسا ہے عقل کا اندھا
عاشق حور غائبانہ ہوا

ماجرا انکا میرا عالم میں
حسن اور عشق کا فسانہ ہوا

ناوک غمزہ و ادا کا ترے
طائر دل مرا نشانہ ہوا

سنکے بولے وہ داستاں میری
یہ نئے رنگ کا فسانہ ہوا

اسکو جاتا تھا روٹھ کر ہم سے — شکوہ اغیار کا بھا نہ ہوا
خرچ سے علم کی بڑی دولت — کبھی خالی نہ یہ خزانہ ہوا
دل جو بھر آیا اشک بہ نکلے — یہ بھی پانی کا اک خزانہ ہوا
نازہے اس پہ مجکو دل میرا — ناوک ناز کا نشانہ ہوا
کوئی آیا عدم سے ہستی میں — کوئی سوئے عدم روانہ ہوا
مے بھی حوریں بھی ہیں تو باغ جناں — شیخ خاصہ سراب خانہ ہوا
سر رگڑتی ہے ایک خلق جہاں — کعبہ اس بت کا آستانہ ہوا
یہ بھی انکا مزاج ہے گویا — کہ ابھی کیا تھا کیا زمانہ ہوا
داغ حسرت میں رنگ خوں جو بھرا — دل مرا اک نگار خانہ ہوا
وہ گئے اپنے گھر عدم کو ہم — اک اُدھر اک ادھر روانہ ہوا
لیے اجل مجکو یار نے مارا — موت کا صرف اک بہانہ ہوا

٢٠	عشق ہمکو وطن سی بچھڑے ہوئے مدتیں ہوگئیں زمانہ ہوا	١٦

کیا مخالف مرا زمانہ ہوا — کہ ہوا سب وہ کارخانہ ہوا
آپ سنتے ہیں چھیڑ کر جو مجھے — نالۂ دل بھی کیا ترانہ ہوا
سبز رو نکا ہے نہال امید — قبر پر تاک شامیانہ ہوا
جلکے سوز فغاں بلبل سے — تو دہ خاک آشیانہ ہوا
کیوں نکلتی نہیں ہے جان حزیں — دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا
ذکر ایّام وصل روز ہجر — اشہب غم کو تازیانہ ہوا
قطرہ قطرہ ہی بن گیا دریا — خرمن آخر کو دانہ دانہ ہوا
لخت دل کھاکے خون پیتا ہوں — یہی قسمت کا آب و دانہ ہوا

عشق ہیں تار ہائے گیسو کے — دل بھی صد چاک مثل شانہ ہوا
خضر اک جرعہ پی کے آب حیات — قیدی عمر جاودانہ ہوا
نکلا کندہ ہے یہ رکھکے تیغ جو وہ — سر مرا مجھکو بار شانہ ہوا
پنجہ مہر آجتک نہ فلک — زلف لیلائے شب کا شانہ ہوا
سن کے تعریف حسن آیا دل — انکا عاشق میں غائبانہ ہوا
نغمہ سنجی سے تو ہنسی بلبل — تیرا دشمن ترا ترانہ ہوا
سجدے پہ سجدہ کرکی اس بت کو — میں یہ سمجھا ادا دوگانہ ہوا

٣١	باز آیا جو عاشقی سے عشق کام یہ تجھ سے عاقلانہ ہوا	٢٤

حسینوں کا دم کس کو بھرتے نہ دیکھا — تڑپتے نہ دیکھا کہ مرتے نہ دیکھا
مرے دلکو دیکھو یہ مرتا ہی تم پر — کسی کو اگر تم نے مرتے نہ دیکھا
اڑائی بہت خاک پنگھٹ پہ ہمنے — تجھے آج پانی جو بھرتے نہ دیکھا
بھروسا کریں وعدہ حشر کا کیا — کہ انکو کہا اپنا کرتے نہ دیکھا
کیا اسنے پامال اس دل کو لیکر — محبت کا دم جس کو بھرتے نہ دیکھا
غضب قہر آلود ہیں وہ نگاہیں — کسی شیر کو یوں بپھرتے نہ دیکھا
خدا جانے رکھا ہے یہ سوگ کس کا — کہ اب انکو بنتے سنورتے نہ دیکھا
کسی کام میں روپیہ بے محابا — سوا مینکشی کے بکھرتے نہ دیکھا
شب وعدہ سوجھی شرارت یہ کیسی — کبھی اُن کو پہروں سنورتے نہ دیکھا
ہمیں پر ہیں وہ شیر انکو کسی دن — عدو سے بگڑتے بپھرتے نہ دیکھا
محبت کے دریا میں ای دل جو ڈوبا — قیامت تک اسکو ابھرتے نہ دیکھا
ڈراؤں میں کیا خاک فریاد دل سے — بتوں کو خدا سے بھی ڈرتے نہ دیکھا

عجب بحر ہے اسکی رحمت کا دریا
جسے چڑھتے دیکھا اترتے نہ دیکھا

تری خوشخرامی کا غل ہے چمن میں
صبا کو بھی یوں گل کترتے نہ دیکھا

زبردست ہے عشق کا جن کچھ ایسا
چڑھا سر پہ جس کے اترتے نہ دیکھا

دماغ آسمان پر ہے اف ری جوانی
زمیں پر قدم انکو دہرتے نہ دیکھا

خم چرخ کیا جانئے کس کام کا ہے
کسی کو شراب اسمیں بہرتے نہ دیکھا

کیا جھوٹ سے تمنے جو محشر کا وعدہ
زمانے کو شاید گذرتے نہ دیکھا

خدا کی ہے بے عیب اک ذات جسپر
کسی کو کوئی حرف دہرتے نہ دیکھا

تری کیسی آنکھیں ہیں ان آہوؤں کو
مری قبر کا سبزہ چرتے نہ دیکھا

رہ عشق پُر خوف ایسی ہے جس سے
سلامت کسی کو گذرتے نہ دیکھا

کہا تم نے سو بار اک بوسہ دیکر
سخی کو تو احسان دہرتے نہ دیکھا

غضب زہر آلود تیغ زباں ہے
کہ اس کی جراحت کو بہرتے نہ دیکھا

۲۲

سوا شاعری کے میاں عشق تم کو
کوئی کام کا کام کرتے نہ دیکھا

۲۲

کبھی اپنا جلوہ دکھایا تو ہوتا
زمانے کو موسیٰ بنایا تو ہوتا

کوئی فقرہ ناصح بنایا تو ہوتا
انہیں راہ پر میری لایا تو ہوتا

سر دشمن کا جھگڑا چکایا تو ہوتا
کوئی ہاتھ قاتل لگایا تو ہوتا

کسی دن وہ بت مسکرایا تو ہوتا
نیا گل چمن میں کھلایا تو ہوتا

فلک گردش روزمرہ سے حاصل
کوئی کام میرا بنایا تو ہوتا

کہا اسنے سنکر مرا درد پنہاں
کبھی چیر کر دل دکھایا تو ہوتا

بہت طول کھینچا ہی وعدے نے اسکے
دل زار محشر اٹھایا تو ہوتا

سنبھالا بھی بیمار غم کو بہت ہے
عیادت کو میری وہ آیا تو ہوتا

نہوتا کہ ہوتا وصال اس سی کیا بحث
انہیں جذبۂ دل کھینچ لایا تو ہوتا

قیاس عدو مجھپہ جور و ستم ہے
مرجاں کبھی آزمایا تو ہوتا

عدو کی وہ محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں
فلک کوئی فتنہ اٹھایا تو ہوتا

نہ آتا کہ آتا انہیں رحم اے دل
غم و درد اپنا سنایا تو ہوتا

نکلتی مرجاں یارب شب غم
کوئی مطلب دل برآیا تو ہوتا

نہ کہتا برا کوئی دنیا میں اسکو
فلک سیدھے رستے پر آیا تو ہوتا

صبا بنکے آتا ترا مژدۂ وصل
مرا غنچۂ دل کھلایا تو ہوتا

نہیں کوئی تخصیص دیر و حرم کی
کسی نے کہیں اسکو پایا تو ہوتا

خدا تجکو اے شیخ گھر بیٹھے ملتا
بتوں سے کہیں دل لگایا تو ہوتا

زبانی پیاموں کی قاصد سند کیا
جواب خط اس بت سی لایا تو ہوتا

دکھائی نہ پرچھائیں بھی اپنی اسنے
پری کا کبھی مجکو سایا تو ہوتا

ترے در سے ناکام ساقی پھریں ہم
کوئی جام للہ پلایا تو ہوتا

تجھے زاہد خشک کیا ہو گیا ہے
مزا زیست کا کچھ اٹھایا تو ہوتا

۲۳

فلک لے رہا ہی بہت دن کی عشق
پھپولا جگر کا دکھایا تو ہوتا

۲۲

اگر دل بتوں سے لگایا نہوتا
خدا کو بھی بندے نے پایا نہوتا

الہی نہیں اٹھتا بار محبت
ہمیں تو نے انسان بنایا نہوتا

اگر جانتا وہ کہ ہے درد کیا شے
تو مجھ نیم جاں کو ستایا نہوتا

تری آرزوئیں ہزاروں تھیں دلمیں
اسے خاک میں یوں ملایا نہوتا

وہ رہنے لگے دور دور اب تو ہمسے
انہیں مطلب دل سنایا نہوتا

مرجاں کیوں اسطرح مفت جاتی
اگر دل حسینوں پر آیا نہوتا

کہیں کا نہ رکھتا مرا نفس مجھکو
اگر فضل تیرا خدایا نہوتا

جلے دل کی فریاد ظالم غضب ہے
مرے دلکو تو یوں جلایا نہوتا

کبھی بل کی لیتا نہ گیسوی سرکش
اگر تو نے سر پر چڑھایا نہوتا

مزا کرکرا ہوگیا وصل کی شب
وہ مطرب پسر راگ لایا نہوتا

لگا رہتا دشمن نہ کیوں ساتھ انکے
پری کون کہتا جو سایا نہوتا

سر حشر بے پردگی تو نہ ہوتی
جو منہ تو نے ہمسے چھپایا نہوتا

چرانا سر بزم مجھ سے نہ آنکھیں
جو نقد دل اسنے چرایا نہوتا

اگر آنکھ میں تیرے ہوتی مروت
مجھے آنکھ سے یوں گرایا نہوتا

نہ بھر آتی ساقی ترے ہجر میں آنکھ
اگر دل ہمارا بھر آیا نہ ہوتا

ترے داغ غم کی نہ کچھ قدر ہوتی
اگر میرے دل میں سمایا نہوتا

طریقہ ستم کا نہ آتا فلک کو
جو تیرا سکھایا پڑھایا نہوتا

قیامت ہے اے چرخ یہ کاہش بدر
کسی کو بڑھا کر گھٹایا نہوتا

سویدائے عاشق نہوتا اگر تل
ترے رخ پہ سکہ بٹھایا نہوتا

مرے خط کا لکھتا کوئی تو جواب
اگر غیر کا وہ پڑھایا نہوتا

بلا کوئی کیوں آتی عاشق کے سر پر
جو اس زلف میں دل پھنسایا نہوتا

١٢	کبھی اپنے دامن سی وہ پونچھتے عشق اگر اشک خونیں بہایا نہوتا	٣٤

ہم رہے وہ نہ وہ زمانہ رہا
اب کسی بات کا مزا نہ رہا

حسن تیرا ہی تجھ سے شوخ کہیں
تو چھپا اور وہ چھپا نہ رہا

آج کے وعدہ کو نہ کل پہ رکھ
یاد تجھکو یہ کل رہا نہ رہا

غیر سب اپنے جان دینے لگے
ابتو مرنے کا بھی مزا نہ رہا

ہجر میں بھی وصال کے ہیں مزے
مجھسے غم غم سے میں جدا نہ رہا

ان کا وعدہ کبھی ہوا نہ وفا
روز حیلہ رہا بہانہ رہا

تیرا چھُپ چھُپ کے غیر سے ملنا
کھُل گیا خلق پر چھپا نہ رہا

دوست سب مل گئے ہیں دشمن سے
اب کوئی اپنا آشنا نہ رہا

بیوفا وہ تو خود غرض ہیں ہم
ایک کا ایک کو گلا نہ رہا

بلبلوں کی نہ پوچھو بے برگی
ایک پتے کا آسرا نہ رہا

جس نے جانا مآل ہستی کو
پھر اسے خوف موت کا نہ رہا

۳۵	کارسازی حق کے صدقے عشق کام اپنا کوئی رُکا نہ رہا	۱۳

نہ آئے وہ بتِ کافر اگر نہیں آتا
دعا میں کسلئے یارب اثر نہیں آتا

عدو کے خوف سے اب وہ اِدھر نہیں آتا
ہماری زیست کا سامان نظر نہیں آتا

وہ چھُپکے غیروں سے تنہا ادھر نہیں آتا
تو مدعائے دلی اپنا بر نہیں آتا

پڑا ہے آنکھوں پہ غفلت کا پردہ جلوہ حق
نظر کے سامنے ہے پھر نظر نہیں آتا

خیال پردہ ہے تمکو تو میرے دلمیں رہو
جو اسمیں ہو وہ کسی کو نظر نہیں آتا

وہاں وہ چین سے سوتے ہیں پاؤں پھیلا کر
یہاں قرار مجھے رات بھر نہیں آتا

مقام قبر کا ہے طرفہ کنج تنہائی
کہ کوئی اپنا پرایا ادھر نہیں آتا

قضا کا کوچہ قاتل میں دور دورا ہے
گیا ہوا کوئی پیغام بر نہیں آتا

مزاج یار ہے اے دل مرا مقدر بھی
کسی طرح سے رہ راست پر نہیں آتا

کہا یہ حضرت واعظ نے سنکے میرا حال
ہماری بات میں ایسا اثر نہیں آتا

علاج تو مرضِ عشق کا کرے گا کیا
مری سمجھ میں کچھ اے چارہ گر نہیں آتا

حسین قدر کریں جسکی رام ہوں جس سے
کوئی خیال میں ایسا ہنر نہیں آتا

۳۶	یہ ابتدا سے حسینوں پہ عشق مرتا ہے مآل دل مجھے اچھا نظر نہیں آتا	۱۳

پیام مرگ شب غم ادھر نہیں آتا
نظر کسی کو وہ موئے کمر نہیں آتا
ہماری خاک پہ رونیکو ہم وہ بیکس ہیں
کبھی سحاب بھی باچشم تر نہیں آتا
نہ آئے وعدہ پہ وہ شوخ تو شکایت کیا
ہیں آپ اپنے میں دو دو پہر نہیں آتا
کسیکی پڑتی ہے اسیر نگاہ رہکر
غریب دل مرا اچھا نظر نہیں آتا
بنی ہی کشتۂ حسرت کی قبر جس جانب
اُدھر وہ دشمن جان بھولکر نہیں آتا
خدا کو اب کوئی کیا جانے اور پہچانے
کہ آپ اپنے کو انسان نظر نہیں آتا
بسا ہے آنکھوں میں دلمیں خیالمیں تو ہی
ترے سوا ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا
کہانسے لائے خواہان بے کمالی کو
ہمیں تو اسکے سوا کچھ ہنر نہیں آتا
تمہاری بزم میں آکر ذرا جو بیٹھ گیا
پھر اس غریب کو یاد اپنا گھر نہیں آتا
وفا کی خاک توقع ہو غیر جور و جفا
کچھ اور تجکو تو بیداد گر نہیں آتا
ابھار سینہ کا کہتا ہے قد جاناں سی
غلط ہے سرو میں کوئی ثمر نہیں آتا

۳۷	غزل سُنا کے اب اے عشق داد لیں کس سے سخن شناس ہی کوئی نظر نہیں آتا	۱۴

اب درد محبت کا نہاں ہو نہیں سکتا
دل ہی جو ہی ضبط فغاں ہو نہیں سکتا
اسرار حقیقت کا بیاں ہو نہیں سکتا
آنکھوں سی جو اوجھل ہی عیاں ہو نہیں سکتا
صدمہ کوئی الفت کا گراں ہو نہیں سکتا
خوف دل و اندیشہ جاں ہو نہیں سکتا
اب پوچھ کے شرمندہ نکر داور محشر
یہ راز محبت ہی بیاں ہو نہیں سکتا
گر شوق ہی پورا نگہ شوق ہے کامل
وہ سینکڑوں پردوں میں نہاں ہو نہیں سکتا

کیوں متصل عارض روشن رہے زلف
شعلے سے کبھی دور دھواں ہو نہیں سکتا

ہاں بڑھ کے ذرا خانۂ دشمن کی خبر لے
کیا تجھسے یہ ای اشک رواں ہو نہیں سکتا

دلمیں مرے گھر کرکے کہا ناز سے اُسنے
کیا غیر کا گھر اپنا مکاں ہو نہیں سکتا

آنے نہیں ابھی دیر ہے اس طفل حسیں کی
ٹھہرالوں تجھے عمر رواں ہو نہیں سکتا

کیا فائدہ آئیں بھی عیادت کو اگر وہ
اب حال مرا تجھسے بیاں ہو نہیں سکتا

ہی اسکے مقدر میں لکھا خاک میں ملنا
یہ طفل سرشک اپنا جواں ہو نہیں سکتا

کچھ بھی دُرِ غلطاں کو نہیں اشک سے نسبت
دریا کیطرح قطرہ رواں ہو نہیں سکتا

مٹھی میں ہی یا ہی گرہ زلف میں انکی
دل میرا یہاں اور وہاں ہو نہیں سکتا

۱۴	ظالم نے مری قبر بھی ای عشق مٹادی تجھسا کوئی بے نام و نشاں ہو نہیں سکتا	۳۸

وعدہ سہی آنا جو یہاں ہو نہیں سکتا
کیا آپ سے اتنا مری جاں ہو نہیں سکتا

عاشق سے تحمل مری جاں ہو نہیں سکتا
ٹھہرے دل بیتاب و تواں ہو نہیں سکتا

جو دلمیں ہی انکے وہ عیاں ہو نہیں سکتا
اسباب کا کوئی نگراں ہو نہیں سکتا

چھپنا ہے جو منظور تو آؤ مرے دلمیں
ایسا کوئی پردے کا مکاں ہو نہیں سکتا

کیا خاک لگائے کوئی کھوج اسکا الٰہی
نقش قدم عمر رواں ہو نہیں سکتا

لطف و کرم و مہر و مدارات و تسلی
تم چاہو تو کیا کیا مری جاں ہو نہیں سکتا

ای دل ہے اندھا دُھند یہ سودای محبت
کچھ پیش و پس سود و زیاں ہو نہیں سکتا

اُس غیرت یوسف کا کچھ آساں نہیں ملنا
دل دیکے بھی سودا یہ گراں ہو نہیں سکتا

تولا ہی تجھے نظروں میں تیلنے فلک پیر
پاسنگ ترا کوئی جواں ہو نہیں سکتا

کچھ حشر پہ موقوف نہیں داور محشر
تو چاہی تو انصاف کہاں ہو نہیں سکتا

دینے کا نہیں دل کوئی یوں مفت مری جاں
[illegible] اک میرا خفقاں ہو نہیں سکتا

کیا خاک سراغ دلِ گم گشتہ ملے اب
جو کوئی سبک ہو کے تری بزم سے اٹھا

انجیر تو جوانے کا گماں ہو نہیں سکتا
وہ دل پہ کسیکے بھی گراں ہو نہیں سکتا

٣٩	اے عشق ترو تازہ ہیں گلہائے مضامین یہ باغ کبھی وقفِ خزاں ہو نہیں سکتا	١٤

محو ایسا ہیں خیالِ رخِ روشن میں رہا / کہ جہاں جا کے رہا وادیِ ایمن میں رہا

خوفِ صیاد یہاں ہے نہ غمِ گلشن تھا وہاں / فارغ البال قفس میں ہیں نہ نشیمن میں رہا

رنگ لائیگا سرِ حشر لہو عاشق کا / کوئی چھینٹا بھی جو قاتل ترے دامن میں رہا

مٹ گیا راہِ محبت میں جو پامال ہوا / صورتِ گرد وہی یار کے دامن میں رہا

سخت جانی سے ملا وصل کا مقتل میں مزا / تیغ کا ہاتھ مہینوں مری گردن میں رہا

سبزۂ خط پہ فدا عارضِ رنگیں کے نثار / کبھی صحرا میں رہا میں کبھی گلشن میں رہا

کس کو معلوم کہ کیا کیا ہوا روزِ محشر / دل تو مصروف مرا نالہ و شیون میں رہا

یہ ہمیشہ کا مٹا تیغ کے ہاتھوں جھگڑا / کچھ تعلق ہی نہ باقی سر و گردن میں رہا

پردۂ شرم و حیا صاف اٹھا کر لپٹے / انکا نقشہ ہی جدا محفلِ دشمن میں رہا

باہر آتی رہیں چھن چھنکے شعاعیں رخ کی / شمع فانوس کے مانند وہ چلمن میں رہا

شکوہ لے بیٹھوں جفاؤں کا نہ روزِ محشر / خوف مجھسے یہ ہمیشہ دلِ بدظن میں رہا

نام ایماں ہی ہے جسکا جسے کہتے ہیں دھرم / نہ مسلماں میں رہا اب نہ برہمن میں رہا

اہلِ جوہر کیلئے ترکِ وطن لازم ہے / دُر نہ دریا میں رہا لعل نہ معدن میں رہا

٤٠	بھائی کا بھائی بنا جانکا دشمن اے عشق وہ جوانی میں نہیں ربط جو بچپن میں رہا	١٤

دل منور جو خیالِ رخِ روشن میں رہا / نام کو بھی نہ اندھیرا مری مدفن میں رہا

دلِ مشتاق کسی کا جو فرنگن میں رہا / شہر میں اپنے رہا بھی تو وہ لندن میں رہا

تشنہ لب تیغ رہی خوف اجل کا ہو بُرا
قطرہ بھر خون نہ میری رگ گردن میں رہا

ساتھ ہی موسم گل کے مگر آئی تھی خزاں
چار دن بھی کوئی گل تازہ نہ گلشن میں رہا

باغ عالم میں ہوں ہر چند گل تر لیکن
خار کیطرح کھٹکتا دل دشمن میں رہا

رکھا باہر نہ قدم گوشہ تنہائی سے
حالت زیست میں بھی گوشہ مدفن میں رہا

کھیل بھی کوئی جو کھیلا تو صنم کا کھیلا
مشغلہ بس یہی ایک اپنا لڑکپن میں رہا

عشق اور حسن کو ہاتھ آئے ٹھکانے اچھے
اک مری دل میں رہا اک تری جوبن میں رہا

جب گری برق حوادث کوئی اسپر ہی گری
ایک دانہ بھی نہ باقی مری خرمن میں رہا

عشق گیسو نہوا جان کا جنجال ہوا
میں ہمیشہ کیلئے پیچ میں الجھن میں رہا

موت نے ڈالدی دونوں میں جدائی کیسی
روح باہر رہی لاشہ مرا مدفن میں رہا

یاد آتا ہے جوانی سے سوا پیری میں
ہائے کیا چین میسر ہمیں بچپن میں رہا

٤١

اک نہ اک دل ہی گیا دل کو ٹھکانا ای عشق
میرے پہلو سے گیا یار کی چتون میں رہا

٤٢

جس کو شوق دید نے اندھا کیا
ہائے تم نے اس سے بھی پردا کیا

عاشقوں کا کام ہی پورا کیا
پھر یہ کہتے ہو کہ میں نے کیا کیا

چل بسے دنیا سے جب آیا خیال
ہمکو کیا کرنا تھا ہم نے کیا کیا

کیا کہوں میں مجکو بزم غیر میں
کن بری آنکھوں سے وہ دیکھا کیا

عشق کا دینا پڑا ہم کو ثبوت
حسن کا جب آپ نے دعوا کیا

خاک ہوتا زخم دل چنگا مرا
ناخن غم عمر بھر چھیلا کیا

دل لیا پھر جان سے مارا ہمیں
جو کیا تم نے بہت اچھا کیا

مرضی خالق میں کسکا دخل ہے
کون پوچھے اس سے جو چاہا کیا

میری باعث جنکی شہرت ہو گئی
انکو شکوہ ہے ہمیں رسوا کیا

میں کہاں عشق بت دلجو کہاں — جو کیا تو نے دل شیدا کیا

دل تو تو نقد اور بوسہ ہو ادھار — واہ اچھا آپ نے سودا کیا

گر نہیں فریاد میں میری اثر — رنگ رخ کیوں آپکا بدلا کیا

انکو شمع بزم دشمن دیکھکر — آگ پر کیا کیا نہ میں لوٹا کیا

ہجر میں آیا کسی پہلو نہ چین — رات بھر لوٹا کیا تڑپا کیا

اف رہی شوق قتل اک وار پر — دل شہید ناز کا پھڑکا کیا

ہو گیا سکتا جمال یار سے — صورت آئینہ میں دیکھا کیا

چلدیا وہ تو ادھر رہ کاٹ کر — اور میں رستہ ادھر دیکھا کیا

تجھسے اچھا ہے کہیں تیرا خیال — تو نہ آیا اور یہ آیا کیا

جب میں توبہ نظر آئی شراب — ہائے کس حسرت سے میں دیکھا کیا

درد دل کہنا بھی ٹھیرا ایک جرم — انکو شکوہ ہے کہ یہ شکوا کیا

حسن کی شہرت کا جب آیا خیال — عشق کو اللہ نے پیدا کیا

اس شرارت کو تو اسکی دیکھئے — مجھ سے روز حشر بھی پردا کیا

ضعف میں بھی درد ہے زور آزما — میرا اک اک عضو تن ٹوٹا کیا

۴۲ | مجکو میرے دلکے استغنا نے عشق
دولت دنیا سے بے پروا کیا | ۴۰

جام و مینا ہجر میں توڑا کیا — یوں پھپولے دلکے میں پھوڑا کیا

دلکو کیا پٹی پڑھا دی آپ نے — منہ جو میری بات سے موڑا کیا

روز میرے دلکو وہ طفل حسین — اک کھلونے کی طرح توڑا کیا

اسکو بھی بجلی نے پھونکا قہر ہے — ایک اک تنکا جو میں جوڑا کیا

منتیں کیں ایک بوسہ کے لئے — انکے آگے ہاتھ بھی جوڑا کیا

ناخن غم کا بُرا ہو چھیلکر ۔۔۔ دل کے اک اک زخم کو پھوڑا کیا
منزل جاناں رہی پھر کچھ نہ دُور ۔۔۔ جب کمیت شوق کو کوڑا کیا
جان عاشق پر وہ شوخ فتنہ گر ۔۔۔ روز اک تازہ ستم توڑا کیا
تھا سوال بوسہ بھی کیا ناگوار ۔۔۔ مجھ سے وہ ہر بار مُنہ موڑا کیا
اِس نزاکت پر بھی وہ طفل حسین ۔۔۔ اپنے ہر پیمان کو توڑا کیا
مجھ سے بنتا اور اُس کوچہ میں کیا ۔۔۔ سر در و دیوار سے پھوڑا کیا
روز بلوادی ذراسی عقت میں ۔۔۔ کفر زاہد اس طرح توڑا کیا
کہتے ہیں وہ آج آکر میرے گھر ۔۔۔ غیر کا اللہ نے جوڑا کیا
بات کر کے بات رکھ لی چار میں ۔۔۔ اُسنے احسان مجھپہ کیا تھوڑا کیا
یاد ہیں دشمن کو کیا کیا جوڑ توڑ ۔۔۔ مجھ پہ طوفان روز اک جوڑا کیا
سخت جانوں سے نہ کچھ بھی چل سکی ۔۔۔ خنجر سفاک مُنہ موڑا کیا
اُف ری شوق جامہ آرائی ترا ۔۔۔ ہر گھڑی تبدیل اک جوڑا کیا
تھک گئے تم یا نہ تھی مجھ میں سکت ۔۔۔ ظلم جب کرنا تھا کیوں تھوڑا کیا
اکیا عبادت کا خدا محتاج تھا ۔۔۔ شیخ ناحق استخواں توڑا کیا

۴۳	عشق جب آیا وہ میری بزم میں ایک تازہ مشغلہ چھوڑا کیا	۱۶

عشق ایسا کوئی افسانہ بنایا ہوتا ۔۔۔ اس پری زاد کو دیوانہ بنایا ہوتا
عقل کیا دی ہوئی انسان کی مٹی برباد ۔۔۔ یا الٰہی اسے دیوانہ بنایا ہوتا
دل ہی صد چاک تو سینہ سے منور میرا ۔۔۔ اسکو آئینہ اسے شانہ بنایا ہوتا
چارہ گر خاک علاج دل وحشی کرتا ۔۔۔ اور دیوانے کو دیوانہ بنایا ہوتا
دشت گردی کے عوض انکی گلی میں رکھر ۔۔۔ کام کچھ اے دل دیوانہ بنایا ہوتا

شمع رخ کا کوئی بوسہ تو الہی ملتا
مرغ دلکو مرے پروانہ بنایا ہوتا

دسترس ہوتی جو چرخ و مہ نو تک میری
اک کو خم ایک کو پیمانہ بنایا ہوتا

زلف کو تیری سر مو نہ الجھنے دیتا
پنجۂ شوق کو گر شانہ بنایا ہوتا

خیر گذری نہ ملی راہ ہی دیوانے کو
ورنہ اس کوچہ کو ویرانہ بنایا ہوتا

شیخ کو مے کا مزا پڑتا تو کیفیت تھی
پھر تو مسجد کو بھی میخانہ بنایا ہوتا

می ادھر پیتے ادھر جا کے نماز پڑھتے
درِ مسجد پہ جو میخانہ بنایا ہوتا

روکتا پھر نہ کوئی اسکی گلی میں قاصد
نامۂ شوق کو پروانہ بنایا ہوتا

تھی تری بزم کی اے قاتل عالم زینت
سر مرا کاٹ کے پیمانہ بنایا ہوتا

ڈالتا سایہ ادھر بھی وہ کسی دن آگر
میری محفل کو پریخانہ بنایا ہوتا

ملتی صیاد اجل سے نہ رہائی مجکو
لامکاں میں بھی جو کاشانہ بنایا ہوتا

۴۴

اس شہ حسن کے کوچہ میں اگر جانا تھا
حال اے عشق فقیرانہ بنایا ہوتا

۲۳

ناراض ہی گیا تری محفل سے جو گیا
دشمن بھی آج اپنے نصیبوں کو رو گیا

بیٹھا وہاں جو جا کے وہیں کا وہ ہو گیا
واپس پھرا نہ پھر تری محفل میں جو گیا

حشر اسکے کوچہ میں دم نظارہ ہو گیا
فرہاد کا جو حوصلہ تھا وہ بھی لو گیا

چھوڑا جو اسکو پھر وہ کہیں کا نہیں رہا
دنیا ہی سے گیا تری کوچہ سے جو گیا

لینے کے دینے پڑ گئے اس عشق میں مجھے
اس شوخ کی تلاش میں میں آپ کھو گیا

شکوہ نے خوب کام دیا روز باز پرس
مجکو وہ ایسے حال میں پہچان تو گیا

راحت ملی عذاب کٹا جان بچ گئی
اچھا ہوا مرا دل شیدا جو کھو گیا

تمنے جفا و جور کی لی ہمنے جان دی
اب رنج سے حصول جو ہونا تھا ہو گیا

اب کیا کروں کہ ضعف سے تاب فغاں نہیں
اک مشغلہ جو تھا شب غم وہ بھی تو گیا

بے مانگے بوسے مل گئے بر آئی آرزو
جاگے نصیب اپنے جو وہ شوخ سو گیا

آیا خیال دیدۂ تر کو جو زلف کا
اشکوں سے بال بال میں موتی پرو گیا

بولے مریض ہجر کی میت کو دیکھ کر
جاگا ہوا تھا برسونکا نیند آئی سو گیا

باقی وصال میں نہ رہی نام کو دوئی
دل اپنا انکا ایسا ملا ایک ہو گیا

چھائی ہے میری قبر پہ کچھ ایسی بیکسی
جو کوئی بہر فاتحہ آیا وہ رو گیا

میں آشنائے بحر محبت نہ تھا مگر
خانہ خراب دل مرا مجکو ڈبو گیا

ابر کرم نے دیکھ کے نادم بروز حشر
ہم عاصیونکا نامہ اعمال دھو گیا

راہ وفا میں مٹ گئے ہم خاک ہو گئے
ابتو غبار خاطر اقدس کھو گیا

اہل وفا سے اب وہ نہ کھٹکیں تو کیا کریں
کانٹے رقیب راہ محبت میں بو گیا

جسکی تمہیں تلاش ہے اسکا نہیں پتا
مدت ہوئی مرا دل دیوانہ کھو گیا

کڑوا بنا دیا بت شیریں مقال کو
کمبخت غیر حق میں مرے زہر بو گیا

ٹوٹی وضو کی طرح سے توبہ جناب کی
شوق شراب دامن زاہد بھگو گیا

اس بت کا شکوہ کر نہ سکا روز بازپرس
کچھ یاد ہی رہا نہیں ایسا میں کھو گیا

۱۵	سود و زیاں ہے ایک میاں عشق میں تم اپنے دلکو آیا کھویا کھو گیا	۴۵

ناچار ہوں منہ ضعف سے کھولا نہیں جاتا
وہ پوچھتے ہیں حال تو بولا نہیں جاتا

ہے بوجھ گراں عشق کا مقدار سے باہر
نظروں میں کسی طرح یہ تولا نہیں جاتا

منہ شکوۂ اغیار پہ کھولا نہیں جاتا
اس بت کا ہے یہ پاس کہ بولا نہیں جاتا

کیا عقدۂ قسمت ہے ترا بند قبا کا
کیا شوق کے ہاتھوں سے یہ کھولا نہیں جاتا

ابرو کے اشارے سے زباں وصل کی دو جا
اے تنگ دہن منہ سے جو بولا نہیں جاتا

انداز گراں جانونکا دشوار ہے قاتل
تلوار کی مانند یہ تولا نہیں جاتا

کیوں رخ کی نقاب اسنے اٹھائی نہیں جاتی | کیا غیر کا پردہ ہی جو کھولا نہیں جاتا
بدلی ہی ہوا باغ کی بلبل کا ہے دم بند | غنچہ سی ہی منہ پھوڑ کے بولا نہیں جاتا
کرتا ہی نہیں کھلکے کوئی بات کسی سے | دل اس بت کافر کا ٹٹولا نہیں جاتا
دشمن نے دغا کی تو کہا طنز سے اسنے | دل چاہنے والوں کا ٹٹولا نہیں جاتا
کیوں مے سے ہی انکار تمہیں حضرت زاہد | اس چیز میں کچھ زہر تو گھولا نہیں جاتا
تقدیر سے ملتا ہے جو ملتا ہے کسی کو | تدبیر سے تو روپیہ رولا نہیں جاتا
جس روز سے فریاد نکلجاتی ہے دل سے | یوں تیر کسی توپ کا گولا نہیں جاتا
گرتا نہ اگر آنکھ سے ہر اشک کا قطرہ | کیا موتیوں کی طرح یہ تولا نہیں جاتا

۴۶	مرکر بھی جلن عشق کی مٹتی نہیں ای عشق جو دلمیں پڑا ہے وہ پھپولا نہیں جاتا	۱۰

عذر ان کی زبان پر آیا | حرف عاشق کی جان پر آیا
میں جو انکے مکان پر آیا | نقش پا کے نشان پر آیا
وہ جو میرے مکان پر آیا | نہ کھلا کس گمان پر آیا
جب وہ جان جہاں جواں ہوا | قہر ساری جہان پر آیا
راز بھی مدعا نہیں کوئی | دل سے نکلا زبان پر آیا
اس نے منہ اسطرف سے پھیر لیا | مدعا جب زبان پر آیا
انکو اچھی بری سے کام نہیں | کہہ دیا جو زبان پر آیا
ہے مزا زندگی کا پیری میں | دل اگر نوجوان پر آیا
سچا وعدہ بھی ہو گیا جھوٹا | جب تمہاری زبان پر آیا
دیکھے دل مینے مول لی آفت | روز اک صدمہ جان پر آیا

	یاد جور و جفا کے ساتھ ای عشق	

۴۷ | نام ان کا زبان پر آیا | ۱۱

جب وہ باہر مکان سے آیا
اک نئی آن بان سے آیا

جب میں انکے مکان سے آیا
ہو کے خوش پھول پان سے آیا

انکے موئے کمر کا مضمون بھی
ذہن میں کھینچ تان سے آیا

جان منصور بے گنہ پہ وبال
جو کچھ آیا زبان سے آیا

دیکھکر مجکو اپنے در پہ کہا
یہ یہاں کس نشان سے آیا

نہیں رکھتا ہے جو زمیں پہ قدم
کیا وہ بت آسمان سے آیا

انکے آگے مجھے دم پرسش
خوف کیا کیا زبان سے آیا

ایک اک حرف مجھ سے کہہ قاصد
جو وہاں سنکے کان سے آیا

ان کے قاصد کو دیکھکر سمجھا
جبرئیل آسمان سے آیا

وہ جنازے پہ اپنے عاشق کے
نئی سج دھج سے آن سے آیا

۴۸ | کوئے قاتل میں جو گیا اے عشق
پھر سلامت نہ جان سے آیا | ۱۰

راز دل کیا زبان سے نکلا
تیر گویا کمان سے نکلا

وہ نرالا جہاں سے نکلا
دور سب کے گمان سے نکلا

مژدہ قتل جان نثاروں کو
تیغ جو ان کے میان سے نکلا

ہم جو سمجھے ہوئے تھے پہلے سے
وہی ان کی زبان سے نکلا

رعب انکا تھا مہر لب تا حشر
کچھ نہ اپنی زبان سے نکلا

تیرے عاشق کو کوئی مطلب دل
نہ زمین آسمان سے نکلا

عشق میں وہ ہوا نہ رستم سے
کام جو ناتوان سے نکلا

پیر گردوں بھی زور و طاقت میں
بڑھ کے ہر نوجوان سے نکلا

بچکے جب پاسبان سے نکلا	سگِ جاناں نے لی خبر میری

۴۲	قیس و لیلی کا نام عالم میں عشق کی داستان سے نکلا	۴۹

فتنہ پرداز محبت نہ اگر دل ہوتا
کیوں جفائیں کوئی قاتل کوئی بسمل ہوتا

دل اگر تجھ پہ مری جاں نہ مائل ہوتا
کس طرح مجکو مزا عشق کا حاصل ہوتا

روز تازہ ستم ایجاد جو قاتل ہوتا
اک نیا لطف مجھے عشق میں حاصل ہوتا

عشق میں قوت بازو نہ اگر دل ہوتا
سہل سا کام بھی میرے لئے مشکل ہوتا

کاش کچھ وصف جوابی مجھے حاصل ہوتا
ہمہ تن جان ہی تو میں ہمہ تن دل ہوتا

انکا سایہ بھی اگر ان کے مقابل ہوتا
عالم رشک مرا دیدے کے قابل ہوتا

جیتے جی کاوش الفت کہیں جاسکتی ہے
دل جو پہلو میں نہوتا الم دل ہوتا

ناتواں دلکو اگر درد نہ دیتا قوت
نالہ کرنا شب فرقت مجھے مشکل ہوتا

درد میں اور زیادہ مجھے لذت ملتی
نمک افشاں مرے زخموں پہ جو قاتل ہوتا

جیتے جی جنت وکوثر کے مزے لوٹتے ہم
بزم مے میں جو کوئی حور شمایل ہوتا

دیر تک گھورتا آنکھوں سے ملا کر آنکھیں
لطف تھا کند اگر خنجر قاتل ہوتا

ہر طرح دلمیں حسینوں کے جگہ ملجاتی
دل دیوانہ جو میرا کسی قابل ہوتا

دلکے جاتے ہی ہے پہلو مرا خالی خالی
کوئی پیکاں ہی انکا عوض دل ہوتا

خیر گذری نہ پڑیں شوخ نگاہیں انکی
تھامنا پھر دل بیتاب کا مشکل ہوتا

دیدۂ دل اگر عشاق کے ہوتے نہ گواہ
دعوی حسن وجمال آپکا باطل ہوتا

صحبت پیر خرابات سے محروم رہا
ورنہ زاہد بھی بڑا مرشد کامل ہوتا

ٹوٹتی آس محبت میں نہ میرے دلکی
بحر آلام ومصیبت کا جو ساحل ہوتا

حسن ہی باعث صد فتنہ و آشوب ہوا
گل نہوتے تو کہاں شور عنادل ہوتا

نقد جان و دل و ایمان کی نہ پروا ہوتی
وصل اس کافرِ بے دیں کا جو حاصل ہوتا

چارہ گر بات تو جب تھی دل وحشی میرا
تیری تدبیر سے پابند سلاسل ہوتا

غم جانکاہ ملا درد ملا سوز ملا
اور کیا اسکے سوا عشق میں حاصل ہوتا

۲۴	میں مدینے کو پہنچ جاتا کبھی کا اے عشق فضل مولا جو مرے حال کے شامل ہوتا	۵۰

چھوڑ کر میں جنوں میں گھر نکلا
منہ جدھر اُٹھ گیا اودھر نکلا

جادہ عشق بے خطر نکلا
دل سا رہبر جو ہم سفر نکلا

آج اسکو نہیں ہے کل کی خبر
کتنا انسان بے خبر نکلا

نہ فرشتوں سے بار عشق اٹھا
خاص اس کام کا بشر نکلا

میرے دشت جنوں کا ہر کانٹا
تیز نشتر سے تیز تر نکلا

کیوں نہ ہو سرخرو ترا خنجر
خون عاشق میں ڈوبکر نکلا

فکر کوئی ہوئی جو دامنگیر
پھر گریباں سے نہ سر نکلا

دل بھی پیکان تیر تھا گویا
میرا پہلو جو توڑ کر نکلا

موت بھی آئی تو شب وعدہ
دم مرا ٹھیر ٹھیر کر نکلا

جان آفت میں دل غضب میں ہے
عشق بھی ایک دردسر نکلا

خلش دل مٹی نہ مر کر بھی
خار حسرت نہ عمر بھر نکلا

غم کی آغوش میں پل گیا ہے دل
خوب یہ نخل بار ور نکلا

جب پڑی آنکھ اُس حسیں پہ پڑی
دل بڑا صاحب نظر نکلا

منزل عشق ہو گئی کھوٹی
راہ زن دل سا راہبر نکلا

خط مرے نام کا عدو کو دیا
فتنہ انگیز نامہ بر نکلا

چٹکیاں لے رہا ہے پہلو میں
دل بھی ایک شوخ فتنہ گر نکلا

نازان کا ہوا کہ غمزہ ہوا
ایک سے ایک فتنہ گر نکلا

جان دیتے ہی محبت میں
نالۂ دل جو بے اثر نکلا

سرکشی کا ملا یہ پھل اسکو
سرو آزاد بے ثمر نکلا

نہ جمی ایک بات دلبر مرے
وعظ واعظ کا بے اثر نکلا

جسکو سمجھے ہوئے تھے ہم کعبہ
اپنے مطلوب کا وہ گھر نکلا

نہوا کچھ علاج درد دل
مجھ سے مجبور چارہ گر نکلا

۵۱ — کرلی دل میں کسی کے خوب جگہ
عشق بھی صاحب ہنر نکلا — ۲۴

کام پورا ہوا نہ بسمل کا
رہ گیا اٹھ کے ہاتھ قاتل کا

حسن انکا کمال کو پہنچا
دور دورا ہے ماہ کامل کا

رخ قاتل پہ مردنی چھائی
کر گیا کام خون بسمل کا

کر گیا کام آج مقتل میں
تیغ سے بڑھکے ہاتھ قاتل کا

اسکے اٹھتے ہی اٹھ گئی رونق
نہ رہا پھر سماں وہ محفل کا

چل چکا ہے برنگ تیغ وسناں
اب رکے گا نہ ہاتھ قاتل کا

بت خدا بنگئے ہیں دنیا میں
اٹھ گیا فرق حق و باطل کا

رقت انگیز ماجرا ہے یہ
حال پوچھو نہ حسرت دل کا

فکر مجکو پڑی ہے یہ دم قتل
ہاتھ دکھے کہیں نہ قاتل کا

حشر کے دن نہ کرسکا دعوی
چھا گیا مجھ پہ خوف قاتل کا

اٹھ گیا قیس بھی زمانے سے
پردہ اٹھا مگر نہ محمل کا

بند آنکھیں ہوگئیں جو چمکی تیغ
ہم نے دیکھا نہ منہ بھی قاتل کا

کاش کھینچتا پئے چراغ حسن
تیل عاشق کے آنکھ کی تل کا

بوالہوس سے نہ رکھیں آپ امید | جان دینی ہے کام مشکل کا
نکلی جان اپنی قتل سے پہلے | سامنا ہو گیا جو قاتل کا
سر کا سودا گیا نہ سر کے ساتھ | دل گیا درد رہ گیا دل کا
سرخ پہلو نسے صحن باغ نہیں | جوش زن خون ہی عنادل کا
صدقہ ساقی کی چشم میگوں کے | کہ اسی سے ہی رنگ محفل کا
جیسے اس زلف میں ملی ہی جگہ | نہیں ملتا دماغ ہی دل کا
شوق اس راہ لیچلا ہے مجھے | نہیں جسمیں پتا ہی منزل کا
اُٹھ گیا آج کل زمانے سے | فرق ناقص کا اور کامل کا
اُٹھ کے پہلو سے چلدیا کوئی | رہ گیا دل میں حوصلہ دل کا
ہم نہ دریائے عشق سے ابھرے | دیکھنا درکنار ساحل کا

۵۲	جسکا میں خواستگار ہوں ای عشق وہ طلبگار ہے مرے دل کا	۱۹

واہ کیا کہتا ہے اُس گل کے دہن تنگ کا
کوئی غنچہ باغ عالم میں نہیں اس رنگ کا
دل ہوا دیوانہ اک محبوب شوخ و شنگ کا
اب نہیں چلنے کا دھندا ہم سے نام و ننگ کا
کردیا جادو بھری آنکھوں نے تیری خاتمہ
شعبدے کا سحر کی تاثیر کا نیرنگ کا
آنکھیں ملتی بھی ہیں لڑتی بھی ہیں کچھ کھلتا نہیں
صلح کا ہے قصد اِن کا یا ارادہ جنگ کا
یا الٰہی انتظار حور ہو سکتا نہیں

ہم کو مل جائے ابھی معشوق کوئی ڈھنگ کا

اُف رے میری ناتوانی ہائے مجبوری میری
فاصلہ جو دو قدم تھا ہے کئی فرسنگ کا

اِن میں مجھ میں وصل کی صورت نظر آتی نہیں
حُسن وجہِ فخر ٹھیرا عشق باعث ننگ کا

دل کو میرے چھیڑ کر سُنتے ہیں نالہ شوق سے
اِن کو آتا ہے مزا اس میں نوائے چنگ کا

وصل کی شب ملکے مہندی پانوں میں بیٹھا رہا
خوب حیلہ ہاتھ آیا اس کو عذرِ لنگ کا

دور کر دل کی کدورت صاف ہو کر ہم سے مل
آئینہ میں بد نما ہوتا ہے دہبا زنگ کا

ہجر میں اس گل کے وحشت سیر گلشن سے ہوئی
خوش نہ آیا زمزمہ مرغان خوش آہنگ کا

ہم نے تولا ہے نگاہوں میں ہر اک کے حسن کو
نازنین نکلا نہ کوئی یار کے پاسنگ کا

عکسِ گیسو دیکھکر کھاتا ہے کیا کیا پیچ و تاب
ہو گیا ہے اس کو دہوکا آئینہ میں زنگ کا

رات دن ان کو رہا کرتا تھا میرا ہی خیال
صلح ناحق کی مبارک تھا زمانہ جنگ کا

وائے ناکامیِ قسمت کوہ و صحرا کی جگہ
تیرے وحشی کو ملا ہے گوشہ گورِ تنگ کا

آگ دیپک کے جلانے کی اس سے بجھنے کی نہیں
نام میرے سامنے مطرب نہ لے سارنگ کا

ہوشیاری ہی میں بنا تیر محبت کا شکار
عالم دیوانگی میں ہوں نشانہ سنگ کا

شیخ اپنی وضع کا پابند کچھ تو ہی نہیں
ایک رند بادہ کش میں بھی ہوں اپنے رنگ کا

دل سے کیونکر صدمہ درد جدائی اٹھ سکے
ہو نہیں سکتا حریف اے عشق شیشہ سنگ کا

٥ — ٢٦

جلوہ دکھا کے یار جو روپوش ہو گیا — عاشق کے ہوش اڑ گئے بیہوش ہو گیا
وعدہ کی رات یار جو روپوش ہو گیا — سارا نشاط خواب فراموش ہو گیا
تصویر اسکی پھرتی ہے آنکھوں میں رات دن — کیونکر کہوں میں یہ کہ وہ روپوش ہو گیا
وہ مجھ سے بعد مرگ ہیں اسبات پر خفا — کیوں شاہد اجل سے ہم آغوش ہو گیا
کھینچا جو طول وعدہ دیدار یار نے — بے جلوہ جمال میں بے ہوش ہو گیا
جادو بھری نگاہیں تھیں متوالی جتونیں — جس کی نگاہ پڑ گئی بیہوش ہو گیا
مشکل ہے اسکا ہوش میں آنا بروز حشر — جو دل شراب عشق سے مدہوش ہو گیا
میدان امتحان میں نہ دشمن ٹھہر سکا — نکلی جو تیغ میاں سے روپوش ہو گیا
احسان تیغ یار کا مانوں نہ کس طرح — چھوٹی بلا سے جان سبکدوش ہو گیا
دل انکی سرد مہریوں سے بجھ گیا مرا — روشن تھا جو چراغ وہ خاموش ہو گیا
گیا اور بدزبانی جاناں کا تھا جواب — ہنس کر اڑا دیا کبھی خاموش ہو گیا
پروانوں کو جلا کے رلا کیا چراغ کو — کمبخت جلکے آپ بھی خاموش ہو گیا
ایفائے عہد کا اسے شاید ہوا خیال — کیوں وعدہ کرتے کرتے وہ خاموش ہو گیا

آیا جو ذکر غیر تو شوخی کی راہ سے
میں سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو گیا

لذت فزا ہی درد محبت فراق میں
خون جگر بھی بادہ سرجوش ہو گیا

کیوں مضمحل ہے عالم پیری میں دل مرا
اے زور عشق کیا وہ ترا جوش ہو گیا

اندھیرا ای فلک ہے ہمارا چراغ عمر
ہونے نہ پائی صبح کہ خاموش ہو گیا

دینے لگی ہے تلخی دشنام بھی مزا
سمجھا تھا جسکو نیش وہی نوش ہو گیا

تن پروری کے شوق نے مٹی خراب کی
آخر کو نذر خاک تن و توش ہو گیا

کعبہ کا بے سبب تو نہیں ماتمی لباس
کیا جانے کسکے غم میں سیہ پوش ہو گیا

مرنیکے بعد ڈھک گئی انسان کی سب عیوب
پتھر ہر ایک قبر کا سرپوش ہو گیا

اب صاف و درد سے نہیں زاہد کو احتراز
می نوش کیا ہوا یہ بلا نوش ہو گیا

ہے زمزموں میں بلبل شیدا کے وہ اثر
ہر پھول باغ میں ہمہ تن گوش ہو گیا

رکھا کہیں کا ہائے نہ ظالم کی بھول نے
وعدے کے ساتھ میں بھی فراموش ہو گیا

ہاتھ آ گیا جو خون دل و پارۂ جگر
روز فراق اپنا خور و نوش ہو گیا

۵۴	رند سیاہ کار رہا جبتک جواں تھا عشق بوڑھا ہوا تو سیر صفا کوش ہو گیا	۱۴

دشمن ہمارا اور وہ بے درد ہو گیا
اب نالہ ہائے گرم سے دل سرد ہو گیا

پہلو سے تیرے اٹھتے ہی میں سرد ہو گیا
ای شوخ تو بھی دلکا مرے درد ہو گیا

سنکر مری فغاں کو فلک سرد ہو گیا
اٹھا دھواں جو آہ کا وہ گرد ہو گیا

آئی خزاں تو موسم گل گرد ہو گیا
باد سحر کا خوف سے دم سرد ہو گیا

وہ رنج دوست اور اذیت پسند ہوں
سو کھا جو زخم تازہ مرا درد ہو گیا

جاتا نہیں ہے رشک رقابت کسیطرح
کمبخت یہ بھی دلکا مرے درد ہو گیا

گرمی عشق سے ہی مری زیست چارہ گر
یہ کم ہوئی تو جان لے میں سرد ہو گیا

شمشیر یار سے نہ بچا بھاگ کر بھی وہ
میں سرخرو ہوا تو عدو زرد ہو گیا

اس شہسوار ناز کی لپٹا رکاب سے
میرا غبار آج فلک گرد ہو گیا

نشتر رگ سے بھی قریب وہ نکلا خدا کی شان
میں جسکی جستجو میں جہاں گرد ہو گیا

گن گن کے بوسے آج دیئے ہمکو یار نے
رنج کیا ہوا حساب کی اک فرد ہو گیا

دلمیں مری سما کے خوشی کا خیال بھی
سرتا بپا الم ہمہ تن درد ہو گیا

مر مر کے جی رہا ہی عجیب مرگ زیست ہے
دل بھی بساط عشق کی اک نرد ہو گیا

٥٥	اے عشق جذب عشق کی ہی کیا بہار ہے بلبل کے دل کا داغ گل درد ہو گیا	١٤

یہ شیوہ دلکا نہایت مجھے پسند ہوا
جو بے نیاز ہے اسکا نیازمند ہوا

دوا کے نام سے میرا مرض دوچند ہوا
علاج حضرت عیسیٰ نہ سودمند ہوا

وفا شعار بنا میں نیازمند ہوا
مگر نہ اس بت خودکام کے پسند ہوا

ہزار بار مرا نالہ گو بلند ہوا
کبھی نہ بام اثر کے لئے کمند ہوا

شب فراق جو نالہ مرا بلند ہوا
جدا سپہر جفا جو کا بند بند ہوا

نہیں وہ پاؤں جو بہکے رہ توکل میں
نہیں وہ ہاتھ جو بہر طلب بلند ہوا

ملیگا بڑھ کے نہ تقدیر سے یہ یاد رہے
ہزار بار جو دست طلب بلند ہوا

نہیں ہے اپنا دل زار تو کسی قابل
زہے نصیب اگر آپ کو پسند ہوا

پری کو آج اتارا ہے میں نے شیشے میں
خیال یار مرے دلمیں آکے بند ہوا

کھلی زبان کسی کی نہ سامنے اسکے
وہ بد زبان ہزاروں میں بھی نہ بند ہوا

ہوا ہوں پستی قسمت سے پست کچھ ایسا
کبھی نہ نالہ دل بھی مرا بلند ہوا

وہی ہے دل جو تری تیر کا نشانہ بنا
وہی ہے سر جو تری تیغ کو پسند ہوا

دیا خوشی سے ہیں بوسہ اسنے دل لیکر
معاملہ یہ محبت میں بے گزند ہوا

جو مانگتا ہے خدا سے وہ اسکو ملتا ہی	در کریم کسی وقت میں نہ بند ہوا
دلیل رفعت و عزت ہی خاکساری و عجز	جو پائمال ہوا پس وہ سر بلند ہوا

٥٦	میں زہر کھا کے شب ہجر مر گیا اے عشق یہی علاج مرا مجکو سود مند ہوا	١٢

سنتے ہی عاشق کا نالہ وہ دہل کر رہگیا	جو کبھی گھر سے نہ نکلا تھا نکلکر رہ گیا
میان سے سفاک کا خنجر نکلکر رہ گیا	میں طلبگار شہادت ہاتھ ملکر رہگیا
اپنے وعدہ سے جو وہ بدعہد ٹلکر رہ گیا	دم ہمارا خانہ تن سے نکلکر رہ گیا
حرف وعدہ یار کے منہ سے نکلکر رہ گیا	بخت خفتہ نیند میں کروٹ بدلکر رہگیا
آتی ہی فصل خزاں کی ہو گئے سب گل ہوا	ایک اک پتا کف افسوس ملکر رہگیا
اف رہی سوز عشق بل دی آتش غم کا اثر	قطرہ قطرہ اشک کا آنکھوں میں جلکر رہگیا
ہو گئی مانع نزاکت جان دینے سے ہمیں	ہاتھ اس سفاک کا ہر بار چل کر رہ گیا
ایسی چٹکی لی کسی کے وعدہ فردا نے آج	میرے پہلو میں دل ناداں اچھلکر رہگیا
یاد انکی مہندی ہی ظالم نزاکت رہ میں	وای ناکامی شب وعدہ وہ چلکر رہ گیا
پڑ گئی اپنی کسی طفل حسیں پر جب نظر	کیا کہوں پہلو میں دل کیا کیا مچلکر رہ گیا
دیکھکر فریادیوں میں مجکو روز بازپرس	رنگ رخ اس شوخ کا کیا کیا بدلکر رہگیا

٥٧	اس سہی قد کی محبت میں نہ آیا ہاتھ کچھ میں کف افسوس ہی اے عشق ملکر رہگیا	٣٤

جینا ہی مجکو عشق میں دشوار کر دیا	دل لیکے تمنے جان سے بیزار کر دیا
کیا سحر تو نے عشق فسوں کار کر دیا	میرے حواس و ہوش کو بیکار کر دیا
بیمار تیری آنکھیں ہیں کسکی کہلا نہ کچھ	مجکو تو تیری آنکھوں نے بیمار کر دیا
جادو جگایا آنکھوں نے تیری تو کیا کمال	میرے نہ بخت خفتہ کو بیدار کر دیا

پھر تیری خبر اے دل ناداں نہیں اگر
اس بت کو خواب ناز سے بیدار کر دیا

غافل تھا اپنے حسن سے وہ طفل نازنیں
ہم نے جتا کے عشق خبردار کر دیا

کم شور حشر سے نہیں خلخال کی صدا
تم نے تو سوئے فتنوں کو بیدار کر دیا

نادان دل تھا عشق کی آفت سے بیخبر
اچھا کیا جو پہلے سے ہشیار کر دیا

دام بلائے عشق کہاں اور ہیں کہاں
کمبخت دل نے لا کے گرفتار کر دیا

اعجاز یہ عجیب ہے تم اچھے مسیح ہو
زندونکو مردہ اچھوں کو بیمار کر دیا

پہلے سے تھا حسین غضب کا وہ سادہ رو
آرائشوں نے اور طرحدار کر دیا

آنا کسی کا حسن کے عیادت کیواسطے
اچھوں کو شوق دید نے بیمار کر دیا

جب قیمت اسکی کوئی نہ پوری لگا سکا
دل ہمنے مفت نذر خریدار کر دیا

کرتی تھی قتل یوں ہی کسی کی نگاہِ ناز
شوخی نے اس کو اور بھی تلوار کر دیا

پہلے سے تھا بلا کا وہ سفاک کینہ جو
غصّے نے اور قاتلِ خونخوار کر دیا

حیرت فزا ہی جلوہ جاناں بھی کسقدر
ہر آئینہ کو نقش بدیوار کر دیا

فرہاد نے پہاڑ کو کاٹا تو کیا ہوا
جادہ مگر نہ عشق کا ہموار کر دیا

اے دل سوال وصل کر اس بت سے سوچکر
پھر کیا رہا بگڑ کے جو انکار کر دیا

اب غیر یار کچھ بھی ہمیں سوجھتا نہیں
آنکھوں کو وقف لذت دیدار کر دیا

سمجھا ہوا تھا عشق کو میں ایک دل لگی
غمزوں نی تیرے جان کا آزار کر دیا

دلکو ذرا شکیب نہیں ہائے کیا کروں
خانہ خراب عشق نے بیکار کر دیا

دلکی خوشی سے پی نہیں مینے کبھی شراب
زاہد نے ضد دلا کے گنہگار کر دیا

اس بت کی ہاں نہیں کا نہیں کوئی اعتبار
اقرار کر لیا کبھی انکار کر دیا

۵۸	لینے کے دینے پڑ گئے اے عشق عشق میں کمبخت دل نے جان سے بیزار کر دیا	۲۵

وہ میں نہیں رہا وہ مرا دل نہیں رہا ای شوخ تیرے عشق کے قابل نہیں رہا

آشفتہ روی یار کا جو دل نہیں رہا سچ تو یہ ہے کہ وہ کسی قابل نہیں رہا

قابو کا میری ہائے مرا دل نہیں رہا عاشق یہ کیا ہوا کسی قابل نہیں رہا

ہمکو وہ قتل کرکے بھی قاتل نہیں رہا گردن پہ گل کی خون عنادل نہیں رہا

کیا لاجواب بات ہے آئینہ توڑ کر کہتے ہیں کوئی اپنا مقابل نہیں رہا

توبہ کے بعد بھی نظر آئی جو دختِ رز قابو میں شیخ پھر تو مرا دل نہیں رہا

رونق تھی جنکے دم سے ہوا ہو گئی وہ گل صحنِ چمن میں شور عنادل نہیں رہا

کس منہ سے شکوہ کیجئے بیدادِ یار کا اتنا تو ہے کہ ہم سے وہ غافل نہیں رہا

ہر چند دلکو عشق میں اپنی خبر نہ تھی لیکن بتوں کی یاد سے غافل نہیں رہا

اس تیغ آبدار نے سیراب کر دیا مقتل میں تشنہ لب کوئی بسمل نہیں رہا

ٹالی قضا کے سر پہ بلا اپنی روزِ حشر قاتل نے کی وہ چال کہ قاتل نہیں رہا

اپنا علاج آپ کیا ہم نے صبر سے جب اور کوئی چارہ گر دل نہیں رہا

کیا خون بیگناہ نے دھبا لگا دیا ہیہات پاک دامن قاتل نہیں رہا

اب جان جای یا رہے پروا نہیں کوئی تھا جسپہ مجھکو ناز وہی دل نہیں رہا

پہلو نشیں ہی جب ہے ترا تیر جانستاں غم دلکے جانیکا بھی مجھے قاتل نہیں رہا

ہمت کی ہاتھوں ہو گئی آسان سرکٹی مشکل کا تھا جو کام وہ مشکل نہیں رہا

کیا بیٹھے بیٹھے قیدیوں کے پاؤں سو گئے زنداں میں کیوں وہ شور سلاسل نہیں رہا

دشمن پہ ہے نگاہ کرم تو یونہیں سہی کیا میں ترے ستم کے بھی قابل نہیں رہا

ٹھہرا اگر نہ یار تو شکوہ نہیں کوئی پہلو میں تھا جو میرے وہی دل نہیں رہا

عادت سی ہو گئی ہے جو عدو نکو توڑ کر اب دل کا توڑنا انہیں مشکل نہیں رہا

مرنیکے بعد بھی نہ مٹے داغہائے عشق کیونکر کہوں کہ وہ جگر و دل نہیں رہا

جوہر دکھائے کیا کوئی جانباز سر بکف
تجکو تو شوق قتل ہی قاتل نہیں رہا
ٹھہری جو تیغ یار حکم قتل گاہ میں
پھر مدعی کو دعوی باطل نہیں رہا
دیکھا جو روز حشر کو آنکھیں سی کھل گئیں
سمجھا تھا وہ کہ حاکم عادل نہیں رہا

۵۹

اے عشق ہوشیار حقیقت میں ہی وہی
جو زندگی میں موت سے غافل نہیں رہا

۲۹

خنجر جو کھنچکے قبضہ قاتل میں رہ گیا
ارمان قتل کا دل بسمل میں رہ گیا
ہمت سے سہل ہوگئیں دشواریاں تمام
ہنسکر یہ دل مرا کسی مشکل میں رہگیا
مجنوں تھا ہیچ اس کھلا اسپہ کچھ نہ حال
لیلی کا راز پردہ محمل میں رہ گیا
ہو جو تو نہیں یہ خلش دلکی چارہ گر
پیکاں کسی کے تیر کا کیا دلمیں رہگیا
آنکھونکی راہ ملگئی ان کے خیال کو
خالی مکاں پا کے مرے دلمیں رہگیا
چاہا تھا دلکو لیکے نکل جاؤنگیں کہیں
نادان مجلکے کوچہ قاتل میں رہ گیا
اچھے مقام ملگئے اشکوں کو درد کو
آنکھونمیں ٹھیرے وہ یہ مرے دلمیں رہگیا
تاثیر رشتہ کی نگہ یاس کر گئی
یہ تیر چھید کے پہلوے قاتل میں رہگیا
کیا جذب شوق ہے کہ جو آیا ادہر سے تیر
ارمان بنکے وہ بھی مرے دلمیں رہگیا
تھی پاش پاش لاش کسی سے نہ اٹھ سکی
میں قتل ہوکے کوچہ قاتل میں رہگیا
تدبیر سے نہ کھل سکی تقدیر کی گرہ
ناخن اٹک کے عقدہ مشکل میں رہگیا
نالہ بوجہ ضعف نہ تا عرش جا سکا
تھک کر غریب حسرت منزل میں رہگیا
اے دل جو ٹھیرے گردن قاتل یہ روز حشر
باقی لہو بھی کب تن بسمل میں رہگیا
تھا جو پاکے اپنے کو گھبرا گیا کبھی
آکر خیال یار مرے دل میں رہگیا
اتنا گراں ہوا کہ اٹھانا بھی عار تھا
اپنا وقار غیر کی محفل میں رہگیا
میں لاکھ بار اے غم جاناں گناہگار
قطرہ بھی گر لہو کا مرے دلمیں رہگیا

ارمانوں کا تو خون کیا آکے یاس نے
اب کیا سوائے درد مری دلمیں رہگیا

آیا خیال پردہ جو اسکے خیال کو
یا آنکھوں میں سما گیا یا دلمیں رہگیا

قاتل کو بھی لٹا دیا بسمل نے لوٹ کر
باقی نہ فرق بسمل و قاتل میں رہگیا

گم گشتگی بخت سے کی میں نے راہ گم
آخر کو تھک کے حسرت منزل میں رہگیا

گیسو کا عشق ہوگیا جنجال جان کو
دل میرا پھنس کے طوق و سلاسل میں رہگیا

ہم جا سکے نہ آج تو کیا مل گئی خبر
ذکر اپنا چلکے یار کی محفل میں رہگیا

اسطرح ڈرتے ڈرتے کہا ان سے مدعا
کچھ آگیا زبان پہ کچھ دل میں رہ گیا

فرہاد سے بنا نہ کوئی کام عشق میں
کمبخت زعم دعوئی باطل میں رہگیا

یارب ہو خیر دیر ہوئی نامہ بر کو کیوں
پھنسکر غریب کیا کسی مشکل میں رہگیا

اک زخم تیرے عشق کا اک داغ رشک کا
اک میری دلمیں اک مہ کامل میں رہگیا

بر آئی جیتے جی نہ مری کوئی آرزو
ارمان مرتے مرتے بھی دل میں رہگیا

دھبے لہو کے دھو نہ سکے گو مٹ گئے تمام
داغ ستم تو دامن قاتل میں رہگیا

۶۰	اے عشق تیرا جذب تھا کامل تو بعد قتل کس طرح نیمچہ کف قاتل میں رہگیا	۷

میں کیا کہوں کہ کیا دل ناکام کر گیا
جان عزیز عشق میں دی نام کر گیا

پہنچا امیدوار شہادت مراد کو
خنجر کسی کا آج بڑا کام کر گیا

ٹالا تمام عمر یونہیں مجھکو یار نے
ہر روز وعدہ سحر و شام کر گیا

ساقی کے فیض سے نہ رہا کوئی تشنہ کام
ایک اک کو مست بادہ گلفام کر گیا

میخانے میں اڑی خبر دخت رز سے آج
منہ کالا ایک شیخ بد انجام کر گیا

شیریں کا وصل کھیل نہ تھا دل لگی نہ تھی
فرہاد عشق میں طمع خام کر گیا

جس نے جھکایا سر نہ خدا کے بھی سامنے

میں اپنا دردِ محبت بتا نہیں سکتا
کلیجہ چیر کے ان کو دکھا نہیں سکتا

یہ ہے یقین کہ اس بُت کو پا نہیں سکتا
مگر تلاش سے بھی باز آ نہیں سکتا

محال عشق میں ہے ضبط ناصح ناداں
جگر کے درد کو کوئی چھپا نہیں سکتا

وہ دردمند ہوں وہ سوگوار حسرت ہوں
کہ زخم دل بھی مرا مسکرا نہیں سکتا

ہزار دل کا ہو مضبوط عاشق جانباز
فراق یار کا صدمہ اٹھا نہیں سکتا

ہجوم یاس سے دل بھر گیا ہے کچھ ایسا
کہ اسمیں اب کوئی ارماں سما نہیں سکتا

تمہاری تیغ سے کیا جان میں چراؤنگا
نگاہِ ناز سے جب دل چھپا نہیں سکتا

نہ روز حشر بھی اُٹھے گا پائمال تیرا
کہ کوئی نقش قدم کو اٹھا نہیں سکتا

عبث ہے دیدۂ تر عشق میں تیرا رونا
جگر کی آگ یہ پانی بجھا نہیں سکتا

کسیکے عشق میں مٹ کر کیا نمایاں کام
ہمارے نام کو کوئی مٹا نہیں سکتا

نہ پگھلے سوز محبت سے دل جو عاشق کا
برنگ شمع وہ آنسو بہا نہیں سکتا

کلیجہ چاہئے سہنے کو عشق کی آفت
یہ چوٹ وہ ہے کہ ہر دل اُٹھا نہیں سکتا

معاملہ ہے عجب گو مگو محبت کا
میں اپنا حال کسیکو سنا نہیں سکتا

مزاج میرا وہ نازک ہے عاشقی میں بھی
کسیکا غمزۂ بیجا اُٹھا نہیں سکتا

کرونگا نالوں سے کیا میں کسیکی نیند حرام
کہ بخت خفتہ کو اپنے جگا نہیں سکتا

پری ہی شعلہ جوالہ ہے چھلاوا ہے
اسے تو ہاتھ بھی کوئی لگا نہیں سکتا

قضا بھی ٹلتی ہے ٹالی کسی کے اے ناصح
ادائے یار سے دلمیں بچا نہیں سکتا

معاملہ میں محبت کے وہ امین ہوں میں
کہ زخم بھی مرا پانی چرا نہیں سکت

خزاں کے خوف سے دم بند ہے صبا کا بھی
چمن میں غنچہ کوئی مسکرا نہیں سکتا

ہوا ہے مانع اظہار درد ضعف مرا
کہ کوئی نالہ دل لب تک آ نہیں سکتا

عدو سے مہر ہی نام وفا سے چڑتا ہے
ہیں اسکو اپنی محبت جتا نہیں سکتا

ہزار فتنوں کا ہی ایک فتنہ جوشِ شباب
جو چاہی تو بھی تو اسکو دبا نہیں سکتا

ستم ہی آتا ہے اسکو وفا نہیں آتی
وہ جان لیتا ہے لیکن جلا نہیں سکتا

سمجھ اس بلا کا ہی نازک مزاج دل میرا
ذرا سی بات کسی کی اٹھا نہیں سکتا

بھلا کہو جسے تم وہ برا ہی اچھا ہے
تمہاری بات کو کوئی اٹھا نہیں سکتا

کوئی حجاب کوئی پردہ شوخ پردہ نشیں
نگاہِ شوق سے تجکو چھپا نہیں سکتا

۱۸	کسی کے حسن نے سکہ بٹھا دیا ہی عشق ہیں دل سے نقش محبت مٹا نہیں سکتا	۶۲

یوہیں بیفائدہ ہر دل کو مچلتے دیکھا
عشق سے زور کسیکا ہی نہ چلتے دیکھا

آرزو تو کوئی عاشق کی نہ نکلی لیکن
دل بیتاب کو پہلو سے نکلتے دیکھا

ہجر سفاک گوارا نہوا آنکھوں کو
خون مثل دہن زخم اگلتے دیکھا

آرزو بنکے مرے دل کی عدو کو کسی دن
محفل ناز سے انکے نہ نکلتے دیکھا

اسنے سمجھا کہ سکون عشق کی بیمار کو ہے
ضعف سے مجکو جو پہلو نہ بدلتے دیکھا

داغ سب پھول ہیں سب آبلے دل کے پھل ہیں
شجر عشق کو بھی پھولتے پھلتے دیکھا

کی رقیبوں نے شکایت مری انکے آگے
زہر ان موذیوں نکو آج اگلتے دیکھا

عشق گیسو ہی مگر کوئی بلا ہے اسکو
سر عاشق سے کسی طرح نہ ٹلتے دیکھا

نہ لیا ہائے سنبھالا ہی کسی دن اسنے
تیرے بیمار وفا کو نہ سنبھلتے دیکھا

خون حسرت سے دل زار کا پہلو میں ہوا
انکو چٹکی میں کوئی پھول جو ملتے دیکھا

اسے بڑھکر ہے خیال انکا ستمگر اسکو
چٹکیاں لیکے کلیجہ ہی مسلتے دیکھا

تھے آنکھوں نہیں کبھی اور تصور میں کبھی
نت نیا ایک مکان انکو بدلتے دیکھا

یار کیا گھر سے مرے صبح شب وصل چلا
صاف خورشید قیامت ہی نکلتے دیکھا

بجلیاں آہ کی چمکا نہ سکا میں شب غم
تجھے سے دلکو کسی کے جو دہلتے دیکھا

کام نکلا نہ کوئی عشق میں آسانی سے
دم بھی مشکل سے شب وعدہ نکلتے دیکھا

کچھ بھی حاصل نہوا عشق میں حسرت کے سوا
جسکو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

جس ادا سے تری تلوار چلی مقتل میں
اس نزاکت سے پری کو بھی نہ چلتے دیکھا

۶۳ — جیسی آنکھیں مری فرقت میں اُمنڈ آئی ہیں
یوں نہ چشموں کو بھی اے عشق اُبلتے دیکھا — ۱۶

سر سے اس زلف کا سودا نہ نکلتے دیکھا
اسے عشاق کا سر لیکے ہی ٹلتے دیکھا

جب خفا ہو کے تجھے آنکھ بدلتے دیکھا
دم ہی عاشق کا مری جان نکلتے دیکھا

درد و غم سیکڑوں آتے ہوئے دیکھے دلمیں
دل سے لیکن کوئی ارمان نہ نکلتے دیکھا

ایک دھکا فلک عربدہ آئین نے دیا
گرتے گرتے جو ذرا مجھکو سنبھلتے دیکھا

مدعائے دل ناکام تو نکلا نہ کوئی
ساتھ فریاد کے دل ہی کو نکلتے دیکھا

تجھسے خونخوار سوا ہیں تری آنکھیں قاتل
تیغ سے بڑھکے نظر کو تری چلتے دیکھا

ایک کا ایک کو ہے رشک تری محفل میں
شمع کی طرح سے دیکھا جسے جلتے دیکھا

حالت غم مری جاتی ہے نہ کم ہوتی ہے
اب زمانے کو بھی کروٹ نہ بدلتے دیکھا

چلتے فقرے تری کرتے ہیں مرا دل ٹکڑے
اس صفائی سے نہ خنجر کو بھی چلتے دیکھا

وہ ادائیں ہیں نہ حوروں کی نہ غلماں کی وہ ناز
باغ فردوس میں دلکو نہ بہلتے دیکھا

میں ہوں کیا چیز مرا نالہ ہے کس گنتی میں
شور محشر سے بھی انکو نہ دہلتے دیکھا

دیکھیے کٹتے ہیں کسطرح سے ایام فراق
ایسے نالوں سے بھی دلکو نہ بہلتے دیکھا

ہو گئی شور قیامت تری گھنگرو کی صدا
حشر اُٹھا جو تجھے ناز سے چلتے دیکھا

اک نہ اک سانگ نیا لا کے رہا پیر فلک
روز کمبخت کو بہروپ بدلتے دیکھا

مہندی ہاتھوں کی بنا اور کبھی غازہ رُخ
خون ہر رنگ میں عاشق کا اُچھلتے دیکھا

١٦	بات سے اپنی وہ جسطرح بدلجاتا ہے یوں زمانے کو نہ اے عشق بدلتے دیکھا	٦٤

سنگ خارا کو بھی آہن کو بھی گلتے دیکھا — لیکن اے بت نہ تری دلکو پگھلتے دیکھا

عود، اسپند، اگر، شمع، پروانہ — آپکی بزم میں دیکھا جسے جلتے دیکھا

حسن بھی ہے کوئی بہروپ کہ ہر دم اسکو — رخ عاشق کیطرح رنگ بدلتے دیکھا

شعلہ رو بزم میں تیرے رخ روشن کے حضور — آتش رشک سے ہر شمع کو جلتے دیکھا

عشق میں دلکے تو ارمان نہ نکلے لیکن — دلکو آنکھوں سے لہو بنکے نکلتے دیکھا

ضعف اسدرجہ ہے ان روزوں محیط عالم — یا تھمیں باد صبا کو بھی نہ چلتے دیکھا

ضبط فریاد نے لی جان ہی میری آخر — دم بھی منہ سے عوض آہ نکلتے دیکھا

اس نزاکت پہ یہ طاقت ہوئی کیونکر حاصل — ہمنے زور آپکا ہر شخص پہ چلتے دیکھا

بعد میرے مرے قاتل کو حنا کے بدلے — جسنے دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

مجکو میرے دل مضطر نے ستایا کیا کیا — ناتوانی سے جو پہلو نہ بدلتے دیکھا

باغ عالم میں تہی رنج ہوا کوئی نہال — شاخ کو ہوکے قلم پھولتے پھلتے دیکھا

کوئے جاناں میں بھی گھبرائی طبیعت میری — کہیں کمبخت نہ اس دلکو بہلتے دیکھا

نالۂ غیر میں کیا جانئے ہے بات ہی کیا — موم کی طرح ترے دلکو پگھلتے دیکھا

دہن شیشہ ہے اعجاز مغاں سے گویا — جام کو بزم خرابات میں چلتے دیکھا

چھوڑ آتا نہ وہیں اسکو تو کیا کرتا میں — کوئے جاناں میں غضب دلکو مچلتے دیکھا

١٩	عشق نظارۂ رخ صاف کا آسان نہیں آنکھ کیا ٹھہرے نظر کو بھی پھسلتے دیکھا	٦٥

دلکو پیمان وفا سے نہ مکرتے دیکھا — مرتے دم بھی اسے دم آپکا بھرتے دیکھا

ہر جگہ کام ترے تیر کو کرتے دیکھا — دلمیں پہلو میں کلیجے میں اترتے دیکھا

شوخیوں نے شرر برق بنا رکھا ہے — آکے آنکھوں میں بھی انکو نہ ٹھہرتے دیکھا
کونسی آنکھ ہے جسکو نہیں دیدار کا شوق — دیکھا جس دلکو تجھے یاد ہی کرتے دیکھا
بات تو میری ترے دلسے اتر جاتی ہے — دشمنونکو نہ ترے دل سے اُترتے دیکھا
مستی عشق سے بڑھکر نہیں مستی کوئی — یہ وہ نشہ ہے کہ جسکو نہ اُترتے دیکھا
کرکے پامال مری لاش کو بھی چین نہیں — توسن ناز سے انکو نہ اُترتے دیکھا
شوخیاں دیکھکے بہزاد کا نقشہ بگڑا — انکی تصویر کو پورا نہ اُترتے دیکھا
ایک ہی ہے انکے لئے صحن چمن ہو کہ قفس — بلبل زار کو فریاد ہی کرتے دیکھا
میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں — مرنیوالے کو تو یوں کہکے نہ مرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کس کام کا ہے خم فلک — اسمیں ساقی کبھی صہبا کو نہ بھرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کسطرح اڑالے گئے دل — انکو تو ہاتھ بھی سینہ پہ نہ دھرتے دیکھا
غمزہ و ناز ہیں ایک ایک سے بڑھکر نشتر — جسکو دیکھا رگ جاں میں ہی اُترتے دیکھا
دوست بنتا ہے کبھی اور کبھی اپنا عدو — روز اک روپ نیا چرخ کو بھرتے دیکھا
فارغ البال ہے کیا کشمکش شانہ سے — کبھی اس موئے کمر کو نہ بکھرتے دیکھا
ہائے کیا آگیا نہ بھلا دل دم گریہ میرا — جب گہر اشک کو بے طرح بکھرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کس کشتۂ حسرت کا ہے سوگ — آجکل انکو نہ بنتے نہ سنورتے دیکھا
شوخیوں سے انہیں روکا تو بگڑ کر بولے — چلتے جادو کو کسی نے بھی ٹھہرتے دیکھا

٦٦	نہ تھما جوش مرے دیدۂ تر کا ای عشق کبھی اس بحر کو چڑھکر نہ اُترتے دیکھا	٢٢

دلکو دم عشق و محبت ہی کا بھرتے دیکھا — سادہ رویان فسوں کار پہ مرتے دیکھا
دم ترے عشق کا جس شخص کو بھرتے دیکھا — جیتے دیکھا اسی عالم میں نہ مرتے دیکھا
ہر بلندی کو زمانے میں ہے پستی لازم — آپکے دل سے نہ غیرونکو اُترتے دیکھا

قہر مژگاں ہیں غضب تیز نگاہیں تیری
تیر بنکر انہیں ہر دلمیں اُترتے دیکھا

جسطرح دلمیں اُتر آتی ہے تصویر تری
یوں پری کو بھی نہ شیشہ میں اُترتے دیکھا

گو سیہ بھی ہی لیکن ترے گیسو کیطرح
اپنی قسمت کو بگڑ کر نہ سنورتے دیکھا

جسطرح بات سے اپنی وہ پلٹ جاتا ہے
اسطرح کہہ کے کسی کو نہ مکرتے دیکھا

صرف اغیار ہی مجھسے نہیں کرتے برہم
کان اس شوخ کے زلفوں کو بھی بھرتے دیکھا

ورطۂ بحر محبت ہے وہ طوفان فنا
ڈوبکر کشتیٔ دل کو نہ ابھرتے دیکھا

نہ ہی جور و ستم کی کوئی حد ای قاتل
آب خنجر کو تری سر سے گذرتے دیکھا

آتے آتے مرے گھر بزم عدو میں پہنچا
شب وعدہ بھی اسی چال ہی کرتے دیکھا

ہمکو جس راہ میں ٹھہرا گیا وعدہ کرکے
پھر نہ اس راہ سے ظالم کو گذرتے دیکھا

نہ دیدار سے آنکھیں نہ ہوئیں سیر اپنی
ان پیالوں کو کسی طرح نہ بھرتے دیکھا

خونبہا اور ندامت تو کجا قاتل کو
سر مرا کاٹ کے احسان بھی دھرتے دیکھا

حسن کا انکے تماشا ہی یہ عروج اور زوال
چڑھکے نظروں پہ کلیجے میں اترتے دیکھا

اے عجب دختر رز کا تو کہن سالی میں
نوجوانوں سے سوا رنگ نکھرتے دیکھا

یہ بھی کیا رنگ اُڑایا ہے تری شوخی کا
دل مضطر کو نہ پہلو میں ٹھہرتے دیکھا

چھیڑ کی لینے لگا ناخن غم رہ رہ کر
جب ذرا زخم جگر کو مرے بھرتے دیکھا

پڑ گیا صبر مگر میرے پریشان دل کا
زلف پرپیچ کو انکی نہ سنورتے دیکھا

بھر دیا لیکے نمک چارہ گر دل نے مرے
زخم کو جب کسی مرہم سے نہ بھرتے دیکھا

حور و جنت کی تمنا ہے پس مردن بھی
خواہش دلکو کسی وقت نہ مرتے دیکھا

۶۷	میں ہوں کیا چیز مرا نالہ ہی کیا شے اے عشق ان بتوں کو تو خدا سے بھی نہ ڈرتے دیکھا	۱۹

وہ خرام ناز پر اپنے جو اترانے لگا
دیکھ کر یہ فتنۂ محشر تو چکرانے لگا

کرکے وعدہ غیر کے سر کی قسم کھانے لگا
مجھکو تسکین خاک دیتا اور تڑپانے لگا

کیا کہوں میں عشق گیسو مجھ پریشان حالکو
کن بلاؤنمیں پھنسانے اور الجھانے لگا

کون تھا دلکے سوا ہمدرد میرا روز غم
وہ کبھی مجھکو کبھی میں اسکو سمجھانے لگا

میری خط کا تھا جدا مطلب شرارت سے مگر
بات اسکو اور ہی کچھ غیر سمجھانے لگا

ناخن تدبیر پر کیا کیا مجھے آئی ہنسی
رشتہ تقدیر کو جب دم وہ سلجھانے لگا

جسکو خط لکھا ہی وہ نام خدا ہی لاجواب
کیوں وہانسے پھر مری خط کا جواب آنیلگا

باتوں باتوں میں جو چھیڑی داستان درد دل
ہنسکے بولی پھر پرانا راگ یہ لانے لگا

مفت ہاتھ آتی ہوئی دیکھی نہ ایسی چیز پھر
توڑ کر بے درد میری دلکو پچھتانے لگا

جانستاں تھی وہ ادا اسکی تو یہ ہی دلستاں
شوخیوں سی باز آیا اور شرمانے لگا

دیکھکر روز جزا کو آنکھیں ظالم کی کھلیں
آگیا یاداش کا جب وقت تھرانے لگا

رات بھر گذری مناتی اور سمجھاتے مجھے
بار ہا پہلو سے اوٹھا اور وہ جانے لگا

جان سی کوئی اگر جاتا ہی جائے شوق سے
کیا غرض ایسی پڑی ہی اسکو کیوں آنیلگا

لطف سی خالی نہیں ذکر شراب و حور خلد
مجھکو واعظ تیری باتوں میں مزا آنے لگا

خاک میں ہمکو ملا کر بھی تو بس کرتا نہیں
کیا خرام ناز تیرا پاؤں پھیلانے لگا

ہجر کی شب یاد میں اس غیرت مہتاب کی
تارے گن گنکر میں اپنی دلکو بہلانے لگا

دیکھکر آپسمیں میرا اور ان کا اختلاط
آسمان تفرقہ انداز چکرانے لگا

ہجر کی شب میری آنکھوں کو برستے دیکھکر
مضطرب دل بجلیاں نالوں سی چمکانے لگا

٢٤	دیدہ و دل میں مری آنے ہوئے انکا خیال اک ادای خاص سی اے عشق شرمانے لگا	٦٨

ناصح بیہودہ گو کیوں آکے سر کھانی لگا
کیا مجھے نادان سمجھا ہی جو سمجھانے لگا

جب سزا اپنے کئی کی دل مزا پانے لگا
سچ تو یہ ہی عشق کا مجھکو مزا آنے لگا

اٹھکے پہلو سے جو وہ آرام جاں جانے لگا
یاس سے ناکام دلکو جب قرار آنے لگا
شرم بھی بڑھتی چلی ہے نوجوانی کسطرح
یاد اس بدعہد کی پھر تسلی آگئی
ہاتھ آیا خوب سامان تسلی ہجر میں
ہو چلی صحت دل بیمار فرقت کو مرے
عقل رہ رہکر یہ مجھسے کہہ رہی ہے عشق میں
خوان یغما ہو نہیں گویا ہے تکلف غم ترا
جھوٹے وعدونکا بھی اسکے آگیا مجھکو یقیں
خط جو نکلا آبیاری حسن کی جاتی رہی
اسسے بڑھکر شوخ دل آزار ہے انکا خیال
رند جو مہمان آئے ہیں سمجھ رحمت انہیں
میں تصدق کر کرا ساقی مزہ ہو دونہ پایئے
ہے وجود مہر سے عالم میں ذرے کی نمود
پیاری پیاری انکی صورت جب مجھے آئی نظر
اس دل ناکام سے سمجھے خدا ہی عشق میں
طور پر بھی حضرت موسیٰ نے جو دیکھا نہیں
کیا قیامت ہے زبردستی وہ روز باز پرس
روز افزوں کاوش غم ہے الٰہی خیر ہو
تشنہ کامان شہادت کو جو دیکھا جاں بلب
کیا ستم ہے کھینچکر تلوار قاتل رہ گیا

دل مچلکر سینکڑوں مجھپر ستم ڈہانے لگا
چٹکیاں لیکر کسی کا وعدہ تڑپانے لگا
سنکے اپنے حسن کا شہرہ وہ شرمانے لگا
دل شب فرقت جو تنہائی سے گھبرانے لگا
نالہ و فریاد سے میں دلکو بہلانے لگا
کوچہ دلدار کی جب سے ہوا کھانے لگا
بیوفا وہ ناز میں ہے دل نہ دلوانے لگا
خون دل پینے لگا لخت جگر کھانے لگا
میرے سر پر ہاتھ رکھکر جب قسم کھانے لگا
پھول سا چہرہ مرے گلرو کا مرجھانے لگا
چٹکیاں دیکے میری دلکو تڑپانے لگا
میکدہ پر آج ساقی ابر بھی چھانے لگا
لی خبر میری کہ پھر میں ہوش میں آنے لگا
یار جب آیا تو میں بھی آپ میں آنے لگا
کیا ہی بوسوں کیلئے دل میرا للچانے لگا
روز میری جان پر تازہ ستم ڈہانے لگا
مجھکو میرے دلمیں وہ جلوہ نظر آنے لگا
اپنے ہی مطلب کی میرے منہ سے کہوانے لگا
عشق مژگاں میرے دلمیں چھاؤنی چھانے لگا
آب خنجر حلق میں سفاک ٹپکانے لگا
مجھکو تڑپانے جو آیا تھا وہ ترسانے لگا

۶۹ — ہاتھ میں دشمن کے اس زلف رسا کو دیکھکر
سانپ چھاتی پر مری اے عشق لہرانے لگا — ۲۴

مجھسے مشاطہ یہ دیکھا تو نہیں جانے کا
گیسوے یار پہ یوں ہاتھ پڑی شانے کا

ہو رہو غیر کے یا ہو رہو میرے صاحب
آئے ہو آج تو پیں نام نہ لو جانے کا

صدقے اس چشم سیہ مست کے اسکے آگے
رنگ جمتا نظر آتا نہیں میخانے کا

کھوئے وہ آپکو ہو جسکو تلاش جاناں
کہ یہی ایک طریقہ ہے اسے پانے کا

امتحان ہے مری سفاک کو منظور ترا
ہمت اے دل کہ نہیں وقت یہ گھبرانے کا

سنئے ذکر دل بیتاب کبھی تو ہم سے
کہ یہ مضمون تڑپنے کا ہے تڑپانے کا

منہ چھپا لیتے ہیں وہ مجھسے لڑا کر آنکھیں
شوخیونکا ہے یہ انداز وہ شرمانے کا

شیخ جی آپکا میخانہ میں آیا ہے قدم
قل صراحی کا ہوا خاتمہ پیمانے کا

منت خضر بلا انکی اُٹھائے زاہد
راستہ رند نہیں بھولتے میخانے کا

سوئے صحرا جو گیا چھوڑ کے کوئے لیلا
تو نے اے قیس کیا کام یہ دیوانے کا

جسپہ پڑ جاتی ہے بدمست بنا دیتی ہے
کام ساقی کی نظر کرتی ہے پیمانے کا

رند بدمست ہیں گھنگور گھٹا چھائی ہے
آجکل رنگ ہے کچھ اور ہی میخانے کا

میری نالوں سے کسی دن نہ پسیجا ظالم
تیرا دل ہے کہ یہ پتھر کسی تہخانے کا

بوسہ آپ اپنا لیا کرتی ہیں آئینہ میں وہ
یہ طریقہ ہی نیا ہے مری ترسانے کا

دلمیں انسان کے سمائی ہے خدائی ساری
ظرف ایسا نہیں دیکھا کسی پیمانے کا

کڑوی لگتی ہے کہیں بات لب شیریں کی
کیا برا مانے کوئی آپ کے فرمانے کا

سعی بے سود ہے سب چارہ گر عشق تری
یہ وہ آزار ہے مرکر بھی نہیں جانے کا

آجتک ایک بھی وعدہ نہ ہوا انکا وفا
اعتبار آئے تو کیا آپ کی قسم کھانے کا

دیکھکر تیغ خمیدہ کو جھکا سر میرا
سجدہ اسطرح ادا ہو گیا شکرانے کا

بدلے نیکی کے بدی مجھکو ملی یا قسمت
مستحق ٹھیرا ہوں دل دیکے سزا پانے کا
شعلہ کہتے ہیں جسے اصل میں شعلہ نہیں وہ
گردن شمع پہ یہ خون ہے پروانے کا
مال اپنا ہی سمجھ لیتے ہیں ہر دلکو حسین
کچھ لحاظ انکو ہی اپنے کا نہ بیگانے کا
سنکے واعظ سے قیامت کا بیان دل ڈکھا
ایک ٹکڑا ہی شب غم کے یہ افسانے کا
کڑیاں زنجیر محبت کی قیامت ڈھاتیں
پاؤں ہوتا نہ اگر بیچ میں دیوانے کا

۷	گالیاں سن تو چکا دیکے دعائیں انکو شوق کیا اب بھی ہی اسے عشق صلا پانے کا	۳۵

شاہد سجدہ بت داغ ہے پیشانی کا
دعوی کس منہ سے کروں عشق مسلمانی کا
رشک ہی یار مرا یوسف کنعانی کا
نقش اول ہی سوا حسن ہوا اس ثانی کا
خاک دعوی کرے اب کوئی مسلمانی کا
کہ وہ کافر ہے عدو جوہر ایمانی کا
جوش غم میں مری دلکا ہے خدا ہی حافظ
ناخدا کون بنے کشتی طوفانی کا
تیری تلوار ہے یا نہر فرات اے قاتل
تشنہ کاموں کو تو قطرہ نہ ملا پانی کا
طایر قبلہ نما میں ہے فرشتے کی صفت
فکر دانے کی ہی کچھ اسکو نہ غم پانی کا
زلف پر پیچ کو کیا جانے ہی سودا کسکا
حال کھلتا نہیں کچھ اسکی پریشانی کا
کرسکا ظلم کا شکوہ نہ دم پرسش حشر
آگیا مجھکو خیال ان کی پریشانی کا
مردم چشم نہ بجھائیں کہیں ڈرتا ہوں
ہی یہی زور اگر اشک کی طغیانی کا
چشم بر راہ ہوں وعدے پہ کسی کے ہر شب
عشق میں کام کیے جاتا ہوں دربانی کا
زخم کھانے کو ہیں بیچ کو ہے آب خنجر
کوئے قاتل میں یہ سامان ہی مہمانی کا
نہیں معلوم کہ کیا خضر کی حالت ہوگی
ہم سے دو دن نہ اٹھا بوجھ گراں جانی کا
دیکھکر جلوہ رخ نقش بدیوار بنا
آئینہ ہے ترا شاہد مری حیرانی کا
خضر والا بس ہی بھی کوئی جو پوچھے تو نہیں
کچھ بھروسا نہیں اس زندگی فانی کا

مُردنی چھائی ہوئی ہے رُخ جلا دیہ آج — چلگیا وار مگر دیدۂ قربانی کا

پیش تقدیر سے تدبیر کی ایدل نہ گئی — پیش آیا وہی لکہا تھا جو پیشانی کا

خود بخود کیوں سرِ تسلیم جھکا جاتا ہے — سجدہ اس در کا مگر فرض ہی پیشانی کا

دیکھکر سرخیٔ پان لب پہ ترے غیرت سے — ہوگیا خون جگر لعل بدخشانی کا

ہوگیا جھٹ سے گنہگاروں میں شامل زاہد — اسطرف دیکھکے رُخ رحمت یزدانی کا

مرد قانع ہوں مقدر پہ ہوں شاکر مجھکو — غم کمی کا ہے نہ ارمان فراوانی کا

دامنِ خاک کو اللہ سلامت رکھے — رہگیا پردہ مرے جسم کی عریانی کا

جان اس دشمنِ ایماں پہ نکرنی تھی فدا — دل ناداں سے ہوا کام یہ نادانی کا

صرف پیتے ہی نہیں غسل بھی کرتے ہیں ہم — علم رکھتی ہی مے ناب یہاں پانی کا

آپکی زلف کی مانند ہے قصہ یہ دراز — حال پوچھیں نہ مرے دلکی پریشانی کا

۱۷ — نکتہ رس داغ ہیں باقی نہ سخن فہم امیر
اٹھے اب خاک مزہ عشق غزلخوانی کا — ۲۱

وعدوں سے اپنے یار پشیمان ہی رہا — ملنے کا عمر بھر مجھے ارمان ہی رہا

دلکے معاملہ میں تو نقصان ہی رہا — میں چاہ کر بتوں کو پشیمان ہی رہا

اس بیوفا پہ جان سے قربان ہی رہا — آئی نہ عقل دلکو یہ نادان ہی رہا

تھی میرے دلکے دم سے مدارات دردِ عشق — وہ میزبان رہا نہ وہ مہمان ہی رہا

دورِ گذشتہ خواب فراموش ہوگیا — اب ہم ہی وہ رہے نہ وہ سامان ہی رہا

ژولیدہ بخت اپنا نہ سلجھا کسی طرح — مانند زلف یار پریشان ہی رہا

ہمتو نہ عاشقی میں ہوئے مطمئن کبھی — مجموعۂ حواس پریشان ہی رہا

دونوں طرف سے تیری محبت نے کہو دیا — کافر ہی میں رہا نہ مسلمان ہی رہا

دورہکے یاد یار میں بھر آیا دل مرا — ہر وقت جوش عشق کا طوفان ہی رہا

کلمہ اسی کا پڑھتے ہیں دلدادہ جسکے ہیں
اب دین ہی رہا نہ کچھ ایمان ہی رہا

کچھ دلکو آتے جاتے ہوئی نہ دیر
ہر ایک کام عشق میں آسان ہی رہا

اللہ رے ہجوم خیال پری رخاں
ہر وقت دل ہمارا پرستان ہی رہا

سمجھا نہ ایک چیز کو بھی اپنی ملک
جبتک رہا جہان میں مہمان ہی رہا

منت سے عاجزی سے نہ غصہ فرو ہوا
سر پر سوار آپ کے شیطان ہی رہا

دست قضا سے کوئی سلامت بچا نہیں
رستم ہی رہ گیا نہ نریمان ہی رہا

دشت جنوں کسی سے نہ آباد ہو سکا
مجنوں کے عہد میں بھی یہ ویران ہی رہا

اللہ رے بیخودی محبت کہ روز حشر
میں آکے ہوش میں بھی بداوسان ہی رہا

وہ جلگیا یہ گل گیا سوز عشق ہے
دل ہی رہا نہ تیر کا پیکان ہی رہا

میں وہ نہ مرتے مرتے بھی بھولا ترا خیال
تو وہ کہ ایسے وقت بھی انجان ہی رہا

ممسک نہ اپنے مال کو بھی خرچ کر سکا
مانند مار گنج نگہبان ہی رہا

٤٢	ننگا بنا دیا مجھے جوش جنوں نے عشق دامن ہی رہ گیا نہ گریبان ہی رہا	٢٠

دل دیکے بھی بتوں کو مسلمان رہ گیا
ہے شکر کی جگہ مرا ایمان رہ گیا

ہوتا تھا آج وصل کا پیمان رہ گیا
افسوس دلکا دل ہی میں ارمان رہگیا

گھر میرے آتے آتے وہ مہمان رہگیا
کل دیکھیں کیا ہو آجکا پیمان رہ گیا

دل تمنے لیلیا مرا ایمان بھی دین بھی
گیا اور میرے پاس مری جان رہ گیا

بیوجہ تو نہیں یہ خلش دلکی چارہ گر
کوئی نہ کوئی یار کا پیکان رہ گیا

ہمت نے کی کمی کہ مقدر نے کوتہی
مشکل کا کام ہو کے جو آسان رہگیا

سر بھی کٹا کے میں نہ سبکدوش ہو سکا
گردن پہ تیغ یار کا احسان رہگیا

اس سمت جذبہ شوق تھا اس سمت چارہ گر
نکلا جو دل سے تیر تو پیکان رہ گیا

دلکو علاقہ زلف شکن در شکن سے کیا
جاکر کہاں یہ جان نہ پہچان رہ گیا

مدت ہوئی ہے آئے ہوئے درد عشق کو
کیا اب بھی میری دلمیں یہ مہمان رہگیا

نکلا نہ میری دلسے کبھی آکے غم ترا
مالک ہی بنکے گھر کا یہ مہمان رہ گیا

آیا نہ تیرا تیر بھی آنے کے نام سے
امید ہی میں میں ترے قربان رہگیا

دنیا ہے وہ مقام کہ ہر رہرو عدم
دو چار دن کے واسطے مہمان رہگیا

سودائے حور و خلد میں زاہد نے کھوئی عمر
محروم لطف زیست سے نادان رہگیا

اپنے نکالے جانیسے بڑھکر ہے اسکا غم
کمبخت کوئی یار میں دربان رہ گیا

پردے سے چشم شوخ کسیدن نہ رک سکی
اپنا سا لیکے منہ یہ نگہبان رہ گیا

پیمان کے بعد بھی نہ میسر ہوا وصال
انکے ہمارے بیچ میں قرآن رہ گیا

دو روزہ زندگی نے رکھا ہے وہ سبز باغ
غافل اجل سے اپنی ہر انسان رہگیا

تحریر لطف میں بھی ہیں مضمون عتاب کے
نامے کا ان کے بس یہی عنوان رہگیا

٧٣	ڈالا اجل نے آکے یہ اے عشق تفرقہ ہم چل دئے جہان سے سامان رہگیا	١٧

ڈبویا نام ہی دریا کی آشنائی کا
کہ ہر حباب میں ہے رنگ خودنمائی کا

عیاں ہو جلوہ نہ کیوں شان کبریائی کا
بتوں کا حسن ہے آئینہ خودنمائی کا

سوال منہ کو چھپا کر ہے رونمائی کا
نیا طریقہ ہے یہ انکی دلربائی کا

غرور زہد نے محروم رکھا رحمت سے
پڑا وبال یہ زاہد پہ پارسائی کا

بھلے کی کہہ کے برا انکے پاس ٹھہرا ہوں
یہ بات سچ ہے زمانہ نہیں بھلائی کا

قفس سے تنگ ہوں تڑپا رہا ہے دلکو مرے
خیال بے پر و بالی میں بھی رہائی کا

بہار توبہ شکن کا ہے دور پیر مغاں
نہیں خیال کسی کو بھی پارسائی کا

یہ لوگ تاک کے زاہد ہیں سایہ پروردہ
نہ بوجھ اٹھیگا رندو تمسے پارسائی کا

ہر ایک آبلہ دل مرا یہ کہتا ہے
حباب میں بھی ہوں دریائے آشنائی کا

رضائے یار میں اپنے کو کر چکا ہوں فنا
خوشی وصال کی جانوں نہ غم جدائی کا

بقدر ظرف ہوں پیر مغاں سے سائل مے
فلک ہی نام مرے کاسہ گدائی کا

کبھی تو دیر میں ٹھہرا کبھی حرم میں رہا
پھرا رہا ہے مجھے شوق جبہ سائی کا

پتا لگائے تو کیونکر لگائے پیک اجل
کہ کھا گیا ہے مجھے غم تری جدائی کا

خیال ووہم سے باہر چلی گلی اسکی
ملا نہ راستہ ادراک کو رسائی کا

چبھا جو پاؤنمیں کانٹا وہ دلمیں بیٹھ گیا
مزا ہی جوش جنوں میں برہنہ پائی کا

عجیب بند محبت ہی اسکے قیدی کو
خیال عمر بھر آتا نہیں رہائی کا

۱۸	کہانتک اسمیں کوئی ہاتھ پاؤں مارے عشق نہیں کنارہ ہی دریائے آشنائی کا	۷۴

اگر بتوں نے بھی دعویٰ کیا خدائی کا
تو یہ بھی رنگ ہی اک اسکی کبریائی کا

خیال آئے تو کیا آئے پارسائی کا
مجھے پسند نہیں شیوہ خودنمائی کا

بہار توبہ شکن مجکو یاد آتی ہے
کسی سے نام جو سنتا ہوں پارسائی کا

مزے وصال کے اُٹھنے لگے تصور سے
ہمیں ملال ذرا بھی نہیں جدائی کا

ہماری نعش پہ وہ تعزیت کو پردیمیں
لگانے آئے ہیں الزام بیوفائی کا

ملا کے خاکمیں مجکو نکال دلکا غبار
لگا دے ہاتھ ستمگر کوئی صفائی کا

جناب خضر سے بڑھکر رہ محبت میں
کیا ہے دل نے مرے کام رہنمائی کا

نہ آیا جوش محبت میں میرے دلکو کبھی
خیال اپنی بھلائی کا یا برائی کا

ملاپ کا ہے ارادہ تو آؤ دل سے ملو
لڑاؤ آنکھیں اگر قصد ہے لڑائی کا

جو رکھی سینہ پہ ٹھنڈک پڑی کلیجے میں
اثر تو دیکھئے اسکی کف حنائی کا

نہ ایک بات بھی کی ہم سے آجتک سیدھی
عجیب ڈھنگ ہی ظالم کی کج ادائی کا

بہت ہے قتل کو ہم ایسے نیم جانوں کے
تبسم بجلی کا یا کوچھے تیغ تیرے اس کلائی کا

جو قرص مہر کو دیکھا تو ہو گیا روشن
کہ ہے آسمان پہ چلن سکۂ طلائی کا

نگاہ یار کو عاشق سے دیکھکر ٹیڑھی
فلک نے سیکھ لیا شیوہ کج ادائی کا

یہ شوق وصل سے کہتی ہے ناز کی انکی
ٹھہر ٹھہر نہیں دم مجھ میں ہاتا پائی کا

نظر پڑا کوئی اس دور میں نہ شیخ ایسا
جو رہن مے نکرے خرقہ پارسائی کا

گناہگاروں کی قسمت تو دیکھئے زاہد
کہ حکم عام ہے رحمت کو پیشوائی کا

۶۵	بتاؤں نام و نشاں اپنا کیا کسی کو عشق تباہ حال ہوں آوارہ ہوں خدائی کا	۱۹

عمر بھر عشق کے ہاتوں میں عجب غم میں رہا
سوگ میں دلکی رہا جان کی ماتم میں رہا

محو ہر ایک بشر شاہ کے ماتم میں رہا
کچھ عجب غم کا سماں ماہ محرم میں رہا

طرفہ تر عالم امکاں کی دو رنگی دیکھی
رنج شادی میں رہا اور طرب غم میں رہا

داغ دلکی ہو نہ کیوں گریۂ حرماں سے بہار
تر و تازہ رہا وہ پھول جو شبنم میں رہا

نہوا وصل کسی روز میسر انکا
عمر بھر میں اسی حسرت میں اسی غم میں رہا

عیوض سینہ و پہلو دل دیوانہ مرا
دست دلدار میں یا گیسوئے پُر خم میں رہا

زہد کی آج وہی شیخ لیا کرتا ہے
ایک مدت جو قدح لیس بنا ہم میں رہا

کمر دیا عالم پیری نے نکما اے دل
عشق کا جوش و خروش اب وہ کہاں ہم میں رہا

آشنا نام دوا سے نہیں بیمار وفا
جاں بلب بھی عمل عیسی مریم میں رہا

دختر رز کو لگائے گا کوئی کیا تہمت
داغ عصیاں بھی کہیں دامن مریم میں رہا

بعد میرے ہوئی ہر ایک سے انکو نفرت
مدت العمر عدو میرا مرے غم میں رہا

زخم میرا کسی تدبیر سے اچھا نہوا
کہ اثر سودہ الماس کا مرہم میں رہا

بند میخانہ ہے کیوں پیر مغاں خیر تو ہے
آجتک قفل نہ دروازہ حاتم میں رہا

محفل یار میں اغیار کی شرکت تھی عذاب
میں جو جنت میں رہا بھی تو جہنم میں رہا

جرعہ نوشان مئے عشق و محبت کا ہی قول
لطف کچھ بادۂ کوثر میں نہ زمزم میں رہا

وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور اجل بھی تھی کھڑی
میں دم نزع عجب کشمکش دم میں رہا

ہم بہت اسکو بھی سمجھا کیے جبتک اے دل
کچھ لگاوٹ کا اثر اس نگہ کم میں رہا

جام اس بزم میں خنداں ہی صراحی گریاں
ربط اس رنگ میں بھی شادی و ماتم میں رہا

۷۶	زندگی موت سے بدتر تھی شب غم اے عشق میں جو جیتا بھی رہا نزع کے عالم میں رہا	۱۲

وہ بے نیاز ہے مختار ہے زمانے کا
سر نیاز ہے وقف اسکے آستانے کا

وہ محو ہے دل پُر درد کے اترانے کا
نیا ہے رنگ مری عشق کی فسانے کا

تو وہ کریم ہے دیتا ہے سبکو بے مانگے
ہوا نہ بند کبھی در ترے خزانے کا

وہ سنکے درد مرے دلکا لوٹ گئے
جگر میں چھپ گیا ہر حرف اس فسانے کا

غرض نہیں کوئی دیر و حرم سے عاشق کو
بس ایک فرض ہی سجدہ اس آستانے کا

بھرا ہی یاس کے داغوں میں آرزو کا لہو
نمونہ گوشۂ دل ہے نگارخانے کا

مری ہی شاخ نشیمن پہ اسکو گرنا تھا
بچا نہ برق سے تنکا بھی آشیانے کا

وہ صید ہوں کہ مزے سے قفس میں بیٹھا ہوں
نہ فکر باغ کی ہے غم نہ آشیانے کا

ثواب بیٹھے بٹھائے کما لیا ہم نے
دکھا کے شیخ کو رستہ شراب خانے کا

چمن میں بند ہو دم عندلیب کا ہمدم
سنے جو شور دل زار کے ترانے کا

کسیکا حسن تھا جولانیوں پہ پہلے سے
کیا شباب نے کام اسپ تازیانے کا

۷۷	شریف پست ہیں لیتے ہیں دون کی ازرل کچھ اور رنگ ہے اے عشق اب زمانے کا	۱۹

فائدہ کیا جو کوئی روضۂ رضواں میں رہا
ہے مزا مرکے اگر کوچۂ جاناں میں رہا

دل سے نکلی نہ تمنائے وصال جاناں
مر کے بھی میں اسی حسرت اہی ارماں نہیں رہا

اک نہ اک جانپر آفت رہی دلبر صدمہ
چین سے ہیں نہ کبھی عالم امکاں میں رہا

بدمزا ہیں دہن زخم چھڑکدے قاتل
فائدہ کیا جو نمک تیری نمکداں میں رہا

خاک بیمار گل ولالہ سے ہوتی تفریح
میں گلستاں نہیں رہا ہی تو بیاباں نہیں رہا

اہل جوہر کو غریب الوطنی ہے لازم
لعل معدن میں نہ گوہر کوئی عماں نہیں رہا

پنجے اب جھاڑ کی کیوں پیچھے پڑا ہی میرے
اہی جنوں تار بہی باقی نہ گریباں نہیں رہا

آنکھیں مجنوں کی نہ باز آئیں لہو رونیسے
لالہ پہولا ہوا ہر وقت بیاباں میں رہا

کعبہ و دیر میں پتھر کے سوا خاک نہیں
فرق کچھ بھی نہ برہمن میں مسلماں نہیں رہا

جو جگہ مجکو ملی اسکے میں لائق ٹھہرا
خار صحرا میں رہا پھول گلستاں نہیں رہا

وعدہ دید یہ مشتاق تو نکلا اللہ رے ہجوم
ایک ہنگامہ بپا کوچہ جاناں میں رہا

کنگھی چوٹی میں گرفتار رہا نیو وہ شوخ
میں پریشاں سر زلف پریشاں نہیں رہا

ملگئے خوب ٹھکانے دل شیدا کو مرے
کبھی مٹھی میں کبھی زلف حسیناں نہیں رہا

جلوہ گر حسن شب روز خدا کی قدرت
زلف مشکیوں میں رہا عارض رخشاں نہیں رہا

وعدہ کیا بھول گئی اسکو بھی وہ بھولگئے
دل یوہیں اپنا بند رہا گوشہ داماں نہیں رہا

پھول ارمان کی جتنے تہے وہ سب سوکھ گئے
خار حسرت کی سوا کیا دل ویراں نہیں رہا

آبرو دیدہ عاشق کی ہے اید ل ہے تبک
گوہر اشک رواں دامن مژگاں نہیں رہا

ضبط نے روک لیا طفل سر شک ۔۔ غم کو
نکلا جب آنکھ سے یہ دامن مژگاں میں رہا

٧٨	کوئی جھگڑا ہی نہو گا رخ و گیسو کی سبب ربط اہی عشق جو ہندو مسلماں میں رہا	١٦

مجکو کچھ ایسا سر ابرو و مژگاں نہیں رہا
جان خنجر میں بہی دل مرا پیکاں نہیں رہا

حسن پرستے ہیں وہ کہن میں یہ مقولہ سچ ہی
کوئی محتاج نہ عہد شہ عثماں میں رہا

خواب آنکھوں سی جدا دل سے جدا تھا آرام
یار ہی دور نہ مجہسے شب ہجراں نہیں رہا

کیا سنوں تیری کہ قابو نہیں دل پر ناصح
ضبط کرتا رہا جبتک مری امکاں نہیں رہا

دست بیداد خزاں نے وہ ستم توڑا ہے
نام سے گل کے نہ نکلا ہی گلستاں نہیں رہا

کوچۂ یار سے عاشق بہی کہیں جاتا ہے
قیس دیوانہ تہا جا جا کے بیاباں میں رہا

نیش اور نوش زمانہ میں بہم ہیں ای دل
خار سے گل نہ جدا کوئی گلستاں میں رہا

زلف ادہر کھینچتی تھی دلکو ادہر عارض یار
میں عجب کشمکش گبر و مسلماں میں رہا

کاوش غم سے ہوا گنج محبت پیدا
ہمتو سمجھے تھے نہ کچھ بہی دل ویراں نہیں رہا

اشک کیساتھ نکل آئے جگر کے ٹکڑے
معدن لعل و گہر دامن مژگاں نہیں رہا

ایک بوسہ کی عوض لیکے متاع دل و جان
اسکو افسوس ہی کہتا ہی کہ نقصاں نہیں رہا

حسن کا ہی یہ تصرف کہ ترا ایک خیال
میری آنکھوں میں تصور میں دل و جاں نہیں رہا

آدمی سی کوئی بڑھکر نہیں دنیا کا حریص
چار دن کیلئے فکر سر و ساماں نہیں رہا

ابہی کہتا ہی ابہی صاف مکر جاتا ہے
یار سچا نہ کسی قول میں پیماں نہیں رہا

روی روشن سی نقاب اپنی جو اسنے الٹی
نور کا نام نہ پھر شمع شبستاں میں رہا

۱۷	فرق کچھ رتبۂ یوسف میں نہ آیا اے عشق خواہ کنعاں نہیں رہا خواہ وہ زنداں نہیں رہا	۷۹

نیا روز حیلہ حوالا کیا
یہ نہیں مجکو سفاک ٹالا کیا

نمودار صبح مسرت ہوئی
شب غم نے منہ اپنا کالا کیا

محبت کو دی جسنے دل میں جگہ
وہ دشمن جسکو پہلو میں پالا کیا

زباں تجھسے سوسن لڑائے گی کیا
خدا نے ہی منہ اسکا کالا کیا

مری جنبش دلکو وہ بت شوخ سے
بڑی دیر تک دیکھا بھالا کیا

وہ ہر روز دیکر مجھے گالیاں
بچارا اپنے دلکا نکالا کیا

جو ہستی میں آیا قضا نے لیے / دہان اجل کا نوالا کیا
تمہیں مست بھی جم سے کم ساقیا / صراحی کو توڑا پیالا کیا
بڑھا یوں جوش محبت میں دل / اسے شوق کیا کیا اچھالا کیا
بڑھائی محبت نے دلکی خلش / جو تنکا تھا اسکو بھی بھالا کیا
اجل رہ گئی لیکے اپنا سا منہ / مجھے غم نے اپنا نوالا کیا
نہ سائل سے منعم کبھی ہاتھ کھینچ / خدا نے تجھے دینے والا کیا
ملائیں نہ کیوں ہاں میں ہاں شیخ جی / خدا نے ترا بول بالا کیا
ستم انکے چپ چاپ ہم سہ گئے / نہ فریاد ہی کی نہ نالا کیا
سوا سوز الفت سے رشک عدو / پھپھولے مرے دل میں ڈالا کیا
ترے عشق کا بھر کے دم غیر بھی / ہوس اپنے دلکی نکالا کیا

۸۰ — ہمیشہ مضامیں برجستۂ عشق / طبیعت کے سانچے میں ڈھالا کیا — ۱۷

دل لگانا مجھے نہ راس ہوا / زندگی سے ہی دل اداس ہوا
وہ ہوا غیر بد اساس ہوا / ایک سے ایک ناسپاس ہوا
زہر کھا کر بچا میں فرقت سے / مجکو میرا علاج راس ہوا
ہم سے بھی دور دور رہنے لگے / تمکو دشمن کا اتنا پاس ہوا
بزم ہے کو نہیں شکست کا غم / شیشہ ٹوٹا اگر گلاس ہوا
شرط مردانگی ہے الفت میں / کچھ نہیں دلمیں گر ہراس ہوا
آنکھ کھلتے ہی میں ہوا عاشق / ہوش آتے ہی بدحواس ہوا
وعدہ اس شوخ بیوفا نے کیا / دل مقام امید و یاس ہوا
حیف صد حیف مرگ تنہائی / آج کوئی نہ اپنے پاس ہوا

شکر ہے جان دیکھے دل میرا | امتحانِ وفا میں پاس ہوا
شوق نے عاشقی میں دہی ہمت | دور دل سے مری ہراس ہوا
بنگیا صفر انکا نقطۂ خال | حسنِ رخ پانچ سے پچاس ہوا
جامۂ زندگی ملا ہے مجھے | حیف گر تنگ یہ لباس ہوا
دل دیوانہ نازنینوں کا | مدتوں میں اداشناس ہوا
لیکے دل اسنے بیوفائی کی | ٹھیک آخر مرا قیاس ہوا
مر مٹیں دل کی آرزوئیں سب | گھر یہ آخر اجڑ کے ناس ہوا

۸۱	عشق آرام سے ہوں مدفن میں مجکو گھر کا بدلنا راس ہوا	۲۸

ہے اور ہی انداز ترے روئے نکو کا | اک پھول نہیں باغ میں اس رنگ کا بو کا
رہ رہکے نکل پڑتا ہے قاتل کی کمر سے | خنجر کو پڑا ہے جو مزہ میرے لہو کا
بیٹھا نہ نشانے پہ کوئی تیر ہمارا | ہر بار خطا کر گیا ہر مرتبہ چوکا
تھوپا ہے مرے قتل کا الزام قضا پر | شوخی سے سرِ حشر بھی سفاک نہ چوکا
لے کچھ تو خبر عاشقِ بیتاب و تواں کی | پیاسا ترے دیدار کا ہے وصل کا بھوکا
کی خانہ خرابی یہ ترے جور نے ظالم | جو شہر تھا آباد وہ میدان ہے ہو کا
ذی رتبہ کی تحقیر ہے ذلت کی نشانی | آئی ترے منہ پر ہی نہ نادان ترا تھوکا
دھوکا گلِ تر کا ہوا بلبل کو چمن میں | کھا کر جو کبھی پان مرے یار نے تھوکا
سایہ سے مری دور نہ بھاگے تو کرے کیا | اس رشکِ پری کو ہے بہت پاس عدو کا
رونے میں بندھا قامتِ بالا کا تصور | نقشہ نظر آیا مجھے سروِ لبِ جو کا
ہر روز پھنسایا مجھے اک آفتِ نو میں | دل اپنی شرارت سے کسی وقت نہ چوکا
گلرنگ گل اندام تھا پہلے سے وہ گلرو | غصہ جو چڑھا اور ہوا لال بھبوکا

کیوں ظاہر و باطن کے نہو علم کا چسکا
شاگرد ہوں استاد کا چیلہ ہوں گرو کا

شاخیں ہوئیں بیبرگ نوا جور خزاں سی
باقی نہ زرِ گل ہی نہ اب نام نمو کا

خود بین و خود آرا مجھے کہتا ہے زمانہ
ہیں دیکھنے والا ہوں جو اس آئینہ رو کا

بہاے کی عیوض رکھدی مرے زخم جگر پہ
اے چارہ گر اس شوخ پریرو کا شلو کا

پہونکا ہی تری آتش غم نے مجھے ای شوخ
گرمی کا جلا ہوں نہیں مارا ہوا لو کا

جی جلتا ہی اک آگ سراپا میں لگی ہے
اس سوز محبت کو الٰہی لگے لو کا

وہ رنگ نہیں یہ جسے دہو ڈالے لئے قاتل
چھوٹیگا نہ دامن سی ترے داغ لہو کا

ہنس پڑتا ہیں سر کہو لکی شیشہ کا قدح کش
یاد آتا ہے جب ٹوٹنا زاہد کی وضو کا

سوگ انکا کسی طرح سی دیکھا نہیں جاتا
شادی کی عیوض غم ہی مجھے مرگ عدو کا

دل کہول کے ملشوق سی اے خنجر قاتل
دیکھ آج ذرا حوصلہ ارمان گلو کا

سائل ہوں میں ساقی تری سرکار بڑی ہی
ہو جاے پیالی کی جگہ حکم سبو کا

کیوں شامتیں آئی ہیں سنبہل ای دل ناداں
آسان نہیں عشق بت عربدہ جو کا

مطلب ہی ہوا فوت یہ چپ لگ گئی مجکو
مضمون دہن میں جو کیا قصد غلو کا

وہ شوخ پریزاد نہ کیوں ڈہاے قیامت
ہی عہد شباب اور زمانہ بہی نمو کا

پہلے ہی قسم عشق کی کہا لیتا اگر میں
رہتا نہ کسی طرح تری وصل کا بہو کا

۸۲	منت کش دوناں نہیں ذی مرتبہ ای عشق محتاج ہو کیا دامن کہسار رفو کا	۲۶

فتنہ اس بت کا نام ہے گویا
حشر طرز خرام ہے گویا

دل پر خوں بہی عشق ساقی میں
مے گلگوں کا جام ہے گویا

نہیں رکتی کہیں زباں انکی
تیغ یہ بے نیام ہے گویا

پہیر لیتے ہیں دیکھکر مجھے منہ
یہی انکا سلام ہے گویا

ضبط سے لی رہا ہوں عشق میں کام — دل کی یہ روک تھام ہے گویا
عشق میں جان کا فنا کرنا — دل کا اک فرض کام ہے گویا
صبح گر عارض منور ہے — گیسوے یار شام ہے گویا
دیکھے دل درد مول لیتا ہے — یہی عاشق کا کام ہے گویا
نہیں قابو فلک پہ کچھ اپنا — اشہب بد لگام ہے گویا
فلک پیر بھی ہے زوروں پر — رستم و زال و سام ہے گویا
رنگ لایا نہیں وہ سیب ذقن — پھل ابھی تک یہ خام ہے گویا
جلوہ فرما ہے کوئی کوٹھے پر — آج دیدار عام ہے گویا
ایک ہی رنگ میں ہیں رند و شیخ — فیض ساقی کا عام ہے گویا
گردش چرخ پاس رندوں کے — ساقیا دور جام ہے گویا
جلوہ مہر یہ شفق میں نہیں — وہ رخ لالہ فام ہے گویا
مرغ دل کیوں پھنسے نہ عاشق کا — زلف پر پیچ دام ہے گویا
ولولہ عشق کا نہیں جس میں — دل وہ اجڑا مقام ہے گویا
اسکے ہاتھوں نہیں ہے یہ کٹ پتلی — بت برہمن کا رام ہے گویا
انکا بلوانا ہے غرض تو نہیں — رد ستا کا سلام ہے گویا
جو کچھ بھی نہیں ترے آگے — ایک فرضی وہ نام ہے گویا
یاد سے تیری میں نہیں غافل — دلمیں تیرا مقام ہے گویا
رند سب مقتدی ہیں پیر مغاں — پیشوا ہے امام ہے گویا
دل نہ بہلے تو باغ جنت بھی — ایک ہو کا مقام ہے گویا
چاندنی پردہ مہ ہے جلوہ نما — آسمان سقف بام ہے گویا

انکے نزدیک عشق دلداده

وصل میں بھی نہ میرےجاں ٹھہرا — دل نہ ٹھہرا عذاب جاں ٹھہرا

نذر ٹھہرا نہ ارمغاں ٹھہرا — دل مرا جنس رائگاں ٹھہرا

نارسائی نصیب عاشق ہے — انکا کوٹھا بھی آسمان ٹھہرا

میری انکی ہے اسمیں رسوائی — مجھکو در پر نہ پاسباں ٹھہرا

نامہ بر کو تو ابتک آنا تھا — دیر کیوں ہوگئی کہاں ٹھہرا

دل سے کیونکر اسے نکالوں نہیں — انکا پیکاں تو مہماں ٹھہرا

دیتا کیا انکی گالیوں کا جواب — میں تو بے چارہ بیزباں ٹھہرا

تاب دیدار یار دل کو کہاں — چاند وہ اور یہ کتاں ٹھہرا

شرط بد کر وفا کی نادم ہوں — نفع انکا مرا زیاں ٹھہرا

دلربائی کی جب ہوئی پرسش — انکا غمزہ بھی جانستاں ٹھہرا

حسرتوں کا ہجوم دلمیں نہیں — سر منزل ہے کارواں ٹھہرا

رونا آتا ہے زار حالت پر — آپ میں اپنا نوحہ خواں ٹھہرا

کیجے کس سے سوال بوسہ کا — یار تو اپنا بے دہاں ٹھہرا

دل پہ اب اختیار کیا میرا — دلبروں کا یہ ارمغاں ٹھہرا

وہ عیادت کو کس کی آئینگے — میں تو دم بھر کا مہماں ٹھہرا

شیخ میزان میں بار عصیاں سے — تو سبک اور میں گراں ٹھہرا

اس دہان و کمر کی الفت میں — میں بھی گمنام و بے نشاں ٹھہرا

ہے گذرگاہ منزل ہستی — پیر ٹھہرا نہ اک جواں ٹھہرا

عشق کا بوجھ اب اٹھائے کون — دل تو بیمار و ناتواں ٹھہرا

درد دل کہہ کے سخت نادم ہوں — انکے نزدیک قصہ خواں ٹھہرا

ضعف زنجیر پا ہے وحشت میں / میں وہیں رہ گیا جہاں ٹھہرا

جو گیا ہو رہا وہیں کا وہ / انکا گھر گلشن جہاں ٹھہرا

میرے نالوں کا یہ دھواں تو نہیں / بے ستون کیونکر آسماں ٹھہرا

۸۴

لی نہ اُس بیوفا نے عشق خبر
نالہ کرنا بھی رائیگاں ٹھہرا

۱۶

خواب میں آیا نہ اک شب آشنا / خواب آنکھوں سے ہو گیا اب آشنا

ہر تمنا سے ہے خالی اپنا دل / حرف مطلب سے نہیں لب آشنا

وقت بد کا ایک بھی ساتھی نہیں / دیکھے بھالے ہیں مرے سب آشنا

شکوۂ اغیار پر اُس نے کہا / ہیں ہمارے آپ وہ سب آشنا

دوستی سے دوستی عالم میں ہے / تو نہیں تو ہم ترے کب آشنا

نل ہوا مجنوں ہوا وامق ہوا / عشق کے دریا کے ہیں سب آشنا

روز روشن کیا ملے ان سے کوئی / ماہرو معشوق ہیں سب آشنا

ہو گئی انکی طبیعت کچھ کی کچھ / غیر جو تھے ہیں وہی اب آشنا

ہم تو جانیں مل گیا آب حیات / انکے لب سے ہوں اگر لب آشنا

غیر کا شکوہ گلا دشمن کا کیا / ہو گئے نا آشنا جب آشنا

عاشقی میں درد کا جب لطف ہی / آہ ہو لب سے نہ یارب آشنا

دوستی سے دل کی گھبراتا ہوں میں / ہے بڑا چالاک بیڈھب آشنا

شیخ کور ندوں سے ہے کیوں احتراز / ملتے ہیں اس رنگ کے کب آشنا

حسن چمکا سرمہ کے دنبالہ سے / ہو گیا چابک سے اشہب آشنا

آئیگا ایذا رسانی سے نہ باز / ہو کسی کا لاکھ عقرب آشنا

دوست سچا کوئی عالم میں نہیں

٨٥ — سب کے سب ہیں عشق مطلب آشنا — **١٦**

وہ کسی کا بھی ہوا کب آشنا
ہے بڑا عیار مطلب آشنا

ہائے اب کس کس کا ماتم کیجئے
چل دیئے سوئے عدم سب آشنا

بخت بد سے بنکے بگڑا میرا کام
اور کوشش کیا کریں اب آشنا

رکھ خیال اسکا بت شیریں ادا
ہوں نہ حرف تلخ سے لب آشنا

دل کا ملنا تھا کہ بوسہ ملگیا
لعل جاناں سے ہوئے لب آشنا

وہ کسی سے بھی کبھی ملتا نہیں
ملتے ہیں ہر عید کو جب آشنا

دوستی پر انکے کیا پھولے کوئی
چار دن ہیں روح وقالب آشنا

کیوں نہ ہوں دونوں کے بوسہ ایکساتھ
جب زنخداں کا ہے غبغب آشنا

بس بسوے انکا دشمن کا ہے ربط
ایک کا ہے ایک اغلب آشنا

اب نکل آئیگا کچھ مطلب مرا
ہو گئے انکے مقرب آشنا

دوستی سفلوں کی کھوتی ہے وقار
چاہیئے اے دل مہذب آشنا

ایک ہیں ملک عدم کی راہ میں
پا پیادہ اور مرکب آشنا

صاحبان جاہ کس کے دوست ہیں
ہیں حقیقت میں یہ منصب آشنا

دیکھکر حالت مری روز فراق
شاد ہیں دشمن مذبذب آشنا

ان کو مل جاتا اگر موقع کوئی
دشمنی سے چوکتے کب آشنا

٨٦ — **٢٠**

زہر ہے اے عشق انکی دوستی
ہیں اقارب مار عقرب آشنا

دو روزہ زندگی کا رنج وغم کیا
کریں شکوہ کسی کا عشق ہم کیا

بھریں اے بت تری الفت کا دم کیا
ہمارا حوصلہ کیا اور ہم کیا

بری بھی ہے بھلی ہر بات ان کی
حسینوں کی جفائیں کیا ستم کیا

جدائی کی ہیں شکوی وصل ہیں ہیچ
گئی گذری ہوئی باتوں کا غم کیا

دم خنجر سے سہی راہ محبت
کرینگے قطع ہم سر سے۔ قدم کیا

سخی تو ہم وہی جو بن طلب دے
جو بوسہ مانگتے پر دو کرم کیا

مقدر کا جو ہے ملکر رہے گا
دل بی صبر فکر بیش و کم کیا

وجود اپنا عدم اپنا ہے یکساں
خوشی کیا زیست کی مرنیکا غم کیا

اسی کے نور سے روشن ہیں دونوں
چراغ دیر کیا شمع حرم کیا

وہی جانیں حقیقت آپ اپنی
خبر کسکو خدا کیا ہے صنم کیا

نفس کی آمد و شد کو تو دیکھو
یہ فضل رب ہی ہیر دمبدم کیا

نہیں غنچہ دل بستہ ہمارا
شگفتہ ہو نسیم صبحدم کیا

کسی بیکش کے ہاتھ آیا نہ ابتک
خدا جانے ہوا وہ جام جم کیا

ہوئی ہی جنسیت وحشت میں پیدا
چکارے اب کریں مجنوں سے رم کیا

بڑھا دیتی ہیں سایل کی ہوس کو
ستم ڈھاتے ہیں یہ اہل کرم کیا

نہیں اصلاح ممکن کج منش کی
نکلنے گا کوئی ابرو کا خم کیا

تری ابرو کے ہیں سب نام لیوا
چھری کیا بانک کیا تیغ دودم کیا

زمانے بھر کا تو جھوٹا ہے بدعہد
ترا پیماں کیا قول و قسم کیا

فغاں بیکار نکلی بے اثر آہ
کھلے گا اور عاشق کا بھرم کیا

۱۹	ہمیں بھی ایکدن جانا ہی اے عشق کرم یاران رفتہ کا الم کیا	۸۷

دیا تیرا ہے اپنے پاس کم کیا
الہی تجھ سے مانگیں اور ہم کیا

قریب مرگ ہوں ہی مجھ میں دم کیا
کرے گا اور تو جور و ستم کیا

مٹاتا ہے جو بد نامی کے ڈر سے
عدو کا میں بھی ہوں نقش قدم کیا

ملا ہم کو خدا ہت کی طلب میں
ہوا ہے سہل یہ کار اہم کیا

مرے یوسف کی نقد جاں ہی قیمت
لگائیگا کوئی دام و درم کیا

خوشی کیسی کٹی گر شام فرقت
نہیں اسکے عقب میں صبح غم کیا

فراق یار میں ہے راگ رونا
مزہ مطرب پسر دے زیر و بم کیا

ترے دیوانہ کو اسکا نہیں ہوش
خوشی کہتے ہیں کس کو اور غم کیا

بہائے جنس دل ٹھہرا ہے بوسہ
کریں ہم اسکی قیمت اور کم کیا

خلیل اللہ کا وہ معجزہ تھا
بنے ہے آگ گلزار ارم کیا

تری تصویر کیوں کھینچی ہے آدھی
چلا آگے نہ مانی کا قلم کیا

نہ آتی ہوں جسے پوری جفائیں
کرے گا ہم پہ وہ لطف و کرم کیا

ابھارے وہ نہ کیوں سفاک تجکو
ہمارے قتل کا دشمن کو غم کیا

ادہر شوخی ادہر بیتابی دل
کرینگے صبر وہ کیا اور ہم کیا

جوانی بھی نہیں معشوق ای دل
پھر آنے کی وہ کہائے گی قسم کیا

جو جاتا ہے نہیں آتا وہ پھر کر
ہمیں معلوم ہو حال عدم کیا

زمیں سے آسماں کیونکر نہو دور
ملیں سفلوں سے ارباب ہمم کیا

خوشی تیری ہمیں ہیں ایک دونوں
جفا و جور کیا لطف و کرم کیا

۸۸	حباب بحر ہیں نقش قدم ہیں ہماری عشق ہستی کیا عدم کیا	۱۹

ان کے قول و قرار نے مارا
ہجر میں انتظار نے مارا

ہوگیا دل شکار رنج و الم
عشق کی گیر و دار نے مارا

مجکو میری قضا سے بھی پہلے
ستم روزگار نے مارا

دل پھنسا دام عشق میں اپنا
جال گیسوئے یار نے مارا

خون رلوا کے ہجر جاناں میں / مجکو جوش بہار نے مارا
آ گیا مفت ہاتھ نقد دل / خوب ہتھیا یار نے مارا
لگ گئی آگ خانۂ دل میں / مجکو غم کے شرار نے مارا
لالہ خونیں کفن ہوا ہے کیوں / کسکے رشک عذار نے مارا
غم الم درد و رنج نے لی جان / ایک کو مل کے چار نے مارا
رشک سے لوٹتا ہوں کانٹوں پر / گل بے وصل ہزار نے مارا
بار احسان سے دبگیا ہونمیں / کرم بے شمار نے مارا
نشۂ عشق میں سرور کہاں / مجکو اس کے خمار نے مارا
شب فرقت رلا رلا کے مجھے / دیدۂ اشکبار نے مارا
ہم نے جی بھر کے کب گناہ کئے / خوف روز شمار نے مارا
ہے وہی بس فہوس کامل / دل کو جس خاکسار نے مارا
نہ ہوا آرام ابلق ایام / زور ہر شہسوار نے مارا
کام دیتی پرائی شے کبتک / ہستی مستعار نے مارا
بہ گیا خون ہوکے عشق میں دل / چشم خونابہ بار نے مارا

۸۹	وصل میں دیر اب نہیں اے عشق ہاتھ پر ہاتھ یار نے مارا	۲۷

تم کو صاحب سلام ہے دلکا / آخری یہ پیام ہے دلکا
جان نثاری سے نام ہے دلکا / یہی اے جان کام ہے دلکا
زخم بے التیام ہے دلکا / قصہ ہی اب تمام ہے دلکا
تیر بیٹھا ترا نشانہ پر / یہی قاتل مقام ہے دلکا
پھول پھولے ہوئے ہیں داغوں کے / رشک گلشن مقام ہے دلکا

طول دے روز حشر کو یارب — ماجرا ناتمام ہے دل کا
کر رہا ہے طواف خانہ یار — یہی بیت الحرام ہے دل کا
ہجر میں ہے ہجوم درد و الم — آج دربار عام ہے دل کا
کیوں نہو مبتلائے خال و خط — کہ وہ دانہ یہ دام ہے دل کا
خوب خدمت کی درد حرماں نے — باوفا یہ غلام ہے دل کا
گیسوئے عنبریں کے سودے میں — مشک آگیں مشام ہے دلکا
عقل برجا نہیں محبت میں — بگڑا ہرا انتظام ہے دلکا
جان جاتی ہے جان جاتی ہے — ورد یہ صبح و شام ہے دل کا
دے رہا ہے خبر زمانے کی — جام جمشید جام ہے دل کا
غم کی نشو و نما اسی سے ہے — فیض جاری مدام ہے دلکا

اُس حسین سے وفا کا طالب ہی
عشق سودا یہ خام ہے دلکا

۸۹

غم سے جینا محال ہے دلکا — کیا کہوں میں جو حال ہے دلکا
عشق ہی سے کمال ہے دلکا — اسکا گھٹنا زوال ہے دلکا
داد ملجائے جان نثاری کی — یہی تم سے سوال ہے دلکا
یہی خوراک غم کی ٹھہرا ہے — خون اسکو حلال ہے دلکا
اسطرف سے جو بوسہ کی ہے طلب — اُسطرف سے سوال ہے دلکا
انسے امید مہر و چشم وفا — وہم میرا خیال ہے دلکا
عشق میں ضبط حوصلے کا ہے کام — صبر غم میں کمال ہے دلکا
دلکو غم میری بیکسی کا ہے — اور مجکو ملال ہے دل کا
صبر نے غم میں دیدیا ہے جواب — اب سنبھلنا محال ہے دلکا

دھیان اسکے ہے ذکر اسکا ہی	بس یہی حال قال ہے دلکا

۹۰	ہر حسین کی نظر اسی پر ہے خوب اے عشق مال ہے دلکا	۱۰

تمہارے عشق نے وہ ظلم ڈھایا	ہتو ہم کو خدا ہی یاد آیا
مٹانا ہی جو تھا منظور یارب	تو پھر کس واسطے ہم کو بنایا
خوشی کیسی ہماری ناخوشی کیا	وہ مالک ہی بگاڑا آیا بنایا
دل بے مدعا کوئی جہاں میں	بہت ڈھونڈا بہت دیکھا نہ پایا
زمانے بھر کی تو ہی آرزو ہے	ہمیں سب کچھ ملا جب تجکو پایا
یہ پانا ہی کوئی پانا ہے اے دل	کہ خود ہی کھو گیا جب اسکو پایا
نکالا مجکو آئے بزم میں وہ	اٹھایا مجکو پردا کیا اٹھایا
عزیزوں نے یہ کی خانہ خرابی	مجھے جیتے جی مٹی میں ملایا
ہتو تنگ آنے سے اب تو چلے ہم	ملیں گے پھر اگر اللہ لایا

۹۱	وہ بولے مجکو گریاں دیکھکر عشق خدا جانے اسے کیا یاد آیا	۱۴

دل کھپانا نہیں رہا اپنا	دم میں آنا نہیں رہا اپنا
صدمہ عشق کیا اٹھائیں اب	دل توانا نہیں رہا اپنا
ضعف سے ہو گیا سکون حاصل	تلملانا نہیں رہا اپنا
ہائے اب کیا کریں کہ انکے گھر	آنا جانا نہیں رہا اپنا
ہے گلوگیر ضعف وحشت میں	غل مچانا نہیں رہا اپنا
انکی بیداد روز تازی ہے	غم پرانا نہیں رہا اپنا
عشق ہیں شعلہ خو حسینوں کے	دل جلانا نہیں رہا اپنا

اب اشارے پہ تیغ ابرو کے — سر کٹانا نہیں رہا اپنا
گالیاں سنکے بدزبانوں کی — مسکرانا نہیں رہا اپنا
اچھی صورت کو دیکھکر دلمیں — لوٹ جانا نہیں رہا اپنا
کو بکو جستجوے جاناں میں — خاک اڑانا نہیں رہا اپنا
دایم الصوم ہو گئے جب سے — پینا کھانا نہیں رہا اپنا
انکی محفل میں روز پی کر جو — رنگ لانا نہیں رہا اپنا

۲۳	سچ تو یہ ہے کہ عشق پیری میں کوئی بانا نہیں رہا اپنا	۹۲

نام شراب سنتے ہی ایسا بہک گیا — جو منہ کو آیا واعظ کم ظرف بک گیا
اچھا ہوا جو چھین لیا مرے صبر و شکیب کو — بیداد کرتے کرتے ستمگار تھک گیا
قسمت کی گرہ ہی نے نہ رکھا کہیں کا ہائے — جو میرا رہنما تھا وہی خود بھٹک گیا
جاتا ہے یونہیں تو نالہ مرا آسمان تک — کیا فائدہ نہ اسکے کبھی کان تک گیا
خالی عدو کے ساتھ کئے اسنے اتنے جام — پیمانہ میری عمر کا آخر چھلک گیا
گردش کی آسمان نے مری حسب مدعا — رتی ہوئی بلند ستارا چمک گیا
جوش جنوں میں کام نہ کچھ آئی احتیاط — بے اختیار ہاتھ گریبان تک گیا
اپنے دو روزہ رنگ پہ پھولا یہ اسقدر — سو سو جگہ سے پیرہن گل مسک گیا
کیا شور بخت ہوں کہ تھی مرہم کی جس سے آس — آخر نمک وہ زخم جگر پر چھڑک گیا
سوز جگر سے خون یہ ہم روئے روز ہجر — انگارہ بنکے آنکھ کا ڈھیلا دہک گیا
شیریں کا حسن پڑ گیا پھیکا حضور یار — لیلیٰ کے منہ پہ تھا جو ذرا سا نمک گیا
انسان کیلئے ہی بڑی پردہ پوش خاک — یہ چھپ گیا جو خاک میں ہر عیب ڈھک گیا
اس گل سے اپنا عشق جتایا عدو نے بھی — کچھ دن یہ زاغ صورت بلبل چہک گیا

ہمنے جان عشق میں آخر کو دے ہی دی — اے بدگماں اب تو ترے دل سے شک گیا
اللہ رے جوش گریہ حرماں شب فراق — دریا بنا جو آنکھ سے آنسو ٹپک گیا
مقتل میں غیر کیوں نظر آتا نہیں ہے آج — کیا امتحان کا نام سُنا جو کھسک گیا
آیا نہ وعدہ کرکے بھی وہ بدگماں آج — کیا جانے کس خیال سے وہ دلمیں کھٹک گیا
صیاد کا یہ خوف ہے بلبل کے ہوش اُڑے — گلزار میں اگر کوئی پتا کھڑک گیا
بجلی سی ایک کوند گئی اپنی آنکھ میں — گوشہ نقاب یار کا جب کچھ سرک گیا
پھرتا ہوں کوچہ کوچہ جو وحشی بنا ہوا — کیا جانے کس پری سے مرا دل اٹک گیا
مضموں نہ اس دہان و کمر کا ملا کوئی — پائے خیال اپنا تگ و دو میں تھک گیا
اے گل جو تیرا عارض رنگیں نظر پڑا — مرغ نگاہ صورت بلبل پھڑک گیا
کہئے تو ہاتھا پائی کسی سے ہوئی کہیں — یا خود بخود ہی آپکا دامن مسک گیا
یہ سچ ہے ہر کمال کو آخر زوال ہے — پختہ ہوا ثمر تو شجر سے ٹپک گیا
لپٹا لیا خیال میں اس گل کو جب کبھی — داماں شوق پھولوں سے بسکر مہک گیا
ہر چند ہمنے ضبط کیا ان کے سامنے — بے اختیار آنکھ سے آنسو ٹپک گیا
کبتک نہ بدزبانی دشمن کا دوں جواب — میرا تو سنتے سنتے کلیجا ہی پک گیا
شیشہ کا کاگ کھلتے ہی وجد آیا شیخ کو — کم ظرف کسقدر تھا کہ بو پر بہک گیا
پہنچا دیا فلک پہ مجھے مہر یار نے — ہم رنگ آفتاب یہ ذرہ چمک گیا
شور آب اشک سے ہوئی کیا تیز دل کی آگ — چنگاری شعلہ بنگئی شعلہ بھڑک گیا
اس گل نے کی جو ناز سے گلشن میں کوئی بات — سمجھا یہ بلبلوں نے کہ غنچہ چٹک گیا

۹۳

حاصل ہوا قبول یہ فیض ضیا سے عشق
جسنے سنا کلام ہمارا پھڑک گیا

دلسے جاتی نہیں ساقی ہوس جام شراب
لاکھ پیتا رہوں میں جام پہ جام شراب

جوش مستی میں کہیں سے وہ کہیں جاتا ہے
جسکے قابو میں ہے ایدل وہ ہوس جام شراب

حرمت دختر رز حق ہے مشرب میں مرے
ہے وضو منع سمجھتا ہوں ہوس جام شراب

روح بھی تن سے اگر میری نکل جائیگی
دلسے جائیگی نہ ہرگز ہوس جام شراب

سب سے پہلے سر کوثر ہمیں لیجائیگی
حشر کے روز ہماری ہوس جام شراب

بیٹھ سے پاؤں نکالیں سر محفل حضرت
تالب شیخ جو ہو دسترس جام شراب

مے نہیں ملتی جو عسرت میں بلانوش تمکو
خون دل پیتے ہیں وقت ہوس جام شراب

جیتے جی ہاتھ سے چھوٹیگا نہ میرے ساغر
جان جائیگی دم بازپس جام شراب

مجکو معلوم ہے ساقی مری دریا نوشی
خم پہ خم لاکے پلا جام پس جام شراب

محتسب دست درازی کی نہ جرأت کرتا
ہوتا ساقی جو کوئی دادرس جام شراب

حسرت مے میں پئے گھونٹ لہو کے ہمنے
لب چبائے عوض نقل پس جام شراب

کیوں نہ یہ اسکے اشاروں پہ چلے رہتی ہے
دست ساقی میں عنان فرس جام شراب

ق

میں ہوں وہ رند پس مرگ بھی سمجھانے سے
جانے دیگی نہ کہیں بھی ہوس جام شراب

جسم کی جال سے چھوٹے بھی اگر طایر روح
پھنس کے رہجائے درون قفس جام شراب

اس کف خاک کی تقدیر کا اللہ رے عروج
تالب یار ہوئی دسترس جام شراب

بزم رنداں سے نکلوائے گئے یوں زاہد
دور کردیتے ہیں جیسے مگس جام شراب

بعد مردن بھی نہ چھوٹیگا یہ چسکا مجھے
ساتھ لیجاؤنگا دلمیں ہوس جام شراب

پاس میخوار نکے ہے بال ہما سے بڑھکر
وقعت سایہ بال مگس جام شراب

٩٥	اس سے بڑھ کر نہیں نادان جو میخانے میں آکے اے عشق کرے پیش وہیں جام شراب	١٦

چہرے میں آپکے ہیں جو آثار آفتاب	ہم بھی ہیں مثل ذرہ پرستار آفتاب
اندیشہ تیرگی لحد کا نہیں کوئی	لونگا جگر کے داغ سے میں کار آفتاب
دیکھا جو آنکھ اٹھا کے چکا چوند ہو گئی	اس روئے پرضیا میں ہیں انوار آفتاب
دیکھا جو اسکے روئے مخطط کی یاد میں	سمجھا کرن کو میں خط رخسار آفتاب
پرتو پڑے جو عارض تابان یار کا	ہو جائے سرد گرمی بازار آفتاب
قائل نہ کیوں عدو ہو مرے دل کے داغ کا	کرتا نہیں ہے کو بھی انکار آفتاب
الٹے نقاب وہ رخ پرنور سے اگر	ہو وقت شب کسی کو نہ انکار آفتاب
بوسوں کو بھی ترستے ہیں عشاق الفلک	رخسار یار ہو گیا رخسار آفتاب
طالب جو تھا ترا وہ شب ہجر ہو گیا	اے مہر جان طالب دیدار آفتاب
یہ کیا چمک کے برق کی صورت نکل گیا	اے شوخ تجکو چاہیئے رفتار آفتاب
ہر طرح چاہتا ہے بدلنے کو آسمان	سکہ سے میرے داغ کے دینار آفتاب
مشتاق روئے یار تو نکلے ہزار ہا	نکلا نہ کوئی تشنہ دیدار آفتاب
رفعت کو بام یار کی جب دیکھتا ہے یہ	گرتی ہے آکے پاؤں میں دستار آفتاب
آثار روز حشر سے عاشق کو کم نہیں	صبح شب وصال بھی آثار آفتاب
اے شوخ کوچہ گردیوں سے تجکو واسطہ	گردش یہ روز کی ہے سزاوار آفتاب

٩٦	مطلع سے کیوں طلوع نہ مضمون نو رہو اے عشق اس غزل میں ہے تکرار آفتاب	١٢

کس رشک ماہ کا ہے خریدار آفتاب	پھرتا ہے روز کیوں سر بازار آفتاب

اس آسمان حسن کے ہیں دونوں زرخرید
مہتاب ہے غلام پرستار آفتاب

اس روئے تابناک کا جس پر پڑا ہے عکس
بے شبہ ہے وہ روزن دیوار آفتاب

کیا اس سے تیرے عارض تاباں کو دوں مثال
منہ دھونے کا ہے طشت طلا کار آفتاب

کثرت ہے آفتوں کی بلاؤں کا ہے ہجوم
کیا پائے روز ہجر مرے یار آفتاب

شب زلف خال نجم ہے ابرو ہلال ہے
سیمائے یار صبح ہے رخسار آفتاب

چلنے دے پھر فلک کی نہ اے فتنہ جہاں
سیکھے جو تجھ سے شوخی رفتار آفتاب

تیرے کمال حسن کو اے شوخ دیکھکر
کرتا ہے اپنے نقص کا اقرار آفتاب

تاب جمال مانع دیدار یار ہے
گویا ہے درمیان میں دیوار آفتاب

گردوں نثار پرتو رخسار یار کرد
درکف گرداشت صورت دینار آفتاب

روکش شود زماہ من اے آسماں اگر
افتد زبام طشت طلا کار آفتاب

۹۷

واقف مرے فروغ سے اے عشق ہو اگر
لے دوں کی نہ چرخ پہ زنہار آفتاب

۱۷

پرتو فگن ہو جو وہ مہ رو مثال آفتاب
آنکھ سے ذرونکے گر جائے جمال آفتاب

رخ ترا چمکے چمن میں گر مثال آفتاب
پھر نہو سورج مکھی محو جمال آفتاب

دیکھنے ہی کیلئے ہے پیار کے قابل نہیں
کیا کرے لیکر کوئی حسن جمال آفتاب

میرے داغ دل کی لائیگا کہاں سے آب و تاب
زرد ہے بدرنگ ہے ناقص ہے لال آفتاب

تو بھی مہر حسن ہے ذرہ نوازی شرط ہے
کوئی پرتو خاکساروں پر مثال آفتاب

محو آرائش ہے کوئی اور ہیں سکتے میں ہم
آئینہ میں جلوہ گر ہیں خط و خال آفتاب

اے فلک وہ خاکساران محبت کی ہے خاک
جسکے ذروں کو نہیں شوق وصال آفتاب

ہیں نہ اسکے گیسو و ابرو نہ چشم و خال و خط
کونسی صورت پہ چمکا پھر جمال آفتاب

کیوں نہو پیری میں تجکو شوق آب آتشیں
موسم سرما میں ہوتا ہے خیال آفتاب

شہ جڑے ہیں لے بت جو تیرے عارض پر نقو
حوصلہ کیا ماہ کا ہے کیا مجال آفتاب

کیا غبار خاطر اغیار سے میرا زیان
خاک ڈالے سے نہیں چھپتا کمال آفتاب

زرد روئی اسکی تیرے روئے روشن کے حضور
ہوگئی بیشک دلیل انفعال آفتاب

کور بنکر صورت خفاش حاسد چھپ گیا
نام میرا جب ہوا روشن مثال آفتاب

ماہ نو کا چاہیئے کاسہ مجھے اے آسمان
ساقی عالی نظر سے ہے سوال آفتاب

خاکساران محبت سے چھپیگا تو کہاں
ذرے ذرے سے وہاں روشن ہے حال آفتاب

خط شبگوں سے صفائے صبح رخ جاتی رہی
شب کے آنے سے ہوا زائل جمال آفتاب

٩٨	شد ز فیض سجدہاے آستان مہ رخان عشق پر داغ جبینم احتمال آفتاب	١٨

کہاں ہے بادہ کوثر میں نکہت بوئے شراب
کدھر ہے آگے تو تسنیم روبروئے شراب

خدا کرے نہو زاہد کو آرزوئے شراب
یہ مثل آب بہاری کا آبروئے شراب

وہ آنکھ ہی نہیں ساقی نہو جو سوئے شراب
نہیں وہ دل نہو جس دل میں آرزوئے شراب

مرا منہ سر کو نہ آرزوئے شراب
شد است خضر رہ خلد جستجوئے شراب

وہ تر دماغ ہیں اے شیخ خشک بادہ گسار
ہزار کوس سے آتی ہے انکو بوئے شراب

نشے میں خوب یہ مضمون دور کا سوجھا
پیالہ ہے مہ نو آسمان سبوئے شراب

دعائیں دینگی ہزاروں کلال کو مری روح
بنائیگا جو مری خاک سے سبوئے شراب

خدا نے دی ہے عجب طرح کی کشش اسکو
کہ کھنچ کے جاتے ہیں دل اپنے آپ سوئے شراب

وہ شور بخت ہوں میخانۂ جہاں میں میں
نشہ ہرن ہوا دیکھا کبھی جو سوئے شراب

فراق ساقی خوش چشم میں ہوئی ہے رواں
بجائے اشک مری چشم تر سے جوئے شراب

وہ بادہ خوار سیہ مست ہوں کہ بعد فنا — مرے مزار سے آتی رہیگی بوئے شراب
برا ہو محتسب رو سیاہ کا یا رب — اتار دی اسنے سر زیم آبروئے شراب
کہاں کا شیشہ صراحی کدھر کی کیسا جام — لگا دے منہ سے مرے ساقیا سبوئے شراب
بجائے وعظ سنا کیجے قلقل مینا — بیان شیخ سے بڑھکر ہے گفتگوئے شراب
ہوس کباب کی کردیگی میرے دلکو کباب — لہو رلائیگی حسرت میں آرزوئے شراب
ستائیگی جو سر حشر ہم کو تشنہ لبی — یہ لطف ساقی کوثر پیے گی جوئے شراب
ابھی تو وا ہے مری آنکھ مثل ساغر مے — چلا تو لیکے کدھر ساقیا سبوئے شراب

١٣	عجیب عشق ریاکار تیرا مشرب ہے کہ توبہ لب پہ ہے دلمیں ہے آرزوئے شراب	٩٩

بلبل کا فصل گل میں کیا آشیاں خراب — صیاد بد نہاد کا ہو خانماں خراب
یوں میں بچھڑ کے اس سے ہوا خانماں خراب — جیسے غبار راہ پس کارواں خراب
خانہ خراب اس بت آوارہ نے کیا — اپنے مکان سے مجھے تا لامکاں خراب
کہتا ہیں سگان کوچہ دلبر نے شکر ہے — بعد فنا ہوئیں نہ مری ہڈیاں خراب
کیا اوس نگہ کی ہے جسپر ہزار حیف — بلبل کے پر ہیں صورت برگ خزاں خراب
ہم دل جلے بلا کے ہیں کیا اسکی کائنات — اک آہ میں ہو گنبد ہفت آسماں خراب
اسواسطے ہے نالۂ عشاق نارسا — تا سقف عرش کو نکرے یہ دھواں خراب
کہتا ہے چارہ گر یہی کہ اچھے نہیں ہیں طور — حال مریض عشق ہے اب مرجاں خراب
ہیں یہ سگان کوچہ جاناں کے واسطے — اے غم گھلا گھلا کے نکر استخواں خراب
مجھ جبہ سا کو اسنے یہ اچھا صلا دیا — کہتا ہے ہفت گھس کے ہوا آستاں خراب
اے فتنہ گر خرام ہے تیرا خرام حشر — ہر نقش پا سے کیوں نہو نقش جہاں خراب

قاصد کا کچھہ پتا ہی نہیں کس سے پوچھیے
کیا جانے پھر رہا ہے کہاں سے کہاں خراب

۱۰۰	اے عشق تجکو ڈھونڈھنے جائے کوئی کہاں تیرا کہیں پتا بھی ہے اے خانماں خراب	۱۲

عاشقوں کو ہے اسکی پروا کب — جان جائے رہے نہیں مطلب
کل سویرے ہی سے چلے جاتا — اور رہ جاؤ آج شب کی شب
مجھسے روٹھا ہے دل منا لو اسے — تم کو آتے ہیں دلبری کے ڈھب
دوستا ایدل نہیں کسی کا کوئی — اپنے مطلب کے آشنا ہیں سب
دل ناداں نہ بات کہو اپنی — وہ ثنا کرتے ہیں کسی کی کب
بے بلائے بھی دوڑے آتے ہیں — انکو مطلب کی سوجھتی ہے جب
پہنچے اس بت کے پانو تک سر عجز — دست رس یہ نصیب ہو یارب
صورت شمع بزم عالم میں — اور مہمان ہوں میرا آجکی شب
حشر میں حشر کیوں نہ ہو برپا — تیری آمد کے منتظر ہیں سب
دل چرانے کے تیری چتون کو — کیسے پہلو ہیں یاد کیسے ڈھب
تھا تبسم نسیم کا جو تکا — اس گل تر کے ہل گئے کچھ لب

۱۰۱	پاک ہے اس کا دل خدا کی قسم ہے تو رندانہ عشق کا مشرب	۱۴

لوٹتا ہوں ادہر ادہر بیتاب — ہجر کی شب ہوں کسقدر بیتاب
خط میں لکھی جو دل کی بے چینی — ہو گیا مرغ نامہ بر بیتاب
ہو گئے ایک عشق کے ہاتھوں — ہم ادہر اور وہ ادہر بیتاب
صبر کا نام سن کے ناصح سے — ہو گیا میں زیادہ تر بیتاب

تیرے وعدے نے حشر ہی ڈہایا — شام سے تہا میں تا سحر بیتاب

شوق دیدار ہی قیامت ہے — صورت دل ہے ہر نظر بیتاب

عشق میں صبر ہی ہے ایدل شرط — کوئی ہوتا ہے اسقدر بیتاب

خوب تاثیر درد دل سے کی — مجھسے بڑھکر ہے چارہ گر بیتاب

مجھکو کرتی ہے اور روز غم — میری فریاد بے اثر بیتاب

دم نکلتا ہے ٹھیرو کوئی دم — جاؤ مجھکو نہ چھوڑ کر بیتاب

حشر ڈہاے نہ دلکی بے چینی — اسکو اے یار تو نکر بیتاب

وعدۂ حشر دور ہے ایدل — ہو ابھی سے نہ اسقدر بیتاب

کیسی تسکین ہیں تو اور سوا — ہو گیا اس کو دیکھکر بیتاب

۱۰۲	آئے گا وہ ضرور آئے گا عشق ہو تو نہ اسقدر بیتاب	۱۹

خم کے صدقے ہیں پلا دے ایک دو ساغر شراب
ساقیا دیں گے دعائیں تجکو ہم پیکر شراب

پھر بہار آئی ہے پھر کھنچنے لگی گھر گھر شراب
بادہ کش پھر مستیاں کرنے لگے پیکر شراب

ہاتھ آئے گی طفیل ساقی کوثر شراب
حوض کوثر پہ پئیں گے خوب ہم چک کر شراب

عسرت عالم کے ہاتھوں ہو گیا نشہ ہرن
اب دوا کو بھی نہیں ملتی ہے چلو بھر شراب

بہکی بہکی باتیں رندوں سے نہیں بیوجہ آج

حضرتِ واعظ کہیں سے آئے ہیں پیکرِ شراب
اسکی خوبی اسکی کیفیت کہوں میں تجھ سے کیا
تو نے دیکھی ہی نہیں ہے زاہدا کبھی پی کر شراب

وصل کا اٹھتا مزہ ہوتا اگر دشمن نہ ساتھ
بیخود و بدمست وہ آیا تو تھا پی کر شراب

خم کا خم منہ سے لگا دے رند دریا نوش ہوں
کیا کروں گا لیکے ساقی ایک دو ساغر شراب

ہے مغاں بادہ کش کا آج کل یہ حکم عام
طفل کو پلوائے بدلے شیر کے مادر شراب

پیتے پیتے پڑ گئی ہے اس کی عادت ایسی کچھ
خون دل پیتا ہوں میں ملتی نہیں ہے گر شراب

میکدے میں یاد آتی ہیں جفائیں اسکی جب
محتسب کو گالیاں دیتا ہوں پی پیکر شراب

دیکھئے کس کس کا دل پھر گزک بریاں کرے
منہ لگی ہے اس بت سفاک کے کافر شراب

کچھ خمارے سے اے ساقی نہیں دوران سر
کہا رہی ہے کاسہ سر میں مرے چکر شراب

کشتی مے سے کنارہ کش ہے کیوں اے شیخ تو
کیا ڈبو دے گی تجھے یہ ایک چلو بھر شراب

کیا تنک ظرفی سے ہے کمبخت کی مٹی پلید

شیخ کو آلو بنا دیتی ہے چلو بھر شراب

اپنی عالی ہمتی کی بات اے ساقی نہ کہہ
ہم بلانوشوں کو دیکر ایک دو ساغر شراب

کیوں نہ رکھیں شاہد پردہ نشیں ہم اسکا نام
خم کے اندر رہتی ہے یا شیشہ کے اندر شراب

نار دوزخ سے بچالے گی مجھے تر دامنی
صاف دہو دے گی مرے اعمال کا دفتر شراب

غم نہ کھا اے عشق اپنی تشنہ کامی کا ذرا
دیں گے تجکو حشر کے دن ساقی کوثر شراب

۱۹	ردیف باے فارسی	۱۰۳

رشک پری ہیں غیرت غلمان و حور آپ
کیا آنکھ کھولیں سراپا ہیں نور آپ

اسطرح ہمسے رہتے ہیں کیوں دور دور آپ
سمجھے ہیں کیا جو کرتے ہیں اتنا غرور آپ

ٹھرائیے ہمیں کو نہ ملزم جناب شیخ
ہم عاشق صنم ہیں تو شیدائے حور آپ

بیہوش ہوتی صورت موسی تمام خلق
پر تو فگن جو ہوتے سر کوہ طور آپ

آبحیات خضر مبارک تمہیں کو ہو
ہم بادۂ فنا کے ہیں نشہ سے چور آپ

اے شیخ اسکی ذات رحیم و کریم ہے
ہو جائینگے معاف ہمارے قصور آپ

بندہ نواز ہم کو نہ جرأت دلائیے
پھردو معاف کرکے عدو کا قصور آپ

ہم زندہ دفن ہوتے اگر جانتے یہ بات
آئینگے پھر فاتحہ سوئے قبور آپ

ناپائدار حسن ہے دو دنکا ہے شباب
کرتے ہیں کس گھمنڈ پر اتنا غرور آپ

یہ وعظ و پند حضرت ناصح فضول ہے
پاتے ہیں میری عقل میں بھی کیا قصور آپ

عشق و وفا میں شہرۂ آفاق ہم بھی ہیں
اچھا ہوا کہ بھول گئے وعدہ رات کا
پھندے سے عشق کے مجھے یہ کیا چھڑائیگا
بجلی نہ میرے خرمن دل پر گرائیے
شایاں رحم کوں ہے کہئے جناب شیخ
دو گے سزائے بوسۂ چشم اور مجکو کیا
نادان نہیں کروں میں جو جنت کی آرزو
ہے ایک میرا آپکا مشرب جناب شیخ

مشہور حسن میں ہیں اگر دور دور آپ
آتے تو ساتھ لاتے عدو کو ضرور آپ
اسمیں پھنسا ہوا ہے دل ناصبور آپ
معلوم ہے کہ ہیں شرر شمع طور آپ
سرتا بپا گناہ ہوں میں بے قصور آپ
زخموں سے تیغ ناز کے ہوں چور چور آپ
گھر آپ کا ہے خلد بریں اور حور آپ
میں مست ہوں بادۂ عرفاں سے چور کیا

۱۰۴	جس دن اٹھے جنازۂ عشق و وفا پرست کندھا نہ دیں نہ دیں مگر آئیں ضرور آپ	۱۲

گلشن حسن سے بڑھکر نہیں گلزار کا روپ
کھب گیا آنکھوں میں کچھ ایسا مرے یار کا روپ
خط نکلنے سے بھی بگڑا نہ مرے یار کا روپ
جلوہ گر ہے جو ترے رخ کی تجلی سر بام
خار ہیں گل کی جگہ چمن میں بلبل کے عوض
باغ عالم میں نہیں خار سے خالی کوئی گل
ٹوٹ جائے نہ کہیں رشتۂ جاں عاشق
خار ہر پھول ہے ہر برگ ہے دست افسوس
حال ایوان جناب شیخ سے سنکر اے حور
بیٹھ کر مجمع رنداں میں نہ آئے واعظ

لالہ و گل میں کہاں ہے ترے رخسار کا روپ
گھر گیا نظروں میں ہر شوخ طرحدار کا روپ
نشان رخ ہے وہی اب تک وہی رخسار کا روپ
جلوۂ طور کو شرماتا ہے دیوار کا روپ
کیا سے کیا جادہ دنیا میں ہوا گلزار کا روپ
بگڑے ہے کیوں خط کے نمو سے ترے رخسار کا روپ
قہر ہے دوش پہ لے بت ترے زنار کا روپ
دیکھئے چشم حقیقت سے جو گلزار کا روپ
پھر گیا آنکھوں میں تیرے در و دیوار کا روپ
یہ بگاڑینگے ترے جبہ و دستار کا روپ

آئیگا شوخیوں کا زنگ کہاں سے انہیں / حوریں جنت کی بھریں لاکھ مرے یار کا روپ

۱۰۵	قابل دید ہے اے عشق ہمارا تن زار گل تر کی ہے نزاکت کمر یار کا روپ	۱۷

آگاہ حسن کے جو نہیں ہیں اثر سے آپ / آئینہ دیکھئے کبھی میری نظر سے آپ

مانا کہ ضد سے میری نہ نکلیں گے گھر سے آپ / محشر کے روز آئینگے آخر کدھر سے آپ

ہوتا ہے سرشک غم میں ہمارے اگر اثر / ہر قطرہ کو سمجھتے زیادہ گہر سے آپ

ہے روز بھی ہوا شب غم کی طرح سیاہ / کیا فائدہ جو بڑھ گئے ہیں شمس و قمر سے آپ

مٹتے ہیں مثل نقش قدم رہروان شوق / دامنکشاں گذرتے ہیں جب رہگذر سے آپ

احسان چشم شوق کا مانوں نہ کس طرح / آتے ہیں میرے دل میں اسی رہگذر سے آپ

احسان ہو سکیگا گوارا نہیں اسے / ہے احتراز میری دعا کو اثر سے آپ

رہ رہکے دلسے پوچھ رہا ہوں کسی کا حال / حالانکہ بیخبر ہو نہیں اپنی خبر سے آپ

ذلت پسند ننگ گوارا ستم قبول / اٹھوائیے مجھے نہ کبھی اپنے در سے آپ

سر پھوڑنے کی ملتی ہمیں داد کچھ نہ کچھ / در پر جو آ کے دیکھتے اپنی نظر سے آپ

بے سوچے باندھیے نہ کمر قتل عام پر / واقف نہیں نزاکت موئے کمر سے آپ

ہے نقش دل کے آئینہ پر حسن دلفریب / گو دیکھنے کو دور ہیں میری نظر سے آپ

ٹل جائیگا زمانہ ملیں گے نہ ہم کبھی / ٹالیں ہزار وعدۂ شام و سحر سے آپ

ہے شش جہت میں غل رخ باآب و تاب کا / روشن ہزار درجہ ہیں شمس و قمر سے آپ

فریاد بوالہوس بھی نہ بیکار جائے پھر / واقف اگر ہوں میری فغاں کے اثر سے آپ

فریاد سے مچائینگے اک شور ہم بھی روز / اچھا ہے باز آئیں نہ گر اپنے شر سے آپ

۱۰۶	لازم ہے عاشقی میں میاں عشق صبر بھی	۲۲

یہ کیا بہت لوٹتے ہیں جو دردِ جگر سے آپ

کہیں ہیں پیش نہ فرمائیے آپ — دل یہ موجود ہے لیجائیے آپ

اپنی محفل سے مجھے اٹھوا کر — بیٹھے بیٹھے نہ غضب ڈھائیے آپ

لطف برباد ہوا جاتا ہے — وصل میں اتنے نہ شرمائیے آپ

کبتلک انکار کہا تک یہ نہیں — مہربان آج تو منجائیے آپ

جان آئی ہے لبوں پہ میری — ابتو بوسہ کوئی دے جائیے آپ

ہے جو آنے میں نزاکت مانع — اپنے گھر ہی مجھے بلوائیے آپ

جان طلب کیسے ہے بیمارِ وفا — اس کا چارہ کبھی فرمائیے آپ

میرے مرنے میں کچھ اب دیر نہیں — دم کی دم اور ٹھہر جائیے آپ

غیر کے گھر سے ملا ہے مرا گھر — اس طرف بھی کبھی آجائیے آپ

میں نے ان سے جو کہا مرتا ہوں — بولے اچھا تو ہے مرجائیے آپ

چپ ہیں کیوں سنکے سوالِ بوسہ — ہاں نہیں کچھ بھی تو فرمائیے آپ

ہم بھی دنیا سے سفر کرتے ہیں — جانا ہے آپکو گھر جائیے آپ

وصل کا وعدہ جو منظور نہیں — صاف انکار ہی فرمائیے آپ

کیا بلا ہوں جو لپٹ جاؤنگا — دیکھکر مجھکو نہ گھبرائیے آپ

ایسی کیا جلدی ہے گھر جانیکی — رات کی رات تو رہ جائیے آپ

چھیڑکر میرے دلِ مضطر کو — جان پر قہر نہ برسائیے آپ

حسرتِ قتل میں رکھکر مجھکو — ذبح سے پہلے نہ تڑپائیے آپ

غیر کو دے کے جگہ پہلو میں — مجھکو محفل سے نہ اٹھوائیے آپ

کیسی ہوتی ہے عنایت کی نظر — اک نظر ہمکو دکھا جائیے آپ

زہر مینا بھی گوارا ہے ہمیں
اپنے ہاتوں سے جو بلوایئے آپ

آپکا گھر ہے ہمارا گھر بھی
جیمیں جب آئے چلے آیئے آپ

مدح خوان لب شیریں ہے عشق
شیرینی کچھ اسے کھلوایئے آپ

۱۰۷ ردیف تائے قرشت ۱۷

رونق فزود میکدہ ہے شیخ دیں پرست
توبہ ہے ایسے شخص کی توبہ ہوئی شکست

اٹھونگا روز حشر بھی سرشار اور مست
لائیگا تازہ رنگ خمار مئے الست

مجھکو نہیں ہے خواہش قصر زمردین
یارب نصیب خلد میں ہو کوئی دار الست

ایام ہجر ہوں کہ زمانہ وصال کا
ہر دور میں شراب محبت سے ہوں میں مست

بیفکر مجھکو میرے توکل نے کر دیا
کچھ رنج نیست کا ہے نہ ہے ابتہاج ہست

دیکھے سمند وحشت دلکی جو ترکتاز
صحرا میں بھولے آہوئے وحشی بھی اپنی جست

انسان کیا نہیں ہے فرشتوں کا بھی گذر
کوچے میں اسکے آجکل ایسا ہے بند و بست

اللہ رے فیض ابر بہاری کہ شیخ بھی
بے مے پیئے ہی جھوم رہا ہے برنگ مست

ہونا گوار خاطر انسان نہ کیوں کبھی
مچھلی کو بھی نہیں ہے سمندر میں تاب شست

اب اٹھ گئے وہاں کے ادب قاعدے تمام
محفلمیں انکی ہر کس و ناکس کی ہے نشست

دامن بچاکے جا نہ سکا قاتل شریر
آخر لہو سے ہو گئے آلودہ جیب و دست

پیر مغاں چھپاتا ہے کیوں محتسب سے تو
ایسی کہاں کی دختر رز ہے یہ گھر گرست

کیونکر بچاؤں ہاتھ سے اسکے میں نقد دل
دزد حنا ہے ایک ہی چالاک تیز دست

آپ اپنے حسن صاف کا ہے محو دیکھئے
آئینہ نے بنایا ہے اس بت کو خود پرست

ہیہات اپنے ہاتھ وہ آکر نکل گیا
میں سرخرو ہوا تو وہ غیرت سے کٹ گیا

کیونکر نہ کاٹیئے دانتوں سے پشت دست
مقتل میں میری فتح عدو کی ہوئی شکست

۱۰۸	رکھیو پاؤں دیکھ بھال کے راہِ وفا میں عشق سالک کو ہے ضرور خیال بلند و پست	۱۲

اس دہن کی نہ کچھ بن آئی بات
شاعروں نے بہت بتائی بات

منہ ہی منہ میں چبا کے رہ گئے وہ
جیسے کب چکھی تھی مٹھائی بات

درد دل کچھ نہ کہہ سکا ان سے
ضعف سے تا بلب نہ آئی بات

نکتہ چینی سے نکتہ چینوں نے
دہن یار کی بڑھائی بات

مفت کی گر ملے ابھی پی لیں
شیخ جی کی ہے پارسائی بات

خوف افشا سے اپنے لب کو بھی
ہمنے جی کی نہ کچھ بتائی بات

ظرف لازم ہے میخوری کے لئے
لب ساغر کی مجکو بھائی بات

ذکر جنت نہ چھیڑ اے واعظ
ہے یہ اپنی سنی سنائی بات

پاس اس شوخ عربدہ جو کے
کھیل جھگڑا ہے اور لڑائی بات

غیر کے نام سے پیام دیا
کوئی مجھسے نہ جب بن آئی بات

غیر کی بات ہو گئی جھوٹی
یار سچے ہوئے بن آئی بات

۱۰۹	فیض اصلاح داغ سے اے عشق شاعری میں یہ تو نے پائی بات	۱۸

مائل ظلم جو ہیں شوخ پریزاد بہت
ڈھونڈتی پھرتی ہے تاثیر کو فریاد بہت

بند زنجیر میں کس کسکو کرے گا حداد
تیرے دیوانے ہیں لے شوخ پریزاد بہت

جیسا جوش جنوں فیض قدم سے تیرے
میرا ویرانۂ دل ہو گیا آباد بہت

اے اہل تو کوئی معشوق پریزاد نہیں
عاشقی ہوتی اگر سہل تو ہوتے پیدا
رنگ لائے نہ کہیں نغمہ سرائی تیری
ایسا جانباز کوئی پھر نہیں ملنے کا اسے
تجکو اے شوخ جو آنا نہیں منظور تو پھر
مرگیا پھوڑ کے سر اٹھ نہ سکا اس سے یہ بوجھ
تجھیں جو بات ہے وہ اور میں اے شوخ کہاں
کس لئے ہو کسی دلدار کے چھٹنے کا ملال
غیر کی پیش نہ جائیگی شرارت کوئی
آفت عشق سے بڑھکر نہیں آفت کوئی
جھوٹ ہی کیوں نہو جب کرتے ہیں وہ عدہ وصل
گر پڑے سر پہ نہ اے اہل زمیں سقف فلک
نام بدنام ہے گردوں جفا پیشہ کا
کوئی حاجت نہیں آرائش گوناگوں کی

کیوں شب ہجر پھر آتی ہے مجھے یاد بہت
قیس و نل سیکڑوں اور وامق و فرہاد بہت
مرغ بستاں ہیں تری گھات میں صیاد بہت
قتل کرکے مجھے پچھتائیگا جلاد بہت
کیوں ستاتی ہے مجھے آکے تری یاد بہت
دل کا کچا تھا محبت میں جو فرہاد بہت
حور وش یوں تو ہزاروں ہیں پریزاد بہت
دل سلامت ہے تو معشوق پریزاد بہت
میرے دیکھے ہوئے ہیں ایسے تو آزاد بہت
حضرت دل یہ بری ہوتی ہے افتاد بہت
ہو لیجاتا ہے خوشی سے دل ناشاد بہت
اگلے وقتوں کا ہے بوسیدہ ہے بنیاد بہت
ظلم تو دور میں تیرے ہوئے ایجاد بہت
تجکو اے بت ہے ترا حسن خداداد بہت

١١٠	عشق اب وادئ غربت سے پھر سوئے وطن کرتے ہونگے تمہیں سب اہل وطن یاد بہت	٢٧

آگیا ہے جست کرتی ہنسی پیرہن درست
وعدہ ہو تیرا کیا بت پیماں شکن درست
آئی بہار ہو گیا سارا چمن درست
پتھر کے کاٹنے کو نہیں کہتے عاشقی

کیا جانے زینوں سے ہے وہ گلبدن درست
ملتا نہیں کسی کو نشان دہن درست
لیکن ہوئی نہ نرگس بیمار تند رست
تجھ سے نہو گا کام یہ اے کوہکن درست

کیا خاک ہو بتوں کی پرستش سے فائدہ
رکھیے نہ اعتقاد اگر برہمن درست

مشاطہ بہار نے کیں دستکاریاں
بن ٹھن کے پھر ہوئی ہے عروس چمن درست

یوں ہونیکو ہوا کیئے وعدے ہزارہا
نکلا مگر نہ وقت پر انکا سخن درست

ٹھہرا دیا کفن کو شہیدوں نے ناپسند
آیا نہ انکے جسم میں یہ پیرہن درست

بے سود چارہ گری کی ہیں سب چارہ سازیاں
ہوگا کبھی نہ عشق کا بیمار تن درست

میرا بیان صحیح تھا کہ دشمن کی گفتگو
کیوں کسکا امتحان میں نکلا سخن درست

ہے داغہائے دلکی مرے بیخزاں بہار
رہتا ہر ایک فصل میں ہے یہ چمن درست

ہر رنگ سے قبائے ادا و حیا و ناز
بیٹھی ہے تیرے جسم میں اے گلبدن درست

جبتک رہیگا یہ دل آشفتہ اسمیں بند
ہوگی نہ تیری زلف شکن در شکن درست

کیوں دخل دیتی آکے اجل انکے بیچ میں
ہوتا اگر معاملۂ روح و تن درست

ٹوٹے نہ میکدہ میں ترے کوئی جام تک
ساقی شکست سے ہے یہ انجمن درست

دنیا ہے بسوا انکرے اس سے کوئی عقد
اپنے طریق میں نہیں ہرگز یہ زن درست

پتھر کو پوجتا ہے جو معبود جان کر
تیرا اگر دماغ نہیں برہمن درست

نقشہ ہے میرے یارکا یہی نقش دلفریب
گیسو درست عارض و چشم و دہن درست

پھولوں نہیں سماتا ہے شادی سے باغباں
دیکھا ہے فصل گل میں جو رنگ چمن درست

اپنے سوا کسیکو سمجھتے نہیں یہ کچھ
مذہب میں خودپسند و نکھے ہے ما و من درست

تیشہ سے اپنے کاٹکے جوڑا پہاڑ کو
تھا عشق میں جو عزم دل کوہکن درست

چلتا ہے راست بازونسے ٹیڑھا فلک مدام
اس چالباز کا نہیں بالکل چلن درست

عاشق کا اے پری دل صد چاک چاہیے
شانیسے کیا ہو زلف شکن در شکن درست

وہ فصل گل رہی نہ وہ مے نوشیاں رہیں
پھر ہو چلے ہیں زاہد توبہ شکن درست

پہنچا ہوں ایسے حالوں کو وحشت جنوں سے میں | سب پاک ہے کہیں نہیں پیرہن درست
غربت کا پھر تو ہو کے لیتا نہ کوئی نام | ہوتا اگر رہ [illegible] اہل وطن درست

۱۱۱

[illegible]رت سے کر رہے ہو میاں عشق شاعری
آیا مگر نہ آپ کو ابتک [illegible] درست

۱۹

میرے رونے سے یہ بگڑی مرے گھر کی صورت | نہ ہے دیوار کی ویسی نہ ہے در کی صورت
یونہی کہتے ہیں کمر انکی ہے لیکن ہم کو | نظر آئی نہ کبھی تار نظر کی صورت
غم سے ہے خون کوئی رنج سے ٹکڑے کوئی | عجب ہیں حال دل و جگر کی صورت
جب کبھی کوچہ جاناں سے صبا آتی ہے | غنچہ کھلتا نہیں دیکھ کے گل تر کی صورت
کوئی پل اسکے تصور سے نہیں مجکو فراغ | میری آنکھوں میں ہے [illegible] کی صورت
گھر یہ دونوں ہیں تمہارے ہی رہو اور بسو | دل میں ارمان کی آنکھوں میں نظر کی صورت
لخت دل کھاتے ہیں یا خون جگر پیتے ہیں | عاشقی میں ہے یہی اپنے گذر کی صورت
غیر آیا کہ قیامت سر محفل آئی | فتنے برپا ہوئے پیدا ہوئی شر کی صورت
دیکھے دل آپکو الزام نہ لیتا اپنا | [illegible] کی صورت
دیدۂ شوق کو حائل نہیں پردا کوئی | دیکھ لیتا ہے [illegible] کی صورت
نکلے فریاد مری اتنے کھلیں کچھ آنکھیں | دیکھ لی آپ نے کیوں اسکے اثر کی صورت
غیر آتا ہے تو آئے تمہیں ڈر ہی کیا ہے | کیوں اٹھاتے ہو مجھے پردہ در کی صورت
اپنے کوچے میں ٹھیرنے نہ دیا اس بت نے | دیکھی منزل پہ پہنچکر بھی سفر کی صورت
دل مرا مثل کتاں ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے | نظر آتی ہے جو اس [illegible] قمر کی صورت
وصل میں بھی نہ ملی ہجر کے دھڑکے سے نجات | شام سے پھرتی ہے آنکھوں میں سحر کی صورت

چاندنی چھٹکی جو اسے عشق شب ہجر کبھی

۱۱۲	پھر گئی آنکھوں میں اس رشکِ قمر کی صورت	۱۲

عرشِ بریں سے بڑھ گئے ہے رفعت میں بامِ دوست
ممکن نہیں جو پہونچے کوئی تا مقامِ دوست

دیر و حرم میں کچھ بھی نہیں شیخ و برہمن
سچ پوچھیئے تو خانۂ دل ہے مقامِ دوست

ہے دل میں دردِ عشق بھی اس کا خیال بھی
غم کی جگہ کہوں میں اسے یا مقامِ دوست

خدمت کا فخر ہے نہ ہے اپنی وفا پہ ناز
اترا رہا ہوں اس پہ کہ میں ہوں غلامِ دوست

کیا آرزوئے زندگیِ جاوداں کریں
ہم موت کو سمجھتے ہیں وصلِ دوامِ دوست

منعم دبا ہوا ہے تہِ بارِ مال و جاہ
کیونکر اٹھائے ہاتھ پہ بہرِ سلامِ دوست

جن و پری تھے تابعِ فرماں جو اس طرح
کندہ تھا کیا نگینِ سلیماں پہ نامِ دوست

رہتی ہے مجھ کو ظاہر و باطن اسی کی یاد
دل میں خیالِ دوست ہے لب پر ہے نامِ دوست

کیا جانے اسکے وعدہ کا ہوتا ہے کیوں یقین
آیت نہیں حدیث نہیں کچھ کلامِ دوست

ہر دم یہی ہے عاشقِ جاں باز کی دعا

عالم میں سرخرو رہے یارب حسام دوست

آنکھوں میں ہے خیال میں ہے حافظہ میں ہے

وہ ہر جگہ ہے دل ہی نہیں کچھ مقام دوست

۱۱۳ اے عشق میرے کام ہیں سارے ٹھکے ہوئے

دشمن بنا ہے جب سے مدار المہام دوست

تھی مری گفتگو نشے کی بات ۔ اسنے جانا کہ ہے پتے کی بات

بات یارب نہ میری خالی جائے ۔ لاکھ کی ہو یہی ٹکے کی بات

دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے ۔ کیا کہوں شیخ میکدے کی بات

کیا سمجھتا تھا عرض مطلب پر ۔ ہوگی پھانسی مرے گلے کی بات

منہ ادھر لاؤ کان میں کہدوں ۔ یاد آئی ہے اک مزے کی بات

آپ مانیں برا خدا کی شان ۔ میں کہوں آپکے بھلے کی بات

سن کے کیا انکو آگ لگتی ہے ۔ کسی مظلوم دل جلے کی بات

گفتگوے وصل کی نہ بھولوں گا ۔ تھی بڑے لطف کی مزے کی بات

آپ کیوں ذکر غیر پر جھینپے ۔ کیا کوئی اسمیں تھی پتے کی بات

عاشقی اور صبر اے ناصح ۔ یہ نہیں ہے مرے کیے کی بات

جام دے اور میں نہ لوں ساقی ۔ یہ بھی ہے کوئی پوچھنے کی بات

۱۱۴ عشق مرحوم کا نہ ذکر کرو

کیوں اکھیڑو گڑے دبے کی بات ۲۰

کعبۂ مقصود ہے میرے لئے ابروئے دوست ۔ طائر قبلہ نما کیطرح دل ہے سوئے دوست

دیکھیے جس رنگ کو پیدا ہے رنگ روئے دوست ۔ سونگھیے جس پھول کو اس میں ہے بوئے دوست

منتشر ہے انکے سودے میں پریشاں میرا حال
ہو گئے ہیں کیا وہاں جان و دل گیسوئے دوست

اپنے نظارہ سے جو وہ روپوش تو کچھ غم نہیں
دیکھ لے آئینہ میں ہے عکس رخ نیکوئے دوست

حضرت یوسف کی سیرت سے بھی کم نہیں
دامن باد صبا سے آرہی ہے بوئے دوست

داغ کا ہے عیب میں نقص اس میں خار کا
لالہ و گل کیا کریں دعوائے رنگ و بوئے دوست

خفتگان خاک آرام سے کٹتے ہیں دن
گور کی آغوش ہے انکے لئے پہلوئے دوست

عشق میں بھی اک ادائے حسن آتی ہے نظر
منتشر دل ہے پریشان صورت گیسوئے دوست

میری حیرت سے مجسم تماشا ہو گئی
دیکھتے تھے سب مجھے میں دیکھتا تھا سوئے دوست

قتل کی حسرت نہیں مجھکو اپنا مرنا ہے قبول
یہ نہیں منظور دکھیں ساعد و بازوئے دوست

کس خوشی سے جان نکلی ہے مری ہنگام ذبح
حلق پر تھا دست نازک سینہ پر زانوئے دوست

دفن کردیں لاش کو بعد قتل یوں بھی آشنا
تا نہ میرے جسم سے دہل جائے خاک کوئے دوست

تکئے پر رکھ رکھ کے دباتا ہوں دل بیتاب کو
یاد آتا ہے شب غم مجھکو جب پہلوئے دوست

اپنے سینہ میں چھپا لیتے تری اچھی طرح
کیا کریں چلتا نہیں بس درمیاں ابروئے دوست

ہر قدم پر خوف پیدا ہے خرام ناز سے
فتنۂ محشر نہ بنجائے قد دلجوئے دوست

دیکھئے ہیں خط رخ کی آئینہ میں وہ بہار
پہنچے ہیں سبزہ زار حسن میں آہوئے دوست

ذکر باغ خلد سنتے ہیں ذرا چلکر تو دیکھ
پر فضا ہے کیسی واعظ سرزمین کوئے دوست

دیکھئے نبھتی ہے کبتک صحبت سوز و گداز
موم سے بھی نرم میرا دل ہے آتش خوئے دوست

عشق نے رنگ کدورت سے کیا ہے ایسا پاک
دیکھتا ہوں صاف دل کے آئینہ میں روئے دوست

١١٥	پھنس گئے جب دام الفت میں پھر آزادی کہاں عشق میں ہوں دل کے بس میں دل ہے قابوئے دوست	١٧

انسان کا سچ ہے پریزاد کی صورت
دیکھے تو کوئی اس ستم ایجاد کی صورت

ظالم جو بھی ہے تری بیداد کی صورت
کیا زندگی عاشق ناشاد کی صورت

شیریں کی محبت میں ہوا تلخ اسے جینا
تھی کس کو خبر ہوگی یہ فرہاد کی صورت

پھل باغ جہاں میں یہ ملا ہو کے سرافراز
تھا ہر ہے جو ہے سرو کی شمشاد کی صورت

وہ ذبح کو آمادہ ہیں اب اٹھی چھری سے
بدلی ہے عجب ڈھنگ سے بیداد کی صورت

اللہ رے مرا شوق شہادت کہ شب و روز
آنکھوں میں پھرا کرتی ہے جلاد کی صورت

کیا بلبل نالاں کے اڑے ہوش چمن میں
آئی جو نظر دور سے صیاد کی صورت

چھیڑے ترے سودائی کو جوش جنوں میں
نشتر کا یہ منہ اور یہ فصاد کی صورت

زلفوں میں پھنسا لیتے ہیں عشاق کے دلکو
وہ دام لئے پھرتے ہیں صیاد کی صورت

کیا دور ہے اس عہد میں ہر طفل دبستاں
دعوائے سخن کرتا ہے استاد کی صورت

اپنے میں نہ آیا میں سر روز جزا بھی
بیخود یہ ہوا دیکھ کے جلاد کی صورت

وہ باز ہے قتل سے مشتاق سمجھ کر
اک یہ بھی تھی میرے لئے بیداد کی صورت

کیوں دیکھ کے تجھکو نہ سنو نکلے اڑیں ہوش
دی ہے تجھے خالق نے پریزاد کی صورت

خوگر وہ بنائے نہیں عاشق کو کسی کا
ہر روز بدل لیتے ہیں بیداد کی صورت

ناکام ہے محروم ہے تاثیر سے یہ آج
کل دیکھئے کیا ہو مری فریاد کی صورت

اے بت ہے محبت میں تری شوق سے معمور
ہر گوشہ دل خانہ آباد کی صورت

١١٦	سرمایہ صد ناز ہے اے عشق یہ دیوان پیارا مجھے ہر شعر ہے اولاد کی صورت	١٩

پہچانی نہیں جاتی تن زار کی صورت
بستر پہ شب غم ہوں میں اک تار کی صورت

تاثیر دکھائے جو مری آہ شرربار
کچھ اور ہی ہو چرخ ستمگار کی صورت

اس بت کی محبت نے بنایا مجھے کافر
ہیں ساری رگیں جسم کی زنار کی صورت

پہچانتا اسکا تو بڑی بات ہے ظالم
دیکھی نہیں جاتی ترے بیمار کی صورت

جا پہنچے جو ہم بھی سرِ محشر دم پرسش
اتنی سی نکل آئی ستمگار کی صورت

اے مہر لقا طالب دیدار پڑے ہیں
کوچہ میں ترے سایہ دیوار کی صورت

پھوڑینگے شب وصل ہم اس سے ہی سر اپنا
تکیہ جو رہا بیچ میں دیوار کی صورت

دل چھین لیا اسنے مرا روز ازل ہی
اس جنس نے دیکھی نہیں بازار کی صورت

وعدہ بھی کیا ہے تو قیامت کا کیا ہے
اقرار میں ظالم کے ہے انکار کی صورت

کیا جرم محبت کو چھپائے کوئی عاشق
چھپتی ہی نہیں ایسے گنہگار کی صورت

جو دل سے نہ ہو حسن کی تاثیر کا قائل
وہ دیکھ لے اس شوخ طرحدار کی صورت

خوش ہوں جو رسائی نہیں اس بزم میں میری
کیوں رنج بڑھے دیکھ کے اغیار کی صورت

ہوتا ہے رکھائی سے ترے خشک مرا دم
کھچنا ترا اے شوخ ہے تلوار کی صورت

کہتا ہے عیادت کو مری آ کے ستمگر
سمجھا تھا کہ کچھ اور ہے بیمار کی صورت

جنت میں بھی پڑ جاتے مجھے جان کے لالے
حوروں کی جو ہوتی مرے دلدار کی صورت

اچھے نظر آتے نہیں اس شوخ کے تیور
بگڑے نہ کہیں طالع بیدار کی صورت

سر پھوڑ کے مرنے میں ہے یہ کو پس و پیش
بگڑے نہ کہیں اس در و دیوار کی صورت

دیکھ آئینہ انکار نہ کر وصل عدو کا
کیا ہو گئی کیا تھی ترے رخسار کی صورت

۱۱۷	ہم خفتہ نصیبوں کو کبھی خواب میں اے عشق آئی نہ نظر طالع بیدار کی صورت	۱۰

کیا ضرورت ہے کروں میں جو تقاضائے بہشت
اسکا بندہ ہوں جسے کہتے ہیں آقائے بہشت

دل کے سب داغ ہیں غیرت دہ گلہائے بہشت

مجکو حاصل ہے شب و روز تماشائے بہشت
کس کو خوش آئیگا بے تیرے تماشائے بہشت
خار دیں گے دل عشاق کو گلہائے بہشت

اچھے اعمال کے کیا کہنے ہیں اچھا ہے مآل
بند آنکھیں جو ہوئیں کھل گئے در ہائے بہشت

تیرے کوچہ کو اگر دیکھ لے اے غیرت حور
سر میں زاہد کے نہ باقی رہے سودائے بہشت

جیتے جی روضۂ احمد پہ مجھے پہنچا دے
تجھ سے کرتا نہیں یارب میں تقاضائے بہشت

عاشق اے حور ترے قامت بالا کے تمام
جا کے ٹھیریں گے نہ سایۂ طوبائے بہشت

مغفرت سوختۂ عشق کی اے حور نہ چاہ
کہیں کم بخت کی شامت سے نہ جلجائے بہشت

شیخ جی یاد رہے حرص بری ہوتی ہے
کہیں دوزخ میں نہ لیجائے تمنائے بہشت

بندۂ عشق ہے یہ عشق ہے آزاد منش
فکر دوزخ کی ہے کچھ اسکو نہ پروائے بہشت

۱۱۸	ردیف تائے ہندی	۱۷

ہزار بار محبت میں یوں تو کھائی چوٹ		بنی ہے جان پر اب کے کچھ ایسی آئی چوٹ

کسی کے عشق نے دیدہ وہ لگائی چوٹ
کہ اپنی جان گئی پھر نظر نہ آئی چوٹ

نگاہ ناز نے کیا اک نرالی نئی چوٹ
بچایا دلکو جو ہمنے جگر پہ آئی چوٹ

نگاہ غیظ نے کیا چوٹ پہ لگائی چوٹ
کہ چشم پہ ملنے ہو کے خوب کھائی چوٹ

کسیکے عشق نے دیکھا کیا درد و درد
بار ہو [illegible] کہ مجھے بڑی پرانی چوٹ

دل شکستہ کو ٹھیرا [illegible] کا پھیر کے وار
خدنگ [illegible] نے کیا چوٹ پہ لگائی چوٹ

وہ [illegible] کو سنکے بول اٹھے
بلا سے اپنی کسیکے جو دل پہ آئی چوٹ

کسیکے عشق کا پھر دل میں ولولہ اٹھا
پھر ابھری آج پرانی دبی دبائی چوٹ

بشر کے دلکو تو دیکھے کوئی محبت میں
فرشتوں سے نہ اٹھی اسنے جو اٹھائی چوٹ

بلا کی طرح سے آئی یہ سر پہ جب آئی
کسی نے تیغ قضا کی کہاں بچائی چوٹ

یہ دوستی میں اٹھائی ہیں آفتیں سینے
ہوا ہے دل کیلئے نام آشنائی چوٹ

رقیب بوالہوس و بے وفا کو دل دیکر
جفائے عشق کی اسنے بھی آزمائی چوٹ

بلائے عشق کو پوچھے کوئی مرے دلسے
کہ لاکھ مرتبہ جھیلے یہ آزمائی چوٹ

جو غیر چھوٹے یہ ہم وہ کانپ اٹھائیں
کہ پھر سے سر پہ نہ آئے کہیں پرائی چوٹ

پڑا ہے انکا نزاکت سے ہاتھ خود وہ چبا
شکایت ہمسے ہے الٹی کہ کیوں بچائی چوٹ

کیا کسر آئینہ رخسار نے یہ [illegible]
ابھر ابھر کے جو کرتی ہے خودنمائی چوٹ

۱۱۹	سنا کے درد جگر روز باز پرس اے عشق دکھاؤں کیا میں کہ دیتی نہیں دکھائی چوٹ	۱۶

تیغ سے ہو نہ اگر کام ہمارا جھٹ پٹ
کردے قاتل کوئی ابرو کا اشارا جھٹ پٹ

نشہ سے توڑ دیا شرم کا بھی ہمنے طلسم
مے پلا کر اسے شیشے میں اتارا جھٹ پٹ

مجکو مرنا نہیں منظور قضا کے ہاتوں
لے ادا پھر خدا کوئی اشارا جھٹ پٹ

غیر آتا ہے جو محفل میں تو وہ ہائے غضب — مجکو اٹھ جانیکا کرتے ہیں اشارا جھٹ پٹ

ہاتھ گردن پہ لگا جانچ کے ایسا قاتل — ایک ہی وار میں ہو کام ہمارا جھٹ پٹ

ہے دم نزع برا ہے ترے بیمار کا حال — مجکو آنا جو ہو آ شوخ دل آرا جھٹ پٹ

آئے وہ ماہ مرے گھر تو ہے بہی کچھہ دن — ڈوبے قسمت کا چمک کر نہ ستارا جھٹ پٹ

صبح کو بھی نہوا شب کا کوئی وعدہ وفا — کبھی مشاطہ نے انکو نہ سنوارا جھٹ پٹ

تیرے بیمار کا بچنا تھا بہت ہی مشکل — وعدہ وصل نہ دیتا جو سہارا جھٹ پٹ

بات کھلتی ہے ترے دل کی ترے تیور سے — ہم سمجھ جاتے ہیں ابرو کا اشارا جھٹ پٹ

ہمنے آتے ہوئے دیکھی جو بلائے شب ہجر — ملک الموت کو گھبرا کے پکارا جھٹ پٹ

بھولکر راہ جو اس سمت وہ آ نکلے کبھی — ہمنے بھی اجڑے ہوئے گھر کو سنوارا جھٹ پٹ

مر کے بھی دیر میں ہوگا دل مضطر ٹھنڈا — کشتہ ہوگا نہ مری جاں یہ پارا جھٹ پٹ

بے اجل ہجر کے صدمونسے مرا جاتا ہوں — لے خبر اے ملک الموت خدارا جھٹ پٹ

آسماں سے جو اترتی ہے بلا کوئی نئی — وہ بتاتے ہیں پتا اسکو ہمارا جھٹ پٹ

۱۲۰ — کھیلکر نرد وفا عشق کیا دل نے تباہ — ۱۷
نقد جاں ایک ہی بازی میں یہ ہارا جھٹ پٹ

ٹھیرایا ہے حسینوں نے اپنا شعار جھوٹ — پیدا کرے نہ خلق میں کیوں اعتبار جھوٹ

سچ کے سوا کہے نہ کوئی زینہار جھوٹ — کرتا ہے آدمی کو بہت بیوقار جھوٹ

آخر بنیں گے سچے ہمیں انکے سامنے — دشمن ہمارے حق میں کہے گو ہزار جھوٹ

چھیڑی کبھی جو اپنی محبت کی داستان — نکلا زبان یار سے بے اختیار جھوٹ

ہم سنتے سنتے کانوں سے معذور ہو گئے — لیکن نہ وہ تھکے ہے وہی بار بار جھوٹ

اللہ پردہ دار ہے کچھ پردہ در نہیں — فردائے حشر لذت دیدار یار جھوٹ

ہم نالہائے دل سے اُٹھائینگے ایک حشر
ہوگا جو اُنکا وعدۂ شب انتظار جھوٹ

وہ اپنے دل کی بات جو کہدینگے راست راست
کھل جائیگا عدو کا مرا ایکبار جھوٹ

کیسی شراب خلد کہاں کی کدھر کی حور
باتیں ہیں تیری بھی زاہد پرہیزگار جھوٹ

افشائے راز عشق میں تہمیں سو قباحتیں
کہنا پڑا فرشتوں سے زیر مزار جھوٹ

آیا نہ آئیگا کبھی وہ بر سر وفا
تاثیر آہ و نالہ دل بیقرار جھوٹ

کہیئے تو سر کو کاٹ کے رکھدیں حضور میں
اچھے نہیں ہیں آپ سے ہم جان نثار جھوٹ

اقرار وصل حیلہ ہے پیمان بوسہ مکر
وعدے سب انکے ہیں اِن امیدوار جھوٹ

یونہی سہی کہ یار کا وعدہ بجا درست
عاشق کا جان دینا شب انتظار جھوٹ

کیا جانے تیرے وعدہ میں ہے ایسی بات کیا
ہوتا نہیں کسیکو بھی یہ ناگوار جھوٹ

مجکو وفائے عہد کی ہو اس سے کیا اُمید
کہدے جو روبروئے خدا بھی ہزار جھوٹ

تقدیر کی بگاڑ سے بنتی نہیں ہے بات
اے عشق انکا وعدہ نہیں زینہار جھوٹ

۱۲۱ ردیف ثا مثلثہ ۱۵

رحم کی اسسے توقع دل ناشاد عبث
عجز بے سود گلہ ہیچ ہے فریاد عبث

عشق شیریں میں یہ معلوم تھا کسکو پرویز
ہوگی اسطرح سے جان کاوی فرہاد عبث

خانہ برباد ہو ہستی کا کہ یہ انساں کو
کھینچ لائی ہے سوئے عالم ایجاد عبث

اے جفا پیشہ کسے کہتے ہیں ہم یاد رہے
جانیوالی نہیں مظلوم کی فریاد عبث

پہلی بیداد دل سے جا خبر تو مجھے ہونیدے
ظلم تازہ کی ہے فکر اے ستم ایجاد عبث

ذبح کیا خاک کریگا نہیں دم ہی مجھ میں
تیز سفاک کا ہے خنجر فولاد عبث

دور دورانہ رہا عہد بتاں میں اسکا
ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیر کو فریاد عبث

بے پروبال ہوں نہیں اڑکے کہاں جاؤنگا
بند کرتا ہے قفس میں مجھے صیاد عبث

دشت و کہسار میں ملجائیگا کیا وہ معشوق
ایجنوں کرتا ہے تو کیوں مجھے برباد عبث

اب نہ وہ فصل بہاری ہے نہ تاب پرواز
مجکو صیاد تو اب کرتا ہے آزاد عبث

باغ عالم میں تو سرکش نہوا کوئی نہال
پھر ہوس پھولنے پھلنے کی ہے شمشاد عبث

بھولکر بھی نہ کرے یاد جو برسوں میں کبھی
ایسے بیمہر کی اے دل ہے تجھے یاد عبث

بانکپن ہی اسے دیکھا ہے جہاں دیکھا ہے
باندھتے ہیں شعرا سرو کو آزاد عبث

وحشیوں کو ہے ترے رشتہ الفت ہی بہت
فکر میں طوق و سلاسل کی ہیں حداد عبث

۱۲۲

یہ کہاں اور کہاں یار کا دامن اے عشق
خاک کو میری صبا کرتی ہے برباد عبث

۱۵

گئے حواس دل بیقرار کے باعث
نہ کوئی کام بنا اضطرار کے باعث

جفائے یار سے اسکا بھی کم نہیں ہے ستم
غضب میں ہوں میں دل بیقرار کے باعث

انہیں ہے جھوٹے بھی وعدوں سے احتراز اتنو
کہ یہ نہوں مرے صبر و قرار کے باعث

وفور اشک سے ہے خوف ڈوبنے کا مجھے
سیاہ بخت ہوں اس چشم تار کے باعث

زبان تیغ سے بڑھکر رواں ہے میرا قلم
عدو دو نیم ہے اس ذوالفقار کے باعث

خیال ابروئے پرخم و بان جان ٹھہرا
دو نیم دل ہے اسی ذوالفقار کے باعث

بلند نام ہو عشق قد میں کیوں اپنا
ہوئی ہے شہرت منصور دار کے باعث

ہر اشک ہے در غلطاں ہمارا الفت میں
خیال گوہر دندان یار کے باعث

ہزار بار ملے ملنے کو عدو سے ہم
ہوئے نہ صاف دل پرغبار کے باعث

شب فراق مری جانکو کسی پہلو
ملا نہ چین دل بیقرار کے باعث

بنا ہے روز طرب بینا شام غم اے چرخ
تری ہی گردش لیل و نہار کے باعث

جو انکی چاہ نہ ہوتی تو کیوں وہ ڈہاتے ظلم
ہوا ہے یہ دل بے اختیار کے باعث

شباب ہیں ترے رخسار کیوں نہ لائیں رنگ
چمن کا حسن ہے فصل بہار کے باعث

یہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے نالو نکی
طپاں ہے برق دل بیقرار کے باعث

۱۲۳

ثواب ہے جو بدلجائے گیا عجب اے عشق
گناہ مرا کرم کردگار کے باعث

۱۷

ظلم کرتا ہے تو اپنی جان پر اے دل عبث
جستجوئے یار میں ہے سعی لاحاصل عبث

یار کی بیداد کا شکوہ ہے لاحاصل عبث
دادرس ہی جب نہو فریاد پھر اے دل عبث

نیم جاں ہوں نہیں تڑپکر آپ ہی مر جاؤنگا
کر رہا ہے فکر میرے قتل کی قاتل عبث

جب عمل جب کا پڑھا وہ اور دشمن بنگیا
محنتیں کیں منتیں کیں تیری اے عامل عبث

کشتگان ناز کر سکتے ہیں کیا دعوائے خوں
فکر روز حشر کی ہے تجکو اے قاتل عبث

یار بیڑا بحر الفت سے نہو گا تا بہ حشر
اے دل ناداں ہے تجکو حسرت ساحل عبث

کیا ضرر خورشید کو چشم بد خفاش سے
ہے پئے دفع گزند روئے روشن تل عبث

ڈہونڈہنے پر بھی نہیں ملتا کبھی جسکا دہن
بوسۂ لب کا ہوں میں اس شوخ سے سائل عبث

زندۂ جاوید کشتوں کو اگر سن لے کبھی
قتل کو عشاق کے سمجھے مرا قاتل عبث

ایک تیری دشمنی سے ہو گیا ہے میری جاں
اتفاق باد و آتش ربط آب و گل عبث

وصل کا مانع نہیں پردہ حجاب شرم کا
میرے انکے بیچ میں یہ چیز ہے حائل عبث

عشق کے دعوے میں تیری کامیابی ہے محال
اے دل ناداں تلاش حاکم عادل عبث

پیش جائیگی نہ اسکی سخت جانی سے مری
تیز میرے قتل پر ہے خنجر قاتل عبث

ہاتھ آئیگی نہ شیریں جان شیریں دیکے بھی
ہے ترا سر پھوڑنا فرہاد لاحاصل عبث

داغ سے خالی نہ لالہ ہے نہ ماہ چاردہ — کون کہتا ہے رخ دلدار پر ہے تل عبث
ضرب تیغ ناز جاناں تجھسے اٹھنے کی نہیں — بوالہوس تو ہے صف عشاق میں شامل عبث

۱۲۴	بے وفا ہے بیمروت ہے کسیکا ہوگا کیا اس بت سفاک پر ہے عشق تم مائل عبث	۱۵

بے سوچے یوں نہ ایدل بے اختیار بحث — اس بدزباں سے ٹھیک نہیں زینہار بحث
ایمان اپنا عشق ہے ناصح سمجھ لے تو — ایسا نہیں ضرور نہیں بار بار بحث
ثابت ہی کرکے اٹھونگا بوسہ نہیں اپنا حق — اس بات میں نہ مجھسے بہت اے نگار بحث
کج فہم راستی پہ نہ آیا نہ آئیگا — قائل ہزار کیجئے کیجئے ہزار بحث
کیا جانے تو معاملہ عشق ناصحا — بیفائدہ ہی مجھسے نہ اے ہرزہ کار بحث
قائل ہوا خدا کا نہ دلدادۂ صنم — ہوتی رہی فرشتوں سے زیر مزار بحث
حل مسئلہ نہ ہوگا دل بیقرار کا — گو باب صبر میں کرے ناصح ہزار بحث
چپ لگ گئی ہے مجکو دم عرض مدعا — یارائے گفتگو ہی نہیں در کنار بحث
کیا فیصلہ ہو دیکھئے ٹھہرا ہے دل حکم — امید و یاس میں ہے شب انتظار بحث
تجکو پرائی فکر ہے کیوں اپنی فکر کر — ناصح نہ مجھسے بیٹھکے مرا غمگسار بحث
جسمیں ہے ذکر کوثر و تسنیم پر کر دوں — پیکر شراب شیخ سے مستانہ وار بحث
ہم بھی بلائے جاتے ہیں مجبور ہاں میں ہاں — ہرچند انکی غیر سے ہے ناگوار بحث
راضی ہوں میں اسی پہ خوشی جسمیں ہے تری — تکرار میری خو ہے نہ میرا شعار بحث
کچھ بھی زباں دراز ہی شانہ نہ آئی کام — گیسو کے ذکر میں ہوئی سب بیمدار بحث

۱۲۵	اس بدزباں سے عشق نہ جا کر لڑا زباں کھائے گا منہ کی دیکھ نہ تو بار بار بحث	۱۶

ہمارے قتل کو ہے تیغ آبدار عبث
جو خود ہی جان دے اے ترک اسپ وار عبث

وہ خواب میں بھی نہ آئیگا دیکھنا کسی شب
خیال باندھ رہے ہیں امیدوار عبث

نہیں یہ وعدہ محشر جو ایکدن ہو وفا
زبان یار کا ہے مجھکو اعتبار عبث

امید صبح کے ہونیکی تو نہیں اے دل
شب فراق ہے محشر کا انتظار عبث

مزاج یار سے جائیگی سرکشی نہ کبھی
یہ اپنا عجز ہے سب ہیچ انکسار عبث

وہ بت نہیں ہے مرا دل جو چھٹ سے آجائے
پھر اضطراب ہے اے جان بیقرار عبث

وہ اور رک گئے لینے لگے تجاہل کی
ہمارا عشق ہوا انپہ آشکار عبث

نہیں ہے ہلنے کی طاقت بھی ضعف سے مجھمیں
جنوں ہے پھر سر شوریدہ پر سوار عبث

ہزاروں آفتیں آئیں حواس کیا آئے
ہوا ہیں نشۂ غفلت سے ہوشیار عبث

کہاں ہے تیری سی صورت جو ظلم اٹھائے کوئی
فلک نے شیوہ کیا تیرا اختیار عبث

خدا کی ذات ہے رزاق و کارساز جہاں
غم معاش عبث فکر روزگار عبث

امید یار کے آنے کی تو نہیں اے دل
لبوں پہ ٹھہری ہے کیوں آ کے جان زار عبث

وہ فاتحہ کو نہ اے عشق ایکدن آیا
بنا ہے اسکی گلی میں مرا مزار عبث

۱۲۶	ردیف جیم عربی	۲۲

اے فتنۂ زمانہ ہے تیرا بھی کیا مزاج
نٹ کھٹ شریر شوخ شرارت بھرا مزاج

اچھا مزاج اسکو کہو یا برا مزاج
ملتا نہیں کسی کو مرے یار کا مزاج

ایسا کسی کا ہمنے نہ دیکھا سنا مزاج
انکا مزاج بھی ہے عجب طرحکا مزاج

ہر بات پر بگڑتا ہے اب آپ کا مزاج
صدقے میں اس مزاج کے ہے واہ کیا مزاج

تھا وقت نزع اور زباں ہوگئی تھی بند
پوچھا بھی اسنے ہائے کب آکر مرا مزاج

کیا تجھسے ہم ملیں بت مغرور آجکل
ملتا نہیں دماغ ہی تیرا ترا مزاج

کیا کہئے وعدہ کرکے نہ آیا وہ رات کو
پھر صبح پوچھتا ہے کہ کیسا رہا مزاج

یہ جانئے کہ اسکو خلل ہے دماغ کا
جسنے کہ لی غرور کی جسنے کیا مزاج

باہم وصال یونتو رہا مدتوں مگر
انکے مزاج سے نہ ہمارا ملا مزاج

اس شوخ فتنہ گر کی تقدیر کسطرح
بگڑی ہوئی ہے خو تری بگڑا ہوا مزاج

آشفتگی یہ لائے نہ رنگ دگر کہیں
مانند زلف یار ہے برہم مرا مزاج

ملتے نہیں یہ دونوں کسی سے کسیطرح
بے رخ تری نگاہ ہے ناآشنا مزاج

مانند زلف بل کی ہی لیتا رہا مدام
مجھسے کبھی نہ یار کا سیدھا ہوا مزاج

ہوتی ہے ناگوار انہیں اچھی بات بھی
ایسا خدا کسیکو نہ دے چڑچڑا مزاج

توبہ تو کر چکا تھا مگر دیکھتے ہی مے
تقوے کے ساتھ ہاتھ سے جاتا رہا مزاج

دبتے ہی کو دباتا ہے عالم میں ہر کوئی
مجھسے اجل نے بھی شب فرقت کیا مزاج

انکو جفا پسند ہے مجھکو وفا پسند
ہر شخص کی جدا ہے طبیعت جدا مزاج

توبہ نہیں جو ٹوٹ کے ہوجائے پھر درست
پیر مغاں ہے شیشہ سے نازک مرا مزاج

دشنام دیتے دیتے وہ بوسے بھی دیگئے
بگڑا ہوا تھا راہ پہ بھی آگیا مزاج

ہر روز اک رنگ بدلتا ہے یوں جو یہ
کیا آسمان بھی ہے کسی معشوق کا مزاج

اس بت کا حسن دیکھکے بیخود ہوا یہ میں
قابو سے دل تو ہاتھ سے جاتا رہا مزاج

۱۲۷

تڑپا دیا وصال میں بھی چھیڑ چھیڑ کر
اس شوخ کا ہے عشق غضب چلبلا مزاج

۲۲

بگڑے ہزار عاشق غمخوار کا مزاج
آئیگا راہ پر نہ کبھی یار کا مزاج

کٹتی ہے عرض حال سے پہلے وہاں زباں ۔ ہے تیز اس بلا کا مرے یار کا مزاج

جو رنگ ہے نیا ہے جو انداز ہے نیا ۔ پھر اسپہ ہے لطیف مرے یار کا مزاج

وہ تیوری چڑھائے کہ اللہ کی پناہ ۔ پوچھا جو ہاتھ جوڑ کے سرکار کا مزاج

باد بہار اسکا گلوں کو کہاں دماغ ۔ پوچھیں جو عندلیب گرفتار کا مزاج

جو وعدہ آج کا تھا وہ پھر کل پہ رکھ گیا ۔ بگڑے کہیں نہ طالب دیدار کا مزاج

عجز و غرور میں ہے زمین آسماں کا فرق ۔ کیونکر ملے فقیر سے زردار کا مزاج

مفلس بھی داغہائے محبت سے کیا عجب ۔ پیدا کرے جو صاحب دینار کا مزاج

اس سے کبھی نہ اٹھیگا احسان چارہ گر ۔ نازک بہت ہے آپکے بیمار کا مزاج

اشکوں نے میرے خوب خبر لی زمیں کی ۔ نالوں نے پوچھا چرخ ستمگار کا مزاج

منکر ہو اپنے جرم محبت سے اے صنم ۔ ایسا نہیں ہے تیرے گنہگار کا مزاج

پھولی ہوئی ہے ایسی دو روزہ بہار پر ۔ ملتا نہیں ہے بلبل گلزار کا مزاج

آثار بد ہیں حال ردی ہے برے ہیں طور ۔ سنبھلے گا اب نہ عشق کے بیمار کا مزاج

حاصل اگر ہو گنج توکل بہ ہفت زمیں ۔ پیدا کرے فقیر بھی زردار کا مزاج

توفیق اس صنم کو خدا نے یہ دی نہیں ۔ پوچھے جو اپنے عاشق بیمار کا مزاج

رحمت کا حکم ہے یہی اے شیخ بے خبر ۔ توبہ پسند ہو نہ گنہگار کا مزاج

دعوی علاج کا نکر اے چارہ گر بہت ۔ جاتا رہے نہ ہاتھ سے بیمار کا مزاج

دل دیکے مفت مول نہ لیتے بلائے جاں ۔ پہلے سے ہم جو جانتے سرکار کا مزاج

دیر و حرم میں انکو خدا جانے کیا ملا ۔ ملتا نہیں ہے کافر و دیندار کا مزاج

یکساں ہے اسکے پاس عدو ہو کہ آشنا ۔ اس شوخ کا مزاج ہے تلوار کا مزاج

بیمار جاں بلب کی عیادت ضرور تھی ۔ آیا نہ اسطرف کبھی سرکار کا مزاج

۱۲۸

جبتک کھلے گی عشق مکافات کی نہ راہ
آئیگا راہ پر نہ ستمگار کا مزاج

۱۶

آئی خزاں ہے رخصت فصل بہار آج
گھوڑے پہ ہے ہوا کے پھر اک گل سوار آج

سرگرم ترک تاز ہے وہ شہسوار آج
کیوں کو بگولا اڑے نہ ہمارا غبار آج

مینوشیاں ثواب ہیں لے بادہ خوار آج
اٹھا ہے ابر رحمت پروردگار آج

ہم دونوں اک اشارۂ ابرو پہ تل پڑے
مجھ میں عدو میں خوب ہوا کارزار آج

اسنے جفا کے واسطے شاید کیا ہے یاد
آتی ہیں ہچکیاں جو مجھے بار بار آج

تھے وہ بھی کوئی دن کہ مرے قابو میں تھا وہ بت
کمبخت دل پہ بھی تو نہیں اختیار آج

امید انکے آنیکی مجھکو نہیں رہی
اے موت یاس میں ہے ترا انتظار آج

وعدے کی شب ہے آکے نہ چلدے کہیں وہ شوخ
اے بیخودی شوق ذرا ہوشیار آج

فرہاد کے لہو نے تو کھایا نہیں ہے جوش
دامن ہے کہسار کا کیوں لالہ زار آج

خاک شفا نصیب ہوئی خاکسار کو
بنتا ہے کوئے یار میں میرا مزار آج

دونوں جہانکی مجھے خوبی نصیب ہو
تڑوائے شہر خلد ملے کوئے یار آج

کیا کیجیے میری موت کا بھی انکو رشک ہے
کیوں یہ عروس مرگ سے ہے ہمکنار آج

اس برق وش کی یاد جو آئی ہیں شوخیاں
تھمتا نہیں بغل میں دل بیقرار آج

آیا خیال گیسوئے شبگون یار کا
تازی بلا ہوئی مرے سر پر سوار آج

پھولوں نہیں سماتی ہے گلشن کے رنگ پر
ملتا نہیں دماغ نسیم بہار آج

۱۲۹

مستانہ عشق ایک غزل اور بھی سنا
کر جائیں وجد سنکے جسے بادہ خوار آج

۲۱

کس رنگ پر ہے دیکھ تو ابر بہار آج
ساقی پلا شتاب مے خوشگوار آج

وہ گل جو آئے باغ میں بہر شکار آج
بلبل بنے نشانہ سر شاخسار آج

آیا ہے یاد قصۂ گیسوئے یار آج
ہوگی نہ صبح میری شب انتظار آج

جلوے سے دکھا رہی ہے عروس بہار آج
گلشن میں کیا ہی رنگ پہ ہے لالہ زار آج

ساقی کے ساتھ کی تھی جو کل ہمنے میکشی
تکلیف دے رہا ہے اسی کا خمار آج

ممکن نہیں ہے یار کا آنا تو موت آئے
تسکیں طلب ہے اپنا دل بیقرار آج

شبنم کیطرح روتے ہیں گل پھوٹ پھوٹ کر
ہے باغ سے جو رخصت فصل بہار آج

وہ میں کہ تھا مقام مرا مرجع انام
قطعہ کہتا ہے اک جہاں غریب الدیار آج

وہ میں کہ فرش گل پہ بھی رکھتا نہ تھا قدم
پہلو نہیں ہیں چھپے ہوئے لاکھوں ہی خار آج

قربان تیرے آنے کے اے فرخندہ وصال
کل سے زیادہ دل ہے مرا بیقرار آج

اک بیوفا کے عشق میں چھاتی بھر آئی ہے
آنسو کی آبرو ہے پر روزگار آج

مانگا جو ایک بوسۂ عارض بنا کے منہ
بولے وہ تیرے سر پہ ہے شامت سوار آج

ہے روز ہجر آرزوے مرگ ناگہاں
رخصت ہو جیسے زندگی مستعار آج

مرگ عدو کا بھی مجھے کرنا پڑا ہے غم
سنکر وہ آئے ہیں مرے گھر سوگوار آج

دن دونے رات چوگنے ہیں صدمے ہجر کے
سو رنج کل جو تھے تو الم ہیں ہزار آج

ہے کسکا انتظار یہ تکتی ہے کس کی راہ
آنکھوں میں آکے ٹھہری ہے کیوں جان زار آج

بدمستیوں میں اپنی نہیں مجھکو خود خبر
تا صبح ہے کس شمار میں روز شمار آج

آتی نہیں ہے اسکی مجھے خیر اب نظر
پڑتی ہے دل پہ انکی نظر بار بار آج

پہنچا ہے آب خنجر سفاک تا گلو
اے نامراد دل ترا بیڑا ہے پار آج

سر میرا انکو شوق شہادت میں ہے وبال
بار گراں یہ دوش سے قاتل اتار آج

۲۴	افسوس دل کے ضبط کو نالوں نے کھو دیا	۱۳۰

درد نہاں عشق ہوا آشکار آج

تلوار جو تولے ہوئے آتا ہے ادھر آج
بگڑی ہوئی اس کی نظر آتی ہے نظر آج

ہم مرگ پہ وہ قتل پہ آمادہ ہیں باہم
ممکن نہیں رہ جائے قضا دوش پہ سر آج

ہے چارہ گر عارضۂ عشق کدھر آج
کل سے بھی زبوں تر ہے مرا درد جگر آج

اب دیکھیے کیونکر شب وعدہ ہو بسر آج
سنتا ہوں کہ مہمان ہے وہ غیر کے گھر آج

روپوش ہے کیوں اے شب غم مجھ سے سحر آج
کھا جائے گی کمبخت کو کیا میری نظر آج

آیا نہ سر بزم جو وہ مجھکو نظر آج
دوڑی ہی نگہ شوق ادھر اور ادھر آج

وعدے پہ سر غیر کی سوگند جو چاہی
بول اٹھے وہ پھرتا تو نہیں ہے ترا سر آج

بر آئے تمنا نہ اگر کل بھی تو کیا ہو
بس ہے یہ خیال اے دل ناکام کدھر آج

کس شوق کس ارمان سے مقتل کو چلا ہوں
دیکھے کوئی ہمت مری اور میرا جگر آج

محفل سے تو اس بت کے نکلوائے گئے کل
اب دیکھیے لیجاتی ہے تقدیر کدھر آج

جاتا ہے وہ گھر اپنے یہ دیکھا نہیں جاتا
آنے میں اجل بہر خدا دیر نہ کر آج

کیا فکر کروں کل کیلئے ناصح مشفق
نشہ میں نہیں ہے مجھے خود میری خبر آج

نخوت سے نہ رکھتے تھے زمیں پر جو قدم بھی
پامال ہے لاش انکی سر رہگذر آج

کیا خاک لے اس منزل ہستی میں کوئی دم
کل کوچ کسی کا ہے کسی کا ہے سفر آج

ہو جائے نہ برہم کہیں یا رب صف محشر
اچھی نظر آتی نہیں اس بت کی نظر آج

وہ میں کہ نہ تھی عیش سے دم بھر مجھے فرصت
ہوتی ہے غم و درد و مصیبت میں بسر آج

امید ترے ملنے کی کیا ہو بت کافر
ہے دور ہماری تو دعا سے بھی اثر آج

کھینچے گی بہت طول شب ہجر ہماری
تا روز قیامت نہیں ہونیکی سحر آج

مسجد نہیں میخانہ ہے یہ حضرت زاہد
کچھ خیر تو ہے بھول پڑے آپ کدھر آج

شامت تو نہیں آئی ہے تیری دل شیدا / اس بت سے لڑاتا ہے جو رہ رہ کے نظر آج

ہے جوش پہ سیلاب مرے اشک رواں کا / طوفان اٹھائے نہ کہیں دیدۂ تر آج

ہو نکا تو نہیں سوز محبت سے جگر کو / کیوں نالۂ دل سے مرے اٹھتے ہیں شرر آج

۱۳۱

ہوتا تھا جہاں صدر مرے واسطے خالی / اس بزم میں دشوار ہے اے عشق گذر آج

۴۴

امتحاں کا روز ہے اے ہمت مردانہ آج / گر تقاضا قتل کا قاتل سے بیباکانہ آج

ہے شکست دہر سے محفوظ ہر میخانہ آج / دل تو کیا ٹوٹے نہ ٹوٹیگا کوئی پیمانہ آج

لی ہے اس سفاک نے شمشیر بہر امتحاں / فرض سمجھو جاں نثار و سجدۂ شکرانہ آج

ماجرائے انقلاب دہر اے ہمدم نہ پوچھ / کل جو میرے گھر تھا وہ ہے غیر کا مہمانہ آج

جلوہ فرما ہے جو تو اے غیرت شمس و قمر / آسماں سے باتیں کرتا ہے مرا کاشانہ آج

دست قاتل کی نزاکت نے بہت رسوا کیا / کام آئی کچھ نہ میری ہمت مردانہ آج

حسرت دل کچھ تو نکلے زہر ہی مجھکو قبول / اپنے ہاتوں سے پلا ساقی کوئی پیمانہ آج

جلوہ گر ہے یکہ و تنہا وہ شوخ شعلہ رو / شمع بزم ناز میں روشن ہے بے پروانہ آج

سوگ کرتا ہے یہ تجھ نے کس پریشاں حال کا / خیر تو ہے گیسوئے مشکیں ہیں کیوں بے شانہ آج

آئی ہے فصل بہاری دخت رز جوبن پہ ہے / شیخ چلکر دیکھ تو کیفیت میخانہ آج

ہم پیالہ غیر سے اس بے وفا کو دیکھکر / ہو گیا لبریز اپنی عمر کا پیمانہ آج

محتسب ہے کل خدا سمجھے پڑے اسپر بلا / دل ہمارا توڑتا ہے توڑ کر پیمانہ آج

اس تغافل کیش سے کہدے یہ لے باد صبا / اٹھ گیا صحرائے ہستی سے ترا دیوانہ آج

اے پری وش دیکھ تو جنگل میں منگل ہو گیا / تیرے دیوانوں سے ہے آباد کیا ویرانہ آج

گرم ہے بازار حسن روز افزوں کیا عجب / مول یوسف کا اگر ٹھہرے ترا بیعانہ آج

کیا زمانہ کا تغیر ہے فلک کا انقلاب ‏— کل جو عشرت خانہ تھا ایدل ہے وہ غمخانہ آج

اس سراپا ناز کو پہلو میں اپنے دیکھکر ‏— کر رہا ہے دل ہمارا ناز معشوقانہ آج

تیرہ بختی میں نہ کرتا روشنی کی آرزو ‏— یہ اگر میں جانتا جل جائیگا کاشانہ آج

حوض کوثر پہ لگائیں گے صدا جاتے ہیں رند ‏— دے کوئی ساغر ہمیں بھی ساقی میخانہ آج

دیکھیے رندوں کی شرارت کو تو کوئی برملا ‏— شیخ کو بہکا کے لائے ہیں سوئے میخانہ آج

قیس کی [illegible] گھبرا کر کہیں ‏— جان سے بیزار بیٹھا ہے ترا دیوانہ آج

۱۳۲ ‏— عشق کا ملتا نہیں مذہب خدا جانے ہے کیا ‏/ کل مقیم کعبہ تھا ہے ساکن بتخانہ آج ‏— ۲۴

عیش دشمن سے ہے سوا کیا رنج ‏— نہ دکھا مجکو یہ خدایا رنج

کیوں کہیں ہم کسی سے اپنا رنج ‏— کون کرتا ہے کم کسی کا رنج

کیا چھپاؤں میں اپنے دل کا رنج ‏— صاف چہرے سے ہے ٹپکتا رنج

اپنا دشمن ہے آپ ہی حاسد ‏— مول لیتا ہے اک جہان کا رنج

کیوں خوشی کا عدو کو موقع دیں ‏— کہہ کے اک ایک سے ہم اپنا رنج

جسکی دشمن سے بھی امید نہ تھی ‏— دوستوں سے وہ مجکو پہنچا رنج

کس کو معلوم اے دل ناکام ‏— ابھی تقدیر میں ہے کیا کیا رنج

عیش میں عیش ہے عدو کا عیش ‏— رنج میں رنج ہے ہمارا رنج

نہ سنو تم کبھی فسانہ عشق ‏— سر بسر درد ہے سراپا رنج

تیری گالی سے شاد ہوتا ہوں ‏— کیسی آزردگی کہاں کا رنج

ہم کو بھی ایک روز مرنا ہے ‏— غم کریں کس کا اور کس کا رنج

جان دے کر تری محبت میں ‏— مجکو ملتا تو مول لیتا رنج

دل لگی دوستی کی دشمن ہے
اکثر اس سے ہوا ہے پیدا رنج

دوست کو مفت کیوں ملول کریں
کہہ کے ہم اپنا درد اپنا رنج

آگیا تا زباں آخر کو
دل کا کب تک کوئی چھپاتا رنج

ابتدا ہی میں اے محبت یار
مجھ کو پہنچا ہے انتہا کا رنج

فکر دنیا کی عاقبت کا خیال
ایک دل کیلئے ہیں کیا کیا رنج

کچھ عدو سے بگڑ گئی تو نہیں
انکی ہر بات سے ہے پیدا رنج

جان ہو جائے گی وبال مجھے
بال کو بھی جو انکے پہنچا رنج

درد ہجراں ہے لا علاج اے دل
نہیں دنیا میں کوئی ایسا رنج

بت بے درد بے خبر ناداں
جانے کیا خاک میرے دلکا رنج

آتے تو ہیں وہ قتل ہی کو سہی
رنج یہ ہے بہت خوشی کا رنج

ہم کو اس کی خبر نہ تھی پہلے
کہ ہے عشق بتاں سراپا رنج

١٠	گذرے عیش و نشاط میں اس کی نہ ہو کہا عشق کو خدایا رنج	١٣٣

حاصل نہ عاشقی سے ہوا کچھ سوائے رنج
بیٹھے بٹھائے ہو گئے ہم مبتلائے رنج

راحت ملی نہ ہمکو کسی دن سوائے رنج
پیدا اگر خدا نے کیا تھا برائے رنج

کیسا نشاط کس کی خوشی اور کہاں کا عیش
ہے رنج میرے واسطے میں ہوں برائے رنج

مشہور ہے یہ دہر میں ہر گریہ خندہ ایست
کیوں ناگوار عشق میں ہوں حد سے گیا رنج

بو یا بشر کے دلمیں محبت کے تخم کو
منظور تھی خدا کو جو نشو و نمائے رنج

اس سنگ دلکو دیکھئے افسانے کی طرح
سنتا ہے ہجر خواب مرا ماجرائے رنج

دنیا کو کیا کہوں میں کہ لڑتی نہیں ہے عقل
یہ منزل نشاط و طرب ہے نہ جائے رنج

سنتا ہوں غیر کی بھی زباں سے جو تیرا نام
کس نے کہا تھا تجھ سے کہ اس بیوفا کو چاہ

ہوتی ہے میرے دل کو مسرت بجائے رنج
اے دل تو اپنے آپ ہوا مبتلائے رنج

اے عشق عاشقی میں اذیت پسند ہے
دل ہے نثار درد جگر ہے فدائے رنج

۱۳۴	ردیف جیم فارسی	۱۸

ہجر کی شب نکلی ہر تدبیر ہیچ
ہوگئی نالوں کی بھی تاثیر ہیچ

گالیوں کی بھی نہیں اس سے امید
ہے کھنچوائی تری تصویر ہیچ

پلٹ جائیگی نہ کچھ تقدیر سے
اے دل دیوانہ ہے تدبیر ہیچ

کچھ بھی بن آئی نہ ہم سے ہجر میں
ہوگئی مرنیکی بھی تدبیر ہیچ

مل رہے گا خود بخود تقدیر کا
اے بشر ہے کوشش و تدبیر ہیچ

ایک بھی بیٹھا نشانے پر نہ آہ
ہجر میں نالوں کے تھے سب تیر ہیچ

تیری پیری ہم سے چلنے کی نہیں
شیخیاں ساری ہیں یا شیخ پیر ہیچ

اے مہوس ہو نہ اس حسرت میں خاک
خاک کے مانند ہے اکسیر ہیچ

بخت خفتہ چونکنے والا نہیں
کھینچیے کیوں نالۂ شبگیر ہیچ

درد فرقت خود سزائے سخت ہے
عشق کے مجرم کو ہے تعزیر ہیچ

منعم بیہودہ فکر گور کر
ہے مکان قصر کی تعمیر ہیچ

کیا سناؤں بخت آشفتہ کا حال
ہے پریشان خواب کی تعبیر ہیچ

کام آئی کچھ نہ جانکاہی تری
ہوگئی فرہاد جوئے شیر ہیچ

کون سنتا ہے دل اندوہگیں
ہے تری فریاد بے تاثیر ہیچ

چار دن کی زندگی ہے مستعمو
ہے خیال منصب و جاگیر ہیچ

صبر تا صبح ہے ہو نہیں سکتا نہیں
ہے تری اس باب میں تقریر ہیچ

ہو چکے جب عشق میں رسوائے خلق
پھر خیال عزت و توقیر ہیچ

۱۳۵	دل سی شے جب دے چکے ہو اسکو عشق جان دینے میں ہے پھر تاخیر ہیچ	۱۶

یاد اس زلف کو ہیں صد ہا پیچ
نہیں چلنے کا کچھ کسیکا پیچ

چلگیا یار پر جو میرا پیچ
خوب دشمن نے دلمیں کھایا پیچ

گیسوئے یار کا کھلے کیا پیچ
سر بسر بل ہے یہ سراپا پیچ

کرکے چھوڑونگا تار تار جدا
مجھسے اس زلف نے جو کھیلا پیچ

بات بنکر بگڑ گئی اپنی
پڑگیا خود بخود کچھ ایسا پیچ

ہوگیا میری جان کا جنجال
عشق کا پیچ تھا بلا کا پیچ

شیخ رکھتا ہے جامہ زیبا
ایک دستار میں ہیں صد ہا پیچ

بل کی لیتا ہے بال بال اسکا
زلف شکلیں ہے ہو تماشا پیچ

دیکھکر تیری زلف پیچاں کو
[illegible]

کٹ گیا اپنے دلمیں کیا کیا میں
اسے حبیب ... پایا پیچ

عشق گیسو ہوا وبال جان
یا الٰہی پڑا یہ کیسا پیچ

بل کی موئے میاں بھی لینے لگا
یہ زمانہ سے ہے نرالا پیچ

نقد دل مفت ہار بیٹھے ہم
اس دغاباز نے یہ کھیلا پیچ

پڑتے ہم پھیر میں نہ وعدوں کے
آپکی بات کا جو کھلتا پیچ

عقدۂ دل ہے میرا لا ینحل
نہ کھلا ہے نہ یہ کھلیگا پیچ

١٨	دام میں آنہ زلف پیچاں کے عشق یہ پیچ ہے بلا کا پیچ	١٣٦

اے مصور شوخی تقریر کھینچ
اس ادا سے یار کی تصویر کھینچ

عکس لے بہزاد اس رخسار کا
شمع کو وہ طیر کی تصویر کھینچ

چارہ گر دل بھی نکل آئے نہ ساتھ
دیکھکر پہلو سے میرے تیر کھینچ

شل نہو قاتل کہیں شانہ ترا
سخت جاں ہوں سوچکر شمشیر کھینچ

اے مصور وصل کی صورت نکال
انکے ہم پہلو مری تصویر کھینچ

اس دہن کا چاہیئے مانی ثبوت
یار کی ہنستی ہوئی تصویر کھینچ

میں کہاں اور خانہ زنداں کہاں
مجکو کانٹوں پر نہ اے زنجیر کھینچ

اے مصور قابل تصویر ہے
یار کے سایہ کی بھی تصویر کھینچ

کرتے ہیں بیداد پر بیداد وہ
تو بھی ایدل آہ بے تاخیر کھینچ

غیر بھی کھنچکر نہ آئے انکے ساتھ
یوں نہ ایدل آہ پر تاثیر کھینچ

میں بھی حق گو صورت منصور ہوں
دار پر ظالم پئے تشہیر کھینچ

انسے کہہ ایدل سنبھلکر اپنا غم
یوں نہ تو آہیں دم تقریر کھینچ

جی اٹھے ہیں تیرے کشتے روز حشر
آکے اس میدان میں بھی شمشیر کھینچ

وار سے پہلے نہ قاتل نکلے دم
جاں بلب ہوں دیکھکر شمشیر کھینچ

یک بیک سنکر نہ گھبرا جائیں وہ
تھم کے ایدل نالۂ شبگیر کھینچ

میں نہیں ایچرخ خواہان عروج
دار پر مجکو نہ بے تقصیر کھینچ

کوتہی اچھی نہیں دست دعا
بڑھکے جیب و دامن تاثیر کھینچ

	عشق آئیگا نہ تیرے دام میں	

ہاتھ اس سے شیخ پر تدبیر کھینچ

۱۳۷	ردیف حاء حطی	۱۵

صدمہ تیرے ہجر کا اے راحت و آرام روح
وجہ رنج دل ہے میرا باعث آلام روح

آج کی شب میرے پہلو میں ہے وہ آرام روح
حلقۂ آغوش کو سمجھوں نہ کیوں اندام روح

پوچھتا ہے جب کوئی اے جور ہے تیرا نام
ہم بتا دیتے ہیں دھوکا دیکے اسکو نام روح

ہے یہ قیدی قید یونکو کب ہے آسائش نصیب
جسم خاکی میں ذرا ممکن نہیں آرام روح

ایک تیرے ہجر میں کیا کیا ہوا حاصل ہمیں
رنج دل اندوہ تن درد جگر آلام روح

دم لبوں پر آکے ٹھہرا انتظار یار میں
چلتے چلتے رک گیا ہے توسن خوشگام روح

تو اگر اٹھے ترے پہلو سے تو اٹھ جائیگا
جسم کے آغوش سے بھی شاہد گلفام روح

عشق میں اس بت کے نکلی تو ہے تیر جسم سے
دیکھیے ہوتا ہے کیا روز جزا انجام روح

جسم سے نکلی ہے عزم کعبہ مقصود ہے
موت کا پردہ بنا ہے جامہ احرام روح

کرتی جانے میں ہے یا موت تیرا انتظار
جسم خاکی سے نہ ہوتا پابگل گر گام روح

کیا تن لاغر مرا محسوس پیراہن میں ہو
جسم کے جامہ سے کب آیا نظر اندام روح

عشق ابرو کے سبب دل پر غضب ہے کشمکش
بیگلی ہے آرہ میرے جسم میں صمصام روح

ساقی گلرو کے غم میں پیتے پیتے خون دل
ہو گیا خالی مے عشرت سے اپنا جام روح

پہلے بھی آزاد تھی آخر میں بھی آزاد ہے
سچ جو پوچھو ایک ہے آغاز اور انجام روح

۱۳۸	نکلے یا رب ذکر میں تیرے ہی جسم زار سے عشق کی یہ آرزو ہے ہو بخیر انجام روح	۱۵

قتل کے مشتاق کو حاصل ہو کیا آرام روح
سر وبال دوش ہے تن باعث آلام روح

جتنے اعضائے بدن ہیں دیئے ہیں خدام روح
جسم خاکی قصر شاہی ہے پئے آرام روح

کیا کسیکا بس ہے رکھی ہے خدائے پاک نے
دست قدرت میں عنان توسن خوشگام روح

جسم خاکی خاک میں ملکر تو ہوتا ہے فنا
راز یہ کھلتا نہیں ہوتا ہے کیا انجام روح

بیٹھے بیٹھے آگئی عین جوانی میں اجل
اک بیک گل ہوگیا اپنا چراغ شام روح

سنتے ہیں محشر میں ہوگی از سر نو زندگی
راستی پر آئیگا پھر بخت نافرجام روح

تیرے ہی دم سے ہے میری زندگی میری نمود
اے تشفی بخش دل اے باعث آرام روح

اتفاق چار عنصر پر نہ اترائے کوئی
گر پڑیگا خود بخود اکدن یہ قصر خام روح

لاش میری گور میں ہے جان کوئے یار میں
خاک کوئے یار کو کہئے نہ کیوں اندام روح

کانپ اٹھے یاد کرکے اپنی ایذا میرا جسم
سنلے گر روز قیامت بھی کسی سے نام روح

دیکھئے آئینہ خاکستر سے پاتا ہے جلا
جسم خاکی سے نہو کسطرح روشن نام روح

تیغ ابرو ہی نہیں کرتی ہے میرے دلکا خون
ہے تری اک اک ادا بھی ترک خون آشام روح

بیخودی عشق سے بیحس ہے ایسا میرا جسم
کہتے ہیں خود چارہ گر اسمیں نہیں ہے نام روح

جسم خاکی بھی ہے عالم میں عجب زینت کی شے
ہے اسی ملبوس سے آرائش اندام روح

۱۷	عشق جاکر پھر نہ آئیگی تن خاکی میں جان سنبل باغ ارم ہو جائیگی گلدام روح	۱۳۹

تڑپتی ہے مری دن رات ہجر یار میں روح
بلائیں سہنی کئی ہے آکے جسم زار میں روح

عجب نہیں کوئی اعجاز دست قاتل سے
پڑے جو قبضہ شمشیر آبدار میں روح

سمائے پھر تو نہ جامے میں حضرت انسان
ہوئی یہ خیر نہیں انکے اختیار میں روح

شب فراق نہ برآئیگی کوئی امید
عبث ہے اے دل مہجور انتظار میں روح

بلائیں ساری گئیں جسم ہی کے سر اے دل
پڑی نہ آکے کبھی قبر کی فشار میں روح

خیال یار بھی ہے حور کی تمنا بھی
پڑی ہے اپنی دم نزع انتشار میں روح

پیام موت کا عین شباب میں آیا
ہمارے جسم سے نکلی ہے کس بہار میں روح

ہوا بھی رکھتی ہے اعجاز عیسوی یہ دل
یہ پھونکدیتی ہے ہر تار زلف یار میں روح

جلاتے مارتے رہتے ہیں عاشقونکو حسین
الہی آ گئی کیوں انکے اختیار میں روح

یہ سچ ہے کوئی مرے وقت کا شریک نہیں
نہ آئی ساتھ مرے جسم کے مزار میں روح

چھڑا نہ سکیگا نہ پھر تجھے قضا بھی اسے
اٹک گئی جو کسی زلف پیچدار میں روح

خیال جب سے ہے اس آفت دل و جاں کا
نہ دل پہ ہے مرا قابو نہ اختیار میں روح

سنبھالوں اسکو کہ روکوں اسے شب فرقت
طپاں ہے دل مرے پہلو میں جسم زار میں روح

ڈرے وہ گرمی نار جحیم سے کیا خاک
جو ایک عمر جلے عشق کے بخار میں روح

ہوائے فصل بہاری کا واہ کیا کہنا
کہ پھونکدیتی ہے یہ جسم بادہ خوار میں روح

پہنچ ہی جاتا ہے اڑ اڑ کے انکے دامن تک
پس فنا بھی ہے باقی مرے غبار میں روح

۱۴۰	وصال یار کے مژدہ نے پھونکدی اے عشق نئی مرے دل محزون و جسم زار میں روح	۱۷

ہوئی یہ رنج سے تحلیل ہجر یار میں روح
نہیں ہے نام کو بھی میرے جسم زار میں روح

ہوئی جو دھوم سر حشر انکے آنے کی
بدنکو ڈھونڈھتی آئی مرے مزار میں روح

کسی کے روکے رکے گی نہ وقت آخر یہ
ہزار بند سہی جسم کے حصار میں روح

کنارہ کش جو وہ آرام دل ہوا مجھ سے
تڑپ تڑپ کے ہوئی سرد جسم زار میں روح

بتوں سے کھیلکے بازی عشق نادم ہوں
ملا ہے جیت میں صدمہ گئی ہے ہار میں روح

پس فنا بھی نہیں چین تیرے وحشی کو
بھٹکتی پھرتی ہے صحرا و کوہسار میں روح

شراب عشق کا نشہ نہ سر سے جائیگا
رہیگی زیر لحد بھی مری خمار میں روح

چمن کی سیر کو جائے جو وہ مسیحا دم
گلوں میں جان پڑے آئے شاخسار میں روح

شراب ناب کے چھینٹوں بغیر روز حشر
نہ آئیگی تن ہیجان میگسار میں روح

جلا جلا کے ترے ہجر نے تو پھونک دیا
کہاں رہی ہے مرے جسم داغدار میں روح

فراق یار میں کیونکر رہیں حواس بجا
کہ دم ہے لب پہ مرا چشم اشکبار میں روح

عذاب قبر سے بدتر ہے زندگی کا عذاب
وبال جسم ہے مجکو فراق یار میں روح

نکال لے ملک الموت تو جبھی سمجھوں
بجائے جسم ہے اب میری دست یار میں روح

گلے میں پہنا ہے تمنے کھلیں نہ کیونکر پھول
کہ بوئے تن سے تمہارے پڑی ہے ہار میں روح

ہوا حباب میں جسطرح بند ہے اے دل
یونہیں ہے چند نفس جسم کے حصار میں روح

نجات پیٹ کے دھندے سے آدمی کو نہیں
غم معاش میں ہے فکر روزگار میں روح

۱۴۱	پڑا ہو وعدہ خلافی یار کا اے عشق لبوں پہ آگئی ظالم کے انتظار میں روح	۲۰

بس فنا بھی میرے دلمیں ہے ہوائے قدح
پڑھیں عزیز مری قبر پر دعائے قدح

خبر ہے کیا اسے کیا جانے وہ صفائے قدح
جو میکدہ میں نہیں صورت آشنائے قدح

بندہی ہے فصل بہار میں یہ ہوائے قدح
کہ سوجھتا نہیں زاہد کو کچھ سوائے قدح

وہ خاکسار ہوں میں بندہ وفائے قدح
ملا کے نام میں لکھتا ہوں خاکپائے قدح

نہیں ہے آپکے دلمیں اگر ہوائے قدح
زباں پہ حضرت زاہد ہے کیوں دعائے قدح

ملے جو دولت جمشید بھی بجائے قدح
نہ کچھ خیال میں لائے اسے گدائے قدح

کہاں ہے ماہ کو یہ نور آسماں پہ نصیب
خوشا ضیائے قدح مرحبا صفائے قدح

نہیں یہ قلقل مے کان دہر کے سن واعظ
صراحی پڑھتی ہے کس لطف سے دعائے قدح

نہ رکھے رندوں سے پھر محتسب کدورت بغض
جو اسکے دلکو کرے آئینہ صفائے قدح

عجیب رنگ ہے بزم جہانکا توام ہیں
صدائے گریہ مینا و خندہ ہائے قدح

جو دیکھے کیفیت بزم مے نکل جائے
زبان شیخ سے بے اختیار ہائے قدح

ملے جو شیشہ مے تو لگا لوں سینہ سے
جو دست رس ہو تو آنکھوں پہ رکھ لوں پائے قدح

یہاں شراب ملی ہے وہاں سے کوثر
یہ ابتدائے قدح ہے وہ انتہائے قدح

ہوا ہے آپ ہی بدنام زاہد کمظرف
گنہ شراب کا ہے کچھ نہ ہے خطائے قدح

قدح کی اپنے مناتا ہوں میکدے میں خیر
سبو پہ کرتا ہوں پڑھ پڑھ کے دم دعائے قدح

نہ اسکو توڑ کے اے محتسب گناہ میں پڑ
کھدی ہوئی ہے مرے جام پر دعائے قدح

انہیں کے ساتھ بسر ہوتی ہے مزے کے ٹھاٹ
رفیق شیشہ ہو نہیں اور آشنائے قدح

نہ محتسب پہ ہوئے فتحیاب رند کبھی
ٹلی نہ ٹالے سے آئی ہوئی بلائے قدح

قسم ہے ساقی کوثر کی دلمیں رندو نکلے
نہیں ہے اور کوئی آرزو سوائے قدح

۱۴۲	خوشی سے پی لے اگر زہر بھی پلائے یار مقام رو کا ہے اے عشق یہ نہ جائے قدح	۲۶

یہ تمنے دیکھنے کی سیکھی ہے کہاں کیطرح
نگاہ گرتی ہے دلمیں مرے سناں کیطرح

کمر بھی یار کی ملتی نہیں دہاں کی طرح
جو وہ ہے وہم کیصورت تو یہ گماں کیطرح

تری گلی کی زمیں کو بھی اے جفا پیشہ
ستم کی سوجھتی ہے روز آسماں کیطرح

فسانہ کوہکن و قیس کا ہے معمولی
وہ دردناک نہیں میری داستاں کیطرح

سوائے رنج نہیں اس سے خلق کو حاصل
جو سربلند جہاں میں ہے آسمانکی طرح

نشہ شباب کا ساقی شراب میں تو نہیں
جو پی کے اینٹھتے ہیں پیر نوجواں کی طرح

مجھے یقین ہے کہ خوش قطع دلکشا اے ہوس
نہو گا روضۂ رضواں ترے مکاں کیطرح

کرو نہیں کیا ہوس سیر پے ترے اے گل
بہار باغ ہے وحشت فزا خزاں کیطرح

شہید عشق کو کہتے ہیں زندہ جاوید
ہماری مرگ بھی ہے عمر جاویداں کیطرح

ستم سے ہاتھ اٹھا اب تو اے بت کافر
لبوں پہ جاں مری آئی ہے فغاں کیطرح

ہوا ہے سر پہ جو احسان تیغ قاتل کا
رواں رواں ہے مرا شکر گو زباں کیطرح

جدا نہ ہمسے کبھی غم ہوا نہ ہم غم سے
ملے جلے رہے آپسمیں جسم و جاں کیطرح

پس فنا بھی وہی بخت کا رہا چکر
مرا غبار ہے گردشمیں آسماں کی طرح

خدا کیواسطے کر صبر اے دل مضطر
نکل نہ جائے مری جان بھی فغاں کیطرح

نہ رنج ہے نہ تاسف نہ کوئی ہمدردی
وہ درد دل مرا سنتے ہیں داستاں کیطرح

عجب نہیں کوئی وحشت میں مرغ دل مرا
ہرن کی شاخ پہ ڈالے جو آشیاں کیطرح

ہو لاکھ بال سے باریک ہو نہیں سکتی
میان یار مرے جسم ناتواں کی طرح

چمن پہ ہاتھ سے گلچیں کے وہ ستم ٹوٹا
بہار خاک اڑانے لگی خزاں کی طرح

رواں ہیں یوسف گم گشتہ کے تصور میں
سرشک دیدۂ یعقوب کارواں کی طرح

ملا ہے حکم مرے قتل کا عدو کو آج
نکالی خوب یہ اب اسنے امتحاں کیطرح

شب فراق تو کیا حشر تک نہ آئے کبھی
اجل چلے جو مری نبض ناتواں کی طرح

ہزاروں تیشہ فرہاد گھس کے رہجاتے
پہاڑ سخت نہ تھا تیرے سخت جاں کیطرح

تمام خلق سے رہتے ہیں منہ چھپائے ہوئے
حیات خضر بھی ہے مرگ جاوداں کیطرح

برا ہو باد خزاں کا کہ اسکے جھوکوں نے
چمن کو پھونکدیا میرے آشیاں کیطرح

گناہ دوست ہے رحمت اگر تو ہم بھی کبھی
اکڑینگے پیش گنا ہو نکوار مغاں کیطرح

۱۴۳	ہوا بلند مضامین سے مرے اے عشق زمین شعر کا رتبہ بھی آسماں کیطرح	۱۳

چمکے مرا نصیب خدایا کسی طرح
ہمرتبہ مہر کا ہو یہ ذرا کسی طرح

ہستی کا جلد پار ہو بیڑا کسی طرح
آ جائے نظر عدم کا کنارا کسیطرح

وہ روز وصل بھی نہوا مجھسے بیحجاب
پردا نہ درمیان سے اٹھا کسیطرح

ناصح سے بڑھکے دلکو محبت میں یار ہا
سمجھا کے ہم تھکے یہ نہ سمجھا کسیطرح

تھا وصلمیں بھی ہجر کا کھٹکا لگا ہوا
نکلا نہ میرے دلسے یہ کانٹا کسیطرح

مرکر بھی دردِ دل سے نہ اسکو ملی نجات
عاشق نے تیرے چین نہ پایا کسیطرح

منت سے زر سے سعی و سفارش سے زور سے
وہ بت ہوا نہ اپنا خدایا کسی طرح

محشر کی سختیاں بھی الٰہی ہمیں قبول
لیکن وفا ہو یار کا وعدا کسی طرح

دیکھا جو دختِ رز کو تو توبہ کے بعد بھی
قابو میں ہمنے دلکو نہ پایا کسیطرح

ہر چند دل نے چاہا مگر ضعف کے سبب
نکلا مرے دہن سے نہ نالا کسی طرح

وعدیکی صبح روزِ قیامت بھی ہو اگر
ممکن نہیں ہے یار کا آنا کسیطرح

کعبے میں سر کہے کوئی یا بتکدے میں عشق
تقدیر کا مٹے گا نہ لکھا کسی طرح

۱۴۴	ردیف خاء معجم	۳۶

قدِ بلند یار ہے طرفہ سمن کی شاخ
شمشاد کی ہے ایسی نہ سرو چمن کی شاخ

رکھتا ہے باغ حسن میں اس گل کا نخل قد
کو بل ادا کے ناز کے پھل بانکپن کی شاخ

اللہ رے فیض ابر بہاری کہ آج کل
پھولوں سے ہے نہال نہال چمن کی شاخ

پانی دے اپنے دست حنائی سے تو اگر
لالے کے پھول لائے چمن میں سمن کی شاخ

انسان باغ دہر میں ہے موجد کمال
اس نخل ہی سے نکلی ہے ہر ایک فن کی شاخ

حسن صبیح یار کا کشتہ ہوں دوستو
بونا مرے مزار پہ تم نسترن کی شاخ

اصلاح سے نہ جائیگی پیدائشی کجی
سیدھی کبھی ہوئی ہے نہ ہوگی ہرن کی شاخ

تکلیف زیردستوں کو پہنچانے کے سوا
لائی ثمر نہ اور کوئی گرگدن کی شاخ

ہیں پھول غیر حسرت و حرماں ہزار حیف
لائی نہ نخل ازدرے کوہکن کی شاخ

اے کاش میرا قد خمیدہ کسیطرح
ہوتا کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

دیتا جواب حضرت ناصح کی بات کا
مجھ میں لگی ہوتی جو دیوانہ پن کی شاخ

تقدیر کے بگاڑ سے مجبور ہے بشر
عاقل کو یہ لگاتی ہے دیوانہ پن کی شاخ

کشتے کو اپنے رہنے ہی دے تو پڑا ہوا
اے تیغ زن نکال نہ گور و کفن کی شاخ

مژگاں سے چشم یار کریگی مجھے شہید
خنجر بنے گی میرے لئے اس ہرن کی شاخ

کل جسپہ طائران چمن نغمہ سنج تھے
وہ آج ہے نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

اس موکمر کے عشق میں ایسا ہوا ہوں زار
گویا تن نحیف ہے موئے بدن کی شاخ

غیرت سے تیرے قد کشیدہ کو دیکھ کر
گڑنے لگی زمیں میں سرو چمن کی شاخ

خونابہ جگر سے نہ ہم سینچتے اگر
کب ہوتی بارور شجر علم و فن کی شاخ

سوز و گداز قیس دکھائے اگر اثر
صحرا میں مثل شمع ہو روشن ہرن کی شاخ

مر کر بھی ہے مؤید ظالم جفا سرشت
قبضہ میں پیش قبض کے ہے گرگدن کی شاخ

بے یار سبز باغ ہے سامان موت کا
سولی سے کم نہیں مجھے سرو چمن کی شاخ

بیمار ناتواں کو ترے فرط ضعف میں
موے بدن کی شاخ بھی ہے لاکھ من کی شاخ

رخسار پر لچکتی ہوئی آئی جب نظر
سمجھا میں زلف یار کو سیب ذقن کی شاخ

تعلیم سن رسیدہ کو دے کوئی کسطرح
جھکتی نہیں جھکائے سے نخل کہن کی شاخ

وہ شوخ لالہ فام جو آئے برائے سیر
تسلیم کو چمن میں جھکے نارون کی شاخ

قدسے یار سے نسبت جو ہے اسے
کیا کیا دکھا رہی ہے ادا یاسمین کی شاخ

ابروکا اک اشارہ ہے عاشق کسی کو بس
ناحق نکالی آپ نے دارورسن کی شاخ

خانہ خراب آتش فرقت کا ہو برا
کیا میرے دلکو لگ گئی ہے سوختن کی شاخ

موتی پرو کے بالوں میں اس شوخ نے کہا
لاتی ہے ایسے پھول کہیں یاسمن کی شاخ

آتا ہے پھول چننے جو وہ شوخ گلعذار
پھولی نہیں سماتی نہال چمن کی شاخ

آنکھوں کو اسکی دیکھ کے بھولا ہیں چوکڑی
دنبالہ دار سرمہ کو سمجھا ہرن کی شاخ

حاصل کسی کو نفع ہو کیا چرخ پیر سے
کم برگ و بار لاتی ہے نخل کہن کی شاخ

ہوگا کوئی دغا سے نہ سرسبز اور نہال
لائیگی پھول پھل نہ کبھی مکروفن کی شاخ

رتبہ شریف کا نہیں ملتا رذیل کو
کہنے کو کب نصیب ہوئی ہے ہرن کی شاخ

پھولی پھلی ہے رنگ مضامین تازہ سے
کیوں اس غزل کو کہیئے نہ باغ سخن کی شاخ

۱۴۵	وحشی کو عشق کیا سروساماں سے واسطہ محتاج آب و فصل نہیں ہے ہرن کی شاخ	۱۹

ہمکو ہے روز وصل یہ تیری نقاب تلخ
گر زندگی ہماری نہ اے پرحجاب تلخ

زاہد سے طور میں یہ بات ہے کہاں
کیا اٹھے کیفیت نہو جبتک شراب تلخ

ہم سے نہ چاشنئے محبت کو پوچھیئے
تلخی مرگ سے ہے سوائے جناب تلخ

بیخوف بوسۂ لب شیریں کا کر سوال
ابدل ہیں وہ کریم نہ دینگے جواب تلخ

ناصح کی گفتگو نہو کیوں ہم کو ناگوار
ہوتا ہے اسکا ہر سخن ناصواب تلخ

کاٹی ہیں ہمنے راتیں وصال و فراق کی
شیریں کبھی ہے اور کبھی آنکھوں میں خواب تلخ

گلگیر لگ لبے یار کے گالی نہ نکلے کیوں
ہوتا ہے ذائقہ میں ہمیشہ گلاب تلخ

جبتک شریک ساقی شیریں ادا نہو
میرے مذاق میں ہیں شراب و کباب تلخ

ہوتی ہے جب یہ مانع نظارہ جمال
سنتی ہے ہمسے باتیں کسیکی نقاب تلخ

بوسہ سے بڑھکے اسمیں ملیگا ہمیں مزہ
تم لعل شکریں سے جو دوگے جواب تلخ

ہو چاشنئ عشق سے ہرگز نہ آشنا
گر زندگی نہ ایدل خانہ خراب تلخ

اے لب شکر نہ چاہیئے تلخی ہر ایک سے
ملتا ہے تلخ بانکا اکثر جواب تلخ

پایا ہے جسنے اس لب شیریں کا ذائقہ
ہے اسکے پاس ذائقہ شہد ناب تلخ

وہ رند تلخ کام ہوں لب تک جو میرے آئے
شربت بھی ذائقہ میں ہو مثل شراب تلخ

مرجاؤنگا میں پھوڑکے سر مثل کوہکن
شیریں ادا جو تو کبھی دیگا جواب تلخ

ڈھاتا ہے قہر اس بت شیریں ادا کا حسن
ہو جائے کیوں نہ زندگی شیخ و شباب تلخ

کیا خاک سوئیں ہجر کی شب میٹھی نیند ہم
ہے انتظار مرگ میں آنکھوں کا خواب تلخ

عاشق کو جان نواز عرق زلف کا ہوا
ہر چند سانپ کے ہے دہن کا لعاب تلخ

١٤٦	پوچھا کبھی نہ اس بت شیریں ادا نے عشق گذرے ہماری زیست کے دن بیحساب تلخ	١٨

آنکھ جمتی ہی نہیں کیا کہوں میں کیا ہے وہ رخ
چشم بد دور عجب نور کا بقعہ ہے وہ رخ

وادئ ایمن قدرت کا تجلا ہے وہ رخ
باعث بیخودئ حضرت موسیٰ ہے وہ رخ

جس کا ثانی کہیں پیدا نہیں ایسا ہے وہ رخ
خوب سے خوب ہے اچھے سے بھی اچھا ہے وہ رخ

کیوں نہ پھونکے دل عشاق جگر کیوں نہ جلائے
برق ہے آگ ہے شعلہ ہے بھبوکا ہے وہ رخ

آنکھ میں شوق بنا دل میں تمنا ٹھہرا

جلوہ گر ایک نئے رنگ سے ہر جا ہے وہ رخ

جس نے دیکھا نہ رہے اسکے بجا ہوش و حواس

وجہ دیوانگی و باعث سودا ہے وہ رخ

پردۂ چشم نہ جل جائے دم نظارہ

شعلۂ آتش قہرائے دل شیدا ہے وہ رخ

معجزے ہم کو دکھائیں گے یہ موسیٰ کی طرح

ہے عصا زلف رسا تو ید بیضا ہے وہ رخ

سینکڑوں شکوے مرے دلمیں بھرے ہیں یونتو

یاد آتا نہیں کچھ جب نظر آتا ہے وہ رخ

مردنی سی رخ عشاق پہ چھا جاتی ہے

رنگ غصہ کا کسی دن جو دکھاتا ہے وہ رخ

کیوں نہ للچائے طبیعت مری بوسہ کے لئے

خوب ابھرا ہوا ہے خوب ہی پیارا ہے وہ رخ

کیجئے قامت جاناں کو سوا نیزہ فرض

کہئے خورشید قیامت کا نمونہ ہے وہ رخ

موجیں گیسو ہیں بھنور چاہ ذقن خط دھارا

سچ اگر پوچھئے تو حسن کا دریا ہے وہ رخ

صفت حور سے پہلے یہ بتا اے زاہد

چشم انصاف سے تو نے کبھی دیکھا ہے وہ رخ

عکس آئینہ کا خود اس میں نظر آتا ہے

اس قدر صاف ہے اسد رخ یہ مجلا ہے وہ رخ

اس کو جب دیکھتے ہیں پاتے ہیں جان تازہ
مردم چشم کے نزدیک مسیحا ہے وہ رخ

غیر بھی ترسیں گے بوسوں کو ہماری ہی طرح
جو کسی کے بھی نہ کام آئے تمہارا ہے وہ رخ

۱۴۷

اسے کیوں مرتے ہیں آپ اسمیں دھرا ہی کیا ہے
حضرت عشق نہ کعبہ نہ کلیسا ہے وہ رخ

۱۴

ہے کس بلا کا وہ صنم شوخ و شنگ شوخ
رگ رگ میں ہے شرارت و شوخی بھری ہوئی
زاہد خیال خام میں کھوتا ہے اپنی عمر
قاتل کا ہاتھ غیر کی منت اٹھائے کیوں
فصل بہار سے نہیں کم موسم شباب
سرکار یار سے ہمیں کیا کیا ملے خطاب
وہ شوخ لے جو دست حنائی میں جام آب
آنے دو یا نہ پاس بھی عاشق کی گرد کو
ہوجائے صاف گھر مرا میدان کارزار
جس سنگ میں تراشی گئی یار کی شبیہہ
فتنہ مچا بگاڑ پڑا عقل و عشق میں
آتے ہی چھا گیا ترے رخسار سرخ پر
پہلو میں اور دلمیں کھٹکتا ہے بار بار

رفتار شوخ طرز سخن شوخ رنگ شوخ
ہے سر سے پانو تک وہ بت شوخ و شنگ شوخ
کیا ہوگی حور مثل بتان فرنگ شوخ
رنگ حنا سے میرے لہو کا ہے رنگ شوخ
گل سے سوا ہے عارض جانانکا رنگ شوخ
رسوا ذلیل بیہدہ بےنام و ننگ شوخ
مثل شراب سرخ ہو پانی کا رنگ شوخ
اے شوخ کس بلا کا ہے تیرا سرنگ شوخ
مہمان بنکے ٹھہرے جو وہ خانہ جنگ شوخ
نکلی سواری سے وہ تصویر سنگ شوخ
آیا ترا خیال جو اے خانہ جنگ شوخ
اے شوخ ہے بلا کا خط سبز رنگ شوخ
ناوک فگن غضب کا ہے تیر خدنگ شوخ

۱۴۸

جولانیاں قلم کی رہیں ہر زمین میں
اے عشق ہے بلا کا ہمارا سمند شوخ

۱۴

حسن غازہ سے نہیں زنہار سرخ — قدرتی ہیں یار کے رخسار سرخ
یوں ہے سوز عشق سے دل میرا خون — جیسے تپ میں ہو رخ بیمار سرخ
جب تصور میں لیا بوسہ کوئی — ہو گئے وہ نازنیں رخسار سرخ
اڑ گیا چہرے کا میرے رنگ صاف — جب ہوا غصہ سے روئے یار سرخ
خون رونے سے فراق یار میں — ہے ہماری چشم دریا بار سرخ
موسم گل کی طرح آیا شباب — ہو گئے اس شوخ کے رخسار سرخ
ہجر ساقی میں ہے پر خوں مری آنکھ — نشۂ مے سے نہیں زنہار سرخ
کیوں نہ ہو کافور زرد دی خزاں — فصل گل آئی ہوا گلزار سرخ
خال کو بلبل نہ کیوں ٹھہرائیے — شکل گل ہوں جب ترے رخسار سرخ
تھی قیامت تیرے کشتوں کی تڑپ — ہو گئے مقتل کے سب دیوار سرخ
خون عاشق سے خدنگ دلربا — ہو گیا پیکاں سے تا سوفار سرخ
چڑھ گیا ہے سر پہ خون بے گنہ — میرے قاتل کی نہیں دستار سرخ
رنگ اپنا کیا جمائے اب حنا — خون عاشق سے ہے دست یار سرخ

۱۴۹

رہ گیا ہے گھٹتے گھٹتے غم سے عشق
جسم میرا اب کوئی دو چار سرخ

۱۱

شوخ تو تھا مگر نہ تھا گستاخ — ہم نے اس کو بنا دیا گستاخ
اب ہمارا لحاظ کیا اس کو — گالیاں بھی تو دے چکا گستاخ
پاس اسکا رہا نہ کچھ شب وصل — شوق نے مجکو کر دیا گستاخ

شوخ پہلے ہی وہ غضب کا تھا
اور نشہ نے کردیا گستاخ

اول اول تھا کچھ لحاظ حجاب
رفتہ رفتہ وہ ہو چلا گستاخ

شوخیوں نے بنا دیا ہے اسے
ڈھیٹ بے خوف چلبلا گستاخ

بوسہ جب مانگا بول اٹھے وہ
منہ لگانے سے تو ہوا گستاخ

ہیں حسین سب کے سب غضب کے شریر
ایک سے ایک ہے سوا گستاخ

منہ پہ کہتا ہے صاف صاف اسکے
کس بلا کا ہے آئینا گستاخ

تیرے گیسو سے بل کی لیتی ہے
ہو چلی ہے بہت ہوا گستاخ

سن لیا جب گناہ دوست اسے
ہو گیا عشق پر خطا گستاخ

۱۵۰ ردیف دال مہملہ ۱۴

مجھے کیوں نہ ہو جستجوئے محمدؐ
دل و جان کو ہے آرزوئے محمدؐ

نہ کیوں ہو ہمیں جستجوئے محمدؐ
خدا کو بھی ہے آرزوئے محمدؐ

عجب قبلہ اے دل ہے روئے محمدؐ
کہ کعبہ کا رخ بھی ہے سوئے محمدؐ

کسی سے نہیں ملتی خوئے محمدؐ
جدا سب سے ہے رنگ و بوئے محمدؐ

خدا کا سر حشر دیدار کیسا
نظر آئے گا صاف روئے محمدؐ

وہ سر ہو لگد کوب عالم الٰہی
نہ ہو جس میں سودائے موئے محمدؐ

گلستاں قدرت میں ہیں پھول لاکھوں
نہیں ایک میں رنگ و بوئے محمدؐ

ہمیں خواب ہی میں کبھی تو الٰہی
نظر آئے روئے نکوئے محمدؐ

بزرگی یہ کوثر کو حاصل نہ ہوتی
نہ ہوتا جو آب وضوئے محمدؐ

مرحشر بخشش کی پہر کون صورت
اگر درمیان ہو نہ روئے محمدؐ

ملی ہیں اسیواسطے ہم کو آنکھیں
کہ دیکھیں قیامت میں روئے محمدؐ

مخالف سے بہی بات کرتے تہے سیدہی
خوشا عادت نیک خوئے محمدؐ

۱۵۱ | ۱۸

تمنائے جنت نہیں بعد مردن
ملے جیتے جی عشق کو سے محمدؐ

پیمان محبت کو مرے رکہے وہ کیا یاد
جس شوخ کو کچہہ اور نہ ہو غیر جفا یاد

جس شوخ کی رہتی ہے مجھے صبح و مسا یاد
افسوس ہے اک روز بہی اسنے نہ کیا یاد

کس کس کو سے ایک دل خستہ و مجروح
ہیں سیکڑوں اس شوخ کو انداز جفا یاد

کیا آئے قضا میری شب ہجر ستمگر
انداز تغافل ہیں اسے تجہسے سوا یار

کیا خاک کرے گا وہ وفا وعدۂ فردا
بات آجکی آج اسکو نہیں رہتی ذرا یاد

کیوں ہچکیاں آتی ہیں دم نزع الہی
کس وعدہ فراموش نے اسوقت کیا یاد

طفلی میں جو ہم کہتے تہے بہلانیکی خاطر
اس بت کو ہے ابتک وہ سخن نام خدا یاد

سودے میں تری زلف سیہ کے مرے سر پر
اے بت وہ بلا آئی کہ آیا ہے خدا یاد

سوجہی جو شرارت نئی اس عربدہ جو کو
آتے ہی مری بزم میں دشمن کو کیا یاد

دور اپنے کو یوں کہینچ نہ لے دون کی اینچ
اس بت کو ہیں انداز ستم تجہسے سوا یاد

ہم مفت دئے دیتے ہیں بے منت و احسان
لیجائیے دل کیجئے گا آپ بہی کیا یاد

بہولا نہ شب وصل بہی اندوہ جدائی
اس لطف میں بہی ہے مجھے ابتک وہ مزا یاد

ہوگی ہوس زیست مرے دلکو دوبارا
مرکر بہی جو آئیگا محبت کا مزا یاد

کیا سر پہ قضا کہیل رہی ہے دل ناداں
رہ رہ کے جو آتی ہے تجھے انکی ادا یاد

پیغام رسان بہول نے تیری بہجے مارا
ظالم تجہے مطلب ہی کا فقرا نہ رہا یاد

ہچکی انہیں کیا آئی غضب آگیا ہمپر — رہ رہ کے خفا ہوتے ہیں کیوں اسنے کیا یاد

چھیڑا جو کبھی قصۂ غم سن کے وہ بولے — کمبخت کو کچھ اور نہیں اسکے سوا یاد

۱۵۲ | اے عشق علاج تپ غم ہے کسے منظور | خوش ہوں جو نہیں مجکو دعا اور دوا یاد | ے ۲۴

آزادیوں کے بند میں دیوانہ ہوا بند — یہ بند نیا بند ہے یہ بند جدا بند

رہنے کا نہیں عشق کوئی کام مرا بند — ہوگا نہ در ہمت مردان خدا بند

آتا ہے نظر مجھکو کف اہل سخا بند — مفلس کے پڑا کام میں اک اور نیا بند

دل رشتۂ الفت میں ازل سے ہے مرا بند — کھولے سے کسی کے یہ کھلے گا نہ کھلا بند

دیوانۂ الفت کو کرے گا کوئی کیا بند — آزاد ہر اک قید سے ہے عشق کا پابند

مطلب دل ناکام کا پیوستہ رہا بند — سو عقدے پڑے اور اگر اک کھلا بند

مارا نہ کبھی زلف کے کالے کو کسی نے — ہندی کا کبھی چور نہ زنداں میں ہوا بند

کھل جائیگا اک روز مرے دلکا ہی عقدہ — رکھتا نہیں بندے کا کوئی کام خدا بند

میں پرسش محشر سے بچا ضعف کے باعث — دفتر وہ مرے جانیسے پہلے ہی ہوا بند

اے جور ادا سے تری کیا کوئی بچے گا — یہ مان لیا خلد میں ہے راہ قضا بند

کھولیگا زباں کیا ترے آگے کوئی اے شوخ — غنچہ کا دہن بند ہے بلبل کا گلا بند

بے مے پیئے ممکن نہیں مجھ رند کا جینا — مرجاؤں اگر مجھپہ ہو یہ آب بقا بند

آیا جو کبھی یار کی جانب سے خط شوق — سو بار پڑھا کھول کے سو بار کیا بند

روکے سے رکے گی نہ مری آہ فلک سیر — مٹھی میں کسی طرح سے ہوگی نہ ہوا بند

ہوتی ہی نہیں اسسے کبھی ترک صبوحی — زاہد سے سوا رند ہیں اوقات کے پابند

خونناب دل پیتا ہے کھاتا ہے غم ہجر — بیمار محبت پہ نہیں آب و غذا بند

اے آہ سہارے پہ ترے جیتے ہیں عاشق
ہوجائیگا دم بند جو ہوگی یہ ہوا بند

کیونکر نہ جھلکتی پھریں عاشق کی نگاہیں
اب روزن دیوار کو بھی اسنے کیا بند

گر اور پریشان نہ شب ہجر لٹا کر
ایدل ہے مراد و سے اک ایک جدا بند

یہ حکم ہے انکا نہ ملے کوئی کسی سے
دیوانہ محبت کے ہوں اک ایک جدا بند

یاد آئی جو لذت ترے بوسوں کی شب غم
لب اپنے عدو سے ہیں ہوئے وقت بکا بند

رندوں کے جو منہ لگتا ہے کیا آئی ہے شامت
گر اپنی زبان ناصح بیہودہ سرا بند

آتا نہیں کچھ عقل میں کیا رنگ ہے ساقی
شیشہ میں پری ہے کہ مے ہوش ربا بند

١٥٣	ہر قید سے آزاد تو عالم میں وہی ہے اے عشق نہیں دام علایق کا جو پابند	١٧

روکش ہو تیرے رخ سے جو اے مہ عذار چاند
ایسے کہاں کے لگ گئے ہیں اسکو چار چاند

دیکھا جو تیرے رخکو ہوا شرمسار چاند
کیوں پیش آفتاب نہو بے وقار چاند

کیا منہ جو داغ دل سے ہو میرے دو چار چاند
چمکائے گو لگا کے فلک اسکو چار چاند

تا حشر عید کی تو منایا کرے خوشی
اے رشک مہ ہوں تجھکو مبارک ہزار چاند

اس مہ کے نقش پا کو نہ پہنچے گا حسن میں
اپنے کو آسماں پہ کھینچے ہزار چاند

دل کی نہ تا ختن مہ نو سے گرہ کھلی
اے چرخ مجھکو ایک نہیں سازگار چاند

نظارہ میرے یار کا منظور ہے اسے
چڑھتا ہے آسمانپہ جو بار بار چاند

اپنے کو کھینچتا ہے جو تو دور اسطرح
اے آسماں لگ گئے کیا تجھکو چار چاند

امیدوار وصل پڑے گا محاق میں
غرہ ہوا جو آپکے بھی اے مہ عذار چاند

نسبت ہو خاک اس رخ پر نور سے درست
سوزش ہے آفتاب میں ہے داغدار چاند

ہر داغ عشق کی ہے سوا اسکے آب و تاب
کیوں اپنے دلمیں مجھسے نہ رکھے غبار چاند

تیرے ہی عکس رخ سے دوبالا ہے مہ کا حسن	ایا ماہ تیرے آگے ہے آئینہ دار چاند
اس آسمان حسن کا اللہ رے عروج	ہوتا ہے آفتاب تصدق نثار چاند
خورشید کے طلوع کا سب کو گماں ہو	کوٹھے پہ دیکھنے کو اگر آئے یار چاند
توسن کا تیرے کیوں نہ فلک پر دماغ ہو	ہیں اسکی ٹھوکروں میں سبہ رہگذار چاند
اس مہ کو چاند ماری کا جیسے ہوا ہے شوق	ہالے سے ہوگیا ہے درون حصار چاند

۱۵۴	اس ماہ رو کا وعدہ نہ ابتک وفا ہوا اے عشق ہم کو ہجر میں گذرے ہزار چاند	۱۳

ہلال گھٹکے نہ کیوں رشک سے ہو سارا چاند	اگر آفتاب سے پر نور ہے ہمارا چاند
تری حضور میں اے آسمان حسن و جمال	سہا ہے مہر جہانتاب اور تارا چاند
اٹھائے پردہ جو وہ شوخ روئے روشن سے	کتاں کیطرح سے ہو جائے پارہ پارا چاند
اس آفتاب کی خاک قدم کا ذرہ ہوں	کہ اک اشارے سے جس کے ہوا دوپارا چاند
طلوع مہر کا عالم کو ہو گیا دھوکا	جو چاند دیکھنے نکلا کبھی ہمارا چاند
چڑھا جو بام پہ وہ رشک ماہ وقت سحر	کنار چرخ سے کرنے لگا کنارا چاند
اگر نہ ہوتا کف پائے یار کے مانند	نہ یوں فلک پہ چمکتا ترا ستارا چاند
اے آسمان نہیں بوس و کنار کے قابل	اگرچہ دیکھنے کو ہے نظر میں پیارا چاند
جو تیرے ابروء رخ کا پڑا فلک پر عکس	ہوا ہلال نمودار آشکارا چاند
کس آفتاب تجلی کی ہے تلاش اسکو	جو پھر رہا ہے شب روز مارا مارا چاند
خدا کو مان کے انصاف سے بتا اے چرخ	یہ تیرا چاند منور ہے یا ہمارا چاند
بتا یا غرہ مجھے اس ہلال ابرو نے	خوشی میں غیر کو کیونکر کہئے نہ سارا چاند

۱۵۵	سنا جو اس غزل نو کو عشق اسنے کہا	۱۹

کمال خوب کیا چرخ سے اتارا چاند

بھولے بھٹکے میری آنکھوں میں جو آجاتی ہے نیند
تیرگی شام غم سے کیا ہی گھبراتی ہے نیند

یاد میں تیری جو اسے آرام جاں آتی ہے نیند
خوابہائے خوش مجھے کیا کیا دکھا جاتی ہے نیند

وعدہ کی شب یار سے بھی بڑھکے ترساتی ہے نیند
مردمان چشم پر کیا ہی ستم ڈہاتی ہے نیند

ہجر کی شب میری آنکھوں میں کہاں آتی ہے نیند
جب خیال آتا ہے اسکا صاف اڑجاتی ہے نیند

اشتیاق غیر ان کو ہم کو ان کا انتظار
اوس طرف ان کو نہ ہم کو اسطرف آتی ہے نیند

اس بلا کی ہے ہماری شام غم کی تیرگی
ڈہونڈہتی ہے راہ آنکھوں کی نہیں پاتی ہے نیند

جس طرح سوتا ہے میرا بخت گھوڑے بیچ کر
اس طرح کب خفتگان خاک کو آتی ہے نیند

کیوں نہ ہو انسان کو پیری میں غفلت بیشتر
کس غضب کی دیکھئے وقت سحر آتی ہے نیند

ان کو تنہائی میں بھی تنہا کبھی پاتا نہیں
جب وہ آتے ہیں مری خلوت میں آجاتی ہے نیند

یار کے آنے کی ملتی ہے جو اڑتی سی خبر

دیدۂ مشتاق سے عاشق کے اڑ جاتی ہے نیند

دیکھئے کیا دیدۂ مشتاق کا ہوتا ہے حشر
موت آتی ہے نہ فرقت میں مجھے آتی ہے نیند

ہجر کی شب جب ستاتا ہے بہت درد جگر
اشک بنکر میری آنکھوں سے نکل جاتی ہے نیند

یاد قامت میں کسی کی ہم ہیں بے آرام کیوں
لوگ تو کہتے ہیں سولی پر بھی آجاتی ہے نیند

خون روتے ہیں شب غم مردمان چشم شوق
مرغ بسمل کی طرح کیا انکو تڑپاتی ہے نیند

شاہد پردہ نشین ہے یہ یا تازہ عروس
اے شب غم میری آنکھوں سے جو شرماتی ہے نیند

صورت آرام و راحت کیا نظر آئے ہمیں
یار آتا ہے شب وعدہ نہ تو آتی ہے نیند

سوچ لیتا ہوں مآل کار کو آغاز میں
موت اپنی مجکو یاد آتی ہے جب آتی ہے نیند

وعدہ کی شب غیر نے روکا اگر اس شوخ کو
کون مانع ہے ترا تو کیوں نہیں آتی ہے نیند

۱۵۶	صورت جاناں نظر آتی ہو جس کو خواب میں عین بیداری اسی کی عشق کہلاتی ہے نیند	۲۰

قابل درماں نہیں ہے عشق کا آزار دل		اللہ ہی ملے چارہ گر ہے یہ مرض آزار درد

تو ہے ناداں یہ سمجھ ہے تیری آنیکا نہیں
نالۂ بلبل کی پروا باغ میں گل کو نہیں

باز آئے ظلم سے مہر و وفا سے پیش آئے
جب خیال آتا ہے تیرا مجکو اے بیداد گر

گردش ہفت آسماں سے ہے نصیب عاشقاں
مانع اظہار رسوائی جاناں کا ہے خوف

جسپہ بیتی ہو اسی کے دل سے اسکا حال پوچھ
جس سے امید تسلی ہو نہ امید علاج

عشق کے بیمار کی کیا اور ہوگی دیکھ بھال
جان لینے میں لٹانے میں اذیت دینے میں

پوچھتا ہے چارہ گر رہ رہ کے موقع درد کا
دیکھئے جس سمت آتا ہے نظر سامان غم

ضعف سے ہے اسمیں طاقت بات کر سکتی کہاں
تیرا عاشق مر کے بھی غم سے نہ پائیگا نجات

ہجر میں اس بت کے ہے ہر دلکو تیری جستجو
یاد آتی ہیں شب فرقت جو انکی شوخیاں

دشمنی آپس کی بدلی دوستی سے عشق میں
سنتے سنتے پھٹ گئے ہیں باغمیں ہر گل کے کان

ہم بتائیں اپنے دلکا کیا تجھے اے یار درد
سچ ہے مفلس کا نہیں کرتا کوئی زردار درد

عاشق دل خستہ کا جانے اگر دلدار درد
دلمیں اٹھتا ہے پئے تعظیم سو سو بار درد

رنج حرماں بیکسی اندوہ غم آزار درد
کیا کہے دلکا کسی سے عاشق ناچار درد

غیر کیا جانے مرا اے شوخ دل آزار درد
کیا کہے ایسے سے اپنا کوئی دل افگار درد

چارہ گر حرماں ہے ہمدم رنج ہے غمخوار درد
تجھ سے بڑھکر ہے مرا اے قاتل خونخوار درد

کیا بتاؤں ہے سراپا میرا جسم زار درد
مجکو پہنچاتے ہیں بے اسکے در و دیوار درد

چارہ گر سے کیا کہیگا عاشق بیمار درد
قبر میں لیجائیگا ساتھ اپنے یہ بیمار درد

آجکل ہے خوب تیری رونق بازار درد
دلمیں اٹھتا ہے نئے پہلو سے ہر ہر بار درد

درد کا غمخوار اب میں ہوں مرا غمخوار درد
تیرے نالوں میں ہے کیا اے بلبل گلزار درد

۱۵۷	داغ کا شاگرد ہوں میں عشق میرا نام ہے کیوں نہ ہر دلمیں کریں پیدا مرے اشعار درد	۱۷

یار کی ہو بھی اگر زلف سیہ فام سپید
عشق ہو گی نہ مصیبت کی مری شام سپید

رشک سے چرخ پہ مہتاب بھی اک مہر جمال
ہو گیا دیکھ کے تیرا رخ گلفام سپید

لاکھ چاہے کوئی فطرت کا بدلنا ہے محال
صبح کیطرح نہ ہو گی نہ ہوئی شام سپید

اس سے لگنے کا نہیں داغ جوانی کو تری
فطرتی موئے کمر ہے بت خودکام سپید

رنگ لاکر ہی رہی صبح جدائی میری
روتے روتے ہی ہوئے دیدۂ ناکام سپید

ظرف کیطرح ہے رندوں کی نظر بھی عالی
دور گردوں کو سمجھتے ہیں یہ اک جام سپید

انقلاب فلک پیر سے کچھ دور نہیں
صبح کا رخ ہو سیہ اور رخ شام سپید

وار سے پہلے فنا ہو گیا دم عاشق کا
نہ ہوئی سرخ رہی یار کی صمصام سپید

رنگ تاثیر دکھائیے جو ترا حسن صبیح
ہو سیہ خال بھی بشکل گل بادام سپید

کی شب وصل جو کچھ دست درازی میں نے
ہو گیا خوف سے انکا رخ گلفام سپید

پرتو دستِ حنائی سے گلابی ہو جائے
ہاتھ میں اپنے اگر لے وہ کوئی جام سپید

لکھے مضمون مری شام مصیبت کا اگر
خوف سے ہو رخ خامہ دم ارقام سپید

قابل دید ہے نیرنگی حسن جاناں
سرخ لب خال سیاہ سبز خط اندام سپید

لاکھ خورشید قیامت بھی سفیدی پھیرے
میرے غمخانے کے ہونگے نہ در و بام سپید

غم میں اس ثانی یوسف کے بسان یعقوب
ہوئے رو رو کے مرے دیدۂ ناکام سپید

دیکھکر چشم سیہ کو تری غیرت کے سبب
چشم آہو ہو برنگ گل بادام سپید

۱۵۸	عشق کی راہ ہے لے عشق وہ آفت انگیز رنگ رخ ہوتا ہے سالک کا بہر کام سپید	۱۴

قاتل عربدہ جو خانۂ احساں آباد
دم قدم سے ہے ترے گنج شہیداں آباد

شہر لوگوں کو بساتے ہوئے سنکر خود بھی
میرے قاتل نے کیا شہر خموشاں آباد

طوق وزنجیر کی رونق ہے مری وحشت سے
دم قدم سے ہے مرے خانۂ زنداں آباد

تیرے سودے میں زمانہ کا ہوا اور ہی رنگ
شہر ویراں نظر آتے ہیں بیاباں آباد

صورت جام ہے چرخ کو گردش جبتک
میرے اللہ ہے محفل رنداں آباد

تیرے دیوانوں کو اللہ سلامت رکھے
انکے ہی دم سے ہیں کہسار و بیاباں آباد

سب مہیا ہیں جو سامان ہیں بربادی کے
گھر ہوگیا خاک ہمارا شب ہجراں آباد

کوئی پروا نہیں جنت بھی جہنم ہی جو جائے
ہم سلامت ہیں پھر کوچۂ جاناں آباد

مژدہ اے بلبل گلزار پھرے تیرے دن
پھر بہار آئی ہوئے سارے گلستاں آباد

رکھ لیا وحشت نے پردہ ترے دیوانوں کا
ہوگئے آکے یہاں بے سر و ساماں آباد

جاگزیں دل میں نہیں اس بت خوشرو کا خیال
مصر میں آکے ہوا ہے مہ کنعاں آباد

اپنی قدرت کا دکھانا تھا جو جلوہ منظور
میرے خالق نے کیا عالم امکاں آباد

دیکھیں تجکو تو ہوں محبوب حسیناں جہاں
سر سے ہو جائے ہر آغوش گریباں آباد

۱۵۹

آدمی جسکو کہیں وہ نہیں ملتا اے عشق
یوں تو ہر شہر میں ہیں سیکڑوں انساں آباد

۱۷

ہر ایک کو اپنے رنگ کی ہے رنگ بو پسند
بلبل کو گل شجر کو ثمر مجکو تو پسند

یہ بھی ہے کوئی اے صنم حیلہ جو پسند
میں ناپسند اور مری آرزو پسند

جب تک خیال یار کا پیش نظر رہا
آیا نہ میرے دلکو کوئی خوبرو پسند

سنتے نہ گالیاں کبھی یوں چھیڑ چھیڑ کر
ہوتی اگر نہ ہم کو تری گفتگو پسند

حصہ ہے یہ تو عاشق حسرت نصیب کا
تم کیا کروگے لیکے دل آرزو پسند

رندا اسکا خم بنائینگے اک روز شیخ جی
آجائیگا جو آپ کا ظرف وضو پسند

بزم جہاں میں یوں تو ہیں سامان ہزار ہا
ساقی ہے مجکو شیشہ و جام و سبو پسند

اس بدزباں نے شکوہ دشنام پر کہا
ہم کیا کریں ہمیں ہے یہی گفتگو پسند

اے سوزن مسیح نہ لے نوک کی بہت
جامے کا اپنے مجکو نہیں ہے رفو پسند

داماں صبر مثل کتاں چاک چاک ہے
دلکو ہمارے جیسے ہے وہ ماہرو پسند

سچ ہے بہرا گھڑا نہیں دیتا کبھی صدا
مست مئے ہنر کو نہیں ہاؤ ہو پسند

اک نونہال حسن کا جب سے خیال ہے
طوبی پسند ہے نہ مجھے سرو جو پسند

وہ چاہتے ہیں دعوئے الفت سنکے ساتھ
اے مہر داغ غم مرے دلکو ہے تو پسند

منظور یوں تو وصل کسی کا نہیں مگر
قاتل کو ہے تعلق تیغ و گلو پسند

رنگ حنا میں بوئے وفا نام کو نہیں
قاتل کو اسلئے ہے ہمارا لہو پسند

ہم کو فلک نے خاک کا پیوند کر دیا
آیا کبھی جو چاک جگر کا رفو پسند

۱۶۰	واعظ کے سامنے وعظ میں آیا ہے مجکو عشق لا تقنطو پسند کلو و شربو پسند	۱۷

بڑھکر ہے دوست سے بھی مجھے اب عدو پسند
کیوں نا پسند ہو وہ کرے جس کو تو پسند

یہ چاٹ رہنے دیگی نہ پھر میاں میں اسے
قاتل کی تیغ کو اگر آیا لہو پسند

محنت مری ٹھکانے لگی لاکھ لاکھ شکر
آیا انہیں پسند دل آرزو پسند

بیڑا اوٹھا چکے ہیں وہ عاشق کے قتل کا
اب ان کو ہے حنا سے زیادہ لہو پسند

رونق ہے خون دیدہ جوہر سے تیغ تیز

قاتل کو ہے جو خندہ زخم گلو پسند

میں اور ترک عشق بتاں پر ہی جال
اے پند گو نہیں یہ تری گفتگو پسند

پانی سے پاک ہوگا نہ ہرگز دل سیہ
اے شیخ ہے شراب سے غسل و وضو پسند

کیا جنس دل کو تجھ سے کریں گے دریغ ہم
اپنی تو آرزو ہے کرے اس کو تو پسند

آنسو کے تار سے جگر چاک چاک کا
اے چارہ گر ہے عشق میں مجھکو رفو پسند

بگڑا عدو کی بات سے بھی واہ رے مزاج
اس شوخ تند خو کی ہے مجھکو یہ خو پسند

ہم باز آئے لطف سے بیداد ہی سہی
تیری ہر اک ادا ہے بت کینہ جو پسند

ہر ایک کی پسند جدا ہے جہان میں
اے فتنہ جہاں ہے مگر سب کو تو پسند

باغ جہاں میں اے گل خوبی ترے سوا
آئی نہ ایک پھول کی بھی مجھکو بو پسند

حوروں پہ ڈالے خلد میں کیا وہ نگاہ شوق
آیا ہو جس کی آنکھ کو اے شوخ تو پسند

باریک بیں غضب کی ہے عاشق کی آنکھ بھی

موئے میاں یار ہوا مو بمو پسند

بے ساختہ نظر نہ پڑے تجھ پہ کیوں مری
ہر آنکھ کو جہاں میں ہے خوبرو پسند

۱۶۱ | خالق سے مانگتی ہے دعا عفو جرم کی
اے عشق اشک شرم سے ہے آبِ وضو پسند | ۱۷

کرتا ہے اک جہاں تجھے اے خوبرو پسند
کیا پوچھنا ہے اسکا کرے جسکو تو پسند

اے میر کیا کرے نہ اگر اسکو تو پسند
کچھ کام کا نہو یہ دل آرزو پسند

ہر رنگ میں چھپاتا وہ اپنے کو کس لئے
ہوتی اگر نہ اسکو مری جستجو پسند

برپا دل و جگر میں ہوئیں خانہ جنگیاں
آیا جو میری آنکھ کو وہ جنگجو پسند

کس کام کی وہ چیز جو بے سعی ہاتھ آئے
ملتا ہے یار کا بھی پس جستجو پسند

بیزار ہیں وفا سے محبت سے ہیں نفور
انکو نہ اسکا رنگ نہ اسکی ہے بو پسند

اے شوق ٹپکے ناوک قاتل سے پوچھ تو
سینہ ہے یا کلیجہ ہے یا ہے گلو پسند

آنکھیں لڑا کبھی کبھی ہم سے زباں لڑا
تجکو اگر ہے جنگ بت جنگجو پسند

تیرا خیال لاکھ خیالوں سے خوشنما
سو حسرتوں میں ایک تری آرزو پسند

اب اور غیر ترک تمنا نہیں علاج
اس فتنہ گر کو ہے دل بے آرزو پسند

رسوائے عشق جب سے ہوا ہوں جہاں میں
عزت پسند ہے نہ مجھے آبرو پسند

کس کام کا وہ دل نہو جس دل میں جوشِ عشق
بزم جہاں میں کس کو ہے خالی سبو پسند

گم ہوں کسی کے موئے کمر کی تلاش میں
معدوم چیز کی ہے مجھے جستجو پسند

پیر مغاں ہوں قلقل مینا کا شیفتہ
بزم جہاں میں ہے مجھے یہ خوش گلو پسند

کرتے ہیں سب پسند ہماری پسند کو
آیا ہے جب سے تو ہمیں اے خوبرو پسند

اے دل نہ آج اشک ندامت کمی کرے | ذرہ گناہ کی ہے یہی شست و شو پسند

۱۶۴	دیتے ہیں جان اس بت بے نام و ننگ پر اے عشق آپ بھی ہیں بڑے آبرو پسند	۱۶

تو کیا کرے گا اے ستم آئیں جفا کے بعد
گذرے گی اور کیا مرے سر پر قضا کے بعد

بولیں گے زاغ بلبل شیریں نوا کے بعد
خاک اڑتی دیکھ لینا چمن میں صبا کے بعد

کس بات کی کریگا شکایت برو ز حشر
دل نے انہیں پسند کیا ہے جفا کے بعد

پھر تیرا کیا علاج بتا چلے چارہ گر
اچھا مریض کم ہوا گر دوا کے بعد

قاصد کا کچھ پتا نہیں مدت گذر گئی
کمبخت کیا وہ آئیگا میری قضا کے بعد

ہمدرد میرا دوسرا بڑھکر نہیں کوئی
اے دل ہر ایک دست ہے اس آشنا کے بعد

ذکر اک بات کا مجھکو بتا دو قسم
کچھ تو کرم بھی چاہیے جور و جفا کے بعد

نام و نمود حسن کی ہے عشق کے طفیل
پوچھے گا کون آپکو اس مبتلا کے بعد

ہم مر کے جینے سے رہے پھر وہ ستم شعار
نادم ہوا تو کیا ستم ناروا کے بعد

مہماں دو گھڑی کا ہوں نہیں یہ خبر نہیں
پہلے قضا سے آئینگے یا قضا کے بعد

اس فتنہ گر کا ہوگا سر حشر سامنا
آفت یہ اور آئیگی مجھپر قضا کے بعد

فریاد کی جو پہلے ہی ہم سے ہوئی یہ چوک
کرتا تھا شکوہ جور کا شکر و ثنا کے بعد

کیونکر جفا پہ صبر ہو امید لطف پر
ہم کیا جئیں گے بھی تری جور و جفا کے بعد

بیداد پر دلایا جو کچھ خوف باز پرس
وہ بولے پھر کہیں گے روز جزا کے بعد

کیا جانو تم کرامت نعمے عشاق کس طرح
تم نے تو آنکھ کھولی ہے ابتدا کے بعد

۱۶۳	اے عشق آہ زیست زمانہ رہے بکام پھر کچھ بھی ہو بلا سے ہماری قضا کے بعد	۱۵

انداز دلبری کے ہیں سارے تجھی کو یاد
اے شوخ یہ کرشمے کہاں ہیں کسی کو یاد

رہتا نہیں خوشی میں تو کچھ آدمی کو یاد
کیوں یہ کرے عروج میں افتادگی کو یاد

ہر برگ کی زبان پر افسانہ ہے ترا
تیرے دہن کی بات ہے اک اک کلی کو یاد

نادان بھولجاتا ہے دو دن کے عیش پر
رہتا نہیں گذشتہ الم آدمی کو یاد

پھر جاتی ہے نگاہ میں تصویر یار کی
کرتا ہوں میں کلیم کی جب بیخودی کو یاد

طول شب فراق میں کن حسرتوں کے ساتھ
کرتا ہوں روز وصل کی میں کوتہی کو یاد

کچھ خیر و شر سے واسطہ دیوانے کو نہیں
رکھتا ہے کب جہاں میں یہ نیکی بدی کو یاد

کیا ہم بچائیں خرمن صبر و شکیب کو
انداز برق کے ہیں تمہاری ہنسی کو یاد

عادی جفا کے ظلم کے خوگر ستم پسند
جنت میں بھی کرینگے ستمگر تجھی کو یاد

جو بات تجھ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں
یہ ناز یہ ادا نہیں حور و پری کو یاد

اک تازہ حشر روز چمن میں بپا کرے
چالیں اگر ہوں آپ کی سرو سہی کو یاد

اچھا سبق یہ عشق نے ہم کو پڑھا دیا
بھولے جو دل سے ہمکو کریں ہم اسی کو یاد

الفت کا انکی لطف نہ بھولونگا مر کے بھی
برسوں کرونگا خلد میں اس دل لگی کو یاد

جادو جو تیری چشم فسونگر کو یاد ہے
یہ شعبدہ یہ سحر نہیں سامری کو یاد

۱۶۴
اے عشق تیرے بعد بھی کرتے رہیں گے لوگ
تجھکو اگر نہیں تو تری شاعری کو یاد
۱۱

اللہ رے میرے دل ناکام کی امید
ہے ہجر کی شب وصل دلآرام کی امید

کیا اس سے مجھے بوسہ و پیغام کی امید
ہو جس لب نازک سے دشنام کی امید

امید پہ جینا بھی ہے بیکار جہاں میں
بر آئے نہ اے دل تو وہ کس کام کی امید

کیونکر مرے کاٹے یہ شب ہجر کٹیگی
مرنے کی توقع ہے نہ آرام کی امید

یارب یہ شب غم ہو مری روز مسرت — بر آئے کہیں اس دل ناکام کی امید
جز ترک تمنا نہیں اب اور تمنا — کیا پوچھتے ہو عاشق ناکام کی امید
ساقی نظر لطف و کرم ہو کچھ ادھر بھی — تا میکدہ لائی ہے مجھے جام کی امید
بیمار محبت کا بہت حال برا ہے — زندہ جو رہا صبح نہیں شام کی امید
پیتے سحر و شام نہ یوں خون جگر ہم — ساقی سے جو ہوتی نے گلفام کی امید
کہتے ہیں کہ امید پہ قایم ہے زمانہ — کیوں دلکو نہو وصل دلآرام کی امید

کیوں اسکی ستایش کریں بیفائدہ اے عشق
ہو جس سے نہ تحسین کی نہ انعام کی امید

۱۶۵ ردیف ڈال ہندی ۱۴

دو دن کا ہے یہ حسن نکر میری جاں گھمنڈ — ناپائدار چیز یہ ہے رائگاں گھمنڈ
سنگ فشاں کا کام نہ دے تیغ یار کو — کر سختی گلو پہ نہ اے سخت جاں گھمنڈ
یہ جنس ہے دکاں کی بازار کی متاع — یوسف کے حسن پر کرے کیا کارواں گھمنڈ
تیر نگاہ ناز کے کشتے ہیں دادخواہ — کیا ہوگا تیرا قاتل ابرو کماں گھمنڈ
اے بت یہی جہان میں ہے سجدہ گاہ خلق — جتنا کرے بجا ہے ترا آستاں گھمنڈ
بولی یہ قبر دیکھ کے منعم کی لاش کو — ہے وہ ترا غرور کہاں اب کہاں گھمنڈ
دیکھا جو آئینہ میں کبھی اپنے حسن کو — پیدا دل صنم میں ہوا ناگہاں گھمنڈ
تو بھی بنے گا تیر اجل کا کبھی ہدف — ناوک فگن نہ کھینچ کے کیجو کماں گھمنڈ
ناپائدار ہے گل و گلزار کی بہار — دو دن کی فصل پر نکر اے باغباں گھمنڈ
کوئے صنم میں دولت قاروں گڑی نہیں — ناحق ہے اسقدر تجھے اے پاسباں گھمنڈ

ڈرتا ہوں پست ہو نہ کہیں صورت زمیں
رفعت پہ کر رہا ہے بہت آسماں گھمنڈ

ہم سر خرد ہوئے تو حد ذرہ ہو گیا
آیا نہ کام اسکا دم امتحاں گھمنڈ

تیرے سخن کی دھوم ہے دنیا میں ہر طرف
زیبا ہے تجکو بلبل ہندوستاں گھمنڈ

١٦٦	اے عشق ہے کمال کے حق میں مضر غرور ٹوٹا ہنر کا سلسلہ آیا جہاں گھمنڈ	١٢

کہاں ہے بادہ گساروں کو ناگوارا ٹھنڈ
مزا شراب کا دیتی ہے انکو دونا ٹھنڈ

لپٹ لپٹ کے وہ سوتے ہیں میرے پہلو سے
شب وصال دکھاتی ہے لطف کیا کیا ٹھنڈ

دھوئیں نہ تیرے شب غم اڑا دے تو سہی
پڑے تو اس دل سوزاں سے تجکو پالا ٹھنڈ

جو دلکو دیتی ہے تکلیف سرد مہری یار
برہنہ جسم کو دیگی نہ ایسی ایذا ٹھنڈ

ہمارے سوز جگر کا کرشمہ ہے گرمی
جو سرد مہری جاناں کا ہے نمونا ٹھنڈ

کہاں سے یار کو لاؤں جو گرم ہو پہلو
پڑا ہے مجکو شب ہجر تجھسے پالا ٹھنڈ

اٹھاتے بوجھ دشالے کا اسطرح نہ امیر
اگر نہ دیتی زمستاں میں انکو ایذا ٹھنڈ

جو سرد مہری جاناں سے کھینچوں آہ سرد
تو گرمیوں میں ہو جاڑے کیطرح پیدا ٹھنڈ

جگر کی آگ ہے موجود تاپنے کے لئے
کریگی بال بھی عشاق کا نہ بیکا ٹھنڈ

کبھی پڑیگا جو پالا فراق ساقی سے
شرابخواروں کو بھی ہوگی ناگوارا ٹھنڈ

کھڑے ہیں رونگٹے مخمل کے بھی لرزتے ہوئے
یہ خوف خلق پہ چھایا ہوا ہے تیرا ٹھنڈ

بغل میں یار اگر ہو خبر بھی ہوگی نہ عشق
ہزار دے تپ لرزہ کی مجکو ایذا ٹھنڈ

١٦٧	ردیف ذال معجم	١٣

عشق آتا نہیں اس عہد شکن کا کاغذ
غم سے کیوں گل کے نہو گوشت بدنکا کاغذ

اس خوشی میں نہ رہا رنج غریبی ہمیں یاد
ملگیا کوئی جو یاران وطن کا کاغذ

لکھوں مضمون اگر وحشت دلکا اپنی
شاخ آہو ہو قلم پوست ہرن کا کاغذ

سادہ رد عشق میں تیرے ہے ہتیلا مرا حال
تار مسطر ہیں رگیں گوشت بدنکا کاغذ

انکو فرصت ہی نہیں عیش و طرب سے اتنی
پڑھکے دیکھیں جو میرے رنج و محن کا کاغذ

ہے کبوتر کو پر و بال کے جلجانے کا خوف
خاک بہیجائیگا مجھ سوختہ تن کا کاغذ

دشمنوں کی نہو منظور جسے دل شکنی
آئے کیونکر مجھے اس عہد شکن کا کاغذ

تجھکو کردونگا زر و مال سے میں مالا مال
لا تو قاصد کوئی اس سیم بدن کا کاغذ

ہوگیا مجھکو یقین باد بہاری آئی
نامہ بر لایا جو اس رشک چمن کا کاغذ

قدرداں ہی نرہا اسکا زمانہ میں کوئی
ردی ہوجائے نہ کیوں شعر و سخن کا کاغذ

اس سے کیا اٹھے قلم تو ہی بتا اے قاصد
ضعف سے جسکو ہوا اب سیکڑوں منکا کاغذ

کس صفائی سے دیا اسنے مجھے صاف جواب
سادہ بالکل ہے خط سیم بدن کا کاغذ

۱۶۸	عشق اس شوخکو اب خون جگر سے اپنے لکھئے اندوہ و غم و رنج و محن کا کاغذ	۱۵

غیر بہیجیں مرے شکوے میں جو لکھکر کاغذ
ہو وہی ہائے مرے قتل کا محضر کاغذ

میرے نالوں کی جو بندھ جائے شب ہجر ہوا
آسماں اڑتے پھریں جیسے ہوا پر کاغذ

تہا جو بیتابئ دلکا مرے مضموں رقم
گر پڑا بال کبوتر سے تڑپ کر کاغذ

جسمیں ہے مطلب دل لکھیئے پتنگوں پہ تمام
یار کو بھیجئے اسطرح ہوا پر کاغذ

ہوگیا صاف مرے اشک ندامت کے سبب
میرے اعمال کا ہوگا سر محشر کاغذ

ضعف سے ہمکو قلم کا بھی اٹھانا ہے محال
لکھئے اس وعدہ فراموش کو کیونکر کاغذ

میرے نامے کا جو مانگا مرے قاصد نے جواب
میرے نامے کا ہوا داخل دفتر کاغذ

حرف مطلب کسی عنوان نہیں لکھتا وہ شوخ
یونہی تو آتے ہیں مرے پاس برابر کاغذ

تیری تصویر نے وہ نور عطا فرمایا
ہو گیا صفحہ خورشید کا ہمسر کاغذ

شوق اس طفل حسیں کو ہے پتنگوں کا بہت
آپ اپنے کو نہ کیوں کھینچے فلک پر کاغذ

شوخیوں کی ترے کھینچے جو مصور تصویر
ہاتھ سے اسکے نکل جائے تڑپ کر کاغذ

بھیجتے لکھ کے ہمیں اپنا وہ کچھ حال ضرور
آیا یاران عدم کو نہ میسر کاغذ

ماجرا سوز جدائی کا جو لکھا کسی دن
آگ میں جھونک دیا یار نے جلکر کاغذ

۱۶۹

خط میں لکھنا کبھی مطلب تو سمجھکر اے عشق
کہیں دیدے نہ عدو کو وہ اٹھا کر کاغذ

۱۳

حفظ جاں کیلئے کچھ کام نہ آیا تعویذ
بن گیا گردن عشاق میں پھندا تعویذ

رام وہ طفل برہمن نہ کسی شکل ہوا
میں نے گنگا میں بھی لکھ لکھ کے بہایا تعویذ

زر کی خواہش میں کھنچا آتا ہے سیم بدن
نقش دینار حقیقت میں ہے اچھا تعویذ

مر کے آسیب جدائی سے ملے کچھ تو نجات
نقش پا یار کا ہو میری لحد کا تعویذ

تیری چوٹی میں پڑے دفع بلائے گیسو
چاہیئے عاشق جانباز کے دل کا تعویذ

حیف جلتے رہیں ہم نقش محبت کیطرح
گردن یار سے پیدا کرے رشتا تعویذ

مرض ہجر میں عاشق کو تسلی کے لئے
اے پری رو ہے ترے خط کا لفافہ تعویذ

بہر تسخیر بتاں نقش وفا سے بڑھکر
پر اثر ہم نے کوئی اور نہ دیکھا تعویذ

رہ کے چوٹی میں ہے اس شوخ کی گردن پہ سوار
خون عشاق سے تحریر ہوا لیا تعویذ

اسکو میں دل کی جگہ چیر کے پہلو رکھ لوں
ہاتھ آئے جو مرے تیرے گلے کا تعویذ

خاک اڑ اڑ کے بھرے نقش کے ہر خانے میں
خاکساران محبت نے جو لکھا تعویذ

اور بھی حب کے عمل سے وہ بنا دشمن جاں
تھا مری قسمت برگشتہ کا لکھا تعویذ

فضل حق سے ہوا بال بھی بیکا اے عشق
غیر لکھہ لکھہ کے جلا یا کئے صد ہا تعویذ

١٧٠	ردیف رائے مہملہ	٩

امتی جسکا ہے رہ عشق اسیکا ہوکر
چل مدینہ کیطرف طالب مولا ہوکر

یا نبی ادب سے رکھتا نہیں وہ کچہہ سر وکا
بیٹھ جاتا ہے جو در پر ترے تیرا ہوکر

ہے یہ ادنا صفت روضہ ذیشان نبی
اسکی کرسی کو نہ پہنچا فلک اعلا ہوکر

پاتا اعزاز مدینہ کی زمیں پر گردوں
بیٹھ جاتا جو ترے روضہ کا سایا ہوکر

یا نبی راہ میں تیری جو فنا ہوتے ہیں
پاتے ہیں عمر ابد خضر و مسیحا ہوکر

ہے سیہ پوش اسی غم کی بدولت کعبہ
رہ گیا ہائے نہ کیوں روضہ والا ہوکر

ہے یہی شوق تو پر پرزے نکل آئینگے
اڑکے جاؤنگا مدینہ کو پرندا ہوکر

تو وہ فریادرس خلق ہے انسان تو کیا
حق طلب تجہسے ہیں حیوان بھی گویا ہوکر

١٧١	سلطنت کی بھی کبھی اس کو نہ ہوتی پروا عشق رہتا جو گدا آپ کے در کا ہوکر	٢٨

انکا دل صاف نہوگا کبھی میلا ہوکر
روشن آئینہ ہوا کرتا ہے اندہا ہوکر

روکش اعلے سے ہو کیونکر کوئی ادنا ہوکر
تو دہ خاک نہ ہوگا فلک اونچا ہوکر

طالب جلوہ جاناں بھی وہی پائے گا
پایا موسیٰ نے جو مشتاق تجلا ہوکر

کچہہ خیال سر شوریدہ جو آجاتا ہے
سوے کہسار نکلجاتا ہوں صحرا ہوکر

آنکھیں تالوں میں نکل آئیں تو کیا غم سر حشر
ہم ادب سے انہیں دیکھیں گے خمیدا ہوکر

خاک میں ملگئے عاشق تو ہوا انکو خیال
چوم لیں یہ نہ قدم نقش کف پا ہوکر

ذلت عشق کو ذلت نہیں کہتا کوئی
قیس مشہور ہوا خلق میں رسوا ہو کر

جان دیتے ہیں مریضان محبت شب غم
شرم آتی نہیں کچھ تم کو مسیحا ہو کر

لطف تو جب تھا شب ہجر ہماری اے چرخ
کھینچتی طول جو اس زلف کا سایا ہو کر

روح کیطرح رگ و پے میں ہے درد الفت
سخت دشوار ہے جینا مرا اچھا ہو کر

شربت وصل نہ دارو ہے جو قسمت سے ملے
عاشق جاں بلب اٹھ بیٹھے توانا ہو کر

آتے آتے وہ پھرے راہ سے تھی کسکو خبر
یوں مرا بخت الٹ جائیگا سیدھا ہو کر

گریہ عاشق ناکام کو سمجھو نہ ہنسی
اشک طوفاں کی خبر لائینگے دریا ہو کر

بات کوئی مرے دلکی نہ نکلنے پائی
رہ گیا یار کا شکوا بھی تمنا ہو کر

شعلہ رو ہے نگہ گرم سے تیری مجھے خوف
طایر روح نہ جلجائے پتنگا ہو کر

وادی عشق کا ہر ذرہ ہے آفت انگیز
تنکا بھی پانو میں چبھ جاتا ہے کانٹا ہو کر

اے پری سیر بیاباں سے حذر لازم ہے
خاک دیوانوں کی لپٹے نہ بگولا ہو کر

اسکو اللہ کا بندہ نہ کہے گا کوئی
اگر انسان رہے بندۂ دنیا ہو کر

مر گئے ہم شب غم انکو شکایت یہ ہے
جان دی اسلئے اجل کو مرا شیدا ہو کر

اڑکے لپٹیگی مری خاک ترے دامن سے
پاک رہنے کا نہیں یہ کبھی اونچا ہو کر

قتل کرنا ہو تو کر ڈالو تامل کیسا
ہاتھ کو روکتے کیوں ہو ستم آرا ہو کر

چارہ گر نام دوا کا جو کبھی لیتا ہے
درد تڑپاتا ہے دلکو مرے دونا ہو کر

حسرت دید میں آنکھیں نکل آئیں پس مرگ
خاک تربت سے مری نرگس شہلا ہو کر

نہ رہے بیخودی شوق میں کچھ ہوش و حواس
اب ہم کھو گئے اس شوخ کے جویا ہو کر

میرا اٹھنا نہیں آسان نہیں اٹھجاؤں گا
در پہ بیٹھا ہوں ترے نقش کف پا ہو کر

ایک ساغر کیلئے دل مرا ساقی نہ دکھا
بیٹھ جائیگا یہ درد تہ مینا ہو کر

حسرتیں جتنی تھیں سب دفن ہوئیں اپنے ساتھ | ہم رہے کنج لحد میں بھی نہ تنہا ہو کر

۱۷۲	نہ چلا اسکا پتہ دیر و حرم میں اے عشق تھک کے شل ہو گئے ہم بادیہ پیما ہو کر	۱۸

مر گئے درد و غم و یاس و تمنا لیکر
ہم چلے عالم فانی سے بھی کیا کیا لیکر

غیر کو تم سے نہ تھا کام تو میرے در پر
کس نے آواز یہ دی نام تمہارا لیکر

آپ کے آنیکی امید پہ کبتک جیتا
مر گیا عشق کا بیمار سنبھالا لیکر

تم ہو وہ بہولکے بھی ہمکو نہیں کرتے یاد
ہم ہیں وہ جیتے ہیں جو نام تمہارا لیکر

ایسے دیوانے کی مشکل نگرانی ہو گی
آپ پچھتائیں گے میرا دل شیدا لیکر

ہائے کیا کیا در و دیوار سے لپٹا ہوں نہیں
جب چلا جوش جنوں جانب صحرا لیکر

ایسے بے شرم نہیں روز جزا پیش خدا
ہم جو فریاد کریں نام تمہارا لیکر

چارہ گر کچھ تری تدبیر سے ہونیکا نہیں
درد میرا نہ بڑھا نام دوا کا لیکر

امتحاں میں کبھی اتریگا نہ پورا کوئی غیر
آپ کیوں بیٹھے ہیں یہ مفت کا جھگڑا لیکر

دل مرا لیکے ہے انکار قسم کھاتے ہو
یوں مکرتا ہے کوئی مال پرایا لیکر

حشر کے دن بھی نہو جسکے وفا کی امید
ایسے دعوے کو کریں آپکے ہم کیا لیکر

ہمکو اس تنگ نے روکا شب غم مرنے سے
جان دیں کسلئے احسان اجل کا لیکر

ہچکیاں لیتے ہو وہ رو کے عبث پہلو میں
ایک ہی بار نہ دل ڈالو کلیجا لیکر

نہ لگی داد عدالت گہ محشر میں بھی کچھ
دی کسی نے نہ صدا نام ہمارا لیکر

درد دل انسے جو کہتا ہوں تو فرماتے ہیں
آپ ہیں کون جو آئے ہیں سندیسا لیکر

سیر حوروں کو دکھاونگا دل شیدا کی
جاؤنگا خلد میں میں تیری تمنا لیکر

ایفلک خاک نشیں کوچہ دلدار کا ہوں
دون کی لے نہ بہت چھوڑونگا بدلا لیکر

١٧٣	چہرہ بگڑا ہوا دیکھا جو مریض غم کا رہ گئے اپنا سا منہ عشق مسیحا لیکر	٢١

سخت حیراں ہوں زمانیکی ہوا کو دیکھکر
غیر کا ہوتا ہے دہوکا آشنا کو دیکھکر

ان بتو نکے دور میں مجکو ملے گی داد کیا
منصفی کرتا نہیں کوئی خدا کو دیکھکر

ہٹ گیا بیداد سے دل باقی بیداد کا
میرے استقلال کو میری وفا کو دیکھکر

عاشقی میں وارہی از خود فراموشی مری
آپ میں رہتا نہیں اس دلربا کو دیکھکر

اے پری مجکو ہوا دہوکا نکل آئے ہیں پر
دونوں شانوںپر تری زلف دوتا کو دیکھکر

ہے جدا کوئے وفا میں سب سے اپنا راستہ
ہم نہیں چلتے کسی کے نقش پا کو دیکھکر

آسماں پیر بھی دنرات اک چکر میں ہے
تیری طرز جدید و انداز جفا کو دیکھکر

نکلی جاتی ہے مرے پاؤں نیچے سے زمیں
غیر کے کوچہ میں تیرے نقشپا کو دیکھکر

اپنے کوچہ میں نہ کہیں وہ میرا کچھ لگاؤ
خاک بھی میری اڑا دینگے ہوا کو دیکھکر

شوخیاں انداز چتون نیچی آنکھیں ہیں غضب
لوٹ ہے دل ایک ایک تیری ادا کو دیکھکر

جان لیکر ہی رہا عالم بتوں کے حسن کا
آگئی اپنی قضا ان کی ادا کو دیکھکر

پس گیا دل حسرت پا بوسی دلدار میں
میرے تلووں سے لگی رنگ حنا کو دیکھکر

ہو چلا انکو بھی کچھ کچھ اپنے وعدونکا خیال
رفتہ رفتہ میری تاثیر دعا کو دیکھکر

گر جواب خط نہیں آتا تو اے قاصد بتا
کچھ کہا بھی اسنے حرف مدعا کو دیکھکر

کیا امید و یاس کے جھگڑوں سے وہ آزاد ہے
حسرت آتی ہے دل بے مدعا کو دیکھکر

دلربا غمزہ ہے دلکش عشوہ ہے دلچسپ ناز
دیکھئے اب کس کس ادا کو دیکھکر

کیسی یہ مدعت ہے تیرے دور میں اے جست رنز
مجکو ہوتا ہے اچنبا نارسا کو دیکھکر

ٹھوکریں کہاتے نہ یوں راہ وفا میں زینہار
ہم اگر چلتے زمانے کی ہوا کو دیکھکر

نام کو بھی اب کسی گل میں نہیں بوئے وفا
جی اڑا جاتا ہے گلشن کی ہوا کو دیکھکر

سرکشی سے وہ بت مغرور باز آتا نہیں
سرنگو بھی اپنے گیسوئے رسا کو دیکھکر

١٧٤	آشنائی سے نہیں لے عشق کوئی آشنا چھوڑ بیٹھا ہوں میں اک اک آشنا کو دیکھکر	١٦

امنگوں پر جوانی ہے شباب حسن جوبن پر
پھٹی پڑتی ہے کیا مستی نشیلی انکی چتون پر

بلا سے شوخی رفتار سے پامال ہو جاؤں
مگر آئے کسی دن وہ خراماں میرے مدفن پر

ادھر چمکا ادھر چمکا نظر سے ہو گیا غائب
گماں برق و شرر کا ہے ترے چالاک توسن پر

شرر ہیں سوز رقت سے ہمارے اشک کے قطرے
نہ پوچھو تم اسے دامن سے آنچ آئے نہ دامن پر

مراتر دامن آلودہ ہے زاہد مے کے چھینٹوں سے
اثر کیا آتش دوزخ کریگی ایسے دامن پر

عنان صبر مشتاقاں نہیں ہے آج قابو میں
کچھ اس انداز سے وہ سیر کو نکلے ہیں توسن پر

کدورت سے زمانہ کی زباں کیا صاف باطن کو
نہ بیٹھا داغ کوئی گرد کا دریا کے دامن پر

جو توڑیگا کوئی پیمانہ دونگا جان میں اپنی
یہ خون بیگنہ لے محتسب لے تو نہ گردن پر

بری ہوتی ہے دلکی آگ اے گلچیں ذرا بچیو
نہ آہ بلبل نالاں سے آنچ آجائے دامن پر

وہاں جاں ہوا شوق نمود نام گلشن میں
پڑی ہی بجلی کی پہلے آنکھ میرے ہی نشیمن پر

یہ جھگڑے ہیں محبت کے مٹیں گے دل کے دل ہی میں
نہ جائے کوئی ناواقف ہماری انکی ان بن پر

شرر ہے برق ہے شعلہ ہے خورشید درخشاں ہے
نظر ٹھہرے ہماری کسطرح اس روئے روشن پر

نزاکت دے اجازت تو اٹھا لے نازنیں خنجر
جھجکتا کیوں ہے خون قتل عالم میری گردن پر

نزاکت نے کیا کیسا سبکدوش ان حسینوں کو
نہ ٹھہرا بیگنا ہونکا لہو تک انکی گردن پر

نگہ جب انکی پڑتی ہے مرے دل پر ہی پڑتی ہے
گرا کرتی ہے یہ بجلی ہمیشہ ایک خرمن پر

١٧٥	نہیں جلنا کسیکا بھی گوارا عشق عالم میں	١٦

دُہواں اٹھتا ہے دل سے جب نظر پڑتی ہے گلشن پر

حسینان جہاں اترائیں اتنا ہی نہ جوبن پر
کہ پھر جائیگا پانی دو ہی دن میں رنگ روغن پر

نہیں معلوم کی ہے اسنے کیا بات انکے ساتھ ایسی
کہ تھوڑے تھوڑے ہوتے ہیں وہ دلبیں گرد شمن پر

توقع نفع کی اس سے نہ کچھ بھی ضرر اس سے
نظر یکساں ہے ہر حالتمیں میری دوست دشمن پر

سیہ پوشی کسی کی رنگ لا کر ہی رہی آخر
بہانے ہی پڑے آنسو مجھے بھی مرگ دشمن پر

شعاع حسن تیرے تن کی چھنکر باہر آئی ہے
نہیں تصویر یہ اے مہر جو بی تیری چلمن پر

خدا جانے نظر آتا ہے کیا جلوہ پس پردہ
جو پڑتی ہیں ہزاروں کی نگاہیں تیری چلمن پر

غبار پائمالان ستم کو وہ نہ کم سمجھیں
جمائے گا کبھی یہ رنگ اپنا انکے دامن پر

ہوا کیا دوستوں کے رنگ پیرائے آشنائی کو
کوئی دو پھول بھی لے کر نہ آیا میرے مدفن پر

فرشتوں سے نہ اٹھتا تو اٹھاتا دوسرا کوئی
لیا آدم نے کیوں بار امانت اپنی گردن پر

ذرا محشر تو ہو برپا تماشا دیکھ لے گا تو

پڑیں گے سینکڑوں کے ہاتھ ظالم ترے دامن پر

اشاروں پر ترے چلنے کو سب تیار بیٹھے ہیں
نظر اک ایک اہل بزم کی ہے تیری چتون پر

اگر یہ جانتا ہرگز نہ پھر فاتحہ کہتا
خبر کیا تھی وہ آئے گا عدو کے ساتھ مدفن پر

جو تیرے حسن کا جلوہ نہوتا اس میں اے خوشرو
یہ پروانے بھلا یوں ٹوٹ پڑتے شمع روشن پر

کبھی تو دیکھ آکر دیدہ عبرت سے اے غافل
کہ کیا حسرت برستی ہے ترے عاشق کے مدفن پر

چمکتے ہیں ستارے روز روشن مہر کی صورت
نہیں یہ داغ چیچک کے تمہارے روئے روشن پر

۱۷۶	کئے قاتل نے بیسوں وار مجھ پر تیغ کے اے عشق برا ہو سخت جانی کا پڑا خط بھی نہ گردن پر	۲۰

عالم میں ہمنے خوب ہی ڈھونڈھا ادہر ادہر
آیا نظر نہ کوئی بھی اپنا ادہر ادہر

ہستی کا تھا جو وقفہ ہوا دم کی دم میں ختم
میں دیکھتا ہی رہ گیا کیا کیا ادہر ادہر

غش سے ملا افاقہ تو بالائے کوہ طور
حیرت سے دیکھنے لگے موسا ادہر ادہر

وہ روبرو نہوگا تو مشتاق روز حشر
دیکھیں گے آنکھیں پھاڑ کے کیا کیا ادہر ادہر

چلمن نہیں ہے مانع عکس جمال یار
یکساں ہے اس شعاع کا جلوا ادہر ادہر

وعدے کی رات چین نہ آیا ذرا مجھے
بیٹھا اٹھا کبھی کبھی ٹہلا ادہر ادہر

جب چونکتا ہوں خواب میں آہٹ کو دیکھکر
پھرتی ہے آنکھ شوق سے کیا کیا ادہر ادہر

شہرت ہمارے عشق کی لاکر رہیگی رنگ
ہوگا تمہارے حسن کا چرچا ادھر ادھر

کعبہ میں کوئی تھا نہ کوئی بتکدہ میں تھا
اک تو ہی تو مجھے نظر آیا ادھر ادھر

آخر ہے ایک چشم زدن میں بہار باغ
کیا خاک دیکھے نرگس شہلا ادھر ادھر

آیا تھا محتسب کا قدم میکدے میں کیا
ساقی ہیں کیوں یہ ساغر و مینا ادھر ادھر

مڈبھیڑ ہوگئی جو کبھی ہم سے راہ میں
وہ بغلیں جھانکنے لگے کیا کیا ادھر ادھر

کیا جانے ذکر غیر نے کیا زہر اُگل دیا
بڑھتی چلی ہے رنجش بیجا ادھر ادھر

مردہ سمجھتے ضعف کے عالم میں مجکو دوست
گر اضطراب دل نہ لٹاتا ادھر ادھر

خود ہی ترے نصیب کا ملجائیگا تجھے
پھرتا ہے کیوں تو اے سگ دنیا ادھر ادھر

کرتے علاج درد سر عشق اے صنم
پتھر بھی ہمنے کوئی نہ پایا ادھر ادھر

مشتاق وصل ایسے میں آئے تو لطف ہے
بے بہرہ پھر رہے ہیں وہ تنہا ادھر ادھر

کیا جانے اس گلی میں آیا تھا آج کون
ہیں کچھ نشان نقش کف پا ادھر ادھر

پیغام بر سے ہونے لگیں بد گمانیاں
کیا جانے یہ لگاتا ہے کیا کیا ادھر ادھر

۱۷۷	اے عشق چلکے بیٹھ بھی رہ کوئے یار میں پھرتا ہے کیوں خدائی کا مارا ادھر ادھر	۲۵

اے دل نہو صبر تو بکا کر
بیکار مباش کچھ کیا کر

کیا عالم بے دلی میں عاشق
نالے کرتے ہیں دل لگا کر

آیا ہے نہ انکو آئیگا رحم
کیا فائدہ درد دل سنا کر

برباد کیا فلک نے مجکو
ہر رنگ سے خاک میں ملا کر

اس شوخ کے دل پہ چوٹ بیٹھی
شرمندہ ہوں درد دل سنا کر

کہتا ہوں جو اسسے حرف مطلب
جل دیتے ہیں سیدھیاں سنا کر

ڈرہے مری جاں ہے نہ دشمن	مژدہ مجھے وصل کا سنا کر
کونین کی فکر سے کر آزاد	ساقی کوئی جام مے پلا کر
دل بیٹھ گیا ہے لے ستمگر	بار غم عشق اٹھا اٹھا کر
اے ظالم حیلہ جو بتا تو	کیا تجھکو ملا مجھے ستا کر
عقبیٰ کی بھی مل گئی جو دولت	دیدونگا بتوں کو میں اٹھا کر
ٹھنڈک پڑی ابتو تیرے دل میں	اے شوخ مرا جگر جلا کر
تقدیر بگاڑتی ہے کیا کیا	ہر کام میرا بنا بنا کر
دم مار نہ عاشقی میں اے دل	جو کچھ وہ ستائیں سب سہا کر
وہ شکوۂ جور پر یہ بولے	کس نے یہ کہا تھا دل دے آکر
بڑھکر نہیں آپ سے مرا دل	لیجئے شوق سے اٹھا کر
پورا نہیں دوستی کا کوئی	دیکھا ایک ایک کو آزما کر
محشر میں نہ ڈھائے حشر تازہ	آنا وہ کسی کا سر جھکا کر
ہر تیغ ستم کو دیکھتے ہیں	وہ دل پہ ہمارے آزما کر
دزدیدہ نگاہ تیری ظالم	دل لے ہی گئی مرا چرا کر
بے فائدہ جمع زر ہے منعم	لے جائیگا ساتھ کیا اٹھا کر
رند اور خیال توبہ واعظ	اے مرد خدا خدا خدا کر
بیمار ہوں میں مسیح ہو تم	اعجاز دکھا دو لب ہلا کر
بھڑکایا مری طرف سے انکو	اغیار نے کچھ لگا بجھا کر

۱۷۸ — اے عشق نہ آئی عاشقی راس
دی جان ہی ہم نے دل لگا کر — ۱۳

کسقدر بافیض ہے سرکار یار
لٹ رہی ہے دولت دیدار یار

حشر پر موقوف ہے دیدار یار
کس قیامت کا ہے یہ اقرار یار

چھیڑ بیٹھے موسیٰ نہ اپنی داستان
ہم ہیں مست جلوۂ دیدار یار

مول یوسف کا یہاں بیعانہ ہے
کیا کہوں ہیں گرمئ بازار یار

سخت جانونکی نہیں چلنے کی کچھ
ہے قیامت تیغ جوہردار یار

دیکھ لوں تصویر ہی اسکی کبھی
کچھ تو نکلے حسرت دیدار یار

جس سے ٹپکی پڑتی ہے اک تازگی
وہ گل شاداب ہے رخسار یار

خواہش بال ہما ان کو نہیں
ہیں جو زیر سایہ دیوار یار

پس کے رہ جائیں گے ہم مثل حنا
گر یہی ہے شوخئ رفتار یار

پیش جائیگی نہ کچھ اغیار کی
عرصۂ محشر نہیں دربار یار

بھیس میں وہ غیر کے آئے تو کیا
ہم سے چھپتی ہے کہیں رفتار یار

طالب دیدار آنکھیں سینک لیں
آتش بے دود ہے رخسار یار

۲۴	پھیرتا ہے میری گردن پر چھری عشق عشق ابروئے خمدار یار	۱۷۹

کیا بھروسا کیجئے تدبیر پر
زور کچھ چلتا نہیں تقدیر پر

واہ کیا انصاف ہے ہمکو سزا
مل رہی ہے غیر کی تقصیر پر

یہ نرالا عشق ہے یہ طرفہ چاہ
لوٹ ہیں وہ اپنی ہی تصویر پر

ہے گماں ابرو مژگان یار
نیزہ و خنجر کمان و تیر پر

اس سے کیا امید مجکو صلح کی
باندھ کر بھیجے جو خط بھی تیر پر

اس ستم پیشہ کو آیا ہی نہیں
رحم کہنا عاشق دلگیر پر

بڑہکے قسمت سے کہیں ملتا ہے کچھ	آدمی شاکر رہے تقدیر پر
تازہ دم ہوتا ہوں شوق قتل میں	جب نظر پڑتی ہے اس شمشیر پر
مجرم الفت کا بلا کا ڈھیٹ ہے	یہ ذرا نادم نہیں تقصیر پر
غیر کا لکھا تو اے قاصد نہیں	شک ہے اس نامے پر اس تحریر پر
عشق سے بڑہکر بلا ہے کونسی	آئے گی جو عاشق دلگیر پر
سخت جانونکا نہیں آسان قتل	بن ہی جائے گی تری شمشیر پر
ہم اسی تقصیر کو کرتے ہیں پھر	وہ سزا دیتے ہیں جس تقصیر پر
انکے آگے لگ گئی چپ کیا کہیں	ہمکو کیا کیا ناز تھے تقریر پر
لپٹے دشمن سے مرے گھبرا کے وہ	تف ہے ایسی آہ کی تاثیر پر
ناز سو سو ہیں ترے دیوانے کو	ہتکڑی پر طوق پر زنجیر پر
کسقدر ہے شوخ رنگ حسن بھی	چھا گیا ہے یار کی تصویر پر
گور کی تو فکر منعم کو نہیں	مر رہا ہے قصر کی تعمیر پر
جسکو دولت خاکساری کی ملے	خاک ڈالے کیوں نہ وہ اکسیر پر
انکے رہنے کو نہیں اب گھر نصیب	تھے جو نازاں منصب و جاگیر پر
کوہکن ہے عاشق شیریں کہاں	مر رہا ہے وہ تو جوئے شیر پر
بل بے شوق قتل جم کر رہ گیا	خون میرا یار کی شمشیر پر
جب نظر آیا دل شیدا کوئی	رکھ لیا ظالم نے اسکو تیر پر

۱۸۰	حسن غم سے عشق پائیگا نجات رکھ بھروسا شاہ خیبر گیر پر	۱۵

شب عدو تجھے آتا ہے ایدل یاد رہ رہکر	مگر جانا کسی کا وہ زباں سے بات کہہ کہکر

خیال آتا ہے جوش گریہ جو تھمانہیں رہ رہکر
بہا لیجائیں تجکو بھی نہ میرے اشک یہ بہکر

ترحم کر اگر منظور ہے تکلیف عاشق کی
مصیبت کا یہ عادی ہو گیا ہے ظلم سہہ کر

دم گریہ ستم کی بجلیاں مجھپر گراتا ہے
شرارت سے جفا جو مسکرانا تیرا رہ رہ کر

نتیجہ اور کچھ نکلا نہ میرے قصۂ غم کا
ہوئے بیزار سنتے سنتے وہ ہارا میں کہہ کہہ کر

خدا سمجھے عدو سے اس بت نادان و کمسن کو
برا مجھسے بنایا جھوٹی سچی باتیں کہہ کہہ کر

شب فرقت مصیبت پر مصیبت دل اٹھاتا ہے
جو روز وصل کا آتا ہے ساماں یاد رہ رہکر

نظر آتا نہیں ساحل بڑا دریا ہے محبت کا
خدا جانے کہاں نکلے ہماری ناؤ بہہ بہہ کر

تجھے اے قلقل مینا ادب رندوں کا لازم ہے
سر محفل نہ انکے روبرو اسطرح قہقہہ کر

ستارا زندگی کا ڈوبکر اب دل نہ نکلیگا
نہیں ہے چاند کچھ یہ جو نکل آتا ہے گھٹ گھٹ کر

عجب کیا ہند میں بھی بحر احمر گر کریں پیدا
سرشک سرخ روز غم مری آنکھوں سے بہہ بہکر

الٰہی ہم کہاں اور آفتیں کیسی کہاں کا عشق
خدا سمجھے اسی دل نے ابھارا ہم کو کہہ کہہ کر

ترا غم تجھسے بھی ہے شوخ شوخ عربدہ آئیں
کلیجے میں ہمارے چٹکیاں لیتا ہے رہ رہ کر

وہ سنتا تھا کسی کی کب وہ آتا تھا باتوں میں
بڑی ہی منتوں سے راہ پر لایا ہوں کہہ کہہ کر

۱۸۱ — تغافل جسکا شیوہ ہے تجاہل جس کی عادت ہے
ستاتی ہے اسی کی یاد تجکو عشق رہ رہ کر — ۱۹

کس واسطے ہے زلف کی زنجیر دوش پر
ثابت ہوئی ہے کون سی تقصیر دوش پر

قاتل نے میرے رکھی ہے شمشیر دوش پر
سر ایک کا نہ کٹے گی تقدیر دوش پر

اگلے گی زہر زلف گرہ گیر دوش پر
پیدا کریگی سانپ کی تاثیر دوش پر

کرتے ہیں وہ اشارۂ ابرو سے قتل عام
ہے نیمچہ کمر میں نہ شمشیر دوش پر

اس بدزباں سے آج ہی کرنی تھی جو مجھے
افسوس رہ گئی وہی تقریر دوش پر

مارِ سیاہ شانۂ ضحاک پر نہیں
کیا جانے کسکے سوگ میں ہیں وہ جو آجکل
سرکٹ بھی جائیگا جو ترے جان نثار کا
اِس ادعے زلف کے دیوانے کا ضرور
پڑتے ہی پانو تک اُتر آئی ہے ان کی تیغ
روشن ہے مثل روز شب زلف یار بھی
کچھ کم نہ ہو جو لائیں ہمیشہ مہوسین
تنکا بھرا رہا ہے انہیں گرمی جنوں
آیا شکارگاہ سے وہ اس ادا کے ساتھ
اے شوخ اسکی خانہ بدوشی کا کیا سبب
اسکے کرم کے آگے سیہ کاریاں ہیں کیا
ہوگی یہ سرکشی سے نگوں سر بھی ایکدن
کیا جانے آگئی ہے قضا کس کی آجکل
سرگوشیوں کا یار سے موقع اگر ملے

اعمال زشت کی ہے یہ تصویر دوش پر
بکھری ہوئی ہے زلف گرہگیر دوش پر
سودا رہیگا زلف کا جاگیر دوش پر
صدا دلائیگا مری زنجیر دوش پر
ہوتی ہے سر پہ دیر نہ تاخیر دوش پر
پڑتی ہے مہر رخ کی جو تنویر دوش پر
اس سیم تن کے کوچہ سے اکسیر دوش پر
رکھتے ہیں جو دو شالۂ کشمیر دوش پر
چلہ کماں کا ہاتھ میں نخچیر دوش پر
گھر زلف کا ہے کسلئے تعمیر دوش پر
ناحق فرشتے کرتے ہیں تحریر دوش پر
کب تک رہیگی زلف گرہگیر دوش پر
رکھے ہوئے وہ پھرتے ہیں شمشیر دوش پر
رکھدو نہیں ہاتھ بھی دم تقریر دوش پر

۱۸۲	رندو نہیں عشق آج ہے شہرت بہار کی مے کے قرابے ہیں یہ تشہیر دوش پر	۱۵

آیا ہے تیغ دیکھ کے جو جانانہ دوش پر
زلف سیہ نہیں ترے جانانہ دوش پر
پرتو پڑا نہ ہو لب میگوں یار کا
ہیں ایک ایک حلقہ میں دل سینکڑوں اسیر

پڑتی ہے چشم ہمت مردانہ دوش پر
تعمیر میرے دل کا ہے کاشانہ دوش پر
کرتی ہے زلف بازی مستانہ دوش پر
کیوں بل کی لے نہ گیسوئے جانانہ دوش پر

یہ اپنی سرکشی سے ہوئے آپ سرنگوں / رہنے نہ پائے گیسوئے جانانہ دوش پر
وہ زند ناتواں ہوں کہ مجھسے نہ اٹھ سکے / رکھ لوں سبو کے بدلے جو پیمانہ دوش پر
اعمال یہ ہیں کاتب اعمال روز و شب / لکھتے ہیں میرے عشق کا افسانہ دوش پر
تیرا خیال اسمیں جو رہتا ہے اے صنم / سر ہے مرا کہ گنبد بتخانہ دوش پر
محتاج ہیں کفن کے بھی افسوس آج وہ / رکھتے تھے کل جو خلعت شاہانہ دوش پر
دھوکا ہوا ہے کیا دل صد چاک کا مجھے / جب زلف سے الجھ کے گرا شانہ دوش پر
جس نازنین سے اٹھ نہ سکے بار زلف بھی / کس طرح رکھے تیغ وہ مردانہ دوش پر
حسرت ہی رہ گئی ہمیں ہنگام سیر باغ / ہاتھ اسنے ناز سے کبھی رکھا نہ دوش پر
ہمت کا سارا کام ہے یہ کچھ عجب نہیں / عورت بھی رکھے تیغ جو مردانہ دوش پر
مرغ نگاہ سوخت ز انوار حسن او / در بزم چون کشاد چو پروانہ دوش پر

۱۸۳

اے عشق نقل کفر نہیں کفر کہدو تم / زاہد بھی ڈالے سبحۂ صد دانہ دوش پر

۲۳

بیقراری سے غضب دلدہ ہوں اندر باہر / چین گھر میں ہے گھڑی بھر نہ گھڑی بھر باہر
لاکھ برپا ہو تو کیا فتنۂ روز محشر / گھر سے آنے کا نہیں وہ بت کافر باہر
ہاتھ آیا ہے نصیبوں سے کفن بھی ناقص / پاؤں باہر ہیں ادھر اور ادھر سر باہر
آہ تو پہلے کہیں اپنا ٹھکانا کر لے / کیا کرےگی دل مضطر سے نکل کر باہر
ہجر ساقی میں کہا شیخ کا بھی مان لیا / توڑ کر پھینک دئے شیشہ و ساغر باہر
پس دیوار مچلتے ہیں جو غل دیوانے / گھر سے وہ پھینکدیا کرتے ہیں پتھر باہر
میرے دھوکوں نے کیا ہے یہ خبردار انہیں / پہرے بیٹھے ہیں رقیبوں کے اب اندر باہر
عمر بھر جو دل عاشق میں رہا ہو چھپکر / اسطرح آکے وہ اے داور محشر باہر

یک نہ اک دیر میں صورت بھی نظر آتی ہے
مجکو اعمال نے میرے نہ کہیں کا رکھا
بعد مردن بھی رہی گر یہی بیتابی دل
واہ اے بیخودی شوق ترا کیا کہنا
نام بدنام نہ کر مفت قدح خواروں کا
ہے گماں دیدۂ بدبیں کا مجھے اختر پر
کثرت حسرت حرماں سے نہیں دلمیں جگہ
ہے دفا پیشہ ہمارا دل الفت آئیں
انکی تاکید ہے دیوانے نہ آنے پائیں
وہ مرا سرو خراماں چمن آرا جو ہوا
جببے وہ راحت جاں زینت آغوش نہیں
جب کبھی ابروے پرخم پہ ذرا بل آیا
سوز غم سے جو لگی آگ مرے سینہ میں
غیر بدگور ہے ہم بزم خدا کی قدرت

صاف تبہر ہی ہے کعبہ میں تو اندر باہر
اہل دوزخ بھی پکار اٹھے کہ باہر باہر
قبر سے میں نکل آؤ نگا تڑپکر باہر
ڈہونڈھتے ہیں اسے ہم آپ سے ہوکر باہر
شیخ میخانے سے جا دیکھہ سنبھلکر باہر
شب کو دالان سے بیٹھو نہ نکلکر باہر
آرزو دیار کی رہ جاے نہ کیوں نکر باہر
حکم سے آپ کے ہوگا نہ یہ دم بہر باہر
ہم پہرا کرتے ہیں اس کوچہ سے باہر باہر
ہو گئے آپ سے شمشاد و صنوبر باہر
اپنے قابو سے ہے میرا دل مضطر باہر
آگیا میان سے اس ترک کا خنجر باہر
تلملا کر نکل آیا دل مضطر باہر
اور محفل سے تری تیر اثنا گر باہر

۱۵	خانہ برباد عزیزوں سے بنے گی نہ کبھی شہر سے جا کے بنا عشق کہیں گھر باہر	۱۸۴

قیامت آئیگی عاشق کے جان مضطر پر
ہوا گماں انھیں میرے جسم لاغر پر
نہیں ہیں زلف ترے عارض منور پر
بھری ہے آگ محبت کی اسمیں اے قاتل

نہ آئیگا وہ اگر وعدۂ مقرر پر
پڑا ہوا ہے کوئی تار زلف بستر پر
یہ سانپ بیٹھے ہوئے ہیں خزینہ زر پر
مرے لہو سے نہ آنچ آئے تیرے خنجر پر

گیا کوئی سوئے بتخانہ کوئی سوئے حرم
ملی جگہ نہ کسی کو بھی یار کے در پر

نقاب رخ میں ہوا دھوپ چھاؤں کا عالم
جو بکھری زلف کبھی عارض منور پر

گیا تو ہے میرا خط لکھکے کوئے قاتل میں
پھر بھی پھرے نہ کہیں گردن کبوتر پر

تمہارے رخ کی صفت جس بیاض میں ہوگی
رکھیں گے صورت قرآں ہم اسکو بھی سر پر

قسم خدا کی ہو بالفرض کعبۂ امید
کرینگے ہم کبھی سجدہ نہ غیر کے در پر

پس فنا بھی بیاباں کی کہا رہی ہے ہوا
سوار ہوکے مری خاک دوش صرصر پر

امید وصل ہو اس شوخ حیلہ جو سے کیا
جو رکھے آچکے وعدے کو روز محشر پر

جمایا زنگ یہ مستی نے میکدمیں آج
کہ رند جھک پڑے شیشہ پہ شیشہ ساغر پر

عجیب رشک فزا ہے تری گلی ظالم
کہ اعتماد نہیں مجکو اپنے رہبر پر

ہر ایک کام کو عادت ہے شرط کی زاہد
مرے تو رند بھی لوٹیں گے حوض کوثر پر

۱۸۵	عدو سے بگڑے ہیں وہ عشق میں لڑتا ہوں کہ آنہ جائے پرائی بلا مرے سر پر	۱۵

نہ آئے کیوں مجھے افسوس اس مقدر پر
دل ستم زدہ آیا بھی تو ستمگر پر

کبھی جو روکے گا درباں یار کے در پر
اٹھائیگی مری فریاد آسماں سر پر

پٹک کے توڑ دیا سنگدل نے پتھر پر
ہوا جو شیشہ اسے میرے دلکا ساغر پر

کمر کا اپنی انہیں صاف ہوگیا دھوکا
نظر پڑی جو کبھی میرے جسم لاغر پر

تمہاری وعدہ خلافی اگر پڑھا دے سبق
اجل نہ آئے کبھی وعدہ مقرر پر

ہزار درجہ ہو پہلے سے اسکی آب سوا
مرے لہو کی جو پڑجائے دھار خنجر پر

یہی ہے میرے لئے کعبہ بتکدہ جنت
پڑا ہوں پائے طلب توڑکر ترے در پر

ہوا کے گھوڑے پہ ہوں میں سوار وحشت میں
ہے میرا پاؤں بگولے کی طرح صرصر پر

کبھی ہنسی مجھے آجاتی ہے کبھی رونا
امید و یاس میں نیرنگی مقدر پر

برا بھلا نہیں ہو جائے فیصلہ دلکا
اٹھا نہ رکھیں اسے آپ روز محشر پر

نچوڑوں اسکو تو بہ جائے چشمۂ کوثر
نہ جائے شیخ کبھی میرے دامن تر پر

خدا کے سامنے بے اختیار روز جزا
پڑیگا ہاتھ مرا دامن ستمگر پر

شتاب آکے سبکدوش کر مجھے اے موت
گراں ہے روح کا بھی بوجھ جسم لاغر پر

وہ گرم خون ہے میرا جو چاٹ لے اسکو
ہزاروں آبلے آئیں زبان خنجر پر

۱۸۶	بچایا ضعف نے مرنے سے روز غم اے عشق پڑی نگاہ اجل کی نہ جسم لاغر پر	۲۰

اترا نہ عندلیب دو روزہ بہار پر
کبتک کھلے رہینگے یہ گل شاخسار پر

دیتے ہیں جان اپنی یہ ابروے یار پر
عشاق کی برات ہے خنجر کی دھار پر

ہا نہیں یہ میرے دل داغدار پر
چھایا ہوا ہے ابر سیہ لالہ زار پر

میں کیا کہوں جو گذری دل بیقرار پر
ہمدم خدا کی مار شب انتظار پر

آغاز عشق ہی سے ٹھکانے نہ تھے حواس
ہم خاک ڈالتے نظر انجام کار پر

بلبل کی اصل کیا دل نالاں کے روبرو
طرہ ہے ایک نغمہ اسکا ہزار پر

کیا جانئے اسکی سیر ہے کسکے نصیب میں
ہے باغ حسن آجکل ان کا بہار پر

سنتے ہیں فاتحہ کیلئے آئینگے وہ آج
میلا لگا ہوا ہے ہمارے مزار پر

آئے اگر نہ حشر کے دن بھی وہ فتنہ گر
کیا جانے گذرے کیا دل امیدوار پر

بیداد یار کا نہیں اسمیں ذرا بھی لطف
کیا صبر کیجئے ستم روزگار پر

چٹکی ادا سے لیکے کیا اور مضطرب
آیا جو اسکو رحم دل بیقرار پر

دل جنس بے بہا ہے ضمانت ضرور ہے
دوں اس دغا شعار کو کس اعتبار پر

ہوتا ہوں اپنی توبہ سے کیا کیا خفیف میں
پڑتی ہے جب نگاہ مے خوشگوار پر

نادان ہے بشر بھی امیدیں ہزار ہا
رکھتا ہے ایک زندگی مستعار پر

دشمن ہزار درپے ایذا ہو غم نہیں
تائید ایزدی سے ہوں بھاری ہزار پر

مجھ سے زیادہ ہوگیا بیتاب چارہ گر
رکھا کبھی جو ہاتھ دل بے قرار پر

مجھ جاں بلب کا حال جو لکھتا ہے یار کو
چھائی ہے مردنی رخ نامہ نگار پر

پھر مجھ سے پوچھو طپش دلکو چارہ گر
رکھنے دے پہلے ہاتھ دل بیقرار پر

اٹھکھیلیوں سے چلتی ہے گلزار میں صبا
پھولی نہیں سماتی دو روزہ بہار پر

١٨٧ — کس حوصلہ سے جھیل رہا ہے بلائے عشق
اے عشق آفریں دل جرأت شعار پر — ٢٨

میخانہ وقف کردیا رندوں کے نام پر
صد آفریں ہے پیر مغاں تیرے کام پر

اترائیں کیا یہاں کے دو روزہ قیام پر
جانا ہے ہمکو پھر کے پھر اگلے مقام پر

سرسبزی اپنی چاہے اگر کوئی عشق میں
دے جان زہر کھا کے خط سبز فام پر

وارفتہ تیری چال کا طاؤس ہی نہیں
کبک دری بھی لوٹ ہے طرز خرام پر

ساقی کے دم سے حلقہ رنداں ہے برقرار
تسبیح کا مدار ہو جیسے امام پر

منظور منعموں کو نہ ہوتا جو اپنا نام
دیتے نہ ایک پائی بھی اللہ کے نام پر

کیا جائے نامہ لیکے وہاں مرغ نامہ بر
جبریل پر نہ مار سکیں جس مقام پر

تیرا یہ خط سبز بھی اے مایۂ حیات
منہ آرہا ہے خضر علیہ السلام پر

انسان تو وہی ہے جو بہولے نہ آپ کو
دنیا میں جاہ و مال و زر و احتشام پر

ملک عدم بھی کیا کوئی آفت زدہ ہے شہر
خیرات ہم جو دیتے ہیں مردوں کے نام پر

کوثر کا مستحق ہے وہی رند خلد میں
دی جسنے جان ساقی کوثر کے نام پر

رندوں سے بڑھکے کون ہے مستغنی المزاج
کوثر کو بیچ دیتے ہیں یہ ایک جام پر

دلسے علاقہ رکھتی ہے عشاق کی نماز
موقوف یہ نہیں ہے سجود و قیام پر

ہوگا وفا نہ وعدۂ دیدار حشر تک
ٹالے گا مجھکو یار یونہیں صبح و شام پر

جلنا ہمارا صورت پروانہ شمع رو
روشن ہے بزم دہر میں ہر خاص و عام پر

دل ہی میں ساری حسرت پرواز رہ گئی
کنج قفس میں جھڑ گئے میرے تمام پر

اندیشہ شکست زمانہ ہے اسقدر
پڑھتا ہوں میں دعائے قدح ذکر جام پر

عشق مجاز عشق حقیقی کو ہے ضرور
بے نردباں محال رسائی ہے بام پر

ڈرتا ہوں دخت رز کی نہ حرمت میں آئے فرق
بے ڈھب نگاہ پڑتی ہے زاہد کی جام پر

ہے شیخ ہرزہ کار ہی کس درجہ بے بصر
دیکھا نہیں ہے حور کو عاشق ہے نام پر

جسنے بچھاڑ دیا قوی بال نفس کو
غالب ہے وہ ہزار نریمان و سام پر

اس ظلم کو تو دیکھئے اٹھی ہماری لاش
کوچہ سے انکے غیر کے ہی اذن عام پر

اے شوخ پہلے اپنی نزاکت کا کر خیال
گر تجھکو بلند ہمتی ہے کمر قتل عام پر

اللہ رے تیری ابلق ایام شوخیاں
کیا جانے کسکا ہاتھ ہے تیری لگام پر

بیٹھا ہوا ہے غرفہ میں وہ آفتاب حسن
برسے نہ نور کیوں در و دیوار و بام پر

رو رو کے اسپہ ناخن غم دے رہا ہے رونق
زخم جگر نہ آئے کبھی التیام پر

دیکھے تو ٹپکے رال ابھی زاہد خشک کی
عیش دوام ہے مرے شرب مدام پر

۱۴	کیا بات ہے سخن کی ترے عشق خوشبیاں اہل زباں بھی لوٹ ہیں طرز کلام پر	۱۸۸

ان ابروؤں کے نہیں جو جواب میں تلوار
وفور شرم سے ہے غرق آب میں تلوار

فرس ہے شوخ سنبھلکر سوار ہو اے شوخ
الجھ نہ جائے دوال رکاب میں تلوار

مقابلہ جو کرے ابرو مژہ سے ترے
سناں کا حوصلہ کیا کس حساب میں تلوار

وہ کیا ہے جس سے حسین قتل عام کرتے ہیں
نہ ہاتھ میں کوئی خنجر نہ ڈاب میں تلوار

ہے اک اشارہ ابرو ترا وہ یاساماں
جلو میں جسکے ہے خنجر رکاب میں تلوار

قضا کسی پہ کسی کی ضرور آئی ہے
لگا کے آئے ہیں وہ آج ڈاب میں تلوار

رقم ہے ابروئے قاتل کا وصف دیوانیں
کھنچی ہوئی ہے ہماری کتاب میں تلوار

شراب پینے سے ڈرنا بجا ہے زاہد کا
کہ شکل موج ہے جام شرابمیں تلوار

بلند رتبہ ہیں محفوظ ضرب عالم سے
در آئی کب سپر آفتاب میں تلوار

شہید لوٹ رہے ہیں جو صورت مستاں
بجھائی تو نہ تھی اسنے شراب میں تلوار

جو بے حجاب ہوئے وہ تو قتل ہو گئے ہم
خبر تھی کس کو کہ ہوگی نقاب میں تلوار

نہیں ہے مرد کوئی زن صفت ہے ساری خلق
اٹھائے کون جہان خراب میں تلوار

یہ دونوں ابروئے پرخم ہیں تیرے اے قاتل
کچی ہیں کاٹ میں خم خم ہیں آب میں تلوار

۱۶	بندھا خیال جو ابروئے یار کا اے عشق تمام رات نظر آئی خواب میں تلوار	۱۸۹

بچے ہیں شکوۂ بیداد سے کیا وہ حسیں بنکر
کہ آتا ہے گلہ بھی ان کا لب پر آفریں بنکر

فلک کا چل سکا جب کچھ نہ بس ہم خاکساروں سے
ستم ڈھانے لگا کوچے کی ان کے سرزمیں بنکر

سوال وصل پر اس بت کا چپ رہنا ہی اچھا ہے
نتیجہ کیا اگر نکلا سخن منہ سے نہیں بنکر

بسی رہتی ہے ہر دم تیری صورت اپنی آنکھوں میں

کہیں تو ہم سے چھپ سکتا بھی ہے پردہ نشیں بنکر
خدا ہی جانے ٹھہرے خون عاشق کسکی گردن پر
الگ ہو جائینگے محشر میں وہ تو نازنیں بنکر

ہمیں ہیں دوست بھی اپنے ہمیں ہاں ہیں اپنے دشمن بھی
سنبھلتے ہیں ہمیں گر کر بگڑتے ہیں ہمیں بنکر
عدو جب میرے انکے بیچمیں کچھ بول اٹھتا ہے
بگڑ جاتی ہے ساری بات قسمت سے وہیں بنکر

چھری رہ رہ کے دلپر پھیرتا ہے کیا شب فرقت
خط تقدیر میرا یار کی چیں جبیں بنکر
تسلی مجکو سوز غم سے روز ہجر ہو جاتی
نکل جاتی جو حسرت دل کی آہ آتشیں بنکر
محبت کا یہ آئینہ عجائب چیز ہے اے دل
کہ آتا ہے نظر بد شکل بھی اسمیں حسین بنکر
عتاب آلودہ تیور کی ادائے مارہی ڈالا
قضا آئی ہماری آپ کی چیں جبیں بنکر
وہ عاقل ہیں کہ پروا جان نثاروں کی نہیں کرتے
دیا کرتے ہیں ناحق جان دیوانے ہمیں بنکر
ترے ہی حسن کا جلوہ ہے ہر سو تو ہی رہتا ہے
پرستاں میں پری بنکر جناں میں حور عیں بنکر
اثر مہر سلیمانی کا بخشے اسے پر ہی تجکو

رہے گر حلقۂ گیسو میں دل میرا نگیں بنکر

بتوں کا حسن دلکش بھی ہے تیرے قہر کی صورت

غضب ڈھاتے ہیں ہم پر یا الٰہی یہ حسیں بنکر

۱۹۰	زباں کاٹی گئی فریاد پر اے عشق سنتے ہیں گئے تھے کیا گلی میں اسکی فریادی تمھیں بنکر	۱۷

آنکھوں میں میرے گھر صنم پر حجاب کر
پھر دامن نگاہ کو رُخ کی نقاب کر

تعمیر کر مکاں تو برروئے آب کر
اے دل بسر جہاں میں مثل حباب کر

تمکیں پسند خاطر جاناں ہے آجکل
مجکو نہ مضطرب دل پر اضطراب کر

دیکھیں گے کل کی کل وہ غفور الرحیم ہے
اے رند آج شوق سے شغل شراب کر

غیبت میں اعتراض سے اے مدعی حصول
آگے ہمارے آکے سوال و جواب کر

یہ خانۂ خدا ہے پڑے گا وبال میں
ظالم نہ دل جلا کے کسی کا کباب کر

کوچہ سے اس پری کے اڑا کر ادھر ادھر
ناحق نہ اے ہوا مری مٹی خراب کر

مقدور بھر دریغ نہ کر میرے باب میں
جو تجھسے ہو سکے دل خانہ خراب کر

یہ شرط شرم ہے یہ تقاضا حیا کا ہے
اے شوخ شوخیوں سے بھی اپنی حجاب کر

اے حسن یوسفی تجھے یعقوب کی قسم
آرامگاہ چشم زلیخا میں خواب کر

راحت کی ہے تلاش اگر اے بشر تجھے
پھیلا کے پاؤں گوشہ مدفن میں خواب کر

تکرار روز روز کی بوسوں پہ تا کجا
اے نادہند پاک ہمارا حساب کر

احکام عشق یاد ہیں سب مجکو حرف حرف
ناصح تو بند وعظ کی اپنے کتاب کر

اے تیر ناز سینہ بھی دل بھی جگر بھی ہے
ان میں جو ہو پسند اسے انتخاب کر

گردن میں گر قتیل کے تسمہ لگا رہے
اے ترک اسکو اپنا دوال رکاب کر

گوش شنو ہو جسکو سنے کہتی ہے قضا	مٹی میں ملکے سیر جہاں خراب کر

191	اے عشق جھاڑ پلکوں سے اس سرزمیں کو آنکھوں کا سرمہ خاک در بو تراب کر	17

وہ گل کبھی جو آئے چمن میں برائے سیر
غنچے کریں چٹک کے سلامی کی توپ فیر

ہابیل ہی کے وقت سے ہے بھائیوں میں بیر
یوسف کے سب عزیز ہی بدخواہ تھے نہ غیر

کیوں اک سوال وصل پہ ہو اسقدر خفا
منظور میری بات نہیں آپ کو تو خیر

دشمن کو بھی نصیب نہو درد عاشقی
روتے ہیں میرے حال پہ سب آشنا و غیر

آتا ہے کیا ہی یاد وہ صبح شب وصال
کہنا کسی کا ما بسلامت شما بخیر

اے دل خیال وصل ستمگر سے باز آ
ہے بہتری اسی میں تری اور اسی میں خیر

جب سے ترا مقام مرے دلمیں ہے صنم
سونی پڑی ہیں مسجدیں ویراں پڑے ہیں دیر

اک جان ناتواں مری اور سینکڑوں ستم
یارب جگر کی خیر مناؤں کہ دل کی خیر

یارب ہے ہر مقام میں تیرا ہی سجدہ فرض
کعبہ ہو یا کنشت ہو مسجد ہو یا ہو دیر

کیا میری عقل و ہوش محبت میں گم ہوئی
اس فتنۂ جہاں سے ہے امید صلح و خیر

سب کچھ بھلا دیا ہے مرے دلسے صلح نے
کیسا نفاق کسکی عداوت کہاں کا بیر

ساقی ہے تیرے فیض کی بزم جہاں میں دھوم
ہمکو بھی کوئی جام ملے میکدے کی خیر

کثرت سے سجدوں کے مجھے اے بت یہ خوف ہے
ہمراہ میرے سر کے نہ گھس جائیں تیرے پیر

اے سنگدل محال ہے دلمیں ترے گذر
کرتی ہے یوں تو آہ مری لامکاں کی سیر

امید ہو کسی سے مجھے دوستی کی کیا
دل سا مرا عزیز ہی جب ہو گیا ہو غیر

بھولے حواس دیکھکے دیوانہ کو ترے
صحرا میں جسقدر تھے دد و دام وحش و طیر

	نکلے زباں سے نام محمد ہی مرتے دم	

کہاں کا دوزخ عذاب کیسا خدا خدا کر خدا خدا کر
نہ مار بے موت مجھکو زاہد ڈرا ڈرا کر ڈرا ڈرا کر

قدم بھی چومے بلائے بھی لیں خوشامدیں کیں ہزاروں ہٹنے
سنی نہ ظالم نے ایک اپنی تھکے ہم آخر منا منا کر

نہیں ہے آسان اے برہمن بڑی ہی مشکل کا کام ہے یہ
کرے گا اس بت کو رام کیا تو خدا خدا کر خدا خدا کر

اگرچہ بیمار ناتواں ہوں جو اپنے والی پہ اب بھی آؤں
تو آسماں کو زمیں پہ پٹکوں اٹھا اٹھا کر اٹھا اٹھا کر

تمہیں ہے خوف و خطر ہی کسکا تمہارا روکا ہے ہاتھ کس نے
لگاؤ چوٹیں ہمارے دل پر جتا جتا کر جتا جتا کر

سر قیامت ہمارے سر پر بلا جو آئیگی جھیل لیں گے
ہمیں تو عادت سی ہو گئی ہے ستم بتوں کے اٹھا اٹھا کر

یہ خانہ دل خدا کا گھر ہے تو تمکو واجب ہے اسکی حرمت
ادب سے آئیں یہاں جو آئیں سروں کو اپنے جھکا جھکا کر

ہمارے ہی آنکھوں کے پونچھ آنسو تغافل اچھا نہیں ستمگر
عدو کے گھر کو بہا نہ ڈالیں کہیں یہ طوفاں اٹھا اٹھا کر

خیال سنگ حوادث اے دل فلک سے بالکل ہمیں نہیں ہے
ہماری چھاتی بنی ہے پتھر ستم بتوں کے اٹھا اٹھا کر

کہاں تھی پہلے یہ تیکھی چتون کہاں تھیں بیباکیاں یہ پہلے

ہوا ہے وہ شوخ شوخ ایسا ہمیں سے آنکھیں لڑا لڑا کر
وہ چشم دزدیدہ گھات میں ہے تلاش میں ہے نگاہ پرفن
رکھو نگا پہلو میں دلکو کب تک چھپا چھپا کر چھپا چھپا کر
کہاں کے مجذوب کیسے صوفی کہاں کا وجد اور کیسی حالت
تو سیر رندوں کی دیکھ ساقی شراب انکو پلا پلا کر
سخاوت اپنی خمیر میں ہے جو گنج قاروں بھی ہاتھ آئے
تو کھولکر دل رہ خدا میں یہ تو نکو دیدیں اٹھا اٹھا کر
بُرا ہو کم بخت کا الٰہی بُرائی ڈالی ان کے دل میں
عدو نے میری طرف سے جھوٹی ہزاروں باتیں لگا لگا کر
اٹھائیں طوفان نہ غم کے آنسو نہ درد دل لائے رنگ ظالم
رولانہ بزم عدو میں ہمکو ہنسی ہماری اڑا اڑا کر
جو قتل کرنا ہو دیر پھر کیوں گلا بھی حاضر ہے اور سر بھی
ڈراتا ہمکو ہے کیا تو قاتل یہ تیوری اب چڑھا چڑھا کر

۲۴	برا ہوا ے عشق سوز دل کا کہ اسنے بے موت مجکو مارا ستا ستا کر رولا رولا کر جلا جلا کر گھلا گھلا کر	۱۹۳

کرے بات رندوں سے زاہد سنبھلکر
مزا تھا جو گرد رہ یار ہوتا
جو دل دیکے پوچھا اسے کیا کروگے
مری دیکھی بھالی ہیں یہ سب ادائیں
طبیبوں کو دیتی ہے ہر روز دھوکے

کہو جگ ہنسائی نہ پکڑی اچھل کر
بنا سرمہ بے فائدہ طور جل کر
کہا پھینک دیں گے رگڑ کر مسل کر
ڈراتے ہیں کیا آپ تیور بدل کر
مریض محبت کی صورت بدل کر

بھری ہے محبت کی وہ آگ دل میں
شرر بنتے ہیں اشک آنکھوں سے ڈھل کر

ہمیں اور ہی کچھ نظر آیا عالم
گرا وہ دوپٹہ جو شانے سے ڈھل کر

یہاں کی سی ہوتیں وہاں بھی جو باتیں
تو آتے نہ جنت سے آدم نکل کر

کہوں اپنی افتاد کیا عاشقی میں
کہ سنبھلا ہوں گر گر گرا ہوں سنبھل کر

پھلائے عبث ہمنے اشک انکے در پر
گرا ایک دن بھی نہ دشمن پھسل کر

شب وعدہ اس بت کی رہ دیکھتی ہے
نگہ میری آنکھوں سے باہر نکل کر

سر حشر تو دم لے بیتابی دل
مجھے حال کہنے دے اپنا سنبھل کر

خبر دل کے جلنے کی کیا ہو کسی کو
نہیں ہے یہ کچھ عود بو دے جو جل کر

بھر آئی ہیں آنکھیں شب غم ہماری
اٹھائیں نہ طوفان یہ چشمے ابل کر

تڑپتے ہیں عشاق کوچہ میں کیا کیا
ذرا سیر دیکھو تو گھر سے نکل کر

نہیں بوئے بادہ کوئی راز کی بات
یہ کیوں پھیل جاتی ہے منہ سے نکل کر

وفا ان کا وعدہ ہوا ہے نہ ہوگا
تو اپنا ہی وعدہ وفا اے اجل کر

تماشا ہے ساقی کی گرمی محفل
نکلتی ہے شیشوں سے مے خود ابل کر

منا لائے کوئی تو جانوں جبھی میں
وہ بیٹھے ہیں اٹھ کر بگڑ کر مچلکر

شب ہجر میں نے مصیبت سے کاٹی
یہ پہلو بدل کر وہ پہلو بدل کر

بتایا یہ گر مجکو پیر مغاں نے
کہ پی پہلے پھر جو چاہے عمل کر

یہ بھڑکی عداوت کی آگ اسکے دلمیں
کہ دشمن مرا ہو گیا خاک جل کر

مرا حال سن کر وہ آتے ہی ہوں گے
توقف ذرا کے ذرا اے اجل کر

مٹا دے دل و جان کا جھگڑا ہی اے عشق
وہ دے یار کا اس کو نذر اجل کر

۱۵	ردیف ڑاء ہندی	۱۹۴

جسقدر چاہے ستم اے شوخ دل آزار توڑ
لیکن اس دل کے تعلق کا نہ مجھ سے تار توڑ

زہد سے زاہد نہ آفت جان پر بیکار توڑ
ہو سکے تو زور عرفاں سے بت پندار توڑ

ٹوٹکر پھر اسکا جڑنا غیر ممکن بات ہے
دل نہ اپنے عاشق جانباز کا اے یار توڑ

ہے ہوائے سیر گلشن تو پھڑک کر چل ہی دے
زور بازو سے قفس اے بلبل گلزار توڑ

جان جب دینی ہے دے تو صبر و استقلال سے
بستر غم پر پٹککر دم نہ اے بیمار توڑ

سخت جانوں سے نہیں چلنے کی تیری ایک بھی
مار کر ٹھہرا اے قاتل نہ تو تلوار توڑ

عالم درد و الم میں آبرو اپنی نہ کھو
دیدۂ تر دیکھ اشکوں کا نہ اپنے تار توڑ

ہیں قبائے جسم میں باقی جو کچھ تار حیات
کھینچکر انکو بھی لے دست جنوں یکبار توڑ

یہ بھی گھر اللہ کا ہے واجب التعظیم ہے
دل کسیکا تو نہ لے مرد خدا زنہار توڑ

وحشت خاطر کو میری قیدخانہ تنگ ہے
اے سر شوریدہ ٹکرا کر در و دیوار توڑ

دل کے نالوں سے اڑا دینگے ترے ہم بھی دہوئیں
یوں ستم ناحق نہ اے گردوں کجرفتار توڑ

انکے آنیکی اگر باقی نہیں تجکو امید
آس میری زیست کی بھی اے مرے غمخوار توڑ

لپٹے قدموں سے ترا بسمل جو بعد قتل بھی
ٹھوکروں سے اسکا سر اے قاتل خونخوار توڑ

مخلصی بند علائق سے اگر منظور ہے
اس طلسم چار عنصر کو تو جان زار توڑ

۱۲	لاکھ کوئی دشمنی تجھسے کرے عالم میں عشق سلسلہ خلق و مدارا کا نہ تو زنہار توڑ	۱۹۵

اے جبہ نیاز سر آستاں نہ چھوڑ
ہے کوئے یار کعبہ امن و اماں نہ چھوڑ

کعبہ ہو یا کنشت ہو ویرانہ ہو کہ شہر
اے دل تلاش یار میں کوئی مکاں نہ چھوڑ

بے حکم تیرے کعبہ بھی ہو تو نہ آئیں گے
اے بت ہماری وجہ سے اپنا مکاں نچوڑ

اے شیخ سن ہماری یہ ہے معرفت کا راز
اللہ کی طلب ہے تو عشق بتاں نچوڑ

بے کھٹکے دور دور سے نظارہ گل کا کر
اے عندلیب اپنا کبھی آشیاں نچوڑ

کعبہ نہیں طواف کیا پھر چلے گئے
زاہد جگہ یہ اور ہے کوے بتاں نچوڑ

لینے دے ہمکو کاوش مژگاں سے کچھ مزے
ناوک ابھی کماں سے ابرو کماں نچوڑ

صیاد تنگ ہو کے نہ جبتک رہا کرے
اے بلبل اسیر تو اپنا فغاں نچوڑ

قاتل خدا کیواسطے پھر ہو رکوئی ہاتھ
مجکو یونہیں تڑپتا ہوا نیم جاں نچوڑ

ہر سمت پھینک تیر نگہ تاک تاک کر
عالم میں ایک دلکو بھی اے دلستاں نچوڑ

جیتے جی باغ خلد بھی تجکو اگر ملے
اے بندہ وفا کبھی کوئے بتاں نچوڑ

قاتل تڑپ تڑپ کے اٹھائینگے حشر یہ
مقتل میں دیکھ ایک کو بھی نیمجاں نچوڑ

پامال ہو کے خاک میں کوئی ملے ملے
تو اپنی کجروی کبھی اے آسماں نچوڑ

بوسہ سے بڑھکے ملتا ہے دشنام میں مزہ
اچھی ہے خوئے زشت بھی اے بدزباں نچوڑ

ہم خوش ہیں اس سے غیر کی قلعی اگر کھلے
تو اپنی بدظنی کبھی اے بدگماں نچوڑ

بکتا ہے ایک بوسہ پہ دل مال مفت ہے
یہ جنس کام کی ہے اسے میری جاں نچوڑ

گور و کفن کی فکر سے اے غم نجات دے
مجکو گھلا گھلا کے کوئی استخواں نچوڑ

لیجا تو انکو ساتھ ہی دیکر خدا کے نام
اے منعم اپنے گنج یہاں رائگاں نچوڑ

جینے کا لطف زندہ دلی پر ہے منحصر
اے بادہ نوش صحبت پیر مغاں نچوڑ

آجائے کون بھیس بدلکر کسے خبر
اس کوچہ میں کسیکو بھی اے پاسباں نچوڑ

ترک قضا سے کہتا ہے رہ رہ کے پیر چرخ
جو چنگلے مار ایک بھی خوشتر جواں نچوڑ

ہے شوق نغمہ سنجی تازہ جو بزم میں

۱۳	اے عشق طرز بلبل ہندوستاں نچھوڑ	۱۹۶

پیری کا روح پر ہے تقاضا بدن کو چھوڑ
مانند بوئے گل نکل آ اس چمن کو چھوڑ

اے شیخ ظاہری نہ تقدس پہ جا کبھی
گر حق کی ہے تلاش تجھے ما و من کو چھوڑ

ایدل وصال یار سے ہنسی دل لگی نہیں
نادان لے حواس کی دیوانہ پن کو چھوڑ

زر کی طلب وہاں ہے یہاں خاک بھی نہیں
ایدل خیال وصل بت سیم تن کو چھوڑ

وہ کوہکن تھا کام ہمارا ہے جاں کنی
شیریں ادا صنم سخن کوہکن کو چھوڑ

دُنیاے دوں کے دام میں پھنسکر نہ کھو وقار
ایدل جو تو ہے مرد تو اس پیرزن کو چھوڑ

ہے اسمیں خاک کوچہ جاناں لگی ہوئی
احسان ہوگا دست جنوں پیرہن کو چھوڑ

ایدل بروز حشر خدا جانے کیا بنے
امید وعدۂ بت پیماں شکن کو چھوڑ

تیری بلا سے قتل جو ہو جائے یک جہاں
ایشوخ اس ادا کو نہ اس بانکپن کو چھوڑ

اے بت لتاڑ دو تو نکو ہیں دونوں خودپسند
شیخ حرم کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ

نقاش کھینچ یار کی تصویر ہو بہو
موے کمر کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ

فصل خزاں کا رنج نکر آتی ہے بہار
اے عندلیب زار نہ صحن چمن کو چھوڑ

بے فکر تو ہے تجکو یہی مشغلہ سہی
اے عشق ہرزہ کار نہ فکر سخن کو چھوڑ

۲۲	ردیف زاء معجم	۱۹۷

ہوتا نہیں نصیب جو مجرا سلام روز
لیتے ہیں اُٹھ کے صبح کو ہم انکا نام روز

پیتے ہیں ہم کسی کی محبت کے جام روز
اپنے سے آپ رہتے ہیں غافل تمام روز

کرتا ہے تیغ ناز سے وہ قتل عام روز
رہتا ہے کوئے یار میں اک ازدحام روز

وعدہ وہ کر گئے تو نہ آئے کسی طرح
رات انتظار میں کٹی گذرا تمام روز

ایدل گھڑی وصال کی کیا جانے آئے کب
ہوتا ہے انکا وعدہ یونہیں صبح و شام روز

افتادگان خاک کی مٹی خراب ہے
فتنے اٹھا رہا ہے وہ محشر خرام روز

غیرت سے اس گلی کا نہ پوچھا کبھی پتا
ملتے رہے ہیں خضر علیہ السلام روز

اے عشق خوان غم سے بمقدار اشتہا
تیرا دیا ہی کھاتے ہیں ہم صبح و شام روز

اب انتظار حشر کروں کس امید پر
ہوتی دکھائی دیتی نہیں غم کی شام روز

وعدے نے جنکے دیکھی نہیں صورت وفا
کرتا ہوں اسکے آنیکا میں اہتمام روز

اچھی نہیں ہے اشہب گردوں کی کوئی چال
بیہودہ یوں ہی پھرتا ہے یہ بد لگام روز

کیا فائدہ کہ کام کی اک بات بھی نہیں
آتے ہیں انکے یونتو زبانی پیام روز

ساقی سے دور رہ کے بھی بے شغل ہم نہیں
خون جگر کے پیتے ہیں بھر بھر کے جام روز

پہنچاتی بلبلوں کو ہے دام و قفس میں بھی
باد صبا گلوں کا پیام و سلام روز

کسکی تلاش ہے جو یہ مہتاب آفتاب
پھرتے ہیں آسماں پہ شب بھر تمام روز

اس شوخ کو سکھاتا ہے کوئی نہ کوئی چال
ہے چرخ فتنہ گر کا یہی ایک کام روز

منظور ہو علاج جو بیمار عشق کو
آئیں زمیں پہ عیسیٰ گردوں مقام روز

اک چڑ سی ہو گئی تھی جنہیں میری بات سے
سنتا ہوں اب وہ پڑھتے ہیں میرا کلام روز

نیکی سے یا بدی سے نہیں اس سے کوئی بحث
لیتے تو ہیں زباں سے وہ میرا نام روز

موقع ملے جو دید کا اے رشک آفتاب
دو دو پہر کھڑے رہیں ہم زیر بام روز

کوئی نہ کوئی طائر دل کرتے ہیں اسیر
پھیلا کے اپنی زلف دوتا کا وہ دام روز

کیا فائدہ [illegible] مجکو داد عشق
یوں تو اٹھا تا حشر ہے انکا خرام روز

مرے آگے اپنے رخ سے نہ اٹھا نقاب ہرگز / تجھے بیحجاب دیکھوں یہ نہیں ہے تاب ہرگز

شب وصل کی وہ لذت مرے لیے ہوئے کیونکر / یہ نہیں خیال ہرگز یہ نہیں ہے خواب ہرگز

شب وعدہ کام آیا نہ ہمارا بخت خفتہ / کوئی وصل کا بھی انکے نہیں دیکھا خواب ہرگز

یہی بخت ہے جو ایدل کبھی وصل سے ہو تو نکلے / نہ تو شادکام ہوگا نہ تو کامیاب ہرگز

تری بخششوں کی جیسے نہیں کوئی حد و غایت / مرے جرم کا بھی یارب نہیں کچھ حساب ہرگز

مجھے بوسہ کی طلب ہے اسی بت کے لب سے جسنے / کسی ایک بات کا بھی نہ دیا جواب ہرگز

مری التماس ہے اسی پر یہ نہیں تو جان دونگا / نہیں چین اک لحظ مجھے بے شراب ہرگز

نہیں آسمان ہے چھالا مرے پائے جستجو کا / یہ ہے داغ جوش سودا نہیں آفتاب ہرگز

کبھی جا کے اس صنم کو یہ سنائے وعظ واعظ / کہ ہے دل بھی گھر خدا کا نہ کرے خراب ہرگز

۱۶	عبث انکو بھیجتے ہو خط شوق سیکڑوں تم تمہیں عشق کچھ نہ دینگے کبھی وہ جواب ہرگز	۱۹۹

ہر ایک کھا نہیں ہے یونہی تو زر عزیز / تجھ سے کریگا کیا کوئی اے سیمبر عزیز

غنچہ دکھا دکھا کے تو دھمکا رہا ہے کیا / اے ترک عاشقی میں نہیں مجھکو سر عزیز

کچھ غم نہیں ہمارا مددگار ہے خدا / گر دشمنی یہ باندھے ہوئے ہیں کمر عزیز

ہوتی ہے انکی قدر اسی سے ہر اک جگہ / اہل ہنر کو کیوں نہ ہو اپنا ہنر عزیز

پیاری ہے مجھکو جان سے بھی انکی نازکی / تار نفس سے بڑھکے ہے موئے کمر عزیز

تجھسے رہے غبار نہ اے چرخ ہم کو پھر / مٹی ہو بعد مرگ ہماری اگر عزیز

بیچارہ دل ہے کشمکشوں میں پڑا ہوا / مجھکو ادھر عزیز ہے انکو ادھر عزیز

دنیا کے بیچ ہوتے نہ تلخی فزا کبھی / رہتے جو اتفاق سے شیر و شکر عزیز

وہ صلح کل ہوں میں کہ کسی سے نہیں عناد / دشمن بھی مجھکو دوست سے ہے بیشتر عزیز

دل دادگان عشق کا ہے امتحان عبث
مرتے نہ تم پہ یہ نہیں ہوتا جو سر عزیز

تیر نگاہ ناز کا یہ یادگار ہے
بڑھکر جگر سے ہے مجھے زخم جگر عزیز

جائیگا چھوڑ کر مرے پہلو کو دل کہاں
ہر شخص کو جہاں میں ہے اپنا گھر عزیز

اب گفتگوئے صلح کی بھی کچھ نہیں امید
ہم ہیں ادہر کھنچے ہوئے پر ہم ادہر عزیز

نکتہ نواز تو تری بخشش بہانہ جو
تر دامنوں کو کیوں نہو دامان تر عزیز

مرغوب ہر ادا ہے ہر انداز دلپسند
گالی بھی ہے مجھے تری اے لب شکر عزیز

۲۰۰

میرے لہو کے پیاسے ہیں اسکی سرا ہے عشق
ہر دم حسد سے پیتے ہیں خون جگر عزیز

۱۲

رکھتی نہیں بیمار محبت سے دواساز
کیا فائدہ تدبیر سے قسمت ہو جو ناساز

محفل میں مری غیر کا وہ چھیڑتے ہیں ذکر
یہ راگ نیا راگ ہے یہ ساز نیا ساز

پھر اسکو نظر آئے نہ کچھ فرق بد و نیک
جس آئینہ دل کی محبت ہو جلا ساز

یارب یہ ملے زہد و ریاضت کا اسے پھل
زاہد کو ہوا گلشن رضواں کی ہو ناساز

کیا اس سے کہوں حال تجاہل سے جو پوچھے
ہے کیسے مزاج آپ کے بدخواہ ہوں کا ناساز

سنبل بھی پریشاں ہے نرگس بھی ہے بیمار
کسدرجہ ہوائے چمن دہر ہے ناساز

اس بت سے ہمیں وصل کی امید ہی کب تھی
سچ پوچھو تو یہ کام بنا اپنا خدا ساز

کچھ فائدہ بیمار محبت کو نہ ہوگا
ہوں حضرت عیسیٰ بھی اگر آکے دواساز

دلکش وہ ترا نغمہ ہے اے شوخ جو سن لیں
غیرت سے وہیں توڑ دیں سب اہل غنا ساز

دم بھر میں یہ کھو دیتا ہے باطن کی کدورت
ہے آئینہ دل کے لئے عشق جلا ساز

اچھی وہی آواز ہے جو درد بھری ہو
جس ساز سے کچھ سوز نہ ظاہر ہو وہ کیا ساز

اے عشق بدل آرزوئے وصل جو دادی

٢٠١	خود را بہ تلاش طلب یار فنا ساز	١٦

اے شہ ہند اے غریب نواز
رکھ مجھے ہمسروں میں سرافراز

ایک عرصہ سے ہے بسجدہ عجز
تیرے در پر مری جبیں نیاز

شرم آتی ہے عرض پیہم سے
نہیں پوشیدہ تجھ سے میرا راز

دیر کیوں اتنی سرفرازی میں
میں غریب اور تو غریب نواز

تو نے میرا بنا دیا ہے جو کام
اسمیں حاسد ہیں کچھ خلل انداز

قتل کر تیغ قہر سے اون کو
یہ بلا ہیں یہ خانہ بر انداز

بے وسیلہ ہوں بے سہارا ہوں
کوئی ہمدرد ہے نہ ہے ہمراز

اے کس بیکساں توئی بجہاں
نگہ لطف سوئے من انداز

ایک بیمار ناتواں ہوں میں
تو ہے عیسیٰ نفس دکھا اعجاز

تیرے در کا گدا ہوں رکھ مجکو
دونوں عالم میں صاحب اعزاز

بودہ ام بستہ سلاسل غم
زجفا ہاے چرخ شعبدہ باز

از سر لطف کن معین الدین
در عیش و طرب بروئیم باز

پھر اجرائی وظیفہ شتاب
حکم فرما دکار عشق بساز

تجھ سا آقا ہو جسکا عالم میں
کیوں نہ ہو وہ غلام سرافراز

داور بزم دہر شمع صفت
دشمناں مرا بسوز و گداز

گر نہ بینند این عروج مرا
خاک در چشم حاسداں انداز

٢٠٢	ردیف سین مہملہ	١٤

شیشے کی آرزو ہے اسے جام کی ہوس
زاہد بہی ہے بندے آشام کی ہوس

جی بھر گیا ہے شوق اسیری میں باغ سے
اب آرزو قفس کی ہے یا دام کی ہوس

خواہان وصل یار دل بیقرار ہے
نادان کو ہے عشق میں آرام کی ہوس

ہے آرزوے روز قیامت شب فراق
اللہ رے مرے دل ناکام کی ہوس

غم مجکو درد کا ہے نہ ہے درد رنج کا
راحت کی آرزو ہے نہ آرام کی ہوس

آنیکی آنکے آئے خبر اور وہ بھی آئیں
وہ آرزو ہے صبح کی یہ شام کی ہوس

وعدے پہ حشر کے بھی نہ دے جو زیاں مجھے
اس سے ہے وعدہ سحر و شام کی ہوس

منعم سے حب زر نہیں مرگ بھی چھٹی
ساتھ اپنے لیگیا درم و دام کی ہوس

رستہ عدو کے گھر کا نہ بھولا کبھی وہ شوخ
نکلی نہ میری گردش ایام کی ہوس

آیا پیام مرگ تو دل سے نکل گئی
مدت سے تھی جو یار کے پیغام کی ہوس

اس شوخ بیوفا کا نہ حاصل ہوا وصال
دل ہی میں رہگئی دل ناکام کی ہوس

نکلے کبھی نہ دل سے جو شکل خیال یار
کس کام کی امید وہ کس کام کی ہوس

اس اپنی کامیابی دلیر ہیں شاد ہم
دشمن کو رہ گئی تری دشنام کی ہوس

۲۰۳	اے عشق دل جو عشق کی دولت سے ہے غنی اسکو صلے کی ہے نہ ہے انعام کی ہوس	۱۵

ملتی جگہ جو اسکو کسی گلبدن کے پاس
جاتی نہ بھولکر کبھی بلبل چمن کے پاس

دشمن کہاں بغل میں وہی ہو گئی مثل
ہے خانہ عدو مرے بیت الحزن کے پاس

لاکھوں ہی خار غم ہیں دل داغدار میں
جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس

گالی سے لطف بوسہ یہ پیغام مل گیا
ہم نے گئے دہن جو کسی کے دہن کے پاس

آتی ہیں شامتیں دل آشفتہ حال کی
جاتا ہے آپ زلف شکن در شکن کے پاس

کاوش کی آرزو مرے دل ہی میں رہ گئی
نکلا نہ ایک تیر بھی ناوک فگن کے پاس

بیٹھے ہیں خضر چشمۂ حیواں کے متصل
واللہ خال سبز نہیں ہے دہن کے پاس

تسخیر دل کو کہتے ہیں دشوار یوں تو سب
جادو مگر یہ ہے نگہ سحر فن کے پاس

کیا دل لگائے اس سے کوئی دل کا توڑنا
ہو ایک بات جس بت پیماں شکن کے پاس

پوچھو نہ اس مسافر غربت نصیب کی
جو بھولے آئے راستہ آکر وطن کے پاس

پہنچا ہے دود آہ مرا آسماں تک
اک آسمان تازہ ہے چرخ کہن کے پاس

رہبر کی جستجو نے نہ رکھا کہیں کا ہائے
جاتا ہوں ڈر ڈر کے میں راہزن کے پاس

محنت تری ٹھکانے لگے گی نہ بخیہ گر
جبتک رہینگے دست جنوں پیرہن کے پاس

اے شوخ تجھکو دیکھ کے قبضہ میں غیر کے
دہوکا ہوا پری ہے کوئی اہرمن کے پاس

۲۰۴	شعر و سخن کا شوق میاں عشق ہے اگر کچھ روز رہیئے داغ سے صاحب سخن کے پاس	۱۰

سب خوشی دل کی خوشی سے تھی ہوا جب دل اداس
عیش و عشرت کی نظر آئی مجھے محفل اداس

آرزوئے بے نتیجہ سے ہے ایسا دل اداس
جیسے دہقان دیکھ کر ہو کشت بے حاصل اداس

اپنی بے شغلی کی اس کو فکر پیدا ہو گئی
ہو گئے بسمل جو سب عاشق ہوا قاتل اداس

منتظر بیٹھے ہیں سارے رند پردے سے نکل
بے ترے ہے بزم مے اے صاحب محفل اداس

لے چل اے جوش جنوں صحرا کے جانب بھی کبھی
بیٹھے بیٹھے خانۂ زنجیر سے ہے دل اداس

ساری چہل بل درخت رز کے دم سے ہے جب یہ نہیں
مجلس غم کی طرح رندوں کی ہے محفل اوداس

ساکنان عالم فانی کا کچھہ پوچھو نہ حال
تھک کے بیٹھے ہیں مسافر کچھہ سر منزل اوداس

باندھ ہمت کارساز خلق کا بندہ ہے تو
ہو نہ مشکل میں دل دیوانہ بے حاصل اوداس

ناز کی اپنی ہماری سخت جانی دیکھکر
دل ہی دل میں کٹ کے ناکامی سے ہے قاتل اوداس

عشق میں اے عشق کیا ہے یاس حرماں کے سوا
کوئی دل ہو اسکو کردیتی ہے یہ مشکل اوداس

۲۰۵	ردیف شین معجمہ	۱۶

کرے جو کام تمہاری نگاہ کی گردش
وہ کیا کرے فلک کینہ خواہ کی گردش

چھری نہ ہمسے ضعیفوں پہ پھیر اے قاتل
بہت ہے انکو تری اک نگاہ کی گردش

اماں زمیں پہ کسیکو نہ پھر ملے ہرگز
فلک جو سیکھ لے تیری نگاہ کی گردش

ملی نجات پس مرگ رنج دنیا سے
لگی ٹھکانے دل داد خواہ کی گردش

پتا اثر کا الٰہی کہیں تو مل جائے
لگے ٹھکانے مرے پیک آہ کی گردش

چلا ہے کوچہ دلدار کو عدو یارب
ہمارے بخت کا چکر ہو راہ کی گردش

مراد کعبہ و بتخانہ ایک ہے اے دل
فقط ہے راہب و زاہد میں راہ کی گردش

زمین کوچہ جاناں سے خوف ہے مجھکو
اڑا نہ لے فلک کینہ خواہ کی گردش

یہی ہے گردش قسمت تو اسکے گو جبیں
رہے گی پاؤں کی زنجیر راہ کی گردش

فقیر ہے نہ ہو چکر لگے عمر بھر میں دو گام
جو ایک پل میں کرے چشم شاہ کی گردش

ملا کسی کو نہ آرام دست گردوں سے
بتا رہی ہے یہ خورشید و ماہ کی گردش

مرے ہی دل پہ پڑا اسپ و بال بے اثری
رہی بس اپنے ہی مرکز پہ آہ کی گردش

رہوں ہمیشہ میں ثابت قدم قناعت پہ
نہ دے خدا طلب مال و جاہ کی گردش

غضب ہے اس صف مژگاں کی جنبش و حرکت
نہ ڈالے رن کہیں اے دل سپاہ کی گردش

ستم جو توڑ رہی ہے مرے دل و جان پر
یہ گردش فلکی ہے کہ آہ کی گردش

۲۰۶

کہاں یہ خوف ہے یارا تو نکلے آگے عشق
کرے جو منہ میں زباں داد خواہ کی گردش

۲۱

رہی بیکار عمر بھر کی تلاش
اب ہے محشر میں فتنہ گر کی تلاش

بے زری نے مٹا دیا جھگڑا
نہ رہی شوخ سیمبر کی تلاش

کوئی حسرت نکل نہ جائے کہیں
چاک دل کو ہے بخیہ گر کی تلاش

خط جو نکلا وہاں تو مجکو یہاں
نہ رہی مرغ نامہ بر کی تلاش

چاہ میں اسکی خود ہی کھو گئے ہم
جستجو کس کی اب کدھر کی تلاش

ڈھونڈھتی ہے کسی کو روز حشر
ہے قیامت مری نظر کی تلاش

دین و دنیا سے مجکو کھو دے گی
آخر اس شوخ فتنہ گر کی تلاش

خاک چھنوائے گی زمانے میں
خضر سے تیری رہگذر کی تلاش

کعبہ و دیر سے نہیں مطلب
ہے فقط مجکو اسکے در کی تلاش

حشر میں تو ملے وہ بت یا رب
رائیگاں ہو نہ عمر بھر کی تلاش

اے ہوس کدھر ہے دھیان ترا
خاک کر دیگی تجکو زر کی تلاش

پا لیا ہے خدا کو اپنے میں
اے فرشتو یہ ہے بشر کی تلاش

رہنے دے گی نہ میان میں دم بھر
تیغ قاتل کو روز سر کی تلاش

ولولے سب تھے نوجوانی تک
اب کہاں ہے وہ بیشتر کی تلاش

مجھکو جانے نہ دیگی منزل تک
چار سو میری راہبر کی تلاش

ناوک دردِ غم کو رہتی ہے
میرے دل کی مرے جگر کی تلاش

ایک دن بے نشان کر دے گی
عاشقوں کو تری کمر کی تلاش

ہوں جو عاشق کسیکا مژگاں کا
ہے رگ جاں کو نیشتر کی تلاش

یوں نہ غصے سے گھورئیے صاحب
ہے مجھے لطف کی نظر کی تلاش

چار دن کے لئے زمانے میں
ہے بشر کو جہاں بھر کی تلاش

۲۰۷	ہم دعا ہی سے باز آئے عشق کون کرتا پھرے اثر کی تلاش	۱۹

مجھسا بھی تھو عاشق بیداد فراموش
بھولا ہوں فغاں اور ہے فریاد فراموش

تم لاکھ کرو شیوہ بیداد فراموش
عاشق نکرینگے کبھی فریاد فراموش

ساقی جو یہی رنگ مے ہوش ربا ہے
کر بیٹھیں گے تسنیم کو زہاد فراموش

ہم حشر میں بھی سر نہ اٹھائینگے لحد سے
ہو سکتی نہیں عشق کی افتاد فراموش

جنت میں بھی بہلے گا نہ حوروں سے مرا دل
ہوگا نہ تو اے شوخ پریزاد فراموش

کیا خاک کرے خونکا دعویٰ سر محشر
مقتول کو ہے صورت جلاد فراموش

ہم یاد دلاتے ہیں وہ خوگر ہیں جفا کے
ہو جاتی ہے ظالم کو جو بیداد فراموش

جب تو نظر آتا ہے تو ہو جاتے ہیں ملے
سب تیرے ستم اے ستم ایجاد فراموش

تاریخ رہائی کی خوشی کوئی مناے
جب تیرے اسیروں کو ہو میعاد فراموش

تو لاکھہ بہلائے مجھے اے شوخ ستم گر
ہوگی نہ مرے دلسے تری یاد فراموش

پیدا ہی نہ تھا انکا دہن یا دم تصویر
یہ نکتہ ہوا تجھسے ہی بہزاد فراموش

سر ہو پٹکے مرنیکو مرے دیکھہ ستم کیش
ہے تجکو اگر قصۂ فرہاد فراموش

الطاف دو روزہ یہ جو انکے یہ خوشی ہے
کیا ظلم ہوئے ایدل ناشاد فراموش

تھوڑی بھی اگر بوے وفا گل میں ہو پیدا
فریاد کرے بلبل ناشاد فراموش

شاعر ہے کیوں یاد خدا میں نہ ہمیشہ
شاگرد کو ہوتا نہیں استاد فراموش

ہیں نام رقیبوں کے انہیں یاد برابر
ہے ایک ہی عاشق ناشاد فراموش

لیجائینگے پس مندونکی ہم یاد لحد میں
ہوگا نہ کبھی عالم ایجاد فراموش

بے مونس و ہمدرد ہیں یہ کنج قفس میں
کر اپنے اسیرونکو نہ صیاد فراموش

لالہ نہیں یہ خون جما ہے سر کہسار
کیونکر ہو جگر کاوئی فرہاد فراموش

استاد جہاں داغ کا آیا جو زمانہ
اے عشق ہوے ناسخ و آباد فراموش

۲۰۸ ردیف صاد مہملہ ۱۷

رہے آغاز میں انجام کی حرص
مرد عاقل ہے یہی کام کی حرص

فرض عاشق ہے دلارام کی حرص
عاشقی میں ہے یہی کام کی حرص

شوق راحت کا ہے آرام کی حرص
کوئی دیکھے دل ناکام کی حرص

ہے تری آنکھ کے بیماروں کو
نزع میں شربت بادام کی حرص

دل بھی لیکر نہیں راضی مجھسے
ہے بلا زلف سیہ فام کی حرص

مرغ دل شیفتۂ زلف ہے کیوں
کسی طائر کو نہیں دام کی حرص

ملگیا جب کوئی قاصد مجھکو
بڑھ گئی نامہ و پیغام کی حرص

مجھکو لے جائیگی سب سے پہلے
حوض کوثر پہ مے و جام کی حرص

دور گردوں جفا پیشہ میں
دل نادان کو ہے آرام کی حرص

پینے کی ہے شب غم میں پوری
درد و رنج و غم و آلام کی حرص

وہ مٹا نقش قدم کی صورت
جسکو عالم میں ہوئی نام کی حرص

مُہر توبہ نے لگا دی لب پر
رہ گئی دلمیں مے و جام کی حرص

باغ جنت سے نکلکر آدم
دلسے بولے کہ نہیں کام کی حرص

طور کیطرح جلا دے نہ کہیں
دلکو اس نور در و بام کی حرص

مٹکے برباد ہوا خاک ہوا
نہ مٹی عاشق ناکام کی حرص

ذکر کوثر جو سنا زاہد سے
بڑھ گئی رند مے آشام کی حرص

۲۰۹	بندہ عشق ہے سب سے آزاد خواہش کفر نہ اسلام کی حرص	۱۵

ہم بڑھا لینگے انسے کیا اخلاص
وہ نہیں جانتے وفا اخلاص

اسنے چھوڑی نہ دشمنی اپنی
کام آیا نہ کچھ مرا اخلاص

وہ تو وہ غیر آکے پڑھتے ہیں
قبر پر میری فاتحہ اخلاص

بیوفائی دغا تری عادت
اور شیوہ مرا وفا اخلاص

جان لیگا وفا پرستوں کی
غیر کے ساتھ آپ کا اخلاص

انکی دشمن کی خوب گھٹتی ہے
ہے نئی دوستی نیا اخلاص

الحذر ہمدم منافق سے
دشمنی دل میں ظاہرا اخلاص

اسکو عالم کی دشمنی سے غرض
ہو جو تیرا غلام با اخلاص

کس امید اور کس توقع پر — ہم کریں تجھ سے بیوفا اخلاص
ہو گئے ایک کافر دیندار — زلف و رخ میں جو ہو گیا اخلاص
اس کا انجام دشمنی پایا — اپنے حد سے جو بڑھ گیا اخلاص
دشمنی بھی ہے مجھ سے پردے میں — اور دشمن سے برملا اخلاص
آجکل رہ گیا ہے عالم میں — نام کا عشق نام کا اخلاص
کام نکلا نہ کوئی خاطر خواہ — ہمنے دشمن سے بھی کیا اخلاص

۲۱۰	نام الفت مٹا زمانے سے نہ ملا عشق کوئی یا اخلاص	۱۷

کچھ زاد راہ ہے نہ کوئی راہبر ہے خاص — تنہا چلا ہوں سوئے عدم یہ سفر ہے خاص
بولے فرشتے بار محبت کو دیکھ کر — اس کام کا جا نہیں یارب بشر ہے خاص
کسطرح تیری نذر کروں اپنا نقد دل — اے پاسباں اسپہ کسیکی نظر ہے خاص
جب دیکھئے تصور جاناں ہے جلوہ گر — خلوت سرائے دل نہیں یہ اسکا گھر ہے خاص
مضمون سارے وصل کے جسنے مٹا دئے — تحریر کیا اسی کی یہ لے نامہ بر ہے خاص
کیا کام ہے کسی سے جو اسیر ستم کریں — انکی نگاہ لطف مرے حالپر ہے خاص
اے آرزو نہ گھر دل اندوہگیں میں کر — تیر نگاہ یار کی یہ رہگذر ہے خاص
مٹی خراب کرتے ہو کیوں دلگی لے ہو تو — کیا جانتے نہیں کہ خدا کا یہ گھر ہے خاص
میں شیوہ دغا بھی دشمن سے سیکھ لوں — تمکو مری وفا سے عداوت اگر ہے خاص
دیکھا بروز حشر جو اس حیلہ ساز کو — سمجھے یہ ہم کہ جذبہ دلکا اثر ہے خاص
چرخ کہن ہزار کرے مشق بھی تو کیا — ایجاد ظلم و جور تمہارا ہنر ہے خاص
اس پر بھی بدگماں ہو نہیں اسکا کیا علاج — ہر چند شوق دل بھی مرا نامہ بر ہے خاص

ہم چار دن کیواسطے دنیا میں ہیں مقیم
کہتے ہیں جسکو گور ہمارا وہ گھر ہے خاص

پہنچاے ہوے دوست ہمارے مقام تک
اس کام کیلئے تو نسیم سحر ہے خاص

مرگ عدو پہ رونے چلا کیوں دلحزیں
یہ میرا غمگسار مرا نوحہ گر ہے خاص

بیوجہ وقت صبح وہ آیا نہیں ہے یہ
میری دعائے نیم شبی کا اثر ہے خاص

میرے سخن یہ کہتے ہیں اے عشق ذی کمال
یہ رنگ خاص تیرا یہ تیرا ہنر ہے خاص

۲۱۱	ردیف ضاد معجمہ	۳۶

خط سے کچھ اور ہوا نقش و نگار عارض
بڑھ گئی ایک سے دس حسن بہار عارض

دل مجنوں کو مرے پھر نہ رہی اسکی چاہ
جب ہوئی لیلی خط ناقہ سوار عارض

بوسے ہر روز لیا کرتا ہے دشمن اسکے
کیوں جلاتی نہیں کمبخت کو نار عارض

خط کے بڑھتے ہی گھٹا حسن کا تیرا بالکل
رہ گئی وہ شان رہی ہے نہ وقار عارض

حسن کو خوف جو پیدا ہوا چشم بد کا
بنگیا سبزۂ خط انکا حصار عارض

اسقدر حسن دو روزہ پہ نہ اترا ہرگز
عارضی اے گل خوبی ہے بہار عارض

خال مشکیں نہیں یہ اسکے رخ روشن پر
ایک زنگی کے ہے قبضے میں دیار عارض

تازگی آگئی اس رخ پہ مسیں کیا بھیگیں
سبزۂ خط ہے کہ ہے فصل بہار عارض

رودئے درد محبت سے جو ہم اسنے کہا
دھل گئی اشک سے سب گرد و غبار عارض

کسکے بوسوں نے چرایا ہے یہ رنگ اپنا آج
دیکھئے آئینہ میں نقش و نگار عارض

دانہ و دام ہیں صیاد کے خال و گیسو
کیوں نہ ہو طائر دل اپنا شکار عارض

زرد پڑ جاتے ہیں ہو جاتے ہیں غیرت سے سفید
مہر و مہ جب کبھی ہوتے ہیں دوچار عارض

رنگ بلبل کا جدا اور ہے رنگ اپنا جدا
وہ فدا گل پہ ہے اور ہم ہیں نثار عارض

کیا چڑھے رنگ گل و لالہ نظر پر اس کے
جسکی آنکھوں میں سمائی ہو بہار عارض

اشک آلود نظر آتے ہیں رخسار اس کے
مر گیا ہو نہ کوئی عاشق زار عارض

کیوں جوانی کی خزاں کا نہو دلکو افسوس
آنیوالی نہیں پھر جا کے بہار عارض

تو ہے وہ بادشہ حسن کہ با عجز و ادب
ہے زر گل سے چمن باج گذار عارض

دو نمیں تشبیہ مہ و مہر سے کیا خاک انہیں
کہ وہ ہے ننگ جبیں اور یہ عار عارض

اسکی صراف کو کیا قدر وہ کیا جانے گا
پوچھیے اے سیم بدن تجھسے عیار عارض

شرم دامن کے اٹھانیسے اگر آتی ہے
آستیں سے تو کرو صاف غبار عارض

بند ہے حسن دہن سے ترے غنچوں کا دہن
پھول کھاتا ہے ہر اک باغمیں خار عارض

اس سے بوسے کی نہ رکھتا ہوں توقع جسکو
نظر شوق بھی عاشق کی ہے بار عارض

حسن خوباں کا ہے دنیا سے نرالا عالم
لیل گیسو سے مسلسل ہے نہار عارض

شمع خود رشک سے پروانہ کی صورت جلجائے
شعلہ زن ہو جو تری بزم میں نار عارض

دل ہے اک بوسہ کا مشتاق بڑی مشکل ہے
صدقے ہو ترے دہن پر کہ نثار عارض

جلوہ تیرا ہی نظر آتا ہے انمیں مجکو
ماہ و خورشید ہیں کیا آئینہ دار عارض

واہ کیا رشک ہے دیکھا نہیں جاتا مجسے
آنکھ بھی میری جو ہوتی ہے دوچار عارض

طالب بوسہ کرے کیا انہیں لیکر الحرج
ماہ و خورشید سے نکلیگا نہ کار عارض

یار کے حسن کا کیا پوچھنا اللہ اللہ
ماہ قرباں جبیں مہر نثار عارض

ہم بھی ہیں غیر بھی ہے اور وہ غصے سے ہیں لعل
دیکھیے کس پہ نکلتا ہے بخار عارض

۱۴	تو بھی اے بلبل نالاں نہیں گل کی شیدا عشق دلدادہ بھی ہے عاشق زار عارض	۲۱۲

ہوئی مقبول وہ ہماری ہی عرض — کی تھی جو وقت بادہ خواری عرض
پھر جو کہنا ہو شوق سے کہئے — پہلے سن لیجئے ہماری عرض
پوچھا بوسہ کو تو بگڑ کے کہا — جاؤ سنتے نہیں تمہاری عرض
سب کچھ ارشاد ہو نہیں کے سوا — آپ سے ہے یہی ہماری عرض
جھوٹ ہمسے نہ بن پڑا سر حشر — ہوگئی روئداد ساری عرض
تجکو معلوم ہے حقیقت حال — ہم کریں کیا جناب باری عرض
اتنی فرصت کہاں قرار کہاں — جو کریں دلکی بیقراری عرض
تیری تلوار کی زبان قاتل — کرتی ہے میری جاں نثاری عرض
ہوئے شرمندہ شکیب و قرار — کرکے ہم حال آہ و زاری عرض
ہے الٰہی ترا کرم جو ہر — اور میری گناہ گاری عرض
کیجو اس رشک گل کی خدمتمیں — بندگی اے صبا ہماری عرض

قطعہ

کر رہی ہے زبان سوسن سے — بلبلو موسم بہاری عرض
بے ثباتی باغ جو ہر ہے — اور گلکاریاں ہیں ساری عرض

۲۱۳

بخشدے عشق طفیل نبی
سن لے اتنی جناب باری عرض

۱۴

عاشقی ٹھری ہے جو میرا فرض — انکو واجب ہے مکر حیلا فرض
صرف رنداں بادہ کش کو شیخ — نہ الٹ کر بنالے اپنا فرض
محو تھے ہم یہ طاعت بت میں — نہ ادا ہوسکا خدا کا فرض
جانہ رندوں کے فعل پر واعظ — کہ ادا کرتے ہیں یہ اپنا فرض
مفت اغیار میں خفیف ہوا — کون اس بزم کا تھا جانا فرض

مانیئے یا نہ مانیئے صاحب
مر چکے ہم تیری محبت میں

کہدیا ہمنے تہا جو اپنا فرض
ہے اگر جان کا بچانا فرض

جان دینا ادا یہ واجب ہے
نہ کرینگے قضا ہم اپنا فرض

ٹہری ہے خاطر عدو واجب
یار کو ہے مرا ستانا فرض

آپ کو بغض ہے جو اپنوں سے
غیر بہی ہم کو کیجئے کا فرض

جو کسی وقت پر ادا ہی نہ ہو
ان بتوں کا ہے وعدہ ایسا فرض

بخش دینا گناہ گاروں کا
اے کریم جہاں ہے تیرا فرض

ترک مے ہے محال رندوں سے
یہ سمجھتے ہیں اسکو اپنا فرض

کون واجب ہے زندگی ایسی
ایک دن ہے جو عشق مرنا فرض

۲۱۴	ردیف طاء مہملہ	۲۰

اسکو بہت ہے اس بت پرفن سے ارتباط
جی میں ہے اب بڑہائیے دشمن سے ارتباط

کیا کچھ جنوں میں رخنہ گری بخیہ گر نے کی
چھوٹا مگر نہ چاک کا دامن سے ارتباط

ہے اس کی چشم شوخ و تماشا پسند کو
چلمن سے در سے غرفے سے روزن سے ارتباط

میری شب فراق انہیں سے ہے دل لگی
نالے سے اختلاط ہے شیون سے ارتباط

اس شوخ کا جدا ہے زمانے سے رنگ ڈھنگ
ہے ہم سے اختلاط نہ دشمن سے ارتباط

کھتی ہے طالبان شہادت سے تیغ یار
رکھے مری بلا کسی گردن سے ارتباط

ادریس آسمان نہم سے نہ بڑھ سکے
دنیا میں تھا ذرا سا جو سوزن سے ارتباط

آزاد ہوں میں کش مکش دین وکفر سے
ہے مجکو شیخ سے نہ برہمن سے ارتباط

قاتل ہے ایک خنجر بیداد کو ترے
دل سے جگر سے سینہ سے گردن سے ارتباط

جوہر یہ تیغ کا ہے کہ رکھتی ہے ایک ساتھ
قاتل کے ہاتھ سے مری گردن سے ارتباط

کھیلے ہوئے ہیں ساتھ کے مجنوں و کوہکن
ہے انکے ساتھ میرا لڑکپن سے ارتباط

دیکھے نہ آنکھ اٹھا کے کسی حور عین کو وہ
جس کی نظر کو ہو ترے جوبن سے ارتباط

کوئی تو ساتھ ہو سفر دور دست ہے
رہبر نہیں تو کیجئے رہزن سے ارتباط

دونوں کے دونوں اپنی امنگوں میں مست ہیں
ہے میرے شوق کو ترے جوبن سے ارتباط

اپنا بھی ہے رشک تو دیکھا نہ جائے گا
آئینہ کا بھی اس رخ روشن سے ارتباط

رہ رہ کے پڑتی ہے مرے دل پر نگاہ یار
اس برق کو ہے میرے ہی خرمن سے ارتباط

اونچا وہ آسمان سے بھی ہو تو کیا عجب
ہو جس غبار کو ترے توسن سے ارتباط

دیکھیں جو تیرے جلوہ گہ ناز کو کبھی
موسیٰ نہ رکھیں وادی ایمن سے ارتباط

بعد فنا بھی رکھتی ہے عاشق کی مشت خاک
اے دشمن وفا ترے دامن سے ارتباط

۲۱۵	اے عشق جانتا ہے وفا کو بھی وہ دغا تم نے پڑھا یا کیوں بت پرفن سے ارتباط	۱۶

دوستی میں ہے جان نثاری شرط
ساری شرطیں ہیں ہے یہ بھاری شرط

اب جسے لے نہ کوئی نام عدو
ہو چکی آپ کی ہماری شرط

داور حشر سے کہیں کیا ہم
عاشقی میں ہے رازداری شرط

میں کہونگا تو جیب جاؤگے
تمہیں کہدو کہ کس نے ہاری شرط

تو نے اے قیس کچھ کیا نہ خیال
تھی تو لیلیٰ کی پردہ داری شرط

بوسہ بوسہ بدا ہے بازی میں
ہم میں انمیں ہے کیسی پیاری شرط

یہ بنایا گیا ہے مٹی سے
پتلے انسان ہے خاکساری شرط

مشغلہ کوئی تو ملے دل کو
شب فرقت ہے آہ وزاری شرط

یا الٰہی ترا کرم ہے جزا
اور میری گناہ گاری شرط

بہکے انسان نہ نشہ زر سے
بیخودی میں ہے ہوشیاری شرط

تم نے دشمن کا جب لحاظ کیا
تھی ہماری بھی پاسداری شرط

لذت درد کے لئے قاتل
ہے نمک اور زخم کاری شرط

تو ستمگر ہے وہ ستم پیشہ
آسمان نے بھی کیسے ہاری شرط

غیر کے ساتھ آو شتے پر
کیا یہی تھی مری تمہاری شرط

ابر رحمت گرج کے کہتا ہے
آج رندو ہے بادہ خواری شرط

۱۵	عالم اتفاق میں اے عشق ہے عدو سے بھی صلح کاری شرط	۲۱۶

کرتا ہے غیر عشق کا دعوی مگر غلط
اوس کو عزیز جان نہو سر بسر غلط

بولے وہ دیکھکر مرا مضمون خط شوق
سر تا بپا خلاف ہے یہ سر بسر غلط

ہر پیچ راہ عشق ہے ایسی کہ کیا کہوں
رہ رہ کے پڑتے ہیں قدم راہبر غلط

بیچارہ خوف جاں سے بہت بچ اسے ہے
ڈرتا ہوں میں نہ راہ کرے نامہ بر غلط

اصلاح کی مجال نہیں کیا کرے کوئی
بالفرض ہے نوشتہ قسمت اگر غلط

اے آسمان پیر نہ لے عاشقوں کی آہ
تاثیر کو نہ اسکے سمجھ بے خبر غلط

مرنا ہمارا سنکے ستمگر نے یہ کہا
کیا جانئے اڑائی ہے کس نے خبر غلط

پھر خیر میری جان کی اے نامہ بر نہیں
کی تو نے راہ کوچہ جاناں اگر غلط

ہیں اور ترک عشق و محبت خدا کی شان
اگر کسی نے آپ کو دی ہے خبر غلط

وہ زار ہوں میں عشق کمر میں کہ میرا جسم
ٹھہرا ہے پیش چشم حقیقت نگر غلط

ہر چند مجکو شیخ نے دہوکے دئے مگر
مانی نہ ایک اسکا بیاں جان کر غلط

وعدے کا اعتبار نہ اقرار کا یقین
ہر بات مجھسے کہتا ہے وہ حیلہ گر غلط

غم عاشقوں کا کھاتے ہیں معشوق بھی ضرور
خون جگر ہے سرخی پان ہونٹھ پر غلط

کوثر کہاں شراب کہاں کیا یقین ہو
کافر نہیں نہ سمجھیں ہم اس کو اگر غلط

جسنے کہا ہے اسنے بہت سچ کہا ہے عشق
معشوق سے امید وفا سر بسر غلط

۱۷	ردیف ظاء معجمہ	۲۱۷

محفل میں کیا کرے وہ ہمارا ادب لحاظ
دشمن کو ہو ذرا نہ تمہارا ہی جب لحاظ

اچھی نہیں ہیں آپکی یہ بد زبانیاں
پھر کیا رہے جو ہم بھی اٹھا دیں ادب لحاظ

تیری جو ہے ادا وہ قیامت کی ہے ادا
آفت ہے شرم قہر حیا ہے غضب لحاظ

شائستگی محفل جاناں نہیں وہ اب
دشمن کے بیٹھتے ہی سب اٹھا ادب لحاظ

بوسہ طلب کیا سر محفل جو یار سے
بولا بگڑ کے تجکو نہیں بے ادب لحاظ

ہم بیچ بد زبانی دشمن کا کیا کریں
تم کو نہ ہو لحاظ تو ہو اسکو کب لحاظ

دل دیکے مہوشوں کو ہوئے خلق میں ذلیل
کہو بیٹھے ہم وہ بات جو کرتے تھے سب لحاظ

وہ اور ہم وصال میں کہل کھیلے ایسے کچھ
سب درمیان سے اٹھ گیا پہلی ہی شب لحاظ

درباں کے عوض سنگ یاں ہی کیوں نہو
تیرے سبب سے کرتے ہیں اسکا بھی سب لحاظ

آتا ہے مانگنے کے مجھے نام سے حجاب
کرتا ہوں نہیں خدا سے بھی وقت طلب لحاظ

سنکر بھی بد زبانی جاناں خموش ہوں
کیا دوں کوئی جواب کہ ہے مہر لب لحاظ

اوصاف نیک ہیں بھی انسان کیواسطے
اخلاق انکسار تواضع ادب لحاظ

طفلی سے بڑہکے شوخ ہوئے وہ شباب میں
تھا پہلے جسقدر نہیں اتنا بھی اب لحاظ

غصہ نہ تیرے آگے دلائے مجھے عدو
دشوار آدمی سے ہے وقت غضب لحاظ

آئینہ سے ہے ننگ تجھے آرسی سے عار
اے شرمگیں حسین ہے تیرا عجب لحاظ

وہ آئینہ ہیں آپکے رخسار پر ضیا
جن آئینوں کا کرتے ہیں اہل حلب لحاظ

٢١٨

جو بات راز کی تھی وہ عالم پہ کھل گئی
پھر آپ کو ہے عشق سے کیوں بے سبب لحاظ

١٩

دل لگا کر جو نہیں تیری نصیحت واعظ
ہے کہاں بادہ کشی سے ہمیں فرصت واعظ

روبرو رندوں کے رندونکی فضیحت واعظ
کہیں آئی تو نہیں ہے تری شامت واعظ

نہ تو دوزخ ہے کہیں اور نہ جنت واعظ
وہ اک افسانہ ہے یا ایک حکایت واعظ

کیا تری پند کی رندوں نہیں ہو وقعت واعظ
یہ سمجھتے نہیں خود تیری حقیقت واعظ

مجھسے بیسود ہے ایسی یہیں حجت واعظ
تجکو معلوم نہیں حال محبت واعظ

پاک دلکو نہیں رندی سے مضرت واعظ
دیکھی جاتی ہے ہر اک شخص کی نیت واعظ

چاہتے ہیں نہ یہ تسنیم نہ جنت واعظ
تجکو بیوجہ ہے رندوں سے عداوت واعظ

غرہ طاعت پہ ہے انکو نہ عبادت پہ گھمنڈ
رند میکش ہیں فقط طالب رحمت واعظ

سر پہ دستار ریا بر میں قبائے تزویر
واہ کیا خوب بنی ہے تری ہیئت واعظ

اسکو لائی ہے یہاں کھینچکے شامت اسکی
بچکے رندوں سے نہ جائیگا سلامت واعظ

مے جو ملتی نہیں یہ خون جگر پیتے ہیں
انکی رہتی نہیں رندوں کیضرورت واعظ

ہوگا کب حشر بپا ہم کو تو معلوم نہیں
تیری تقریر ہے بالفعل قیامت واعظ

کیوں یہ کہتا ہے وہاں رند نہیں جا سکتے
کچھ ترے باپکا گھر تو نہیں جنت واعظ

زہد و تقوی کیضرورت نہیں مینوشوں کو
انکو کافی ہے گنا ہونکی ندامت واعظ

خلد میں بادہ کشی ہو نہ طبیعت کے خلاف
کرلے اس بات کی پہلے ہی سے عادت واعظ

جمگھٹے محفل رنداں کے ہیں عشرت افزا
دختر رز یہ جو رہ رہ کے نظر پڑتی ہے
فکر کونین سے آزاد ہیں رند میکش

تجکو جنت میں ملیگی نہ یہ صحبت واعظ
نہیں معلوم کہ کیا ہے تری نیت واعظ
ہوش سے انکی بہت اچھی ہے غفلت واعظ

۲۱۹

مے ہے وہ چیز ذرا چاٹ جو اسکی لگجائے
عشق رندونکی کرے روز لجاجت واعظ

۱۹

عشق میں تیرے وہ آئی سر پہ آفت الحفیظ
الحذر اے درد عشق اے رنج الفت الحفیظ
خوف ہے انسان بھی شیطان نہ بنجائے کہیں
ایک جان ناتواں میری اٹھائے عشق میں
مر رہا ہوں روز فرقت اور اجل آتی نہیں
یار کیا پہلو سے اٹھا حشر برپا ہوگیا
حور کے بدلے جو ہو تجھ سا ستم آرا وہاں
دل تو جلتا تھا لگی ہے تن بدن میں آگ اب
آسماں کینہ ور کی دشمنی خود قہر تھی
چارہ گر تو چارہ گر کہتا ہے وہ بیرحم بھی
آفت جاں تھی حسینونکی محبت بھی مگر
لیگئے یارانے ہیں وہ جان بھی ایمان بھی
چھیڑ چھاڑ اغیار سے بھی ہے دہر ہمسے بھی ہے
دخت رز کا دیکھکر جوبن ٹپک پڑتی ہے رال
جاں بلب ہیں مردنی چہرہ پہ ہے چھائی ہوئی

کہتے ہیں سب دیکھکر میری مصیبت الحفیظ
الاماں اے موج غم اے سیل آفت الحفیظ
یہ تکبر الاماں یہ عجب و نخوت الحفیظ
یہ بلا یہ رنج یہ غم یہ مصیبت الحفیظ
آپڑی ہے کیسی یہ آفت پہ آفت الحفیظ
بیٹھے بیٹھے آگئی کیسی قیامت الحفیظ
کہہ اٹھے زاہد بھی سنکر نام جنت الحفیظ
عاشقی پھر اسپہ یہ رشک رقابت الحفیظ
اسطرہ ہو گئی تیری عداوت الحفیظ
دیکھکر اپنے مریض غم کی صورت الحفیظ
چار دن میں ہوگئی کیا اپنی صورت الحفیظ
دوستی جب یہ ہے کیا ہوگی عداوت الحفیظ
چلبلی ہے کسقدر انکی طبیعت الحفیظ
اچھے اچھونکی ہے ڈانوا ڈول نیت الحفیظ
کیا بری ہے تیرے بیمارونکی حالت الحفیظ

جلگیا گرمی سے میری نبض کی دست طبیب
اف ہے اف کیسی تپ غم کی ہے شدت الحفیظ

صبر کیونکر مجھے ہو ہے خانہ برانداز دل
یہ ادا یہ ناز یہ سج دہج یہ صورت الحفیظ

فتنہ ہے آشوب ہے ہنگامہ ہے دل کے لئے
تیری شوخی تیرا شہرہ تیری شرارت الحفیظ

۲۲۰	دیکھئے جب مست ہے مخمور ہے سرشار ہے پڑگئی ہے عشق کو کیسی بری لت الحفیظ	۹

دل ہوا مبتلا خدا حافظ
سر پر آئی بلا خدا حافظ

آمد آمد ہے یاس و حرماں کی
دل کے ارماں کا خدا حافظ

ہے رہ عشق پیچدار تو ہو
رہنما ہے خدا خدا حافظ

ہے حمایت تجھے پیمبر کی
نامہ بر جا ترا خدا حافظ

غیر کے ساتھ کرتے ہیں وہ سفر
میں کہوں ہائے کیا خدا حافظ

جاتے ہیں ہم تو سوئے بتخانہ
تیرا اے پارسا خدا حافظ

دل ہوا مبتلائے عشق صنم
ہے مری جان کا خدا حافظ

سفری دیکھکر عدم کا مجھے
بولے وہ جا ترا خدا حافظ

دل تو دے بیٹھے ہو دیتو نکو عشق
اب ہے ایمان کا خدا حافظ

۲۲۱	ردیف عین مہملہ	۱۱

روز پروانوں کو جلا کر شمع
کون ناحق جلے تو پھر یہ شمع

دیکھ لو عاشقوں کا سوز و گداز
روبرو اپنے تم جلا کر شمع

تیری محفل میں جلتے رہتے ہیں
دل اسپند و عود و عنبر شمع

٢٢٢

بزم جاناں میں ہے جگہ تیری — رشک آتا ہے مجکو تجھپر شمع
یہ بھی سوز و گداز رکھتا ہے — دل عشاق ہے مقرر شمع
سوز پروانہ رائیگاں نہ گیا — ہوئی نابود خود ہی جلکر شمع
تو ہے خورشید آسمان حسن — رو برو تیرے آئے کیونکر شمع
خون پروانہ ہے سوار مگر — نہیں شعلہ یہ تیرے سر پر شمع
بزم عالم میں عیش ہے معدوم — کیوں گذارے نہ عمر رو کر شمع
تیرے مانند میں بھی جلتا ہوں — بنگئی ہے کچھ ایسی دم پر شمع
عشق کا دل ذرا سمجھ کے جلاؤ — کہ نہیں ہے یہ بندہ پرور شمع

٢٢٣

میرے دلمیں ہیں یاس و حرماں جمع — ایک گھر میں ہیں لاکھ مہماں جمع
ہر نگہ اس کی تیغ و خنجر ہے — سیکڑوں ہیں قضا کے ساماں جمع
سوجھے بندے کو پھر خدائی کی — عیش کے ہوں جو سارے ساماں جمع
تفرقہ ساز چرخ ہے ہر چند — پھر بھی کرتا ہے غم کے ساماں جمع
چھوٹے یارب تعلق دنیا — ہو مری خاطر پریشاں جمع
چہرہ پر نور اور دل تاریک — شیخ تجھمیں ہیں کفر و ایماں جمع
نہ پریشان ہو مصیبت میں — رکھے اوسان اپنے انساں جمع
لطف صحبت ہے میکدے میں شیخ — یہیں ہوتے ہیں چار انساں جمع
پہلے عشاق کو کرو زخمی — پھر کرو شوق سے نمکداں جمع
جیتے کسطرح پہنچیں ہم اس تک — در دلدار پر ہیں درباں جمع
ہیں مرے دلمیں کاوش غم سے — سیکڑوں تیر لاکھوں پیکاں جمع

حیدرآباد کیا پرستان ہے — کہ ہزاروں یہاں ہیں پریاں جمع

میں کروں تمسے ذکر کس کس کا — ہیں ہزاروں ہی دلمیں ارماں جمع

تیری دہلیز کی زیارت کو — ہیں سبھی ہندو و مسلماں جمع

ہیں لگانے بجھانے کو شب غم — دل بریاں و چشم گریاں جمع

کی رفوگر نے دوڑ دہوپ بہت — نہوے تار ہائے داماں جمع

دل پر داغ کا نہ رنگ اڑا — کرکے دو پھول ہائے گلستاں جمع

ماحصل اسکا ہے پریشانی — نہ کرے مال کوئی نادان جمع

ڈہونڈہتی پھر رہی ہے رحمت حق — کہ ہیں کس سمت اہل عصیاں جمع

نہیں وہ زخمیں اتنے انگارے — جتنے دلمیں ہیں داغ سوزاں جمع

امتحاں کا ہے شوق قاتل کو — آکے ہوں سارے مرد میداں جمع

میں تصدق تری تسلی کے — ہو گئی خاطر پریشاں جمع

٢٢٣	دل گئی عشق مجکو داد سخن ہو گئے جب کبہی سخنداں جمع	١٤

تھی میرے راز کی تو نہ دشمن کو اطلاع — کیونکر ہوئی پہر اس بت پرفن کو اطلاع

کرتا ہے جو لگائی بجھائی وہاں عدو — واقف ہوں اس سے ہے دل روشن کو اطلاع

تو بیخبر سہی سمجھے اسکا یقین ہے — گم گشتہ دل کی ہے تری چتون کو اطلاع

قاتل صفائی ایسی دکھا تو کہ تیغ تیز — شہ رگ پہ یوں چلے نہو گردن کو اطلاع

اے باغباں آمد فصل بہار کی — دے سب سے پہلے بلبل گلشن کو اطلاع

لپٹی ہوئی ہے گرد کسی پائمال کی — جس کی نہیں ہے آپکے دامن کو اطلاع

اس خوف نے سفر میں بہی تنہا رکھا مجھے — رہبر نہ جاکے دے مری رہزن کو اطلاع

کیا جانتا تھا دل پہ پڑے گی نگاہ یار — اس برق کی نہتی ہے خرمن کو اطلاع

سب جانتا ہے حال ہمارا رقیب کا — ہر بات کی ہے اس بت پرفن کو اطلاع

اے دل شب فراق تحمل ضرور ہے — کیوں ہو ہمارے حال کی دشمن کو اطلاع

اے دل ملیگا شکوہ دشمن کا پھر مزہ — ہوگی جو اس کی اس بت پرفن کو اطلاع

اپنی حقیقت آپ ہی وہ جانتا ہے خوب — زاہد کو ہے خبر نہ برہمن کو اطلاع

فرہاد کا سناتی ہے قصہ صدائے کوہ — مجنوں کے حال کی ہے ہر اک بن کو اطلاع

۱۲	آزاد عشق ہو گیا مذہب کی قید سے ہو جائے اسکی شیخ و برہمن کو اطلاع	۲۲۴

اے شعلہ رو جلا نہ مجھے تو بسان شمع — یہ دود آہ دل ہے نہیں ہے دخان شمع

گویا کبھی ہوئی ہے نہ ہوگی زبان شمع — کیا اہل بزم پر کھلے راز نہان شمع

آتا ہے انکی موت پہ کیا دل جلوں کو رشک — جاتی ہے جب نگاہ سوئے کشتگان شمع

ہے تازہ ماجرا مرے دلکی جلن کا حال — پروانے کا ہے ذکر نہ یہ داستان شمع

روتی ہے انکے حال پہ خود شمع زار زار — زیبا ہے ناز جتنا کریں کشتگان شمع

نقصان سے ضرر نہیں روشن دلوں کو کچھ — مانع ہوئی ضیا کی نہ قطع زبان شمع

جلتا ہوں مثل شمع و جو ترے سوز ہجر سے — ہیں میرے اشک گرم ہی اشک فشان شمع

سرگرم اہتمام جو دیکھا رقیب کو — جلتا رہا ہیں بزم میں انکی بسان شمع

سوز و گداز کا کوئی افسانہ چھیڑتی — اے اہل بزم ہوتی جو گویا زبان شمع

بانگ درا ہے غلغل صبح کم نہیں — راہی ہر ایک بزم سے ہے کاروان شمع

لائیں نہ رنگ یہ شرر افشانیاں کہیں — فانوس کو نہ پھونک دے رکھدے زبان شمع

	اے عشق شعلے اٹھتے ہیں دل سے شب فراق	

ہم صورت زمانہ آتش فشاں شمع

۲۲	ردیف غین معجمہ	۲۲۵

غم نہیں کچھ قبر پہ ہو یا نہ ہو روشن چراغ
داغ دل کا مجکو کافی ہے تہ مدفن چراغ

رات بھی ہے دن کی صورت جبسے آئی ہے بہار
ہیں گل و لالہ کے لاکھوں باغ میں روشن چراغ

اس کی چوری آنکھ سے بلبل کے چھپنے کی نہیں
دست گلچیں میں بنے گا ہر گل گلشن چراغ

اور بھی اندھیر ڈھائے گی ہماری شام غم
ہم سے قسمت کریں گے گر کوئی روشن چراغ

طاقت برقی دکھائے سوز دل میرا اگر
خود بخود اس بزم کے ہو جائیں سب روشن چراغ

چشم عالم سے نہیں چھپنے کا تیرا جھانکنا
پرتو رخ سے بنے گا ایک اک روزن چراغ

پرتو خورشید سے بڑھ جائے اس کی روشنی
تیرے صدقے کا جلاؤں لیکے گر روغن چراغ

بزم پروانوں کے جلنے سے بھی یہ ہوتا نہیں
سچ اگر پوچھو تو رکھتا ہے دل آہن چراغ

صبح کے ہونے ہی تک ہے شعلہ کا سارا فروغ

رات بھر کا ہے فقط تیرا یہ سب جوبن چراغ

سینہ میں داغ محبت اک طلسم تازہ ہے
اس طرح جلتا نظر آیا نہ بے روغن چراغ

دیکھ کر گرتے ہوئے افشاں کو روئے یار سے
ہو گیا دھوکا کہ ہے کوئی شرر افگن چراغ

تو پئے تفریح جا نکلے گر کبھی اے شعلہ رو
روزن دیوار و در بنجائیں سب روشن چراغ

جل رہا ہے دل میں کیا کیا قرب میرا دیکھ کر
بن گیا ہے محفل دلدار میں دشمن چراغ

میں بھی جلنے کے لئے ہوں وہ بھی جلنے کے لئے
میرے دشمن آپ ہیں پروانے کا دشمن چراغ

آپ اپنے سوز دل سے جل کے یہ ہوتے ہیں خاک
سچ اگر پوچھو نہیں پروانوں کا دشمن چراغ

جلوہ گر وہ عارض پر نور ہے زیر نقاب
یا تہ فانوس رکھا ہے کوئی روشن چراغ

تیرے ہی دم سے وجود عاشق جانباز ہے
شمع و پروانہ کیسا گر نہ ہو روشن چراغ

اے پری دیوانہ آتش قدم کے فیض سے
ہو گئے ہیں خانہ زنجیر میں روشن چراغ

میرے پہلو میں ضیا کے داغ دل کو دیکھ کر

بول اٹھے وہ یہ کیسا ہے تہِ دامن چراغ

بلبلیں بھی جل کے ہوتیں خاک پروانوں کی شکل
آتشِ گل سے جو ہوتا بزم میں روشن چراغ

رات کو تم لاکھ چھپ کر جاؤ بزمِ غیر میں
صبح کو بن جائیں گے نقشِ قدم روشن چراغ

۲۲۶	وعدہ آنے کا کیا ہے آج اس دلدار نے عشق سے کھدو مرادوں کے کرے روشن چراغ	۱۲

لیتا ہوں سر پہ شوق سے بارِ گراں تیغ
مجھ سا جانیں ہے کہاں قدرداں تیغ

سینہ سپر ہیں سر بکف اے ترک جان نثار
مانع ہے کون شوق سے لے امتحان تیغ

مشہور میرے قتل کا قصہ جو ہو گیا
ہر شخص کی زبان پہ ہے داستان تیغ

بجلی کی طرح خرمنِ ہستی کو میرے پھونک
اے لمعہ زبانہ آتش فشاں تیغ

میں ناتواں ہوں اور وہ سفاک نازنین
یارب اٹھائے کون یہ بارِ گراں تیغ

بسمل نہ مارتے کبھی یوں اپنے ہاتھ پاؤں
اونچا نہ ہوتا سر سے جو آبِ رواں تیغ

قاتل یہ خون پیتی ہے لاکھوں کا کس طرح
ظاہر میں تو نظر نہیں آتا دہان تیغ

بحرِ قضا میں ہو گی نہ قاتل کبھی رواں
کشتی ہمارے عمر کی بے بادباں تیغ

ضد دے رہی ہے اور بھی قاتل کو میرے باڑ
میں سخت جانیوں سے ہوں سنگِ فساں تیغ

زندہ رہے گا نام بھی تیرے شہید کا
جبتک رہیگا خلق میں قاتل نشان تیغ

دل کھول کر بیاں کرینگے ہم اپنا درد
قاتل دہانِ زخم میں رکھدے زبانِ تیغ

۲۲۷	پہنچا نہ طالبانِ شہادت سے کوئی عشق بامِ مراد پر کبھی بے نردباں تیغ	۲۰

منعم ہے گر تمیز تو ہر گز نہ کر دماغ
مغرور کو حیا نہیں کہتے ہیں خرد ماغ

انداز عشق اور ہے انداز حسن اور
ہے انکسار و عجز ادہر اور ادہر دماغ

آشفتہ روئے یار کا ہوں گل سے کیا غرض
اے نکہت بہار پریشاں نہ کر دماغ

رہ بنکے خاکسار کہ پتلا ہے خاک کا
لایق نہیں ہے تجکو ذرا اے بشر دماغ

سارے جہاں میں نہیں اب تجھسا دوسرا
زیبا ہے اے صنم تو کرے جس قدر دماغ

دیتے نہیں جواب بھی عاشق کی بات کا
دو دن کے حسن پر ہے انہیں کسقدر دماغ

عزلت گزیں فقیر ہوں کیا انسے مجکو کام
پاپوش سے مری جو کریں اہل زر دماغ

ناپائیدار دولت حسن و جمال ہے
تو گورے رنگ پر نکر اسے سیم بر دماغ

پرساں نہیں کمال کا کوئی جہاں میں
کیا خاک آجکل کریں اہل ہنر دماغ

بے فائدہ نہ ماش کے آٹے کیطرح اینٹھ
اے خود پسند ٹھیک نہیں اسقدر دماغ

دیوانگان عشق سے کرتے نہ گفتگو
واعظ صحیح آپ کا ہوتا اگر دماغ

سرکش سے بعد مرگ یہ پوچھا زمین نے
نادان کدہر غرور گیا وہ کدہر دماغ

پامال ہوں جو پاے نگارین یار کا
مشت غبار کا ہے مرے عرش پر دماغ

اپنے کو اسقدر بھی نہ کھینچ آسمان پر
تجکو زمیں دکھاے نہ اے بیخبر دماغ

پہنچا وہاں جہاں نہ ہوا کا بھی ہو گذر
ہے مرغ نامہ بر کا مرے عرش پر دماغ

وہ بولے تو یہ بولے مر اسکے درد دل
کمبخت دور بھی ہو پریشاں نہ کر دماغ

تم نے جو اسکی بڑ کو سنا کان دیکے کچھہ
دیوانے کا بھی آگیا اصلاح پر دماغ

اتنا بھی زور دلبہ ندے اے خیال یار
پہلے ہی سے ضعیف ہے میرا جگر دماغ

مے ہے وہ چیز سونگھے اگر اسکی بوے خوش
صد سالہ پیر کا بھی تو ہو جائے تر دماغ

ہوتا اگر نہ ساری خدائی پر اختیار

۲۲۸ | اے عشق یت نہ کرتے کبھی اسقدر دماغ | ۱۲

ہے موسم بہار میں ہر کوہ و راغ باغ
پھرتے ہیں طائران خوش آواز باغ باغ

اپنے ہی پاس رہنے دے بھو اونکی اپنے بو
سونگھیں جو ہم نہیں ہمیں اسکا دماغ باغ

کیا ناز کر رہا ہے دو روزہ بہار پہ
حاصل کرے خزاں سے تو پہلے فراغ باغ

اس نونہال حسن کا ملتا نہیں پتا
باد بہار ڈھونڈھتا پھرتا ہوں باغ باغ

فصل خزاں میں بلبل و گل کا پتا نہیں
ویران آشیانے ہیں سب بیچراغ باغ

پھولوں سے رشک سرو چراغاں ہے ہر نہال
کیا کیا دکھا رہا ہے یہ روشن چراغ باغ

لالہ کھلا ہوا ہے نہ پھولا ہوا گلاب
رکھتا ہے تیرے عشق کے سینہ پہ داغ باغ

بلبل کو ہو جو شوق صبوحی تو صبح کو
شبنم سے بھر کے پھول کا لائے ایاغ باغ

اترا رہا ہے کیا گل و لالہ یہ اس قدر
دیکھے ہیں تو نے میرے جگر کے بھی داغ باغ

قد سرو گل عذار دہن غنچہ سبزہ خط
ہے سر سے پاؤں تک وہ بت خوشدماغ باغ

فریاد عندلیب کا کھلتا نہیں سبب
ہر پھول تو چمن میں خوشی سے ہے باغ باغ

اے عشق ہر بہار میں ہے پیش اہل علم
تفریح طبع کے لئے گلزار داغ باغ

۲۲۹ | ردیف فا | ۲۴

اے شوق لے نہ جا در دلدار کی طرف
ہم اور دیکھیں مجمع اغیار کی طرف

دل بھی نہیں ہے طائر قبلہ نما سے کم
جب دیکھو اسکا رخ ہے دریار کی طرف

اللہ رے شوق دید کہ ہٹتی نہیں نظر
آنکھیں لگی ہیں روزن دیوار کی طرف

ہے خوف کوئے یار میں روتے ہوئے مجھے
جائے کہیں یہ سیل نہ دیوار کیطرف

کھولا ہے تازہ غرفہ سر راہ اسنے آج
جاتی ہے ہر نگہ اسی دیوار کیطرف

اسکا بھی رشک ہوتا ہے اللہ رے بدظنی
ہوتے ہیں وہ جو میرے طرفدار کیطرف

جادو اگر نہیں تو یہ کیا ہے کہ ہر نگاہ
جاتی ہے ان کی چشم فسوں کار کیطرف

اے شیخ چشم کم سے نہ مجھ بادہ کش کو دیکھ
رحمت کی ہے نگاہ گنہگار کیطرف

اللہ رے صفائے رخ و سادگی حسن
آئینہ کی نظر بھی ہے رخسار کیطرف

موسیٰ کی طرح دید کے مشتاق ہم بھی ہیں
تجلی گراؤ طالب دیدار کیطرف

مد نظر ہے ظرف کی اسکے جو دیکھ بھال
ساقی کی ہے نگاہ قدح خوار کیطرف

کیا جانے بات کیا ہے اجل بھی شب فراق
آنے کو ڈرتی ہے ترے بیمار کیطرف

گلزار حسن بھی چمن خلد تو نہیں
رہ جاتی ہے جو جا کے نظر یار کی طرف

فتنے کی آنکھ شر کی نگہ حشر کی نظر
ظالم لگی ہے تیری ہی رفتار کیطرف

ہوتے نہ داغ خون تو شہادت ہزار میں
دیتی وہ تیغ قاتل خونخوار کی طرف

ہم یہ کہیں مسیح نے آکر جلا لیا
آئے اجل جو عشق کے بیمار کیطرف

عشاق سخت جاں سے پڑا ہے جو سابقہ
رہ رہ کے دیکھتے ہیں وہ تلوار کیطرف

ہے گو قفس میں بند گرفتار دام میں
بلبل کی ہے نظر گل و گلزار کیطرف

کعبہ کا سجدہ فرض ہے زاہد جو تیرے پاس
سر کو جھکا دے ابروئے خمدار کیطرف

یوسف کیطرح آپکے گاہک بھی ہیں بہت
اچھا نہیں نہ جائیے بازار کیطرف

وہ مشق تیر کرتے ہیں تاکید ہے مجھے
دیکھوں نگاہ باندھ کے سوفار کیطرف

منصور حرف حق نہ زبان سے نکالتے
پہلے ہی دیکھ لیتے اگر دار کی طرف

زاہد کو فخر زہد نے کافر بنا دیا
پڑھنے لگی نظر بت پندار کی طرف

زاہد ہو کعبہ میں کہ برہمن ہو دیر میں

میں کوئی آجکل کا نہیں مبتلائے زلف
روز ازل سے سر میں بھری ہے ہوائے زلف

کچھ اور سوجھتا نہیں مجکو سوائے زلف
سودائے زلف سر میں ہے دلمیں ہوائے زلف

لیکر رہیگی جان ہی اکدن ہوائے زلف
ٹالے مرے ٹلے گی نہ سر سے بلائے زلف

اے دل نہ جان بوجھ کے ہو مبتلائے زلف
لائینگے تجکو پیچ میں یہ حلقہ ہائے زلف

محفوظ ہر بلا سے ہے وہ یوسفی جمال
حصن حصین بن گئے ہیں حلقہائے زلف

پرورده خون دلمیں ہوئے ہوں جو ایک عمر
تیل ان تلوں کا چاہیئے انکو برائے زلف

اسکا دماغ ہی نہیں ملتا ہے باغمیں
سنبل کو لگ گئی تو نہیں کچھ ہوائے زلف

ظلمت پرست صورت خفاش یہ بھی ہے
کچھ اور سوجھتا نہیں دلکو سوائے زلف

اے مرغ دل نہ خال کے دانے پہ ٹوٹ پڑ
کھولے ہوئے ہیں دام بلا حلقہائے زلف

اے غیرت پری ترے دیوانوں کے لئے
کافی ہیں بیڑیوں کے عوض حلقہائے زلف

شانے کو کیوں نہ پنجہ عقدہ کشا کہوں
کھلتے ہیں اسکے ہاتھ سے سب عقدہائے زلف

چوری کا میرے دلکے کھلیگا نہ حال کچھ
جبتک کھلیں گے انکے نہ سب عقدہائے زلف

ڈھاتی ہے اور تیرگی بخت کیوں ستم
کیا کم ہے میرے دلکے لئے اک بلائے زلف

سودا نہ انکا دام بلا میں مجھے پھنسائے
طوق گلو بنیں نہ کہیں حلقہائے زلف

ایسا سیاہ کار بھی ہوگا نہ دوسرا
میں ہوں نثار زلف مرا دل فدائے زلف

شامت جو آئی ہے دل آشفتہ حال کی
پھنسنے چلا ہے دام میں ہوکر فدائے زلف

لازم ہے قدر میرے دل چاک چاک کی
ایسا ملیگا تم کو نہ شانہ برائے زلف

سودیں اسکے دلکا جو بنتا ہے پیچ و تاب
کہتا ہوں چیخ چیخ کے میں ہائے ہائے زلف

کوتاہی نصیب ہے دل شانہ کی طرح
صد چاک ہوکے بھی نہ بنا آشنائے زلف

معلوم ہے حقیقت اسے بال بال کی | شانے سے کیا کہے گا کوئی ماجرائے زلف

۲۳۱ — ۱۸

اے عشق ہے دورنگیٔ جاناں مجھے پسند
میں آشنائے رخ ہوں کبھی آشنائے زلف

کیونکر نہ پہنچے یار کو میری خبر خلاف | دشمن سے ساز کرکے ہو جب نامہ بر خلاف
معشوق سے امید وفا سر بسر خلاف | اے عشق بات ہے یہ زمانیکی بر خلاف
ہوتی نہیں تشفیٔ خاطر کبھی نصیب | کرتے ہیں روز وعدے وہ جیسے مگر خلاف
اےشوخ تیرے عشق میں ہیں دونوں اک زباں | رکھتا ہے دل جگر سے نہ دل سے جگر خلاف
احسان نہیں قبول کسیکا اثر سے بھی | رکھتی ہے اب ہماری دعائے سحر خلاف
حیران ہیں مسیح کرے اسکا کیا علاج | رکھتا ہے ہر علاج سے دردِ جگر خلاف
گلشن پہ آپڑا ہے برا وقت آجکل | فصل خزاں ہے چلتی ہے باد سحر خلاف
ہو جائیگی مرے دل آگاہ کو خبر | بولے کبھی جو بات کوئی نامہ بر خلاف
کیونکر یقین آئے نہ قاصد کی بات کا | کہتا نہیں کبھی کوئی پیغام بر خلاف
دنیا بھی اک بہشت تھی انسان کیلئے | ہوتا برادری میں نہ باہم اگر خلاف
میں منتظر ہی روز قیامت بھی رہ گیا | نکلا ہر ایک عہد بت فتنہ گر خلاف
پر خوف راہ عشق ہے ایسی کہ کیا کہوں | رکھتا ہے راہ رو سے یہاں راہبر خلاف
معلوم ہو تو ہو ہمنے بگاڑا ہے کیا ترا | کیوں ہم سے تجکو ہے فلک کینہ ور خلاف
کس کشمکش میں جان ہے بیمار عشق کی | برہم ادہر اجل ہے ادہر چارہ گر خلاف
جرأت ہوئی کسیکو نہ پھر عرض حال کی | تیری نظر کو دیکھ کے اے فتنہ گر خلاف
برگشتہ آسماں ہو مقدر ہو غیر ہو | سب کچھ یہ ہو مگر نہو تیری نظر خلاف
اب کون انکی قدر کرے گا جہان میں | اہل ہنر سے رکھتے ہیں اہل ہنر خلاف

اے عشق ہاتھ اٹھا کے نہ توا کبھی خفیف
میں جانتا اثر کا دعا سے اگر خلاف

ردیف قاف ۲۳۲

امید گاہ در عالم ہے آستانہ عشق
خدا کا گھر جسے کہتے ہیں ہے وہ خانہ عشق

ہوا نصیب نہ مجنوں کو بھی خزانہ عشق
لگی نہ ہاتھ کسی کے متاع خانہ عشق

سمجھ یہ شیخ کے کیسے یہ پڑ گئے پتھر
چلا ہے کعبہ کو چھوڑا ہے آستانہ عشق

سوائے درد و الم اور غیر رنج و بلا
لگی نہ ہاتھ مرے کچھ متاع خانہ عشق

خرابہ دل عاشق کی قدر کر غافل
گڑا ہوا ہے اسی میں تو سب خزانہ عشق

نہیں ہے عالم الفت کی بھی جہت کوئی
جو لامکاں ہے حقیقت میں ہے وہ خانہ عشق

بلا سے ضعف سے گر پاؤں میں نہیں طاقت
چلیں گے سر سے بصد عجز سوئے خانہ عشق

بچے گا دام سے گیسو کے مرغ دل کیا خاک
کہ ہے نصیب میں اسکے تو آب و دانہ عشق

سر نیاز جھکاتے ہیں گبر و شیخ یہاں
وہ آستانہ عالی ہے آستانہ عشق

بنے ہیں ہجر میں ساقی کے سوزش غم سے
پھپھولے دل کے سبوئے شرابخانہ عشق

عدو کو اسکی خبر کیا وہ بوالہوس ہے فقط
سنو تو میری زباں سے سنو فسانہ عشق

بناتا خاک سے خالق نہ آدمی کو کبھی
نہ چاہتا جو وہ نشو نمائے دانہ عشق

خیال بادہ کوثر سے شیخ درگذرے
جو پی لے ایک بھی جام شرابخانہ عشق

نہیں ہے داغ محبت سے ایک دل خالی
گڑا ہوا ہے ہر اک سینہ میں خزانہ عشق

ملے جو داغ جنوں وحشیوں سے یہ جانا
خدا نے غیب سے بخشا ہمیں خزانہ عشق

وہ آنکھ کیا ہے نہ دیکھے جو حسن کا عالم
وہ کان کیا نہ سنے جو کبھی ترانہ عشق

عجیب چیز ہے محراب تیغ قاتل بھی	جھکا یا سر تو ادا ہو گیا دگانہ عشق
تمہارے کام کے دل آجکل نہیں بنتے	ہے ہند ایک زمانہ سے کارخانہ عشق
نہ رہی ابلق گردوں کی کجروی باقی	جو پڑتی اسپہ کبھی ضرب تازیانہ عشق

۲۳۳	ہزار بار تم آسکتے ہو اگر چاہو کچھ ایسا دور نہیں ہے غریب خانہ عشق	۱۸

اس کماں ابرو نے مارا تاک کر یوں تیر عشق
طائر جاں مرغ دل دونوں بنے نخچیر عشق

فصد لی لیلی نے تو نکلا رگ مجنوں سے خون
ہو تو یوں ہو ایک سی دونوں طرف تاثیر عشق

جنکو نفرت ہم سے تھی اب ہے ہماری انکو قدر
حسن جب گھٹنے لگا بڑھنے لگی توقیر عشق

دل سی شے بھی نذر دیکر کب صلا ہمکو ملا
حسن کی سرکار میں بالکل نہیں توقیر عشق

عاشق و معشوق دونو بے خطا بے جرم ہیں
جرم سارا حسن کا ہے اور سب تقصیر عشق

آجکل کا میں نہیں دیوانہ اے لیلی جمال
صورت مجنوں ہوں طفلی سے ہی دامنگیر عشق

حسن کی چالیں نرالی ہیں انوکھے داؤ گھات
کارگر اپنا دل نہیں ہونے کی کچھ تدبیر عشق

میرا پہلو ہے کہ قدرت کا مرقع ہے کوئی

پارہ دل ہے کہ رکھی ہے کوئی تصویر عشق

اسطرف ہوتا دہن اور اسطرف تاب سخن
وہ بیان حسن کرتے اور ہم تقریر عشق

دیدۂ باطن سے دیکھے کوئی روشن دل اگر
حسن کے آئینہ میں آئے نظر تصویر عشق

بے سبب کب کھینچتے ہیں دور اپنے کو حسین
کوتہی ساری ہے جذب دلکی یا تقصیر عشق

خضر کے مانند اے دل زندۂ جاوید ہے
زخمی تیر محبت کشتۂ شمشیر عشق

لوٹتے ہیں ہم ادہر اور وہ ادہر بیتاب ہیں
ہوگیا ہے دونوں جانب کارگر اک تیر عشق

ایک دل کے سیکڑوں گاہک نظر آنے لگے
لڑگئی کیا حسن کی سرکار میں تقدیر عشق

میں ہوں وہ مجنوں کہ طفلی سے پنہائے ہیں مجھے
مادر گیتی نے طوق وحشت و زنجیر عشق

دم کے دم میں بے چھری اللہ اکبر کس طرح
سینکڑوں کو ذبح کر دیتی ہے اک تکبیر عشق

بے بلائے اپنے دوڑے آئے ہیں وہ میرے گھر
جذب کامل اسکو کہتے ہیں یہ ہے تاثیر عشق

	اس سے بڑھکر ملتی عزت بعد مردن اور کیا	

کہوں جو میں رخ جاناں ہے آب و تابیں برق
کہاں ہے حسن جہانسوز کے جواب میں برق

نظر ٹھہرتی نہیں ہے شوخیاں غضب کی ہیں
دکھائی دیتے ہیں وہ عالم شباب میں برق

تمام چشم زدن میں ہے کچھ نہیں ہے قیام
یہ اپنی عمر رواں ہے مرے حساب میں برق

تصور نگہ شوخ و شنگ قہر ہوا
در آئی میرے دل خانماں خراب میں برق

کسی کے کان کے بجلی طلپاں ہے یہ تہ زلف
نہیں چمکتی ہوئی دامن سحاب میں برق

نہیں ہے نعل سے آتش فشاں ترا توسن
ترے جلو میں شرر ہے تری رکاب میں برق

خیال کان کی بجلی کا تھا جو سونے میں
چمک چمک کے نظر آئی مجکو خواب میں برق

کھلا یہ حسن جہاں سوز کی تجلی سے
چمک رہی ہے ترے گوشۂ نقاب میں برق

نہ پہنچے گی دل پر اضطرار کو میرے
ہزار سال رہے لاکھ اضطراب میں برق

بوقت بادہ کشی خندہ ہائے ساقی سے

چمک کے گر ہی پڑی ساغر شراب میں برق
تمام ذرے ہیں یوں تو ترے لئے بیتاب
مگر یہ ایک نکل آئی انتخاب میں برق

۲۳۵	کھلا نہ آجتک اے عشق راز یہ ہمیں نقاب میں رخ روشن ہے یا سحاب میں برق	۱۶

محتاج خضر کی نہیں چشم و نگاہ شوق
بے راہبری کرتی ہے یہ قطع راہ شوق
دل کیطرح سے اسکا بھی ہے تھامنا محال
رکتی ہے روکنے سے کسی کے نگاہ شوق
پہچان لے گی تجکو ہزاروں میں دیکھکر
دہوکا نہ کھائیگی کبھی میری نگاہ شوق
ہشیار رہ نقاب سے اے شوخ بیحجاب
رخنہ نہ ڈالدے اسمیں کسی کی نگاہ شوق
کس کس سے تو چرائیگا آنکھ اے حسین
پڑتی ہے اک جہان کی تجھپر نگاہ شوق
پامال عشق آرزوے دید یار میں
اٹھیں گے بنکے حشر کے دن خاک راہ شوق
گھورا کرے ہزار حسینوں کو رات دن
ہوگی کبھی نہ سیر ہماری نگاہ شوق
کیا خاک اب یہ پہنچے گا تا ساحل مراد
ہے یاس ناخدا اے جہاز تباہ شوق
رہتی ہے سوئے ساغر و مینا لگی ہوئی
مجھ رند بادہ خوار کی ہر دم نگاہ شوق
مایوسیوں نے اسکو بھی بے رخ بنا دیا
تھا ایک دل جو پاس مرے خیرخواہ شوق
اے شوخ بے حجاب نہ گھر سے نکل کبھی
بنجائے چشم بد نہ کسی کی نگاہ شوق
جسطرح چاہتا ہے یہ لیتا ہے اس سے کام
ہے دلکو اختیار سفید و سیاہ شوق
عاشق کے چشم و دل ہی کا ٹھہرا گناہ سب
ثابت ہوا نہ حشر کے دن بھی گناہ شوق
ڈہانے لگا ہے حشر مرا اضطراب دل
کیا جانے کس کا حسن ہوا دادخواہ شوق
بوسہ کے مانگنے پہ نہ تعذیر دے مجھے
ظالم مری خطا نہیں یہ ہے گناہ شوق

بے سود ساری سعی ہے بے خضر مدعا
کاٹے مرے کٹے گی نہ اے عشق راہ شوق

۱۶	ردیف کاف تازی	۲۳۶

اے ترک نہیں ڈاب میں شمشیر سپر چاک
گویا ترے دامن میں ہے یہ تا بکمر چاک

بے فائدہ کوشش ہے تری قیس جگر چاک
وہ پردہ محمل نہیں ہونیکا مگر چاک

دامن کو تو کانٹوں نے کیا دشت میں پرزے
اے دست جنوں اب تو گریباں کو کر چاک

ہے داغ غم صبح جدائی جو شب وصل
سینہ ہے مرا شکل گریباں سحر چاک

مرہم سے بڑہی اور مرے داغکی سوزش
ٹانکوں سے ہوا اور مرا زخم جگر چاک

اس سمت رفوگر ہے ادہر دست جنوں ہے
ہوتا ہے رفو جامہ ادہر اور ادہر چاک

نظارہ کا ہو شوق اگر اس کی نظر کو
کر ڈالے دل عاشق کیطرح پردہ در چاک

ایدست جنوں میرے گریباں کی ہے کیا چیز
ہے لطف تو جب جامہ ہستی ہو اگر چاک

کانٹوں میں الجھنا مری قسمت میں لکھا تھا
نظارہ مژگاں ابرو سے ہیں دل اور جگر چاک

واعظ نہ سنا قصہ یوسف لے للہ
کر ڈالیگا قرآں بھی بیخوف و خطر چاک

ڈرتا ہوں نہ افشا ہو کہیں راز محبت
اے کاوش غم بہر خدا دل کو نہ کر چاک

ایدست جنوں دامن کہسار ہے کافی
پروا نہیں ہوجائے مرا جامہ اگر چاک

شایاں ہے تری الجھی ہوئی زلف کو ظالم
کنگھی کے عوض سینۂ عشاق جگر چاک

کی پردہ دری دونو طرف تیغ نظر نے
پہلو ہے ادہر چاک تو برقع ہے ادہر چاک

قاتل مجھے زخموں میں ملے کچھ تو حلاوت
احسان ترا بھرتے نمک کرکے جگر چاک

اے عشق ہے یہ عشق کا جادہ دم خنجر

اغیار کے ساتھ آیا جو آیا کبھی ہم تک
پرکالۂ آفت ہے وہ بت سر سے قدم تک

سچ کہتا ہوں یہ جان لے الغیرت یوسف
ہے گرمی بازار وفا میرے ہی دم تک

یا رب جو نقاہت ہے یہی اور یہی ضعف
دشوار ہے جانا مرا ہستی سے عدم تک

کیا لطف کی ہو اس سے توقع مرے دلکو
پورا نہیں آتا جسے انداز ستم تک

اے شمع تجلی تری محفل میں عدو کو
دیکھا جو کبھی آگ لگی سر سے قدم تک

مطلوب جو ہے اپنا وہ شہ رگ سے قریں ہے
کیوں جائیے بیفائدہ پھر دیر و حرم تک

درگذرے عنایت سے نوازش سے کرم سے
بیداد ہی کرنیکو وہ آئے کبھی ہم تک

بلبل کی چہک گل کی مہک باغ کا جوبن
اے فصل بہاری ہے یہ سب تیرے ہی دم تک

اب تا بکمر ہیں تو بلا ہیں ترے گیسو
کیا جانئے کیا ہونگے جو آئینگے قدم تک

ساقی کی نہ کیوں چشم تغافل سے ہو دل خون
آیا نہ کوئی جام کبھی بزم میں ہم تک

مجھ عاشق ناکام کی اسیر جو پڑے چھاؤں
گیسو کو رسائی نہ ملے ان کے قدم تک

اے کاش مرا بخت سیہ زلف ہی ہوتا
گر پڑکے پہنچتا کبھی اس بت کے قدم تک

اس کوچہ سے گذرے جو جنازہ تو مری روح
پھر پھر کے انہیں دیکھے گی چالیس قدم تک

برباد ہوئے خاک ہوئے جسکی طلب میں
اس شوخ کا ہمکو نہ ملا نقش قدم تک

آسان نہیں وصل حسینان جہاں کا
پس پس کے پہنچتی ہے حنا انکے قدم تک

آنکھوں سے شب و روز ملیں ہم وہ کف پا
ہو جائے رسائی جو کبھی انکے قدم تک

بسمل کا تڑپنا نہیں تکلیف سے قاتل
ہے شوق پہنچ جائے یونہیں تیرے قدم تک

پتھرا گئیں آنکھیں دم نظارہ ہماری
اک نور مجسم ہے وہ بت سر سے قدم تک

جو راز عشق آئیگا زباں تک ۔ رہیگا پھر نہ اے دل رازداں تک

ارے ظالم ستم کی کوئی حد بھی ۔ کرو ٔنگا صبر میں آخر کہاں تک

گلا گھونٹا یہ ضعف دل نے میرا ۔ نہ آیا کوئی نالہ بھی زباں تک

کریں کیا وصل کا وعدہ وہ پکا ۔ جو چھوٹے منہ نہیں دیتے زباں تک

لحاظ انکا ہوا مانع سر حشر ۔ شکایت رہگئی آکر زباں تک

کہیں اب کس سے اپنا حال دل ہم ۔ عدو سے ملگیا ہے رازداں تک

تری جو بات ہے سوہان جاں ہے ۔ کروں اس بات کا میں غم کہاں تک

تغافل عاشقوں سے اسقدر کیوں ۔ یہ جیتے بھی رہینگے امتحاں تک

ترا اے جذب دل احسان مانوں ۔ جو لائے کھینچکر اسکو یہاں تک

نظر آتا ہے تیرا ہی تماشا ۔ نظر کرتی ہے کام اپنا جہاں تک

یقیں ہو تیرے آنیکا جو اس کو ۔ ٹھہر جائے مری عمر رواں تک

خیال گل میں ہے کچھ محو ایسی ۔ نہیں بلبل کو فکر آشیاں تک

ترے بے خانماں کا نالہ دل ۔ جو پہنچے بھی تو پہنچے لامکاں تک

غبار خاکساران محبت ۔ پہنچتا ہے زمیں سے آسماں تک

انہیں حرف و حکایت سے یہ چڑھ ہے ۔ نہیں سنتے عدو کی داستاں تک

منائیں کسطرح سے انکو جاکر ۔ نہیں سنتا ہماری پاسباں تک

الہی عشق کو پہنچا دو بارا

جناب مصطفےٰ کی آستاں تک

ہم دیکھتے رہے یہی لیل و نہار رنگ
بدلا کی اک نگاہ میں سو چشم یار رنگ

بدلے گا بخت بد نہ مرا ریتھار رنگ
کیا فائدہ جو لائے زمانہ ہزار رنگ

لائیں ہزار دور خزان و بہار رنگ
بدلیں گے عاشقوں کے نہ لیل و نہار رنگ

ہوتے نہ پائے صبح کبھی میری شام وصل
یارب نہ لائے گردش لیل و نہار رنگ

پہنچے گا لالہ رو نہ کبھی تیرے رنگ کو
گل موسم بہار میں بدلے ہزار رنگ

اے شہسوار حسن ترے رعب حسن سے
اڑتا ہے عاشقوں کا برنگ غبار رنگ

آغاز خط سبز نہیں روئے یار پر
لائی ہے باغ حسن کی فصل بہار رنگ

دیکھے جو میرے داغ جگر کو تو رشک سے
جل جائے لالہ زار کا مثل شرار رنگ

ساقی پلادے پھول کے ساغر میں مجکو پھول
لائی ہے آج باغ میں فصل بہار رنگ

ہو جائیں گی سفید مری آنکھیں دیکھنا
لائیگا روز وعدہ وصل انتظار رنگ

دیکھے جو تیرے عارض رخشاں کی آب و تاب
خورشید بدلے صورت حربا ہزار رنگ

دیکھے وہ میرے دل کے جو سوز و گداز کو
اڑجائے روئے شمع سے مثل شرار رنگ

آتا ہے امتحاں کا جب نام درمیاں
اڑتا ہے روئے غیر سے بے اختیار رنگ

اہل وفا کا خوں ہے زیبا ترے لئے
مہندی سے ہاتھ دھو یہ نہیں پائدار رنگ

دیتا ہے تو رذیل کو سبقت شریف پر
اچھا نہیں یہ لے فلک بد شعار رنگ

بہتا ہے عاشقوں کا لہو مثل جوئے آب
لائی ہے قتل گاہ میں کیا تیغ یار رنگ

مٹنے کیواسطے ہیں یہ نقش و نگار سب
دنیا کے سارے رنگ ہیں ناپائدار رنگ

بدلیں گے اپنی طرز وفا کو نہ ہم کبھی
تیری جفا ہزار دکھائے ہزار رنگ

اتنا بھی ان سے ٹھیک نہیں تجکو اجتناب
لائیں نہ عاشقوں کے دل بیقرار رنگ

ثابت ہوا دورنگی عالم کو دیکھکر
لاکرہے گی گردش لیل و نہار رنگ

ہے جونچکاں کسیکا جگر تو کسی کی آنکھ
لایا ہے خوب عشق ترا اے نگار رنگ

۲۴۰

کیا ٹھہرے امتحان محبت میں کوئی عشق
دنیا سے ہوگیا ہے وفا کا فرار رنگ

۲۱

محبت بھی ہے اے دل طرفہ تر آگ
ہوئی ہے دونوں جانب کارگر آگ

عدو مجھسے تو میں جلتا ہوں اس سے
لگائی تو نے کیا اے فتنہ گر آگ

خدا جانے لگائی کیا عدو نے
ہوا وہ شعلہ رو کس بات پر آگ

ہوئی جلکر متاع صبر برباد
لگادی عشق نے دلمیں مگر آگ

دل پرسوز و چشم تر کو دیکھو
تماشا ہے ادہر پانی ادہر آگ

لہو کے بدلے اف رے سوزش عشق
جو چیرا دل کو تو آئی نظر آگ

دل پرسوز ہے گیسو میں تیرے
نہ لگ جائے کہیں اے بیخبر آگ

نہیں بے وجہ یہ جلنا ہمارا
بجائے دل ہے پہلو میں مگر آگ

جلا ہوں دیکھکر کیا کیا میں انکو
دبی تھی بزم دشمن میں مگر آگ

دل عاشق کو تم رکھدو چلم پر
نہیں ملتی ہے حقہ کو اگر آگ

عدو کو دیکھکر محفل میں انکی
لگی تلوؤں سے میرے سر بسر آگ

بھڑک اٹھے ہیں شعلوں کیطرح گل
لگادی تو نے کیا باد سحر آگ

تسلی سے بڑھی بیتابی دل
لگادی اور تو نے چارہ گر آگ

تمہاری سرد مہری کام کی تھی
ہمارے دلکی بجھ جاتی اگر آگ

سلامت ہے گر اپنا دامن تر
نہ دوزخ کی کریگی کچھ اثر آگ

نکلتی ہے فغاں بہی شعلہ بنکر / مرے دلمیں بہری ہے اسقدر آگ

ہماری آہ بہی بدنام ہوگی / لگے گی جب کبہی دشمن کے گہر آگ

لکہا ہے خط میں سوز دلکا مضمون / لگے تجکو نہ مرغ نامہ بر آگ

نہ دیکہہ اے چارہ گر تو ہاتھ رکہکر / کہ سوز عشق سے ہیں دل جگر آگ

تمہارے دل میں کیسی سرد مہری / بتو ہر سنگ سے ہے جلوہ گر آگ

۲۴۱ — جلا دے گی بتو تنکا دل بہی اے عشق / بہڑک اٹہی محبت کی اگر آگ — ۱۱

دیکہے تیری اگر ادا کا رنگ / نہ جمے پہر کبہی قضا کا رنگ

اختلاف اتفاق میں کیسا / کیوں الگ ہے ہر آشنا کا رنگ

مٹ گئے سارے ولولے دلکے / اب کہاں وہ مری وفا کا رنگ

رنگ لائے خزاں نہ اے بلبل / آج اچہا نہیں صبا کا رنگ

ملگئے خاک میں بہی ہم لیکن / ہے وہی آپ کی جفا کا رنگ

اب جو چڑہے گا نہ انکے دلپہ کوئی / جمگیا ہے مری وفا کا رنگ

کیوں گریباں نہ اپنا پہاڑیں گل / ہے قیامت تری قبا کا رنگ

شب غم نے مری اڑایا ہے / ترے گیسوے مشک کا سا رنگ

خون عاشق پسند ہے انکو / کیوں نہ پہیکا پڑے حنا کا رنگ

وصل میں بہی رہونگا میں ناکام / ہے یہی گر تری حیا کا رنگ

عشق چلنے سے پہلے عالم میں / دیکہ لے آدمی ہوا کا رنگ

۲۴۲	ردیف لام	۲۶

کشتے کے ترے آج ہیں اے غنچہ دہن پہول
پڑہ فاتحہ کچھ منہ سے جہڑا وقت سخن پہول

رکھے ہوئے عارض پہ ہے وہ سیمبدن پہول
ایکاش بنا ہوتا ہمارا ہی دہن پہول

ہم آنکھ سے برساتے ہیں موتی دم گریہ
جہڑتے ہیں وہاں منہ سے اگر وقت سخن پہول

دل پہلگیا داغوں سے تو وہ دیکھکے بولے
لائی ہے نئے رنگ کے یہ شاخ کہن پہول

خاموش کبھی ہے کبھی سرگرم سخن ہے
غنچہ ہے کبھی اور کبھی انکا دہن پہول

دو دن بھی نہیں رہنے کا یہ رنگ تو پورا
یوں فصل بہار ہی پہ نہ اے مرغ چمن پہول

ساقی ہو ذرا موسم گل کی بہی رعایت
دے پہول کے ساغر میں مجھے مشفق من پہول

مستانہ بہار آئی ہے تقوے کو بچا اب
زاہد نظر آتے ہیں مجھے توبہ شکن پہول

گل توڑ کے رکھہ لیتے ہیں وہ آنکھوں پر اپنی
یہ طرفہ تماشا ہے کہ چرتے ہیں ہرن پہول

کی فصل بہار میں یہ شاخوں نے ترقی
پہنچا ہے ہر اک تا سر دیوار چمن پہول

اے گل تو اگر گیسوئے مشکیں میں پروئے
مہکیں صفت نافہ آہوئے ختن پہول

کچھ سوختہ جانوں کی نہ عالم میں ہوئی قدر
بیکار چراغوں سے جہڑے سیکڑوں من پہول

کیوں صورت بلبل نہوں دیوانے ترے ہم
تو گلشن خوبی کا ہے اے رشک چمن پہول

پانی ترا سب کہینچ لیا سبزہ خط نے
کملا گئے رخسار کے اے چاہ ذقن پہول

باندھے ہے مری مشکیں جو وہ گل ہاتھ سے اپنے
حق میں مرے ہو جائے ہر اک عقد رسن پہول

جو پہول کہلائے ہیں مری شاخ قلم نے
لاتی ہے کہاں ایسے کوئی شاخ سمن پہول

صحرا میں اگر پہولتیں شاخیں کبھی انکی
اے قیس چڑہاتے تری تربت پہ ہرن پہول

ہیں برگ خزاں دیدہ کے مانند چمن میں
آگے ترے رخسار کے اے غنچہ دہن پہول

تپتی ہے بحد سوختہ جانونکی کچہ ایسی
جلجائیں جو ڈالے بھی کوئی سیکڑوں من پھول

اے ماہ نہیں عارض گلگوں پہ ترے خط
رکھتے ہیں یہ خورشید کے مانند کرن پھول

اس گل کا سراپا نہیں اک خرمن گل ہے
گرد نہیں ہے چمپا کلی کانو نہیں کرن پھول

مژگانپہ مرے اشک کے قطرونکو جو دیکھا
اس گل نے کہا لائی ہے کیا شاخ سمن پھول

یہ تازگی و رنگ کسی گل میں کہاں ہے
عارض ہیں ترے اور ہی اے رشک چمن پھول

دشنام سے آغاز سخن ہونے لگا اب
کیا جانئے کھلائے گا ابھی کیا وہ دہن پھول

کیوں کانوں کو تیرے نہ کہوں کان جواہر
پتے ہیں زمرد کے تو ہیرے کے کرن پھول

محفوظ خزاں سے ہے بس اک نظم کا گلشن
ہر وقت تر و تازہ نہیں غیر سخن پھول

۲۴۳	غربت میں ملا چین بھی تو لطف نہ آیا سچ کہتے ہیں اے عشق کہ ہے خار وطن پھول	۲۵

واسطے اس گل کے لیکر آئے ہیں اغیار گل
کھٹکیں آنکھوں میں ہماری کیوں نہ مثل خار گل

لاکھہ تم پایندہ ہو اے یاس و حرمان و ملال
میری شمع شوق ہونیکی نہیں زنہار گل

اے گل خوبی ہمارا عشق لاتا اور رنگ
ہوتے تجھسے باغ عالم میں اگر دو چار گل

میرے دلکو دیکھئے رکھتا ہے داغونکا چمن
کائنات ناز بلبل ہیں فقط دو چار گل

وعدہ کی شب یاس اور امید میں شمع حیات
ہوگئی سو بار روشن ہو گئی سو بار گل

یا وہ گوئی سے عدو کی کیا گھٹے میرا فروغ
ایسی پھونکوں سے نہو گی شمع یہ زنہار گل

خار سے بھی پھول کو کم سمجھوں ہاتھ آئیں اگر
تیرے چھلوں کے مجھے اے آتشیں رخسار گل

خون روئی ہے خزانمیں ایک مدت عندلیب
جب کہیں فصل بہاری میں کھلے ہیں چار گل

عاشقونکی آنکھہ کے تل کا اگر ہاتھ آئے تیل
یہ چراغ حسن پھر تیرا نہو اے یار گل

ہمسے خوش قسمت ہے باغ دہر میں بلبل کہیں
سال بھر میں تو دکھاتے ہیں اسے دیدار گل

کسقدر گلچیں کے ہاتھوں انیہ ٹوٹا ہے ستم
بک رہے ہیں جا بجا آکر سر بازار گل

قدر ساری زر کی ہے جب یہ نہیں کچھ بھی نہیں
پوچھتی بلبل کہاں ہوتا نہ گر زردار گل

بے ترے سیر چمن سے جانپر ہی بن گئی
چبھ گئے میرے کلیجے میں برنگ خار گل

ہجر کی شب لوٹتا ہوں بستر گل پر ہی میں
بڑھ کے کانٹوں سے ہوئے ہیں باعث آزار گل

غیر کے بوسونکے آتے ہیں نظر مجکو نشان
کیا خبر تھی یہ کھلائینگے ترے رخسار گل

رنگ اک آتا ہے اک جاتا ہے حالت غیر ہے
کچھ کھلایا چاہتے ہیں آپ کے بیمار گل

ٹکٹکی نقش قدم کی طرح بلبل دیکھکر
اسنے دو کترے گلستاں میں دم رفتار گل

صورت بلبل اگر منقار اسکو بھی ملے
کاٹ لے پروانہ شمع بزم کا یکبار گل

رنگ لاکر ہی رہیگا میرا یہ سر پھوڑنا
تیرے کوچے کے کھلائینگے درو دیوار گل

اے گل ناز و نزاکت دیکھ لے تیرا جو رنگ
کر اٹھے فریاد مثل بلبل گلزار گل

واہ اے شبنم عجب ہے گوہر افشانی تری
بیٹھے ہیں پہنے ہوئے کیا موتیوں کے ہار گل

بڑھ کے کانٹوں سے یہ کرتا دست گلچیں کو فگار
باغ میں رکھتا جو بلبل کی طرح منقار گل

ہول کے گلچیں لگے ہاتوں ثواب عاقبت
قبر بلبل پر چڑھا جا کر کبھی دو چار گل

عرش کی لانے لگا ہے نالہ بلبل خبر
ہے سر گلچیں پہ جب سے زینت دستار گل

۲۴۴

رنگ لاکر ہی رہیں گے عشق پائے خونچکاں
وادی وحشت کے پہنچائیں گے سارے خار گل

۲۳

بیوفا گل ہے پڑے اسکے نہ پالے بلبل
کہدے اے باد صبا ہوش سنبھالے بلبل

گرم اصلاح کے تو کھینچ نہ نالے بلبل
ڈال دینگے یہ زبانپر تری چھالے بلبل

باغ میں پھرتی ہے پر تیرنے نکالے بلبل
پڑ نجائے کسی صیاد کے پالے بلبل

کوئی صیاد جو سن لیگا یہ نالے بلبل
پھر تجھے جان کے پڑ جائینگے لالے بلبل

اسقدر نام سے عاشق کے ہے چڑ اس گل کو
یہی تاکید ہے اب کوئی نہ پالے بلبل

آنا گلشن میں نہ گلچیں نہ پھٹکتا صیاد
ہوتی رکھوالی اگر تیرے حوالے بلبل

آرزو دام و قفس سے ہے رہائی کی اگر
منہ سے اپنے کوئی کلمہ نہ نکالے بلبل

یہ فضا گل نہیں رہنے کی جو آئیگی خزاں
سارے ارمان دل یکبار نکالے بلبل

بات اسکی یہ سمجھتی ہے نہ وہ اسکا سخن
خاک صیاد کو یا تو نہیں لگالے بلبل

پھولی پھرتی ہے ہر اک شاخ پہ پھولوں کیطرح
فصل گل میں ہیں ترے ڈھنگ نرالے بلبل

سچ بتا انمیں یہ تاثیر کہاں سے آئی
دل دکھا دیتے ہیں میرا ترے نالے بلبل

چشم صیاد سے تو لاکھ چھپے کیا حاصل
مخبری کر کے رہیں گے ترے نالے بلبل

اے گل تر ترے منہ کا جو ملے اسکو اُگال
گل سمجھکر وہیں آنکھوں سے لگالے بلبل

ہر طرف باغمیں ہے آتش گل بھڑکی ہوئی
آشیانے کی ابھی طرح نہ ڈالے بلبل

چشم گلچیں سے جو منظور چھپا رکھنا ہے
پھول کو اپنے کلیجے میں چھپالے بلبل

آفت و قہر ہیں صیاد و خزان و گلچیں
کیسے رو کے کسے تھامے کسے ٹالے بلبل

آگے اس گل کے یہ ہر آنکھ سے گر جائینگے
گل سنبھلنے کے نہیں تیرے سنبھالے بلبل

مفت کا مال زر گل کے خزانو نکو سمجھ
خوب گلچھرے گلستانمیں اڑالے بلبل

بوجھ دلکا ترے ہو جائیگا اس سے ہلکا
کرلے دل کھولکے گلزار میں نالے بلبل

باغمیں آئے جو صیاد گل اندام مرا
آپ اپنے کو کرے اسکے حوالے بلبل

دیکھ بھال اچھی طرح چاہیئے اسکی صیاد
زور بازو سے قفس توڑ نہ ڈالے بلبل

باغ کی ہے یہ بہار گل و ریحاں نیرنگ
چار دن تو بھی یہاں رنگ جمالے بلبل

۲۴۵	عشق بے یار پئے سیر چمن کیا جاؤں یہ تو امید نہیں رنج بٹالے بلبل	۱۱

حجاب بیجا ہے وصل کی سب نہ منہ سے رکھو لگا کے آنچل
مرا تو دم ہی الجھ رہا ہے دکھاؤ چہرہ ہٹا کے آنچل

کہیں نہ ہو جائے تم کو سایہ کہ اب ہیں یہ دونوں وقت ملتے
نہ آؤ زیر فلک کھلے سر ذرا سا سر کھو لو اٹھا کے آنچل

ہوئے ہو آمادہ قتل پر جب سنبھالو خنجر نہ ہارو ہمت
چڑھاؤ جلدی سے آستینیں کمر سے باندھو اٹھا کے آنچل

کسی کی محفل میں بے محابا خفیف ناحق ہوا ہوں جا کر
وہ دیتے تعظیم مجھکو کیونکر عدو تھا بیٹھا دبا کے آنچل

سنا ہی کرتے ہیں مدتوں سے بیان تجلی طور کا ہم
ہماری آنکھیں بھی منتظر ہیں دکھاؤ چہرہ اٹھا کے آنچل

ہمارے دست ہوس کو یارب کبھی تو حاصل یہ دسترس ہو
کسی کے بند قبا کو کھولے اٹھا کے پردہ ہٹا کے آنچل

ملیں نہ ہیہات ہاتھ کیوں ہم کریں نہ افسوس عمر بھر کیوں
وہ ہاتھ آ کر نکل گیا ہے بچا کے دامن چھڑا کے آنچل

نہ کیوں ہو عالم کو صاف دھوکا کہ چمکی بادل سے ایک بجلی
وہ منہ سے اپنے بصد نزاکت اٹھائے جب مسکرا کے آنچل

کروں میں تعریف دخت رز کی مجال میری کہاں ہے اتنی
یہ پاک دامن ہے ایسی زاہد نماز پڑھیئے بچا کے آنچل

تجھی پہ پھبتی ہے جامہ زیبی تجھی سے زینت لباس کی ہے
قیامت انگیا غضب کی کرتی ستم دوپٹہ بلا کے آنچل

۲۴۶ | نہیں یہ محفل ہے عشق کا گھر رہو سہو تم بلا تکلف / لحاظ کس کا ہے کھل کے بیٹھو بھڑا کے زانو اٹھا کے آنچل | ۲۵

ہمارے کام کا یا رب نہ تھا دل
اسی سے تو بتوں کو دیدیا دل

کسی کو کیا جو اس بت کو دیا دل
مری مرضی مری خواہش مرا دل

نہ مقتل تھا نہ یہ قاتل کا کوچہ
مرے پہلو میں کیوں تڑپا کیا دل

کہیں ٹوٹا ہوا جو ساغر پایا
اٹھا لائے سمجھکر وہ مرا دل

خوشی منظور تھی ایسی کسی کی
کہ بے مانگے اٹھاکر دیدیا دل

کہاں کا یہ تغافل ہے ستمگر
ستم کو بھی ترے ترسا کیا دل

جو اسنے ترش ہو کر گالیاں دیں
لب شیریں سے کھٹا ہو گیا دل

نہ پڑتے جان کے اسطرح لالے
مرے بس میں اگر ہوتا مرا دل

جگہ کرتا ہے پیدا دلمیں تیرے
عدو کی بات ہے گویا مرا دل

ذرا تو دل میں سوچو منصفی سے
مریجاں بیوفا ہیں آپ یا دل

رہیں دل ہی کی دلمیں سب امنگیں
جوانی ہی میں اپنا بجھ گیا دل

ہمیں تھی اور ہی کچھ دل میں ناصح
تری باتوں پہ کب میرا جما دل

بلا تھی یا قیامت ہجر کی شب
کہ جسکو دیکھکر تھرا اٹھا دل

بنائے کیوں نہ تو بڑ بڑ کے باتیں
ترے قابو میں ہے ناصح ترا دل

تحمل سے ستم سہتا ہوں انکے
مزے لے لیکے دکھتا ہے مرا دل

مرے کانوں نے یہ ڈہائی قیامت
ہوا نادیدہ اسیر مبتلا دل

تصور کا ہو نہیں ممنوں احسان
بنا ہے اس حسین کا گھر مرا دل

مجھے پھر ملگیا دنیا میں سب کچھ
مرے دلسے اگر انکا ملا دل

کہاں سے لائیگا ایسا شوخ کوئی — محبت میں جگر میرا مرا دل
مری تقصیر کیا اسمیں الٰہی — بتونکو دیکھتے ہی آگیا دل
نہ آیا یار تو اس کا گلہ کیا — مرے قابو میں کب آیا مرا دل
ترے اک دم سے ہے آباد اے غم — مرا ویراں مرا اجڑا ہوا دل
لگا ہے خوف اسکا عاشقی میں — نہ لائے جان پر کوئی بلا دل
جو اس بازی کے حاصل کو سمجھتا — محبت میں نہ دم پر کھیلتا دل

۱۸	نہیں انجام الفت عشق اچھا کئے کا اپنے پائیگا مزا دل	۲۴۷

تجھسے مجھے عزیز نہیں زینہار دل — یہ ایک دل تو کیا ہے تصدق ہزار دل
قاتل نے جب کہا کہ ہے مشتاق قتل کون — سینے کہا پکار کے بے اختیار دل
اے مسیحا اسکو تسلی تم آکے دو — سنتا نہیں ہے ایک مری بیقرار دل
اے چشم یار تو ہی بتا میں ترے نثار — لاؤں کہاں سے نذر کو میں بار بار دل
کیونکر نہ اپنے عیب پہ ہو مجھکو فخر و ناز — آیا انہیں پسند مرا داغدار دل
وعدہ تو روز حشر کا ہے حشر دور ہے — مایوس کیوں الٰہی سے ہے امیدوار دل
دیکھا طپاں جو برق کو اس شوخ نے کہا — پیر فلک کا عشق میں ہے بیقرار دل
یا رب بپا ہو حشر کہیں کبتک انتظار — اک عمر سے ہے طالب دیدار یار دل
ہے اپنی کائنات یہی کائنات میں — اک جان زار رکھتے ہیں اک بیقرار دل
آسان ہو گی عشق کی مشکل یہی صبر کر — ہمت نہ چھوڑ عاشق مضطر نہ ہار دل
دیکھا ہے اسکو سوگ نشیں مرگ غیر سے — روئے نہ ڈہاڑیں مار کے کیوں بار بار دل
مایوسیوں کا ہے یہ تقاضا شب فراق — امید سے ذرا بھی نہو ہمکنار دل

دیکھا جو اس پری کو تو دیوانہ بن گیا
مطلب کا اپنے ہے یہ بڑا ہوشیار دل

مٹھی میں کچھ چھپا کے وہ کہتے ہیں ناز سے
پایا ہے آج ہمنے سر رہ گذر دل

کیا کھینچے ہے حسینوں کا انداز دلفریب
کمبخت آہی جاتا ہے بے اختیار دل

اے آرزوے یار سنبھلکر ادہر کو آ
پہلو میں اپنے رکھتا ہے برق شرار دل

اکسا رہا ہے مجکو یہ کہہ کے میرا شوق
جا کر قمار خانہ الفت میں ہار دل

اے عشق ہو گیا ہے یہ تیری سمجھ کو کیا
دیتا ہے یوں کسی کو کوئی ایکبار دل

۲۴۸ ردیف میم ۲۱

نکلے وحشت میں جو اپنے گھر سے ہم
رہ گئے ٹکرا کے تیرے در سے ہم

وہ روادار اب نہیں اک بات کا
کام آئے جبکے مال و زر سے ہم

کعبہ و بتخانہ میں رکھا ہے کیا
پھوڑتے ہیں مفت سر پتھر سے ہم

کیا ہوا ساقی کے فیض عام کو
رہ گئے محروم کیوں ساغر سے ہم

دست قاتل ہے اگر نازک تو کیا
کاٹ لینگے خود گلا خنجر سے ہم

رازداری عاشقی میں شرط ہے
کیا کہیں اب داور محشر سے ہم

ہوگی جبتک شیشہ و خم میں شراب
ہاتھ اٹھانے کے نہیں ساغر سے ہم

فطرتی ہے شوق مے طفلی میں بھی
کھیلتے تھے شیشہ و ساغر سے ہم

روبرو ہوتا نہ وہ کافر اگر
دل کی کہتے داور محشر سے ہم

دیکھنا اے شیخ اپنے ظرف کی
داد لیں گے چشمہ کوثر سے ہم

حشر میں موقع اگر مل جائیگا
فیصلہ کر لیں گے اس کافر سے ہم

کیا یہاں ساماں وحشت کم ہے کچھ
جائیں کیوں صحرا کو اپنے گھر سے ہم

رنگ لاتی ہے رگ سودا نیا
چھیڑتے ہیں جیب اسے نشتر سے ہم

دیکھ لو اچھی طرح جو دل میں ہے
چاک کرتے ہیں اسے خنجر سے ہم

خاک ہو کر خاک میں مل جائینگے
اب نہ اٹھیں گے کبھی اس در سے ہم

آسماں بھی بن گیا کیا آبلہ
کیوں کھٹکتے ہیں اسے نشتر سے ہم

خلد اچھی ہے تو زاہد کیا کریں
ضعف میں اٹھیں بھی تو بستر سے ہم

اک نظر میں تیرے دل کی بات کو
تاڑ جاتے ہیں ترے تیور سے ہم

چارہ جو سنگ در جاناں سے ہیں
تنگ آ کر اپنے درد سر سے ہم

سچ ہے تھے آپ اپنے گھر میں رات کو
چھپکے نکلے تھے عدو کے گھر سے ہم

۲۴۹	کوچہ قاتل کی ہے تعظیم فرض جائینگے اے عشق چلکر سر سے ہم		۱۴

نہیں ذرا بھی جو قائل مری وفا کے تم
غضب شریر ہو بیباک ہو بلا کے تم

گناہ بڑھ کے نہیں کوئی بیگناہی سے
جناب شیخ سزاوار ہو سزا کے تم

گلہ ادا کا جو کرتا ہوں ہنسکے کہتے ہیں
عجیب شخص ہو قائل نہیں قضا کے تم

مری وفا کا مگر امتحان ہے منظور
جو شائق ایسے نظر آتے ہو جفا کے تم

ہوا ہے تجربہ یہ ہم کو دل سی شے کھو کر
کہ آشنا ہو فقط اپنے مدعا کے تم

ادا شباب کی نام خدا ہے طفلی میں
اس ابتدا ہی میں ہو شوخ انتہا کے تم

عدو کے نام سے بوسہ جو مانگا اسنے کہا
کہاں سے ڈھنگ یہ سیکھے ہو التجا کے تم

بہانہ بے دہنی کا ہے روز حشر بہت
کہو سنو نہیں کچھ سامنے خدا کے تم

طبیعتوں نے کیا ہے ہمیں تمہیں مشتاق
جو ہم وفا کے ہیں عادی تو ہو جفا کے تم

عدو کی اسکو ضرورت نہیں جہاں میں پھر	بنو جو دوست کسی اپنے آشنا کے تم
وفا کریگا کوئی غیر کس بھروسے پر	جو قدرداں نہ ہو مجھ سے آشنا کے تم
یہ داد خواہوں سے دیکھا نہ جائیگا کہ گر	کہ آؤ حشر کے دن سامنے خدا کے تم
شب وصال لپٹ کر کسی سے کہتا ہوں	کہ اب تو ہو گئے قائل مری دعا کے تم

۲۵۰	غم فراق سے جیتے بچے جو ہم اے عشق کہا یہ اسنے کہ ہو سخت جاں بلا کے تم	۸

چرانے دل ہو ابھی سے نظر بچا کر تم	خدا ہی جانے کہ کیا ہوگے آگے جا کر تم
جو امتحان سے ڈر جاؤں بوالہوس تو نہیں	عدو سے کہتے ہو پھر کیوں مجھے سنا کر تم
زمانہ دار مکافات ہے خدا عادل	نہ پاؤ گے کبھی راحت مجھے ستا کر تم
خدا وہ روز کرے اور وہ گھڑی لائے	کہ منتوں سے ہمیں لے چلو منا کر تم
عدو میں مجھمیں ہے بیکار صلح کی کوشش	بجھاتے پھرتے ہو کیوں آگ اب لگا کر تم
یہ کون رسم ہے اے مہرباں شب وعدہ	عدو کو لائے ہو ہمراہ کیوں لگا کر تم
کہونگا قبر پہ آنیکو تو شرارت سے	کروگے بس نہ مری خاک بھی اڑا کر تم

۲۵۱	شب وصال غضب ہے یہ انکا کہنا عشق ستاتے کیوں ہو مجھے اپنے گھر بلا کر تم	۱۷

انہیں ہماری محبت ابھی نہیں معلوم	ہوئی ہے دلکی جو حالت ابھی نہیں معلوم
لگا تو بیٹھے ہیں دشمن سے دل وہ بے سمجھے	مگر وفا کی حقیقت ابھی نہیں معلوم
سنا ہے میں نے کہ لاتا ہے انکا خط قاصد	مگر نوشتۂ قسمت ابھی نہیں معلوم
ہوئی ہے میری ملاقات آج پہلے پہل	کچھ انکا رنگ طبیعت ابھی نہیں معلوم
دل اپنا شیفتہ ہے صرف اچھی صورتکا	اسے حسینوں کی سیرت ابھی نہیں معلوم

کیا ہے وعدہ تو اس بیوفا نے ملنے کا
مگر کب آئے قیامت ابھی نہیں معلوم

اودھر عدو ہے ادھر ہم ہیں منتظر انکے
کدھر ہو چشم عنایت ابھی نہیں معلوم

شباب میں بھی وہی بچپنے کی باتیں ہیں
انہیں ہماری ضرورت ابھی نہیں معلوم

سنا تو کرتے ہیں زاہد سے لنبے چوڑے وصف
ہمیں حقیقت جنت ابھی نہیں معلوم

نہ آئے روبروئے شیخ دختِ رز ساقی
بری ہے اچھی ہے نیت ابھی نہیں معلوم

زباں چاٹتے رہ جائیں گے پئیں گے جو شیخ
شراب کی انہیں لذت ابھی نہیں معلوم

ادا نے انکے لیا ہے کہ ناز نے دل کو
کہاں ہے میری بضاعت ابھی نہیں معلوم

وہ ایک بوسہ پہ دلکو گراں سمجھتے ہیں
جو اسکی ہوتی ہے قیمت ابھی نہیں معلوم

شب فراق سر شام ہی سے ہوں مضطر
جو آنیوالی ہے آفت ابھی نہیں معلوم

نہ کیوں گناہ سے ہو احتراز زاہد کو
اسے کرشمہ رحمت ابھی نہیں معلوم

وہ اپنے حسن کو سمجھے ہوئے ہیں پردے میں
اڑی ہوئی ہے جو شہرت ابھی نہیں معلوم

۲۵۲	بنی ہے جان پر آغاز عشق ہی میں عشق مآل کار کی صورت ابھی نہیں معلوم	۱۷

بے آئی کسی پہ مر گئے ہم
کیا حوصلہ واہ کر گئے ہم

ڈر تھا رہ عشق میں بہر گام
کھٹکا جو ہوا ٹھہر گئے ہم

اپنا نہوا تو اے ستمگر
حسرت ہی میں تیرے مر گئے ہم

پیچھا چھوڑا نہ بخت بد نے
بھاگے بھاگے جدھر گئے ہم

دل خواہ جو تھی سرائے ہستی
کچھ روز یہاں ٹھہر گئے ہم

اللہ ری بیخودی جنوں میں
معلوم نہیں کدھر گئے ہم

پھر کر چکے عاشقی مری جاں
غصے سے ترے جو ڈر گئے ہم

امید نے رو دی یاس کی راہ — چل بسنے کو تھے ٹھہر گئے ہم

کیا بات تمہاری بات کی ہے — وعدہ کر کے مکر گئے ہم

کیا شرم گنہ ہے روز محشر — پانی میں کمر کمر گئے ہم

کیا حسن کے پردے میں قضا تھی — کیوں دیکھ کے انکو مر گئے ہم

بھٹکے یہ کسی کی جستجو میں — سو بار عدو کے گھر گئے ہم

اس شوخ کو دیکے جان سی شے — عشاق میں نام کر گئے ہم

خفت کے سوا ہوا نہ حاصل — جانا نہ تھا انکے گھر گئے ہم

اچھا کہ برا جہان میں آکر — جو ہو سکا ہم سے کر گئے ہم

وعدہ نہ وفا ہوا جو کل کا — سن لوگے یہ تم کہ مر گئے ہم

۱۹	اے عشق پے نگاہ جاناں ہدیہ لیکر جگر گئے ہم	۲۵۳

یہ کون کہتا ہے عاشقوں سے ستم کے بدلے وفا کرو تم

فقط تغافل کی ہے شکایت یہی انسے کیا کرو تم

کرم کرو یا جفا کرو تم وفا کرو یا دغا کرو تم

تمہاری مرضی خوشی تمہاری جو جی میں آئے کیا کرو تم

نہ باز آئینگے عاشقی سے دیا ہے جب دل تو جان بھی دینگے

ہزار ہم پر ستم کرو تم ہزار ہم پر جفا کرو تم

مجال کیا ہے کہاں ہے قدرت زباں ملائے جو کوئی تمسے

تمہارے منہ کو ہے کس نے پکڑا جو جیمیں آئے کہا کرو تم

نہیں ہے میرا وہ بخت خفتہ جو شور کرنیسے چونک اٹھے

ہزار فتنے اٹھا کے دیکھو ہزار محشر بپا کرو تم

تمہارے کشتے نہ سر اٹھائیں نہ کھوج پیدا ہو مرقدونکا

تمہاری چالیں تو ہیں قیامت سمجھ کے محشر بپا کرو تم

وہ ہمسے کہتے ہیں قتل کرکے کیا سبکدوش تم کو ہمنے

ہمارا احسان دلسے مانو ہمارے حق میں دعا کرو تم

دکھا کے اس بت کی آستانکو یہ ہمسے کہتے ہیں حضرت دل

یہی ہے قبلہ یہی ہے کعبہ ادہر ہی سجدہ کیا کرو تم

غضب خدا کا یہ کیا ستم ہے نئی شرارت ہے تازہ شر ہے

ہمیں تو دشنام بہی نہ دو تم عدو کو بوسہ عطا کرو تم

عدو کو اسکی خبر ہی کیا ہے وہ خاک اسکو بیان کریگا

ہمارا قصہ اگر سنو تم ہمارے منہ سے سنا کرو تم

کہا جو ہمنے کہ ہجر میں ہم تپ جدائی سے جل رہے ہیں

کہا بلا سے مجہے غرض کیا جو جل رہے ہو جلا کرو تم

اتارو برقعہ نقاب کہولو ہمارے پہلو میں کہلکے بیٹھو

لحاظ بیجا ہے وصل کی شب نہ ہمسے اتنی حیا کرو تم

ہمارے مرنے میں کیا رہا ہے کہ دم ہی آنکھوں میں آگیا ہے

کہے خدارا یہ کوئی انسے شتاب وعدہ وفا کرو تم

تمہارے قدموں کی آرزو میں پیچہے ہی جاتے ہیں دیدہ و دل

ہماری آنکہوں میں گہر کرو تم ہمارے دلمیں رہا کرو تم

اسی میں عزت ہے اور راحت یہی ہے رسم دیار الفت

ذلیل ہوہو کے حضرت دل خراب خستہ بہرا کرد تم
دکھا کے محراب تیغ ہم سے کھایہ اپنے بچشم وابرو
حضور دل سے جھکا کے گردن نماز حاجت ادا کرد تم
عدو کے آگے نہ گالیاں دو سنبھالو منہ بس زباں روکو
لحاظ ہم بھی اٹھا کے آخر جواب مجھ دیں تو کیا کرد تم
جناب قادر تمہیں ہے قدرت دریغ ہمسے کرو نہ ہمت
ہماری امداد چاہو حق سے ہمارے حق میں دعا کرو تم

۲۵۴

وہی ہے بس عشق دینے والا وہی ہے حاجت روائے عالم
اسی سے مانگو اسی سے چاہو اسی سے اب التجا کرو تم

۱۲

دہر میں مجھسا بھی ہوگا عاشق ناکام کم
سایہ سے کرتے ہیں میرے راحت آرام رم

اضطراب دل بڑا ہے ابتدائے عشق میں
مان میری صبر کر دم لے جگر کو تھام تھم

جان میری نکلیگی سنتے ہی مژدہ وصل کا
لائیگا میرے لئے اس شوخ کا پیغام غم

گھات میں صیاد بیٹھا تھا کہ بیٹھی تھی اجل
بلبل شیدا کا نکلا دیکھتے ہی دام دم

نخل پربار و غنچہ و گل ہیں یہ باغ حسن کے
قد بالا سیب غبغب عارض گلفام قم

لیگئے وہ دل چرا کر کاوشوں سے ہم بچے
سستے چھوٹے چین پایا ہوگیا اک کام کم

عشق کے آتے ہی دل میں ایک ہنگامہ پڑ گئی
کر گئے صبر و قرار و راحت و آرام رم

ہفت اقلیم جہاں کی واقفیت ہیچ ہے
جب نہو معلوم اپنے حال کا انجام جم

تو وہ دریا دل ہے اے ساقی وہ حاتم منزلت
تیرے دروازے کی مانگے بھیک لیکر جام جم

خام کار و نیکی طبیعت میں کجی ہے فطرتی
سو کہیں کر سیدھا کرے کیونکر نہ چوب خام خم

از دل دیوانہ ام مثل جواس خمسہ کرد
صبر و تسکین قرار و راحت و آرام رم

بعد مردن بھی نہ ہو لیگا تجھے عشق حزیں
قبر میں پھرتا رہیگا یہ ترا یا دام دم

۲۵۵	ردیف نون	۱۰

الٰہی ظاہر و باطن رہوں میں محو مدحت میں
زباں ہو ذکر حضرت میں تو دل ہو یاد حضرت میں

محمدؐ عین حق ہے اور حق عین محمدؐ ہے
عیاں وحدت ہے کثرت سے نہاں کثرت ہے وحدت میں

جھکی جاتی ہے گردن خود بخود کیوں اہل ایماں کی
مگر ہے ذکر ابروے نبی سجدے کی آیت میں

یہی ہے مقصد اصلی خدا کا حشر عالم سے
کہ دیدار محمدؐ سب کو حاصل ہو قیامت میں

کبھی ممکن نہیں مثل محمد کوئی پیدا ہو
یہ مانا ہمنے سب کچھ ہے خدا کے دست قدرت میں

لے جنت بھی جیتے جی تو لیکر کیا کرے کوئی
شرف کونین کے حاصل ہیں یثرب کی زیارت میں

شرف دیکھو گنہگاران امت کا سر محشر
جو ڈوبے شرم عصیاں سے تو ڈوبے بحر رحمت میں

فرشتے امت امی سے مجھکو خود سمجھ لیں گے
نہ دونگا بھی اگر میں کچھ جواب صاف تربت میں

خزانے سے بے سبب ایمن نہیں رضواں ترا گلشن
بہار دشت یثرب سے مگر گلزار جنت میں

۲۵۶	بحق پنجتن یارب مدد کر عشق محزوں کی کہ ہے رنج و غم و اندوہ و حرمان و مصیبت میں	۱۴

بسر کی زندگی مر مر کے ہمنے جسکی فرقت میں
قیامت تک نہ اسکی یاد آئے کیوں نہ تربت میں

بیاں ہو آشکارا سر وحدت رمز کثرت میں
زباں پیدا اگر ہو جائے انگشت شہادت میں

خیال یار کو شکوہ ہے مجھسے جوش وحشت میں
کہ آوارہ کیا مجھکو بھی تو نے دشت غربت میں

لگی ہیں حیرت آنکھیں انتظار ماہ طلعت میں
نئی صورت سے دو دو رن یہ پیدا ہو گئے جیب میں

ادھر رحمت ادھر عصیاں لپٹے ہیں ہم مصیبت میں
نہ رہ سکتے ہیں دوزخ میں نہ جا سکتے ہیں جنت میں

غم جاناں بھی میں کھاتے ہوئے ڈرتا ہوں فرقت میں
کہ وہ شکوہ نکر بیٹھیں خیانت کی امانت میں

بنائے کعبہ سنگ آستاں پر تیرے قائم ہے
تری محراب کا مضموں ہے سجدہ کی آیت میں

رکیں دیوانہ صحرا قدم کانٹوں سے اب کیونکر
کہ چھالے سنگ ہیں سخت پتھر دشت وحشت میں

نہیں وعدہ حسینوں کا امید و بیم سے خالی
نہیں معلوم کیا لکھا ہوا ہے میری قسمت میں

ابھی تو شغل مے میں ہوں ٹھہر جا ہوش آنے دے
تری بھی بات سن لونگا کبھی اے شیخ فرصت میں

ہمارا پاس خاطر انکو ہمکو ہے لحاظ انکا
مزا ہے دوستی کا دور کی صاحب سلامت میں

تری آنکھیں ہیں کافر زیر ابرو جانتے ہیں ہم
بشکل زاہد مکار محراب عبادت میں

تصور میں تم آتے ہو مگر ہم آ نہیں سکتے
ہماری ناتوانی بڑھ گئی تم سے نزاکت میں

خدا چشم بصیرت دے تو اعمیٰ بھی پکار اٹھے
عیاں ہے جلوۂ معنی بتوں کی اچھی صورت میں

۲۵۷	مدد کو یا علی مشکلکشا بہر خدا پہنچو کہ ہے دست فلک سے عشق آفت میں مصیبت میں	۱۲

کام ہمارا ذکر تمہارا سید شہ برہان الدین
ورد ہے میرا اور وظیفہ سید شہ برہان الدین

دست عدو سے یہ عشق زبوں ہے ظلم فلک سے حیران ہے
آپکا خادم آپکا بندہ سید شہ برہان الدین

غم سے پریشاں دل ہے میرا داد کو پہنچو تسکین دو
بہر خدا خالق یکتا سید شہ برہان الدین

آپ سے بڑھکر حامی و ماوا دونوں جہاں میں کوئی نہیں
اے مرے مولا اے مرے آقا سید شہ برہان الدین

عارف کامل اکمل اصل عالم فاضل ہادی خلق
تارک دنیا طالب عقبیٰ سید شہ برہان الدین

محو عبادت معرفت ریاضت بہر سیادت نور خدا
تو ہے سراسر تو ہے سراپا سید شہ برہان الدین

تو ہے معظم تو ہے مکرم ذات ہے تیری قبلہ دین
سب سے ہے اعلیٰ رتبہ والا سید شہ برہان الدین

جان شریعت روح طریقت حامی دین پیغمبر
تمکو ہی دیکھا تمکو ہی پایا سید شہ برہان الدین

مرشد کامل رہبر حق سب سے افضل بہتر خلق
پیر ہے میرا میر ہے میرا سید شہ برہان الدین

اے مرے ہادی اے مرے مرشد جلد ہو حاصل مقصد دل	صبر کا مجکو اب نہیں یارا سید شہ برہان الدین
تیری کرامت تیرے تصرف سیکڑوں کیسے ہیں	جلد روا ہو مقصد میرا سید شہ برہان الدین

۲۵۸	تیر اگر آہوں میں ہو صد ادوں درگہ حق سے صفا ہو عشق سدا را عشق سدا را سید شہ برہان الدین	۱۰

سلامی قیامت کا ساماں ہے رن میں	جدائی کی ٹھہری ہے بھائی بہن میں
گرفتار عابد ہیں رنج و محن میں	کہ ہے طوق گردن میں یا زد رسن میں
خبر کوئی آئی نہ بابا ہی آسکے	یہ کہتی تھی رہ رہ کے صغرا وطن میں
ملی حر کو کونین کی بادشاہی	غلامی شاہ زمین و زمن میں
رفاقت کسی کی نہ چھوڑی کسی نے	بندھے تھے بہتر گلے اک رسن میں
کیا صبر کچھ منہ سے شہ کے نہ نکلا	مصیبت میں آفتیں رنج و محن میں
یتیمی کا روتی ہے رونا سکینہ	خیال امام زمین و زمن میں
گل بوستاں شہادت کے غم سے	جگر خون ہے ہر کلی کا چمن میں
ملا شہ کو گو تین دن تک نہ پانی	زباں شکر خالق سے تر تھی دہن میں

۲۵۹	اسی کے لئے عشق عیش ابد ہے رہے ہو عزائے حسین و حسن میں	۲۲

اک بیمار تھا غم سے مجھ حیراں میں	تم جو آئے جان آئی جان میں
کیسے کیسے مٹ گئے ارمان میں	چلئے دیکھو سیر گورستان میں
یاد آئی ہے مرے کی ایک بات	منہ ادہر لاؤ کہونگا کان میں
عاشق ناکام نے دی اپنی جان	آرزو میں شوق میں ارمان میں
میں ہوں یا دشمن ہو یا کوئی بھی ہو	کب وہ لاتے ہیں کسیکو دھیان میں

وہ گلوری اب نہیں کھاتے کہیں
شک ہے کوئی کچھ نہ دیدے پان میں

تھا نزاکت کا جنہیں دعویٰ وہ آج
لیکے خنجر آئے ہیں میدان میں

تم سے بڑھکر بس خدا کا نام ہے
ایک ہو تم ہزاروں میں آن میں

آرزوئے وصل یارب کم نہ ہو
دم نکلجائے اسی ارمان میں

طول کھینچا یہ شب غم نے مری
روز محشر بنگئی ملبان میں

فیصلہ ہم چاہتے ہیں تجھسے آج
کہدے جو کچھ ہے ترے ایمان میں

حشر میں بھی سر اٹھائیگا نہ وہ
دب گیا جو آپ کے احسان میں

ہے تری اک آرزو کس کس جگہ
آنکھ میں سینے میں دلمیں جان میں

گدگداتی ہے طبیعت بار بار
چٹکیاں لیجے کسی کی ران میں

ناخدا جس کا خدا خود آپ ہو
وہ سفینہ آئے کیا طوفان میں

جان و دل ایمان و دیں ہوش و خرد
دیدیا سب کچھ جو تھا امکان میں

آدمیت شرط ہے جب یہ نہ ہو
فرق کیا انسان میں حیوان میں

آپ سے کل کل سے پرسوں کہتے ہو
یہ بھی کچھ پیمان ہے پیمان میں

دلمیں میرے داغہائے غم نہیں
پھول لاکے رکھے ہیں یہ گلدان میں

عشق میں لینے کے دینے پڑ گئے
آگئے ہم منفعت کے نقصان میں

دیکھتے ہی مر گئے قاتل کو ہم
رہ گئی شمشیر یوں ہی میان میں

٢٦٠ — دلکا سودا بھی عجب سودا ہے عشق
نفع کی امید ہے نقصان میں — ٣٥

اٹھتے نہیں ہیں ضعف سے مجھ خستہ تن کے پاؤں
کاٹے وہ جنوں سر شوریدہ بنکے پاؤں

خواہاں چمن کے ہوں نہوں مشتاق بن کے پاؤں
گڑ جائے سر جو کچھ جانا نہیں بنکے پاؤں

دامن کا قصہ پاک کر اے پنجۂ جنوں
راحت یہ خفتہ بختی کے ہاتوں ملی مجھے
بے دست و پا پڑے ہیں وہ کنج مزار میں
نقش قدم کیطرح نہ اٹھی کبھی جبیں
اس نونہال حسن کے قد کشیدہ کو
تھامے ہوئے تھا دامن ہمت جو ہاتھ سے
دو روزہ فصل گل پہ ہے پھولا ہوا یہ کچھ
پامالیوں کی واہ یہ اچھی سزا ملی
فانوس میں جو شمعوں کو دیکھا ادھر اودھر
جاگے نصیب تو یہ ہوئی دسترس نصیب
ٹکتے نہیں زمیں پہ وہ شوخی سے دیکھا
ہوتے ہیں ٹھوکروں میں تن زار پاش پاش
کوچے سے میں تمہارے جو جانے کا نام لوں
مل ڈالے گلکو پیروں کے نیچے چمن میں پھر
شیریں نے کچھ بھی قدر نہ کی جوئے شیر کی
مرہم کی جستجو نے کیا اور بھی فگار
غربت میں مجکو کیا ہی سبک بار کر دیا
اے گل تو پائمال نکر ہم کو دیکھہ تو
ہے کچھ تو بات بتکدے کے رہنے والوں میں
وعدہ ہوا ہے آنیکا تو فکر ہے مجھے

الجھیں نہ اسکے تار نفس مجھ خستہ تن کے پاؤں
دشت جنوں میں سو گئے مجھ خستہ تن کے پاؤں
رکھتے تھے تمکنت سے زمیں پر جو بت کے پاؤں
اس آستاں پہ جھکگیا سر مرا ان کے پاؤں
دیکھا تو بس اکھڑ گئے سرو چمن کے پاؤں
رپٹے نہ بیستون پہ ذرا کوہکن کے پاؤں
ٹکتے نہیں زمیں پہ مرغ چمن کے پاؤں
باندھے حنا نے اس بت گل پیرہن کے پاؤں
سمجھا ہیں پائچوں میں کسی گلبدن کے پاؤں
سوتے میں دابتا ہوں بت سیمتن کے پاؤں
کیا کیا وہ کھا رہے ہیں چلن بانکپن کے پاؤں
کرتے ہیں شق جگر یہ اس تیغ زن کے پاؤں
کونچوں سے کاٹ ڈالتا مجھ خستہ تن کے پاؤں
بلبل جو دیکھ لے مرے غنچہ دہن کے پاؤں
دھو کر کہ نیک دل بھی سے کوہکن کے پاؤں
شل ہو کے ہاتھ سے گئے مجھ خستہ تن کے پاؤں
رکھ لوں اٹھا کے سر پہ نہ کیوں راہزن کے پاؤں
سب پھول سر پہ رکھتے ہیں مرغ چمن کے پاؤں
کیا لے سبب ہی پوجتے ہیں برہمن کے پاؤں
دیکھیں دمِ شکست میں بت نازک بدن کے پاؤں

سر تا بپا ہے کان جواہر وہ سیم تن
یاقوت ہیں ہاتھ عقیق یمن کے پاؤں

کیا خاک چھانونگا دشت جنوں میں اب
چھلنی بنے ہیں کانٹوں سے مجھ خستہ تن کے پاؤں

خانہ نشیں ہے شمع تماشے ہزار ہوں
رکھے گی بھولکر بھی نہ باہر لگن کے پاؤں

اے انقلاب دہر تجھے جب سمجھتے ہم
گر بتکدے میں پوجتے بت برہمن کے پاؤں

فرہاد فائدہ نہیں سر پھوڑنے سے کچھ
خسرو کا زعم توڑ ہو یا پیرزن کے پاؤں

اس زلف عنبریں سے ہے نسبت جو مشک کو
ٹکتے نہیں زمیں پہ غزال ختن کے پاؤں

آزردگی کسی کی گوارا نہیں ہمیں
زاہد کے ہاتھ چوم لئے برہمن کے پاؤں

دل ہی میں ساری حسرت پابوس رہ گئی
ہیہات ہاتھ آئے نہ اس گلبدن کے پاؤں

کانٹوں نے مجھ میں پائی ہے کیا ایسی منزلت
کیوں چومتے ہیں ایک غریب الوطن کے پاؤں

بھاری کچھ ایسی عشق کی منزل ہے راہ پر
دو ہی قدم پر اپنے ہوئے لاکھ من کے پاؤں

رکھ دوں اٹھا کے میں بسر و دوش شوق سے
آئیں جو ہاتھ اس بت نازک بدن کے پاؤں

کافی ہیں دستگیری عالم کو اسکے ہاتھ
دوش نبی پہ پہنچے تھے جس بت شکن کے پاؤں

۲۶۱	اے عشق یہ زمیں سراپا ہے سنگلاخ کسطرح دیکھیں جمتے ہیں اہل سخن کے پاؤں	۲۰

بار حنا سے کیوں نہ بنیں لاکھ من کے پاؤں
نازک ہیں برگ گل سے مرے گلبدن کے پاؤں

آتے ہی خط کے صاف نکل بھاگی سادگی
مہرے سیاہ بنگئے رخ حسن ذقن کے پاؤں

مستانہ وار پھرتی ہے فصل بہار میں
ٹکتے نہیں زمیں پہ نسیم چمن کے پاؤں

کرتا ہے سیدھے سادہ ہوں سے بھی کجروی فلک
ٹوٹیں قضا کے ہاتھ سے اس بدچلن کے پاؤں

جلنے کے بعد بھی ہے انہیں حسرت وصال
پروانے پڑے ہیں جو شمع لگن کے پاؤں

دست سبو ہے تھامے ہوئے ہاتھ ساقیا
کیا لڑکھڑائیں مست شراب کہن کے پاؤں

حیراں ہوں دیکھکر کہ یہ چلتی ہے کسطرح
ظاہر میں تو نہیں ہیں نسیم چمن کے پاؤں

اغیار کو جگہ نہ دے اپنی گلی میں تو
لایق نہیں ہیں باغ کے زاغ و زغن کے پاؤں

اٹھتے نہیں قدم تو رگڑتے ہیں ایڑیاں
ایسی زمیں پکڑتی ہے اہل سخن کے پاؤں

کوتاہ سنجل چرخ سے ہمکو ملا کفن
پھیلا سکیں گے قبر میں کیا خاک تنکے پاؤں

ہمرنگ لال یار نہ ہاتھ آیا ایک لال
اس جستجو میں تھک گئے اہل یمن کے پاؤں

غربت میں لی کسی نے نہ آکر مری خبر
کیا ایکبار ٹوٹے سب اہل وطن کے پاؤں

بیٹھا تھا خیر لگ گئی تلوؤں سے میرے آگ
رکھا نہ انکی بزم میں مارے جلن کے پاؤں

اے شوخ تیری راہ میں آنکھیں بچھاؤں گا
چومونگا اس طریق سے میں نقش بنکے پاؤں

آیا ہے لیکے نامہ شوقیہ دور سے
کیونکر نہ چوموں قاصد اہل وطن کے پاؤں

کرتا ہوں قصداً اٹھنے کا جب کوئے یار سے
کیا کیا زمیں پکڑتے ہیں مجھ خستہ تنکے پاؤں

صحرا نوردیوں سے اوٹھا دنگا میں نہ ہاتھ
ہرچند سو جگہ سے ہوں لاکھ منکے پاؤں

حسرت ہے کیوں نہ ہاتھ ملیں پائمال عشق
مہندی کے ہاتھ لگ گئے اس گلبدن کے پاؤں

جاتا ہے دور دور نکل کر زبان سے
ہرچند دیکھنے کو نہیں ہیں سخن کے پاؤں

۲۶۳	اے عشق دستیاب اگر روز حشر ہوں آنکھوں پہ رکھوں بادشہ ذوالمنن کے پاؤں	۱۶

جوش جنوں ہے کیا عجب اپنے کو نہیں پاؤں
جمتے نہیں ہیں میرے جمائے وطن میں پاؤں

آمد بہار کی ہے خزاں ہو گئی اخیر
اب پیٹ سے نکالیگی بلبل چمن میں پاؤں

میدان رہا ہمیشہ جوانمرد ہی کے ہاتھ
نامرد کے جمے نہ کسی روز رن میں پاؤں

آغوش وا یہ میرے لئے ہے کنار گور
پھیلا کے سو رہا ہوں مزے سے کفن میں پاؤں

کر دیتا سکو وقت طواف در بتاں
ہوتے اگر ہزار بھی میرے بدن میں پاؤں

صیاد میرے شوق اسیری کو دیکھ تو
رکھتا ہوں جان بوجھ کے دام رسن میں پاؤں

چھوٹیگا قید و بند محبت سے کیا کوئی
پھانسی میں ہے پھنسی ہوئی گردن رسن میں پاؤں

پھولی ہوئی ہے ایسی دو روزہ بہار پر
رکھتی نہیں زمیں پہ بلبل چمن میں پاؤں

دھوکا ہو صنا ساق بلوریں پہ شمع کا
وہ شعلہ رو کھڑا ہو جو رکھ کر لگن میں پاؤں

دل ہی میں شوق وادئ غربت کا رہ گیا
سن بیٹھے بیٹھے ہو گئے میرے وطن میں پاؤں

پوچھو نہ عاشقان اذیت پسند کی
رکھتے ہیں آپ ڈال کے رنج و محن میں پاؤں

باد خزاں کے خوف سے وقت بہار بھی
رکھتی ہے پھونک پھونک کے بلبل چمن میں پاؤں

ڈرتا ہوں دیکھتے ہوئے اس روئے صاف کو
پھسلے کہیں نظر کا نہ چاہ ذقن میں پاؤں

ہوتی امید سد رمق بھی جو بے تلاش
ہم بیٹھ رہتے توڑ کر اپنے وطن میں پاؤں

آزادیاں جنوں کی بدولت ملیں اسے
کیونکر نکالے قیس نہ دیوانہ پن میں پاؤں

۲۶۳	کہتے ہیں عشق سن کے غزل مجھ سے آشنا اچھے لگائے آپ نے سخن میں پاؤں	۲۱

اور کیا کار غم ہجر اثر کرتے ہیں
چھیڑ نشتر کی طرح آٹھ پہر کرتے ہیں

تذکرہ آپ کا ہم آٹھ پہر کرتے ہیں
اسطرح روز کو شب شب کو سحر کرتے ہیں

جان نثاران وفا خوب ہنر کرتے ہیں
دیکھئے سر معرکۂ عشق کو سر کرتے ہیں

صرف جو سیم تنوں کیلئے زر کرتے ہیں
صفت وہ اپنا زیاں اپنا ضرر کرتے ہیں

ہم سا جانباز محبت بھی نہ دیکھا ہوگا
سینہ و دل ہدف تیر نظر کرتے ہیں

اس قیامت کا تو دیکھا نہیں انداز خرام
حشر برپا وہ سر راہگذر کرتے ہیں

آپکا مال ہے لیجائیے دل حاضر ہے
خوف کس کا ہے جو چھپ چھپ کے نظر کرتے ہیں

رشک تو دیکھو کہ دیکھا نہیں جاتا مجھسے
وہ جو غصے سے بھی دشمن پہ نظر کرتے ہیں

عشق کا بار اٹھانا نہیں کار آساں
وہ فرشتوں سے نہوگا جو بشر کرتے ہیں

اک تسلی سی دل زار کو ہو جاتی ہے
جھوٹا وعدہ بھی کسی دن وہ اگر کرتے ہیں

دل چرانے کے یہ انداز جدا ہیں سب سے
دیکھتے دیکھتے آنکھیں وہ اُدھر کرتے ہیں

بخت برگشتہ نے رکھا نہ کہیں کا مجھ کو
دل کے نالے بھی اب الٹا ہی اثر کرتے ہیں

انکے دربانوں کو بھی بار نہیں ہے ان تک
مجھسے یہ کون کہے ہمدرد خبر کرتے ہیں

وعدہ حشر کی امید بھی اک آفت ہے
ہم شب ہجر کو مر مر کے سحر کرتے ہیں

کچھ نہیں اور تو کہہ جاؤ خدا حافظ ہی
آج ہم عالم ہستی سے سفر کرتے ہیں

کب ہے اب شکوہ یاران زمانہ کیجے
خیر کی جن سے تھی امید وہ شر کرتے ہیں

غیر تیری نظر آتی نہیں اے دل مجھکو
آج رہ رہ کے ادھر ہی وہ نظر کرتے ہیں

انکی عادت نہ بری ہے نہ طبیعت میری
فتنہ پرداز عدو بیچ میں شر کرتے ہیں

خوف بیداد سے تھراتا ہے کیا کیا مرا دل
وہ ذرا آنکھ بدلکر جو نظر کرتے ہیں

مردم چشم کی اب خیر کہاں اے دل زار
روز طوفان بپا دیدہ تر کرتے ہیں

۲۶۴	رنج میں گذرے کہ راحت میں ہماری اے عشق ہر طرح عمر دو روزہ کو بسر کرتے ہیں	۹

عہد کا اپنے انتخاب ہو تمہیں
ایک اک فن میں لاجواب ہو تمہیں

جرم ٹھہری ہے میری مہر و وفا
آجکل مورد عتاب ہو تمہیں

چلو جانیدو ہو تمہیں اچھے
سب سے بدتر ہو تمہیں خراب ہو تمہیں

چھٹا اس شہسوار سے نہ کبھی
صورت گرد ہم رکاب ہو تمہیں

فکر کونین سے ہے دل فارغ
مست کیفیت شراب ہو تمہیں

کیا غرض لوں جو خضر کا احسان
رہ نورد رہ صواب ہو تمہیں

انکے منہ چڑھکے آئینہ نے کہا — یعنے آپ کا جواب ہو نہیں
دل میں جب سے کیا ہے عشق نے گھر — در بدر خانماں خراب ہو نہیں

۲۶۵	عشق میں مر دمیں داغ دل اے عشق کہہ اٹھا رشک آفتاب ہوں میں	۱۲

گل نہیں ہوں نہ سہی خار تو ہوں — ہر تن داخل گلزار تو ہوں
درخور جور ستمگار تو ہوں — کچھ نہیں اور وفادار تو ہوں
نہ سہی پاس مرے دولت و زر — آپکا دل سے خریدار تو ہوں
بخشنے بخشدے پرسش کیسی — یاالٰہی میں گنہگار تو ہوں
میں نہیں موسیٰ عمراں نہ سہی — آپکا طالب دیدار تو ہوں
غیر کی بات تو نہیں کیا آؤں گا — ان کی عادت سے خبردار تو ہوں
اور مجبور کسے کہتے ہیں — اپنی تقدیر سے ناچار تو ہوں
کل نہیں آج ہی مرجاؤنگا — جان سے اپنی میں بیزار تو ہوں
بخت خفتہ کا گلا کیوں اے دل — ہجر کی رات میں بیدار تو ہوں
نہ سہی کوئی بزرگی مجھ میں — صاحب جبہ و دستار تو ہوں
کیا برائی ہے عیادت کو جو آؤ — میں نہ اچھا سہی بیمار تو ہوں

۲۶۶	اور شہرت نہ سہی عالم میں عشق رسوا سر بازار تو ہوں	۱۹

جو وفا کرتے ہیں انپر ہی جفا کرتے ہیں — دیکھئے دیکھئے یہ آپ برا کرتے ہیں
جب حسین کرتے ہیں بیداد و جفا کرتے ہیں — اور کیا جانتے ہیں اور یہ کیا کرتے ہیں
جان نثار آپ پہ دل اپنا فدا کرتے ہیں — جو محبت کی ہے شرط اسکو ادا کرتے ہیں

وعدے کرنے کو حسیں روز کیا کرتے ہیں — کہیں یہ عہد فراموش وفا کرتے ہیں

وہ خفا ہو کے جو منہ پھیر لیا کرتے ہیں — ہم سمجھتے ہیں کہ ہے شرم حیا کرتے ہیں

میرے اشکوں کا طلاطم نہ تھمے گا ہرگز — ایسے طوفان کہیں روکے سے رکا کرتے ہیں

تم جو اچھے ہو برائی سے نہ باز آئے کبھی — ہم برے ہو کے برائی سے بچا کرتے ہیں

نالہ بیکار ہے فریاد عبث ہے اے دل — ایسی باتوں سے وہ کیا ترک جفا کرتے ہیں

وہ نہیں ہوتا ہے وفا یا نہیں وعدہ انکا — آج فریاد سے ہم حشر بپا کرتے ہیں

پوری اک بات بھی کل تک نہیں آتی تھی جنہیں — باتیں بڑھ بڑھ کے وہ اب نام خدا کرتے ہیں

قصۂ غیر میں کیا بات ہے معلوم نہیں — کہ بہت کان لگا کر وہ سنا کرتے ہیں

سنکے مرنا مرا کہتا ہے کرے کیا کوئی — حادثے ایسے تو ہر روز ہوا کرتے ہیں

کون عشاق سے بڑھکر ہے سخی عالم میں — دل دیا کرتے ہیں یہ جان دیا کرتے ہیں

عام ہے اسکا کرم عام ہے اسکی رحمت — جو خطا کچھ نہیں کرتے وہ خطا کرتے ہیں

پاس سے انکے جو آتا ہے یہی پوچھتا ہوں — کون صحبت میں ہے کیا ذکر ہے کیا کرتے ہیں

بوالہوس غیر کہاں مرتبہ عشق کہاں — آپ ناحق اسے انگشت نما کرتے ہیں

آپ سچ جانئے یا جھوٹ شب فرقت ہم — صرف مرنیکی تمنا میں جیا کرتے ہیں

آپ دربانوں سے کہدیجئے نہ روکیں انکو — ہم فقیر انکے قدم رد بلا کرتے ہیں

٢٦٧	بس یہی دو ہیں حسینوں کے ٹھکانے اے عشق آنکھ میں بستے ہیں یا دل میں رہا کرتے ہیں	١٩

طومار عشق کم نہیں دفتر سے کیا کہیں — ہم اپنے تئیں داور محشر سے کیا کہیں

شکوہ کی بات شوخ ستمگر سے کیا کہیں — پھرتی نہیں ہے منہ میں زباں ڈر سے کیا کہیں

جو جانتا ہو اسکو جتانے سے فائدہ — جوہر کا حال صاحب جوہر سے کیا کہیں

سنتا نہیں کسیکا کہا جوش عشق میں
ناصح ہم اپنے اس دل خودسر سے کیا کہیں

تیری خرام ناز کا سارا فساد ہے
ہم اپنا مدعا داور محشر سے کیا کہیں

اس سے ہوا ہے ہوگا نہ یہ کام حشر تک
صبر و شکیب کی دل مضطر سے کیا کہیں

ساقی ہی اپنے ظرف کا جانے تو جانے حال
کم ظرف ہیں یہ شیشہ و ساغر سے کیا کہیں

کی جائیگی نہ انکی شکایت کسی طرح
پھر ہم کہیں تو داور محشر سے کیا کہیں

اللہ رے بیخودی کہ نہیں یاد مدعا
ہم سوچتے کھڑے ہیں گھڑی بھر سے کیا کہیں

تدبیر وصل یار کئے جاتے ہیں مگر
بنتی نہیں ہے بات مقدر سے کیا کہیں

ملتا رہے جواب تو ہے بات کا مزہ
بت بنگئے ہیں صنا وہ پتھر سے کیا کہیں

منزل کا نام لیتے ہیں ہیں سو قباحتیں
مشکل یہ آپڑی ہے کہ رہبر سے کیا کہیں

رہ جاتی بات اپنی شب ہجر اے اجل
پہلے نہ آئی وقت مقرر سے کیا کہیں

پوشیدہ اپنے دلکا نہیں اس سے کوئی راز
سب جانتا ہے داور محشر سے کیا کہیں

گر سر بھی کاٹتے کبھی دم مارتے نہ ہم
وہ [illegible] سے کیا کہیں

بیٹھا ہے ایسا خوف کہ اٹھتی نہیں زباں
وہ پوچھتے ہیں حال گھڑی بھر سے کیا کہیں

دستک پہ پوچھتے ہیں وہ اندر سے کون ہے
یا زائر کا مقام ہے باہر سے کیا کہیں

ہیں اسکو یاد نامہ رسانی کے سارے ڈھنگ
تبلیغ کے اصول پیمبر سے کیا کہیں

۲۶۸	اے عشق راز عشق کا پردے کی بات ہے آتی ہے شرم داور محشر سے کیا کہیں	۱۴

روز ایک اک سے جو اقرار ہوا کرتے ہیں
یہ وفا بھی کبھی سرکار ہوا کرتے ہیں

اسطرف ہم سے تو انکار رہا کرتے ہیں
اسطرف سے غیر سے اقرار ہوا کرتے ہیں

فکر رہتی ہے نہ عقبیٰ کی نہ دنیا کا خیال
چین کرتے ہیں جو میخوار ہوا کرتے ہیں

ٹوٹتے دیر نہیں لگتی ذرا بھی انکو
کتنے بودے ترے اقرار ہوا کرتے ہیں

لیگئے مفت حسین میری متاع دل کو
اس طرح کے بھی خریدار ہوا کرتے ہیں

تیری زلفوں نے عجب دام بچھا رکھا ہے
روز دو چار گرفتار ہوا کرتے ہیں

ناز کیا کیا مجھے ہوتے ہیں متاع دلبر
جب حسین اسکے خریدار ہوا کرتے ہیں

تھا جو اقرار تو کیا خاک نتیجہ نکلا
فکر ہی کیا ہے جو انکار ہوا کرتے ہیں

عقل بھی ہے کہ نہیں اے دل ناداں تجھکو
کہیں معشوق وفادار ہوا کرتے ہیں

ان حسینوں سے خدا حفظ داماں میں رکھے
کہ یہ جلاد و ستمگار ہوا کرتے ہیں

ہمیں ہنستے نہیں آفتیں حسین بھی اے دل
کنگھی چوٹی میں گرفتار ہوا کرتے ہیں

آپ الزام نہ دیں کہنے پہ دشمن کے مجھے
فتنہ انگیز تو اغیار ہوا کرتے ہیں

ہیں حقیقت میں سوا ہم سے حسیں طالب وصل
ظاہری ہیں یہ جو انکار ہوا کرتے ہیں

٢٦٩	طشت از بام ہوئی انکی ہماری الفت عشق چرچے سر بازار ہوا کرتے ہیں	١٩

رنج میں یا عیش میں آفت میں یا راحت میں ہوں
شکر ہے اللہ کا اچھا ہوں جس حالت میں ہوں

تھی عذاب جاں توقع اور بلا سے دل امید
ہو گئی ہے یاس جیسے میں بڑی راحت میں ہوں

یا علی مشکلکشا مشکلکشائی کیجیے
رنج میں ہوں غم میں ہوں مشکل میں ہوں آفت میں ہوں

جبر رہا ہے ان پہ جنکو اس کی کچھ پروا نہیں
یا الٰہی دل کے ہاتھوں میں بڑی آفت میں ہوں

ہاتھ بھی خالی ہیں ان سے اور پہلو بھی مرا
دل جو میرے پاس تھا کیا ہوگیا حیرت میں ہوں

دیکھئے کس طرح ہو کب ہو میسر وصل یار
آرزو میں شوق میں ارمان میں حسرت میں ہوں

کہئے جو کہنا ہو سر آنکھوں پہ کہنا آپ کا
تابع فرمان مطیع حکم ہر حالت میں ہوں

کچھ لکھا جاتا نہیں مجھ سے ہجوم شوق میں
کہدے اے قاصد زبانی انسے جس حالتمیں ہوں

جب کبھی جا نکلا ٹالا اس نے یہ کہہ کر مجھے
جایئے اسوقت پھر ملئے گا جب فرصت میں ہوں

رحم فرما غیب سے پہنچا مری روزی مجھے
تیرا بندہ ہوکے یارب غیر کی خدمت میں ہوں

عالم ہستی میں بھی ملک عدم کا ہے خیال
دل وطن میں ہے مرا میں وادی غربت میں ہوں

ہیں مرے دیکھے ہوئے کہسار ہوں یا دشت ہوں
رہبر فرہاد و مجنوں عالم وحشت میں ہوں

اے دل ناکام کیوں بیچین ہے کیوں مضطرب
میں شریک حال تیرا رنج میں راحت میں ہوں

بات دعوے کی نہیں کچھ اپنا اپنا رنگ ہے
تم اگر اچھے ہو صورت میں تو میں سیرت میں ہوں

مجھ سے استقلال میں نسبت نہیں کچھ کوہ کو
وہ گراں ہے وزن میں تو میں گراں قیمت میں ہوں

میرا تیرا ساتھ اے غم چھوٹنے والا نہیں
تو میری تقدیر میں ہے میں تیری قسمت میں ہوں

چھیڑنے کو میرے کہہ جاتا ہے دشمن بار بار
ہمدم و ہمراز ان کا خلوت و جلوت میں ہوں

ناتواں عشق اٹھا کر بار غم کہتا ہے یہ
ثانی سہراب و رستم آج میں قوت میں ہوں

٢٧٠	مل گئی ہے کوچہ جاناں میں رہنے کو جگہ جیتے جی اے عشق گویا گلشن جنت میں ہوں	١٢

وہ یہ کہکر دل ناکام لئے جاتے ہیں — کہیں اس چیز کے بھی دام لئے جاتے ہیں

یار کے پاس سے لاتے نہیں نخواہ جواب — نامہ بر مفت کا انعام لئے جاتے ہیں

آج ساقی ترے میخانے سے ہم یاد رہے — اپنے دلمیں ہوس جام لئے جاتے ہیں

کام کچھ تیرا دہاں نکلے نہ نکلے ہمیں کیا — ہم تجھے ایدل ناکام لئے جاتے ہیں

اسنے جو مجھسے دغا کی ہے وہ پوشیدہ نہیں — دلکو پھر کیوں بت خود کام لئے جاتے ہیں

آکے دنیا میں عدم سے نہ ملا ہمکو کچھ اور — اپنے ذمے کئی الزام لئے جاتے ہیں

حوصلہ کو مرے اللہ سلامت رکھے — عشق میں اس سے بڑے کام لئے جاتے ہیں

کی ہے دشمن نے دغا یہ بھی ہے انصاف کوئی — آپ ناحق ہی مرا نام لئے جاتے ہیں

نہ سہی مجھکو وہ آسائش ہی ہی غیر د نہیں — کیوں وہ رہ رہ کے مرا نام لئے جاتے ہیں

بھر گیا عمر کا پیمانہ مگر جی نہ بھرا — حسرت بادہ آشام لئے جاتے ہیں

ناتوانی سے نہ بات کی طاقت ہم میں	ایک اشاروں سے ہی سب کام لئے جاتے ہیں

۲۷۱	ایک ہم ہی نہیں عشاق میں انکے اے عشق اور دو چار کے بھی نام لئے جاتے ہیں	۲۰

کچھ کم فلک سے تیری گلی کی زمیں نہیں	بیداد گر نہیں کہ ستم آفریں نہیں
ہیں سو طرح کے ناز ترے ناتواں کو بھی	گو نازکی میں تجھسا کوئی نازنیں نہیں
رگ رگ میں تیر عشق کی ہے چارہ گر خلش	یہ درد وہ نہیں جو کہیں ہے کہیں نہیں
دم لے کہ آرہے ہیں عیادت کو میری وہ	کیا تجھ میں اتنی تاب بھی جان حزیں نہیں
اب جا کے ڈھونڈیئے دل گم گشتہ کو کہاں	جس جگہ گمان تھا میرا وہیں نہیں
اب اور میرے قتل میں باقی رہا ہے کیا	خنجر کھنچا نہیں کہ چڑھی آستیں نہیں
وہ میری ضد سے توڑ کے پیماں کہتے ہیں	یونہی سہی کہ آجسے ہم نازنیں نہیں
چومیں جو جا کے کعبہ میں پتھر کو کیا حصول	وہ بھی دہن کسیکا کسی کی جبیں نہیں
چھپ چھپ کے شیخ گھورتے ہیں دخت رز کو کیوں	یہ کوئی ایسی شاہد پردہ نشیں نہیں
ہیں ساتھ ایک عشق کے سو بدگمانیاں	یہ بات تجھسے کہنے کی اے ہمنشیں نہیں
گھورا اگر کسیے آپکو ہم روز حشر تک	یہ چشم شوق ہے نگہ واپسیں نہیں
کیا کشتگان عشق کی مٹی خراب ہے	خالی تمہارے کوچے میں تل بھر زمیں نہیں
جامہ ہمارا دست جنوں نے کیا ہے چاک	آنکھوں پہ رکھ کے رونے کو بھی آستیں نہیں
دل ہی ہے تیری زلف کے حلقہ کا حسن ہے	انگشتری وہ ہیچ ہے جسمیں نگیں نہیں
یوسف کا ذکر سنکے ہماری زبان سے	کس ناز سے وہ کہتے ہیں کیا ہم حسیں نہیں
کیا جانے کون مانع فریاد و آہ ہے	اونچا تو اسقدر فلک ہفتمیں نہیں
ہم دیکھ لیتے دور سے حوروں کی بھی جھلک	کیا کیجئے کہ ایسی کہیں دوربیں نہیں

کیا ناز کر رہی ہے شب ہجر آفتاب
بچکر جفائے دہر سے جائے کہاں کوئی

اے موت تو تو کوئی بت نازنیں نہیں
یہ آسماں جہاں تھا ایسی زمیں نہیں

٢٧٢

بزم سخن میں حوصلہ شاعر کا کیا بڑھے
سب نکتہ چیں ہیں عشق کوئی نکتہ بیں نہیں

٢٦

جب کسی بات پر وہ اڑتے ہیں — ہاتھ ہی دہو کے پیچھے پڑتے ہیں
آہ کرنیسے بھی بگڑتے ہیں — آجکل وہ ہوا سے لڑتے ہیں
ہے تلون مزاج میں انکے — کبھی بنتے کبھی بگڑتے ہیں
آگے اس سرو قد کے سرو چمن — قد آدم زمیں میں گڑتے ہیں
میری تقدیر تو نہیں گیسو — پھر یہ بن بنکے کیوں بگڑتے ہیں
شانہ تیری بلائیں لیتا ہے — گیسو جھک جھک کے پاؤں پڑتے ہیں
زندہ در گور ہجر میں ہوں میں — یونتو سب بعد مرگ گڑتے ہیں
ہم وہ آپسمیں خود سمجھ لینگے — بیچ میں کیوں رقیب پڑتے ہیں
منزل عشق کالے کوسوں ہے — خضر بھی ایڑیاں رگڑتے ہیں
جنکو چلنا نہ کل تک آتا تھا — اب وہ نام خدا اکڑتے ہیں
ہے مسرت شباب میں اے دل — دوڑنیوالے گر ہی پڑتے ہیں
یہ بھی لکھا مرے مقدر کا — حرف مطلب ہی کے بگڑتے ہیں
لے خدا حافظ اے شب فرقت — صبح سے پہلے ہم بچھڑتے ہیں
گالیاں دے رہا ہے وہ گلرو — واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
چلو جانیدو پھیر لو بوسہ — آپ ناحق ہی کیوں جھگڑتے ہیں
قتل ہے عید عاشقوں کو ترے — جان دینے کو ٹوٹے پڑتے ہیں

پھر کے آتے ہیں اس گلی سے جب ‌ ‌ ‌ آپ ہم اپنے پاؤں پڑتے ہیں
دیکھیں ہوتی ہے صلح کب انسے ‌ ‌ ‌ کب ہمارے نصیب لڑتے ہیں
جوش وحشت میں بھی ہے پابندی ‌ ‌ ‌ خار صحرا قدم پکڑتے ہیں
قصد کعبہ کا کیا کروں اے شیخ ‌ ‌ ‌ پاؤں رہ رہ کے الٹے پڑتے ہیں
سخت جاں تیرے ناتوانی میں ‌ ‌ ‌ روز کشتی قضا سے لڑتے ہیں
تیرے بازو پہ آفریں قاتل ‌ ‌ ‌ کس صفائی کے ہاتھ پڑتے ہیں
ذکر پر تیرے اے گل خوبی ‌ ‌ ‌ کان گلشن میں گل پکڑتے ہیں
تو ہے مسجود خلق گبر و شیخ ‌ ‌ ‌ تیرے در پر جبیں رگڑتے ہیں
تیرے کوچہ میں خاکسار عشق ‌ ‌ ‌ خاک ہوکر زمیں پکڑتے ہیں

۲۷۴	گھونٹ مے کے فراق ساقی میں عشق میرا گلا پکڑتے ہیں	۱۵

دل میں دیدے تمہارے پھرتے ہیں ‌ ‌ ‌ دشت میں یا چکارے پھرتے ہیں
روز گنتے ہیں وعدے کی گھڑیاں ‌ ‌ ‌ دیکھیں کب دن ہمارے پھرتے ہیں
بیٹھیں برگشتہ بخت گھر میں اگر ‌ ‌ ‌ در و دیوار سارے پھرتے ہیں
مرتے دم بھی ہماری آنکھوں میں ‌ ‌ ‌ وہی تیور تمہارے پھرتے ہیں
خانہ برباد کوچہ الفت ‌ ‌ ‌ در بدر مارے مارے پھرتے ہیں
دیکھیں آتی ہے کیا بلا ہم پر ‌ ‌ ‌ اب وہ گیسو سنوارے پھرتے ہیں
تیرے بیمار کا خدا حافظ ‌ ‌ ‌ مضطرب دوست سارے پھرتے ہیں
کام چلتا نہیں ہے آہ بغیر ‌ ‌ ‌ ہم عصے کے سہارے پھرتے ہیں
چشم گریاں میں ہے گذر انکا ‌ ‌ ‌ یا وہ دریا کنارے پھرتے ہیں

کر کے پہلو تہی وہ ہم سے آج ہے جوانی امنگ پر انکی نعش ابتک اٹھی نہیں میری کوئے جاناں بھی سیر کی ہے جگہ	کیا کنارے کنارے پھرتے ہیں سینہ ہر وقت ابھارے پھرتے ہیں سوگ وہ کیوں اتارے پھرتے ہیں کیا جواں پیارے پیارے پھرتے ہیں	
۲۷۴	اک برہمن نے آج ہم سے کہا عشق اب دن تمہارے پھرتے ہیں	۲۴

انہیں حلقے میں اپنے لیکے کیا اغیار بیٹھے ہیں
چمن میں پھولکو گھیرے ہوئے کچھ خار بیٹھے ہیں

ترے وحشی کے استقبال کو تیار بیٹھے ہیں
کمر باندھے ہوئے دامن سے سب کہسار بیٹھے ہیں

شب فرقت نہ آئے رشک کیوں اس بخت خفتہ پر
کہ وہ تو سو رہا ہے اور ہم بیدار بیٹھے ہیں

تمہارے روزن دیوار پر بھی ایک عالم ہے
لڑائے آنکھ اس سے طالب دیدار بیٹھے ہیں

رہا کرتے تھے مسجد میں جو محو سجدہ گردانی
وہ اب بت خانے میں پہنے ہوئے زنار بیٹھے ہیں

سنائی کس نے ان کو داستان شہرت یوسف
جو اس انداز سے آکر سر بازار بیٹھے ہیں

مٹا ہی چاہتا ہے عاشقوں کا نام دنیا سے
وہ سب کے قتل پر باندھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

تاسف خیز و حیرت ناک ہے کیا مرگ عاشق بھی
ادھر روتے ہیں وہ غمگیں ادھر اغیار بیٹھے ہیں

الٰہی موت ہی آ جائے کہیں کب تک یہ درد و غم
کہ ایسی زیست سے اب ہو کے ہم بیزار بیٹھے ہیں

مثال نقش پا مشکل ہی اٹھیں گے یہاں سے ہم
ترے کوچہ میں جم کر اسطرح اے یار بیٹھے ہیں

سوال بوسہ گیسو پہ کیا وہ ہمکا کے کہتے ہیں
اسی اک بات پر ہم سینکڑوں کو مار بیٹھے ہیں

قفس میں طائران زار کی حسرت کوئی دیکھے
لگا کر اپنی آنکھیں جانب گلزار بیٹھے ہیں

خدا کو مان دے کوئی پیالہ جلد صہبا کا
کہ کب سے منتظر ساقی ترے میخوار بیٹھے ہیں

مسیحا تو ہیں وہ لیکن نہیں کرتے علاج دل
اجل کے منتظر سب عشق کے بیمار بیٹھے ہیں

کہاں ہے ابر رحمت جلد آئے جھوم کر آئے
کہ اس کے منتظر عرصہ سے بادہ خوار بیٹھے ہیں

انہیں کے سر ہے سہرہ سر بلندی کا زیبا نہیں
جھکا کر سر جو مثل ابروئے خمدار بیٹھے ہیں

خدا محشر کے دن باآبرو ان کو اٹھائیگا
کہ رحمت پر بھروسا کر کے عصیاں کار بیٹھے ہیں

یہ مانگا کس نے بوسہ ابروئے خمدار و گیسو کا
جو دہ برہم ہیں اور کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

کہاں اٹھ سکتے ہیں وہ صورت طفل سر شک غم
جو تیری راہ میں با دیدۂ خونبار بیٹھے ہیں

وہ میرے گھر میں ہے اس پر بھی مجکو بد گمانی ہے
در دشمن پہ جا کر جو سگ دلدار بیٹھے ہیں

نہیں یہ داغ چیچک کے نشاں ہیں میرے بوسونکے
جو اک انداز سے ان کے سر رخسار بیٹھے ہیں

ترا جلوہ عجب ہے اے سراپا جلوۂ قدرت
کہ آنکھیں کھو کے سارے طالب دیدار بیٹھے ہیں

پیا کرتے ہیں خم کے خم ہی کہہ کہہ کے ساقی سے
ابھی اپنے میں ہیں ہم اور ابھی ہشیار بیٹھے ہیں

۲۷۵	یہ کوئے یار ہے اے عشق کعبہ ہے نہ بت خانہ ڈھیٹھی دیکر یہاں کیوں کافر و دیندار بیٹھے ہیں	۱۸

کیا پہنے گا چھڑے وہ مرا یار پاؤں میں
آنسو کی میرے قدر اگر ہوتی یار کو

اس شوخ نے لگائی ہے اس لطف سے حنا
تیرے لئے تو دیدہ و دل فرش راہ ہیں

دل ڈالئے گا لیکے دل خوں شدہ مرا
کھنچیں گے ہم نہ ہاتھ بتوں کی تلاش سے

ہو نازکی سے جسکو حنا بار پاؤں میں
آتے کبھی نہ یہ در شہوار پاؤں میں

پھولا ہوا ہے لالہ گلزار پاؤں میں
پھر کفش زرنگار ہے بیکار پاؤں میں

مہندی عبث لگاتے ہیں سرکار پاؤں میں
جبتک رہیگی طاقت رفتار پاؤں میں

دیکھے جو سر اٹھا کے تری منزل رفیع
یوں سر کے بل ادب سے سوئے کوئے یار چل
کافی ہے بند عشق ہی دیوانوں کو ترے
کیا پوچھتے ہو وادیٔ وحشت کی کاوشیں
دشت جنوں میں پاؤں نہیں سو نیکے کبھی
میرا وہ دست شوق سمجھ کر الجھ پڑا
دشت جنوں میں خونکے دریا جو بہہ گئے
جائینگے سر سے چلکے سوئے کوئے یار ہم
پرسان حال وادیٔ غربت میں گر ملے
وحشت میں لٹ پٹا کے نہیں گرنیوالے ہم
دست جنوں میں ہونگے جو مجروح خونچکاں

آجائے چرخ پیر کی دستار پاؤں میں
ایدل نہ آئے سایہ دیوار پاؤں میں
زنجیر اے پری نہیں درکار پاؤں میں
نکلا وہ سر سے چبھ گیا جو خار پاؤں میں
ہر آبلہ ہے دیدۂ بیدار پاؤں میں
آیا کبھی جو دامن دلدار پاؤں میں
تھے آبلے کہ دیدۂ خونبار پاؤں میں
کیا غم نہیں جو طاقت رفتار پاؤں میں
پیدا کرے زبان سر ہر خار پاؤں میں
سو بار آئے دامن کہسار پاؤں میں
باندھونگا پیٹکے دامن کہسار پاؤں میں

۲۷۶	دیوانہ ایک طفل برہمن کا ہوں میں عشق بیڑی کے بدلے چاہیئے زنار پاؤں میں	۱۷

تیرے وعدے کا ہو یقین نہ کہیں
ٹپکتا ہے انکی چتون سے
رنگ لائے نہ رنج دشمن کا
دیکھکر اسنے میرے دل کو کہا
جان کسطرح دینگے یارب ہم
دم مردن یہ خوف ہے مجکو
کہہ رہا ہے پتے کی جو تم سے

حشر ڈھائے دلحزیں نہ کہیں
کہ لڑی ہے نظر کہیں نہ کہیں
شاد ہونا دل حزیں نہ کہیں
کھا گیا چوٹ یہ کہیں نہ کہیں
گھر ملیگا کوئی حسیں نہ کہیں
آسماں ہو تہ زمیں نہ کہیں
وہ ہمارا ہو ہمنشیں نہ کہیں

دل چرا کر مرا وہ کہتے ہیں
ظلم پیشہ فلک کے پردے میں
بے سبب زلف وہ نہیں برہم
آرزوئیں میری زبانی بھی
بات کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
دیکھکر تجھکو روز حشر کہا
خاک سے میری الفلک بجیو
ضعف میں بھی ملا نہ چین تجھے

بھول آئے ہو تم کہیں نہ کہیں
تیرے کوچہ کی ہو زمیں نہ کہیں
دل آشفتہ ہو یہیں نہ کہیں
انسے لے نامہ بر کہیں نہ کہیں
حرف رکھے وہ نکتہ چیں نہ کہیں
اسکو دیکھا تو ہے کہیں نہ کہیں
تجھکو کہا جائے یہ زمیں نہ کہیں
درد اٹھتا رہا کہیں نہ کہیں

۲۷۷	عشق دور بتاں ہے ڈرتا ہوں شیخ کھو بیٹھے اپنا دین نہ کہیں	۱۹

ایجاد طرز جور کی کچھ خوبیاں نہیں
ہے جائے شکر شکوہ جور بتاں نہیں
بیداد یار میں تو ہے اک گونہ لطف بھی
معدوم و بے نشاں نکر اے ضعف اسقدر
نالوں سے آسمان زمین کو شب فراق
ارشاد ہو تو قصہ درد جگر کہوں
انکار صاف ہے نہ کوئی وعدہ استوار
گو میں وفا پرست محبت سرشت ہوں
حیران ہوں کہ پیشکش یار کیا کروں
تلوار قتل کے قابل بھی رہ گیا

یوں تو جفائیں کر شکوہ کیا آسماں نہیں
اے عشق مجھمیں طاقت آہ و فغاں نہیں
یا رب تحمل ستم آسماں نہیں
کچھ میں کمر کسی کی کسیکا دہاں نہیں
سر پر اٹھا نہ لوں تو ترا ناتواں نہیں
مجھکو تو یاد اور کوئی داستاں نہیں
سنتے ہیں ایک عمر سے ہم انکی ہاں نہیں
لیکن یقین تجھکو بھی بے امتحاں نہیں
قابو میں دل نہیں ہے قبضے میں جاں نہیں
مجھ ناتواں میں دم ہی دم امتحاں نہیں

چپ لگ گئی ہے مجکو دم عرض مدعا — گویا میں بے زباں ہوں دہن میں زباں نہیں

نالوں سے کچھ رہا تو سہی دل کا مشغلہ — اب کیا کروں کہ طاقت آہ و فغاں نہیں

تیری ہی سب کو ہے صف محشر میں جستجو — کیسی قیامت آئی کہ تو درمیاں نہیں

سنتے ہو پھر خواب نہ آرام پاؤ گے — افسانہ میرے درد کا ہے داستاں نہیں

۲۷۸	کس کو سناؤں درد جگر ماجرائے دل اے عشق کوئی محرم راز نہاں نہیں	۲۰

مرض عشق کی دوا ہی نہیں — اس سے جانبر کوئی ہوا ہی نہیں

اس ستم کیش سے خدا سمجھے — پر دغا ہی ہے بیوفا ہی نہیں

کیا نہیں دل لگا کے اے واعظ — تیری باتوں میں کچھ مزا ہی نہیں

باعث صد ہزار آفت ہے — عمر دو روزہ بیوفا ہی نہیں

چارہ گر آ کے کیا بنا لے گا — حال مجہ میں تو کچھ رہا ہی نہیں

ابتدا ہے وہ میرے قصہ کی — جسکی کچھ حد کچھ انتہا ہی نہیں

لذت مرگ کی ہے دلکو تلاش — کیا کرے زیست میں مزا ہی نہیں

باغ جنت سے خاک ہو تفریح — کوچہ یار کی ہوا ہی نہیں

بزم جاناں میں کھو گیا ایسا — مجکو دل کا پتا لگا ہی نہیں

نہیں ہیں وہ عدو کے آئے تھے — ہمنے صد شکر کچھ کہا ہی نہیں

وہ سوال وصال پر بولے — کیا کہا ہم نے کچھ سنا ہی نہیں

ہے جو رونا تو اپنی قسمت کا — آپ سے ہمکو کچھ گلا ہی نہیں

آہ و فریاد و نالہ و شیون — بے اثر سب ہیں کچھ دعا ہی نہیں

ان سے کیا بخشوائیں وقت اخیر — ہمنے تو کچھ کہا سنا ہی نہیں

ہم ستم کو کرم سمجھتے ہیں — آپ کی تو جفا جفا ہی نہیں
ہے وہ منزل جہاں دو روزہ — جسمیں ٹک کر کوئی رہا ہی نہیں
جان کیا خاک ہم قضا کو دیں — اسمیں ظالم تری ادا ہی نہیں
سن کے بولے وہ داستان دل — ایسا قصہ کبھی سنا ہی نہیں
صبر وہ کام ہے محبت میں — جو کسی سے کبھی ہوا ہی نہیں

۲۷۹	عشق کیا چاہیں اب حسینوں کو وہ زمانہ وہ دل رہا ہی نہیں	۲۲

کچھ خوشامد کی احتیاج نہیں — انکا اس طرحکا مزاج نہیں
فخر کی چیز تخت و تاج نہیں — رہنے والا کسی کا راج نہیں
یوں نہیں کہتے ہو روز آج نہیں — بات کی اپنے تم کو لاج نہیں
وصل ہی ہے دوائے درد ہجر — تم نہ مانو تو پھر علاج نہیں
ہے زمین شعر کی مثال فلک — اس سے لیتا کوئی خراج نہیں
کس نے آکر مزاج پرسی کی — ملتا بیمار کا مزاج نہیں
آجکی بات کو نہ کل پہ رکھ — کل جو عالم میں تھا وہ آج نہیں
ہم کہاں اور جوش عشق کہاں — وہ طبیعت نہیں مزاج نہیں
مجکو جب دیکھتے ہیں کہتے ہیں — اسکو کیا کوئی کام کاج نہیں
باتوں باتوں میں روٹھ جاتے ہو — کوئی تم سا بھی بدمزاج نہیں
کل کہا تھا کہ رکھو کل پہ وصل — آج پوچھا تو بولے آج نہیں
دوست جسکے ہیں آپ عالم میں — اسکو دشمن کی احتیاج نہیں
چٹکیاں لے رہا ہے درد عشق — بے سبب دلکا اختلاج نہیں

نہیں دنیا میں کوئی ایسا شہر
نازنینوں کا جسمیں راج نہیں

راہ ملک عدم ہے سیدہی صاف
اسمیں رہبر کی احتیاج نہیں

آب و روغن ہیں دل عزیزوں کے
نام کو انمیں امتزاج نہیں

دانا بینا ہے کارساز جہاں
کہئے سننے کی احتیاج نہیں

بوریا بس ہے ہم فقیروں کو
حسرت تخت سیم و عاج نہیں

عشق کے داغ ہو گئے بیکار
ایسے سکوں کا اب رواج نہیں

ہوتے آئے ہیں خوبرو جلاد
نئی عادت نیا رواج نہیں

آپ لیجائیے ہمارا دل
اب ہمیں اسکی احتیاج نہیں

۲۷	فضل مولا اگر ہوا اسے عشق کچھ بڑی میری احتیاج نہیں	۲۸۰

بھولے بھالے بھی ہیں نادان بھی کم سن ہی نہیں
شوخیاں آئیں کہاں سے وہ ابھی دن ہی نہیں

تیری فرقت میں ملے چین یہ ممکن ہی نہیں
رات بھی ایک قیامت ہے فقط دن ہی نہیں

کیوں طرفدار ہے دزدیدہ نگاہی کی وہ آنکھ
ہم تو سنتے تھے کوئی چور کا ضامن ہی نہیں

بے خود عشق ہوں خود مجکو نہیں اپنی خبر
بے خبر حال سے میرے بت کم سن ہی نہیں

صبح ہونے کی نہیں اپنی شب غم ہرگز
ہم سیہ بختوں کے تقدیر میں تو دن ہی نہیں

سب مسافر ہیں پس و پیش چلے جائیں گے
کوئی اس عالم ایجاد کا ساکن ہی نہیں

مل کے اس سیم سے ہم وہ ہی منائیں گے خوشی
صاحبو عید ہے اپنی بھی بڑا دن ہی نہیں

دے کوئی بوسۂ ابرو کہ صدا پیدا ہو
کیسی محراب جہاں صورت موذن ہی نہیں

دل سی شئے دیدی اسے جسکو نہ پہچانتے تھے
اور جس کا کوئی شاہد کوئی ضامن ہی نہیں

آج پیدا ہوں اگر اگلے زمانے والے
ہم مسلمانوں کو کہنے لگیں مومن ہی نہیں

تیرے عاشق کو جو آرام ملے کوئی گھڑی
ایسی رات ایسا زمانے میں کوئی دن ہی نہیں

یوں جو مضطر ہوں مری بخت کی تحریر میں لا کیا
حرف سب ہیں متحرک کوئی ساکن ہی نہیں

حیا ہیں کیا اس بت کم سن کو حجاب آتا ہے
وہ زمانہ نہیں وہ دن ہی نہیں سن ہی نہیں

یوں تو یوں ہی سہی اب مر کے ہی ہم دیکھیں گے
جیتے جی وصل تو اس حور کا ممکن ہی نہیں

بے گناہی نے کہیں کا نہیں رکھا یا رب
میں وہ مجرم ہوں کہ میرا کوئی ضامن ہی نہیں

میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں
کوئی بے آئی مرے یہ کبھی ممکن ہی نہیں

تیرا کہنا مرے سر آنکھوں پہ ناصح لیکن
دل نہ دوں اس بت کافر کو یہ ممکن ہی نہیں

آج اے شام غریبی ترا مہمان ہوں میں
دور منزل ہے ابھی اور یہاں دن ہی نہیں

منت خلق سے اللہ نے بچایا مجھکو
اس کا احسان ہے کہ میرا کوئی محسن ہی نہیں

دل گم گشتہ کا سینے میں پتا خاک ملے
کوئی اس اجڑے ہوئے شہر میں ساکن ہی نہیں

وہ شب وصل بھی بوسوں کی طلب پہ بولے
یہ کبھی ہو نہیں سکنے کا یہ ممکن ہی نہیں

تیری سرکار سے معقول ملے اس کو سزا
دل بھی اے عشق ہے مجرم مرا ضامن ہی نہیں

مہر لوسہ کی طلب پہ ہے خموشی ان کی
کاش اتنا ہی وہ فرمادیں یہ ممکن ہی نہیں

زندگی کس کی بھروسا نفس چند کا کیا
ہیں یہ کس گنتی میں اے دل تو انہیں گن ہی نہیں

نالہ مرغ بھی ہے صور قیامت شب وصل
حشر انگیز فقط بانگ موذن ہی نہیں

ظرف ہر رند کا پہچان لیا کرتا ہے
بڑھ کے ساقی سے کوئی صاحب باطن ہی نہیں

۲۸۱	الفت پنجتن پاک ہے رکن ایمان جس کے دل میں یہ نہیں عشق وہ مومن ہی نہیں	۲۳

ہر چند شمع دیر و چراغ حرم نہیں
داغ جگر بھی طور کے شعلے سے کم نہیں

دین جان جو دوا ہے وہ بیمار ہم نہیں
عیسیٰ کے خواستگار مریضان غم نہیں

اے بیوفا جو لایق لطف و کرم نہیں
کیا تیرے ظلم و جور کے قابل بھی ہم نہیں

کہتے ہیں بسملان تغافل میں دم نہیں
ترک ستم سے بڑھکے تمہارا ستم نہیں

معشوق کیا جو مائل جور و ستم نہیں
گر یہ نہیں تو عاشق صادق بھی ہم نہیں

منہ پھیر لیں جو آپ سے عاشق وہ ہم نہیں
بنجائے جان پر بھی تو کچھ رنج و غم نہیں

سودائے زلف باعث رنج و الم نہیں
اب وہ خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں

درکار ہو جو مجکو وہ دے بے طلب مجھے
یارب ملے جو بعد طلب وہ کرم نہیں

دشمن ہیں مجھ میں صلح کی کوشش فضول ہے
یہ دوستی تمہاری عداوت سے کم نہیں

سنتا ہوں مثل سایہ عدو بھی ہے ساتھ ساتھ
آنا کسی کا حشر کے آنے سے کم نہیں

آسائشیں اسی کیلئے ہیں جہان میں
جس شخص کو نشاط و غم بیش و کم نہیں

ظالم گلا نہ گھونٹ خدا کے لئے مرا
خود مجھ میں تاب شکوۂ جور و ستم نہیں

بے یار بزم عیش بھی ہے محفل عزا
ہر عید کا مہینا محرم سے کم نہیں

بیٹھا ہوں جب سے کوئے جانانہ میں معتکف
کچھ بھی خیال کعبہ و بیت الصنم نہیں

ٹھکرا کے میری نعش کو اے بدگماں نہ دیکھ
کیا خاک دم چراؤنگا مجھ میں تو دم نہیں

محتاج سے بھی بڑھکے ہیں محتاج مالدار
دولت اگر ہے پاس تو دست کرم نہیں

رندوں کو کیوں ڈراتا ہے واعظ عذاب سے
کیا عام اسکا فضل نہیں کیا کرم نہیں

اس سرو قد کے عشق نے سیدھا ہی کر دیا
اب دود آہ میں بھی ذرا پیچ و خم نہیں

کیا اوس پڑ گئی ہے چمن پر یہ اے خزاں
پھولوں میں تازگی نہیں تھالوں میں نم نہیں

کچھ حال درد دلکا خدا کے لئے نہ پوچھ
اے میر سحبان لایق شرح و رقم نہیں

کہا لے خوشی سے جس کو سر بزم ہر عدو
گالی تمہاری کچھ مرے سر کی قسم نہیں

شیشہ پہ سرکشی کا پڑا ہے مگر وبال
بیوجہ آگئے جسام کے سر اسکا خم نہیں

۲۸۲

ہیں جتنے داغ سینہ سوزاں میں میرے عشق
قارون کے بھی خزانے میں اتنے درم نہیں

۲۴

کوچہ تمہارا گنج شہیداں سے کم نہیں
مدفن ہیں پائمالوں کے نقش قدم نہیں

آرام ایک لحظہ قرار ایک دم نہیں
جینا شب فراق کا مرنیسے کم نہیں

پرواہ ہست و نیست خدا کی قسم نہیں
آنیکی کچھ خوشی نہیں جانیکا غم نہیں

وہ اگلے تم نہیں رہے یا اب وہ ہم نہیں
کیوں شفقت و عنایت و لطف و کرم نہیں

بت کا جہاں نشاں نہیں وہ حرم نہیں
جسمیں نہ تجھسا بت ہو وہ بیت الصنم نہیں

کیونکر کہوں تحمل جور و ستم نہیں
بیداد یار سے تو تغافل بھی کم نہیں

پروا کسیکی مجکو خدا کی قسم نہیں
جینے کی آرزو نہیں مرنے کا غم نہیں

اس دیر بے ثبات میں ہو جسکو کچھ ثبات
ایسی کوئی خوشی نہیں اور ایسا غم نہیں

تمنے بھی کچھ سنا کہ عدو کہہ رہا ہے کیا
دل کی سلامتی ہے تو معشوق کم نہیں

جو مٹ نہ جائے نقش قدم کی طرح سے صاف
ہرگز وہ راہ عشق میں ثابت قدم نہیں

کہتے ہیں دیکھکر ترے بیمار کو طبیب
کیا نبض دیکھئے کہ ذرا اسمیں دم نہیں

اے بدگماں کہو تو زبان رکھ دیں کاٹ کر
شکوہ کریں جو تیرے ستم کا وہ ہم نہیں

اے اشک و آہ کوشش بیجا سے کیا حصول
کہلی ہے جو کسی پہ وہ اپنا بہرم نہیں

ہو وجہ اجتناب ہے زاہد کو اس قدر
جسکو شراب کہتے ہیں وہ کوئی سم نہیں

کیا سوز عشق سے ترا پیکاں جل گیا
کیوں سینہ میں وہ اب خلش دمبدم نہیں

بیٹھے ہو سوگوار دلم کیصورت بنائے تم
کیونکر کہوں کہ غیر کے مرنیکا غم نہیں

روز فراق کا تو ہے کھٹکا لگا ہوا
کہتا ہے کون وصل میں رنج والم نہیں

عزت ہماری داور محشر ہے تیرے ہاتھ
ابتک کہلا کسی پہ ہمارا بہرم نہیں

توبہ جو ٹوٹے ٹوٹنے دے پی بھی جا شراب
اے شیخ یہ مغاں کے تو سر کی قسم نہیں

کیا جانے درد عشق کو کیا روگ ہو گیا
اب دل میں وہ خلش نہیں آنکھوں میں نم نہیں

تقدیر کے لکھے کو مٹاتے ہزار بار
کیا کیجئے کہ قبضہ میں لوح و قلم نہیں

پیمان عشق ہمسے نہ ٹوٹے گا زینہار
یہ کچھ تمہارا عہد تمہاری قسم نہیں

میرے دل شکستہ کی کیا اس کو قدر ہو
آئینہ سکندری و جام جم نہیں

۲۸۳	بے دیکھے بھالے دیدیں جو اس بت کو دل ابھی اے عشق اپنی جان کے دشمن تو ہم نہیں	۱۵

بات پیدا کی اگر وصف دہن کی فکر میں
نقص پیدا ہو گیا اہل سخن کی فکر میں

تیرے آنیکی مگر پہنچی ہے اڑتی سی خبر
ہے صبا آرائش صحن چمن کی فکر میں

آسمان سے ڈہونڈ کر لاتا ہوں مضمون بلند
سر بزانو بیٹھتا ہوں جب سخن کی فکر میں

میرے مرنیکی تو کچھ پروا نہیں احباب کو
گور کی تجویز میں ہیں سب کفن کی فکر میں

چین سے رہنے نہیں دیتا وطن میں آسماں
دیکھئے جسکو وہ ہے ترک وطن کی فکر میں

اپنے دامن سے ذرا سفاک تو ہشیار رہ
جان کشتوں کی نہ پڑ جائے کفن کی فکر میں

عشق شیریں بس تہا اسکی جان لینے کیلئے
تہا عبث پرویز قتل کوہکن کی فکر میں

بے سروسامانی ایسی ہی رہی تو ایکدن — جان میری جائیگی گور و کفن کی فکر میں

خانماں برباد ہو صیاد کا پھرتا ہے یہ — خانہ بربادی مرغان چمن کی فکر میں

بیخودی تو دیکھئے دشمن کے گھر دوڑا گیا — وعدہ کی شب باعث دیر آمدن کی فکر میں

یاالٰہی خیر ہو یہ نالہائے دل ہیں آج — انہدام گنبد چرخ کہن کی فکر میں

معرفت کی مجھپہ ساری کھل گئیں باریکیاں — ہو گیا بیخود جو ترک ما و من کی فکر میں

کیا نمک بھی زخم دل ملتا نہیں تجکو کہیں — بے مزہ ہے کسلئے مشک ختن کی فکر میں

زلف پیچاں مرقد بالا کا عاشق جانکر — ہیں پئے تعزیر وہ دار و رسن کی فکر میں

٢٨٧	شیخ جی کے زہد پر اے عشق پتھر پڑ گئے رہتے ہیں دن رات طفل برہمن کی فکر میں	١٨

نہ وہ ہیں میرے قابو میں نہ میرا دل مرے بسمیں — مگر دونو نکے دونوں ہو گئے ہیں ایک آپسمیں

برہمن و شیخ سے لڑ لڑکے مرجاتے سب آپسمیں — اگر ہوتا کوئی بت تیری صورتکا بنارسمیں

نہ ہے وہ دوستی باہم نہ ہے وہ ربط آپسمیں — اٹھادیں دوستوں نے اب ملاقاتوں کی سب رسمیں

یہ جھگڑا ہے محبت کا نہ بولے بیچمیں کوئی — ہمارا فیصلہ ہم آپ ہی کر لینگے آپس میں

بتادے ایفلک روز ازل سے آجتک تو نے — کبھی معشوق و عاشق کو ملایا بھی ہے آپسمیں

پھنسا ہوں جس بلا میں میں اسی آفت میں وہ بھی ہیں — کہ دل میرا ہے انکے بسمیں انکا غیر کے بسمیں

تری تصویر بھجوا دوں اگر میں اے بت کافر — نیا اک اور بتخانہ بنے شہر بنارس میں

خدا جانے برا ٹھہرا دیا کیوں اسکو واعظ نے — برائی کچھ نظر آتی نہیں انگور کے رسمیں

زمیں پر خاکساران محبت کیوں پڑے رہتے — اگر تاثیر ہوتی نالہائے آسمان رسمیں

یہاں ذلت ہے عزت اور رسوائی بھی شہرت ہے — نرالی ہیں زمانے سے دیار عشق کی رسمیں

تن کاہیدہ کو میرے دل سوزاں نے یوں پھونکا — لگادے جسطرح سے آگ کوئی خار میں خسمیں

نہیں غم سر کے کٹنے کا مگر یہ فکر رہتی ہے	کہ وہ سفاک جھوٹی کس کے سر کی کھائیگا قسمیں
یہ ظالم جھینپتے ہیں اپنا کلیجہ تھام کر روتے	اگر تاثیر ہوتی نالہ و فریاد بیکس میں
حرارت عشق کی رکھتا ہے میرا جسم کا سیدہ	نہاں ہے آتش سوزندہ پتھر کی طرح خس میں
اگر نعش مریض ہجر پر آئے وہ عیسیٰ دم	ابھی جنبش ہو پیدا نبض میں گرمی ہو ملمس میں
مری آہ شرر افشاں نے کس کس طرح ڈالے ہیں	نئے گل بوٹے دامان قبا کے چرخ اطلس میں
کوئی وعدہ وفا ہوتا نظر آیا نہ اک دن بھی	ادھر ہم دھو کے کھاتے ہیں ادھر کھاتے ہیں وہ قسمیں

۲۸۵	خدا جانے مسلماں ہے کہ کافر عشق آوارہ کبھی بتخانہ میں ہے وہ کبھی بیت المقدس میں	۱۸

تمہارے وصل کے پیاسے ہوں کیا سیراب دریا میں
تڑپتے ہیں برنگ ماہیٔ بے آب دریا میں

بجوش گریہ میری آنکھ کو وہ دیکھ کر بولے
بعینہ اک کنول کا ہے گل شاداب دریا میں

جو ڈالے عکس اپنے روئے روشن کا وہ مہ پارہ
بنے ہر فلس ماہی مہر عالمتاب دریا میں

جو برسے ابر نیساں سے شراب لالہ گوں ساقی
تو پیدا ہوں گہر ہمرنگ لعل ناب دریا میں

کھلے بندوں وہ ہم پہلو مرے تیرا کئے دن بھر
ہوا تقدیر کی یاری کا فتح الباب دریا میں

دل بیتاب کو تسکیں نہ ہوگی سیر دریا سے
کہاں کی آگ ٹھہرے گا نہ یہ سیماب دریا میں

اگر نسبت در دندان جاناں سے نہ دیتے ہم
در شہوار کب پاتے یہ آب و تاب دریا میں

اگر ہو قدرداں انمول ہے ہر اشک کا قطرہ
کہاں ہوتے ہیں ایسے گوہر خوش آب دریا میں

اثر بخشے جو آہ سرد میری اے بت کافر
بنے اک سخت پتھر صورت یخ آب دریا میں

عرق آلودہ رخ پر تیرے حلقہ زلف پیچاں کا
وہاں آشنا ہے صورت گرداب دریا میں

دکھا اے ساقی عالی ہمم دریا دلی اپنی
پلا دے مجکو آج اتنی ہو جتنا آب دریا میں

بچی اک روح تو مر مر کے اس گرداب ہستی سے
ولیکن رہ گیا سب ساتھ کا اسباب دریا میں

تری صید افگنی کا بحر و بر میں ایک چرچا ہے
ہرن صحرا میں ہیں اور مچھلیاں بیتاب دریا میں

عرق آلودہ گرمی سے ہوا جب عارض جاناں
تو ہم سمجھے کہ ڈوبا مہر عالمتاب دریا میں

نشے میں بھی عجب مضمون رنگین ساقیا سوجھا
حباب جام مے ہے یا کوئی سرخاب دریا میں

تماشا ہے عرق آلودہ رخ پر تیرے افشاں سے
نظر آتے ہیں گویا کرمک شب تاب دریا میں

نہیں بے وجہ رنگ شاخ مرجاں سرخ مثل خوں
مگر رویا ہے کوئی خستہ دل خوناب دریا میں

۴۴	کیا کرتے ہیں دعوائے سخن لے عشق مدت سے کہاں ہیں کہہ کے لائیں تو غزل احباب دریا میں	۲۸۶

نئی سج دھج نرالے ڈھنگ ہیں بن ٹھنکے بیٹھے ہیں
کوئی دیکھے تو کس انداز سے وہ تنکے بیٹھے ہیں

جبیں ہے پُرشکن ابرو پہ بل ہیں تنکے بیٹھے ہیں
سمجھ کر غصے میں کوئی ڈرے یوں بن کے بیٹھے ہیں

کہاں ڈہونڈوں کدہر ڈہونڈوں لگے کیونکر پتا اسکا
چراکر دل مرا انجان وہ تو بن کے بیٹھے ہیں

تلون انمیں ایسا ہے طبیعت انکی ایسی ہے
ذرا میں روٹھ کر اٹھے ذرا میں منکے بیٹھے ہیں

تماشا زیر غرفہ دیکھئے نظارہ بازوں کا
ہزاروں منتظر اک آپ کے درشن کے بیٹھے ہیں

ہدف دل ہے نشانہ سینہ ہے آماج پہلو ہے
انہیں پر تیر سارے آپکے چتون کے بیٹھے ہیں

خدا جانے لگائی ہے یہ کس نے آگ جا جا کر
جو وہ یوں آج غصہ سے بہولا بنکے بیٹھے ہیں

سبک ہیں ہرزہ گردی سے زمانے میں ہمیں ورنہ
جگہ پر اپنی جو بیٹھے ہیں لاکھوں منکے بیٹھے ہیں

عدو تو بے وفا نکلا بوقت امتحاں اب وہ
نہیں معلوم کس کے بل پہ ہمسے تنکے بیٹھے ہیں

نکال ایدل نہ ذکر غیر پھر وہ روٹھ جائیں گے
ابھی ان کو منایا ہے ابھی تو منکے بیٹھے ہیں

ٹھکانا وحشیوں کا اور عالم میں نہیں کوئی
فقط اسے وحشت سایہ میں مرے دامنکے بیٹھے ہیں

نظر آتے نہیں اور ونکو دیکھے جاتے ہیں سب کو
کچھ اس انداز سے وہ متصل چلمن کے بیٹھے ہیں

خوشی کیسی ہوا ہے ایک تازہ اور غم مجکو
سنا ہے جب سے یہ وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

شعاع حسن کا عالم نظر آتا ہے کچھ ایسا
نہیں کھلتا ادہر یا وہ اودہر چلمن کے بیٹھے ہیں

پرستش میں بتونکی عمر ساری جنکی گذری ہے
خدا کی شان وہ اللہ والے بن کے بیٹھے ہیں

نظر آتے نہیں منزل قدم اٹھیں تو کیا اٹھیں
بلا سے خضر گر رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نرالا پاس الفت ہے یہ طرفہ رسم یاری ہے
مرا دل لیکے بھی پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

ہوا کرتی ہیں باتیں راز کی اس طرح در پردہ
کھڑے ہیں اسطرف ہم وہ ادہر چلمن کے بیٹھے ہیں

تمہیں کل تک بھی کچھ آتا نہ تھا اللہ کی قدرت
وہی استاد بنکر آج ہر ایک فن کے بیٹھے ہیں

نہاں یہ داغ ہائے مہر و الفت اے مہ خوبی
کلیجے پر مرے سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں

نہ یہ وقت عیادت ہے نہ وقت دم شماری ہے
وہ کیوں آکر سرہانے اب مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

اٹھیں گے مٹ کے کوچہ سے تمہارے ناتوان عشق
یہ سمجھو تم انہیں نقش قدم ہی بنکے بیٹھے ہیں

چھڑاؤں خاک ایدل خار ہائے دشت وحشت کو
گریباں گیر ہوکر یہ مرے دامن کے بیٹھے ہیں

۲۸۷	سلامت ہے جو دل لاکھوں حسین ہیں عشق عالم میں کوئی پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں	۱۶

تو ایک ہے اے شوخ اگر جور و جفا میں
کچھ لطف نہیں نالہ و فریاد و بکا میں
مدہوش بنا دیتی ہے عشاق کے دلکو
بیداد ہی اے بانی بیداد کئے جا
ایک ایک سے بڑھ چڑھکے زمانہ میں حسین ہے
ہوتا جو حسین تو بھی تو ہم شکوہ نکرتے
دل دے ہی چکا جان بھی دینے کو ہوں حاضر
پائینگے مزہ خوب وہ دل اس سے لگا کر

ثانی نہیں میرا بھی کوئی مہر و وفا میں
اے عشق مزا ہے تو ہے تسلیم و رضا میں
کیا نشہ ہے ساقی تری مستانہ ادا میں
آتا ہے مزا مجکو ترے جور و جفا میں
انداز میں غمزے میں کرشمے میں ادا میں
اے چرخ نہیں لطف تری جور و جفا میں
کیوں ابتو نہیں آپکو شک میری وفا میں
وہ جیسے ہیں ویسا ہی عدو بھی ہے دغا میں

رہ رہکے اٹھا کرتی ہیں وہ نیچی نگاہیں
اک چھیڑ چلی جاتی ہے شوخی میں حیا میں

بیمار محبت کیلئے دونوں ہیں بیکار
کچھ نفع دعا میں ہے نہ تاثیر دوا میں

ڈہاتی ہیں تری نیچی نگاہیں بھی قیامت
شوخی سے شرارت ہے سوا شرم و حیا میں

جھپتے ہیں وہ کیا کیا جو کہا اسنے شب وصل
کیوں آپکو شک اب بھی ہے تاثیر دعا میں

بیمار محبت کی دوا ہے تو یہی ہے
وہ آئیں تو پھر دیر نہیں اپنی شفا میں

شوخی کی شرارت سے رہیں آپ خبردار
لگ جائے کہیں آگ نہ دامان حیا میں

کرتے ہیں لب عجز بھی اعجاز کہ ہر بات
مقبول ہوا کرتی ہے درگاہ خدا میں

۲۸۸	کیوں مانگنے میں تجکو پس و پیش ہے اے عشق ہے کونسی شے جو نہیں درگاہ خدا میں	۱۷

لاکھ سودے ایک سر ہم کیا کریں
اسپہ فکر ہر دو عالم کیا کریں

کوئی مرجائے تو ماتم کیا کریں
ہم بھی مرنیوالے ہیں غم کیا کریں

کہتے ہیں وہ سن کے میرا حال بد
مر رہا ہے کوئی تو ہم کیا کریں

آستان یار تو کعبہ نہیں
سر پئے تعظیم ہم خم کیا کریں

لیجئے دیتے ہیں اک بوسہ پہ دل
اور قیمت اس سے بھی کم کیا کریں

ہیں شریک درد دل فریاد و آہ
دیکھئے یہ مل کے باہم کیا کریں

غم نے تو چھوڑا انہیں اک قطرہ خون
وقت شادی چشم پرنم کیا کریں

چارہ درد جگر ممکن نہیں
بن گئی ہے دم پہ ہمدم کیا کریں

دوست اپنا دوست دشمن کا بھی ہے
راز دل سے اس کو محرم کیا کریں

بادہ مستی فزا سے ہی تھی
لیکے تیرا جام اے جم کیا کریں

تند خوئی یار کی معلوم ہے
چھیڑ کر ہم اور برہم کیا کریں

تو کسی کی ماننے والا نہیں
مر بھی اے کمبخت دل ہم کیا کریں

میرے مرنے سے ہیں سب اغیار خوش
اس مسرت میں وہ ماتم کیا کریں

عمر ساری کم ہے اس غم کے لئے
سال میں دس دن محرم کیا کریں

بن گئی ہے خود ہماری جان پر
اے دل شیدا ترا غم کیا کریں

میٹھی باتوں سے وہ لیں گے میری جان
گر گڑ سے نکلے کام تو سم کیا کریں

۲۸۹

ہو گیا ہوتا تھا جو تقدیر میں
عشق اب وہ کیا کریں ہم کیا کریں

۱۹

شکوہ رنج و مصیبت میں کروں تو کیا کروں
یہ نہیں شرط محبت میں کروں تو کیا کروں

انکو دل دینے میں حجت میں کروں تو کیا کروں
ہوتی ہے مانع مروت میں کروں تو کیا کروں

اچھی صورت ہے قیامت میں کروں تو کیا کروں
آ ہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں

چارہ درد محبت میں کروں تو کیا کروں
خود بگڑ جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں

مانتا ہی ہے کسکی یہ دل دیوانہ کچھ
ایسے خودسر کو نصیحت میں کروں تو کیا کروں

دوستی میں دشمنی جو بے وفا کرتا رہا
اس سے پھر صاحب سلامت میں کروں تو کیا کروں

کی ہے توبہ یوں تو لیکن دیکھتے ہی جام مے
خود مچل جاتی ہے نیت میں کروں تو کیا کروں

وہ حسین ہے ہوتے ہیں سارے حسین بیداد گر
ظلم کی پھر کچھ شکایت میں کروں تو کیا کروں

شکوہ بیداد پر اسنے کہا تو یہ کہا
ہے عداوت ترک عادت میں کروں تو کیا کروں

چار دن کی زندگی ہے ہر طرح کٹ جائیگی
آرزوئے جاہ و دولت میں کروں تو کیا کروں

آپکے کہنے سے واعظ یہ نہ چھوٹیگی کبھی
میکشی کی ہے بری لت میں کروں تو کیا کروں

وعدہ وہ کرنے نہ پائے تھے کہ تڑکا ہو گیا
آ گئی صبح قیامت میں کروں تو کیا کروں

سنکے دم بھر کا مجھے مہمان اسنے یہ کہا
ایسے کی جا کر عیادت میں کروں تو کیا کروں

اے دل ناداں نتیجہ عشق کا اچھا نہیں
منہ سے کچھ کہتے نہیں کانوں سے کچھ سنتے نہیں
کی بہت کوشش مگر نکلا نہ کوئی کام دل
ڈھونڈھتی ہیں اسکو آنکھیں چاہتا ہے جسکو دل
بے نیازی شان ہے اللہ کی کہتے ہیں سب

آگئی ہے تیری شامت میں کروں تو کیا کروں
ان بتوں سے عرض حاجت میں کروں تو کیا کروں
ہے بری کمبخت قسمت میں کروں تو کیا کروں
لیکے یارب جو جنت میں کروں تو کیا کروں
حضرت زاہد عبادت میں کروں تو کیا کروں

۲۹۰

کہتے ہیں اللہ کو اے عشق ہے مرغوب حسن
اب حسینوں کی شکایت میں کروں تو کیا کروں

۴۲

بہ چشم باطن سے ہم دیکھتے ہیں
صنم کو ہم دیکھتے ہیں
گوارا نہیں اور بھی کوئی دیکھے
وہ خط لکھتے ہیں تو مطلب پہلے
چرائیگا کیا کوئی دم قتل ہو کر
جگر میں کلیجے میں آنکھوں میں دل میں
ہماری نگاہوں سے پوچھے اپنا عالم
نہیں قدر جنس وفا ایک کو بھی
حقیقت کھلے بت کی گر شیخ دیکھے
یہ کیا ہے ترے نقش پا کے برابر
ملے جستجو جام صفا لیں برا نہ مے
طلب سے نہیں ہے کوئی اور مطلب
بھر آتا ہے دل یہ جو ہوتا ہے خالی

تجھی کو فقط اے صنم دیکھتے ہیں
جو اک رنگ دیر و حرم دیکھتے ہیں
تجھے جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں
ہم انداز و طرز رقم دیکھتے ہیں
وہ کیوں نبض کو دمبدم دیکھتے ہیں
تمہیں کو فقط جاں ہم دیکھتے ہیں
نہیں دیکھتا تو جو ہم دیکھتے ہیں
ہم اس حال کا حول کم دیکھتے ہیں
اسے جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں
ہم اک اور نقش قدم دیکھتے ہیں
وہ کب جانب جام جم دیکھتے ہیں
ہم انداز اہل کرم دیکھتے ہیں
سوئے شیشہ ہم دمبدم دیکھتے ہیں

بل ابرو پہ پڑ تلتے خیرت کے مارے
جو تلوار میں بھی وہ خم دیکھتے ہیں

پتا دل کی چوری کا ملتا نہیں جب
تو انکی نگاہونکو ہم دیکھتے ہیں

اٹھاتے نہیں ہاتھ پھر وہ ستم سے
ذرا بھی کسی میں جو دم دیکھتے ہیں

وہی ہیں سرافراز اے شاہ خوبی
جو تربت تیرے قدم دیکھتے ہیں

ہوئی یونتو وعدہ خلافی بہت سی
انہیں دیکھیے اب ہم قسم دیکھتے ہیں

محبت کے دریا میں ڈوبے دیکے غوطے
ہر اک آشنا کا وہ دم دیکھتے ہیں

غش آیا سر طور کیوں تم کو موسیٰ
حسینوں کو تو روز ہم دیکھتے ہیں

جنہیں شوق طول عمل ہے وہ ایدل
خوشی کی تمنا میں غم دیکھتے ہیں

۲۹۱

بنا تو نہیں عشق سے خوار صوفی
جو میخانے میں اسکو کم دیکھتے ہیں

۱۵

بے وفا ہے وہ شوخ چاہیں کیوں
اس سے رسم وفا نباہیں کیوں

کچھ تو کہہ منہ سے ایدل محزوں
اسطرح پھر رہا ہے آہیں کیوں

جا بسے میکدوں میں زاہد کیا
ہو گئیں سونی خانقاہیں کیوں

کس کا آج انتظار ہے ایدل
سوئے در جاتی ہیں نگاہیں کیوں

شرم تو نشہ شراب نہیں
جھکی پڑتی ہیں وہ نگاہیں کیوں

جس کو منظور اختلاط نہو
اسکی گردن میں ڈالیں باہیں کیوں

تو ہے مطلوب دل بت کافر
ہم خدا سے تجھے نہ چاہیں کیوں

دونوں جانب سے ہو کشش تو ہے لطف
وہ نہیں چاہتے تو چاہیں کیوں

کب ہوا ہے اثر جو ہوگا آج
کھینچیں بیفائدہ ہم آہیں کیوں

میری انکو خبر نہ ان کی مجھے
ہوئیں مسدود دل کی راہیں کیوں

کون آتا ہے ایک عالم کی
ہیں سوے رہگذر نگاہیں کیوں

جان عاشق بھی کیا چرانے لگے
ہوے ویراں قتل گاہیں کیوں

میرے دلکے تو گھات میں نہیں وہ
پڑ رہی ہیں ادہر نگاہیں کیوں

جیسے رسوائیاں ہوں چار طرف
آپ چلتے ہیں ایسی راہیں کیوں

صلح تو ان سے ہو گئی اے عشق
لڑتی باہم ہیں پھر نگاہیں کیوں

۲۹۲ — ۱۷

جان دے ایدل وفاے یار میں
نام کر لے عشق کی سرکار میں

عیب جو تھے زاہد مکار میں
چھپ گئے سب جبہ و دستار میں

ہے مہ نو میں نہ یہ تلوار میں
خم جو ہے اس ابروے خمدار میں

رنگ لا کر ہی رہی بلبل کی آہ
لگ گئی ہے آگ سی گلزار میں

کیا کرے گا آکے کوئی چارہ گر
کچھ رہا بھی ہے ترے بیمار میں

جنس دلکے پڑ گئے لالے مجھے
پیش کر کے حسن کی سرکار میں

دل کہاں سے روز لادوں آپکو
جنس یہ بکتی نہیں بازار میں

لطف تھا ہم رنگ پروانہ اگر
جلتی بلبل آتش گلزار میں

آگیا ہے اب مری آنکھوں میں دم
مر رہا ہوں حسرت دیدار میں

اٹھ گئے پہلو سے وہ ہو کر خفا
بات بگڑی منت کی تکرار میں

آپ کا سا ہی نہیں بودا کوئی
قول میں پیمان میں اقرار میں

زلف اس رخسار پر آتی ہے منہ
جل نجائے کافر دیندار میں

پاؤں اٹھتیں وادی غربت میں کیں
رہ گئے ہیں چھید کے نوک خار میں

حشر کا وعدہ وہ عجب سے کر گئے
شوخیاں کرتے نہیں رفتار میں

طالبان دید کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہی سر جھکا دیتے ہیں ہم	کھڑکیاں ہیں جو وہاں [illegible] تیغ دست قاتل خونخوار ہیں	
۲۹۳	عشق اصلاح جناب داغ سے بات پیدا ہو گئی اشعار میں	۱۵

خلوت خاص میں اغیار میں نظر آتے ہیں
کچھ برے آپکے اطوار نظر آتے ہیں

جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں
سب یہ سبھی برے آثار نظر آتے ہیں

تیری صنعت کے ہم اے صانع قدرت صدقے
حسین کیسے طرحدار نظر آتے ہیں

اللہ اللہ عجب شے ہے متاع دل بھی
سب حسین اسکے خریدار نظر آتے ہیں

پردہ پوش ایسی ہے کچھ اسکی نگاہ رحمت
نیک سارے گنہگار نظر آتے ہیں

چارہ گر آئے ہیں جو چارہ دلکو میرے
مجھ سے ہی بڑھ کے وہ ناچار نظر آتے ہیں

حسن کی گرمی بازار ہے حیرت انگیز
ہر جگہ اسکے خریدار نظر آتے ہیں

یاد آجاتی ہے وحشت کی جو دیوانوں کو
سامنے وادی و کہسار نظر آتے ہیں

کہتے ہیں دیکھکے اغیار کو یکجا سب تجھسے
یہی دو چار وفادار نظر آتے ہیں

کیا کریں قتل انہیں کو نہیں کرتا قاتل
جان سے اپنی جو بیزار نظر آتے ہیں

حرف آئے نہ مسیحا کی مسیحائی پہ
جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں

موت پھر جاتی ہے میری مری آنکھوں میں ہیں
جب وہ تولے ہوئے تلوار نظر آتے ہیں

راز داران محبت کو جو دیکھا تو کہا
یہ بڑے صاحب اسرار نظر آتے ہیں

تپ غم سوز جگر درد دل آزار عشق
کیا مرے بچنے کے آثار نظر آتے ہیں

۲۹۴	خط ہوا خال ہوا زلف ہوئی یا آنکھیں سب کے سب عشق سیہ کار نظر آتے ہیں	۱۸

ہر چند کہ خاک میں ملا ہوں / اتنا تو ہے تیر نقش پا ہوں

بے عذر ہوں بندہ وفا ہوں / میں تابع حکم آپ کا ہوں

جو کچھ ہوں برا ہوں یا بھلا ہوں / ہر حال میں بندہ آپ کا ہوں

میں دہر میں خاکسار یوں ہے / چشم عالم کا توتیا ہوں

آپ اپنی مجھے خبر نہیں ہے / کیا جانے وہ کون ہوں میں کیا ہوں

کیوں موج اٹھے نہ دل میں غم کی / دریائے بلا کا آشنا ہوں

کٹتی ہے بتوں کی بندگی میں / کیونکر کہوں بندہ خدا ہوں

منت نہیں غیر کی گوارا / میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں

کیا قتل کی دے رہے ہو دھمکی / میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں

دشمن جو شریک بزم ہے / میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں

وہ آنکھ نہ دے خدا کسی کو / جس سے میں بتوں کو دیکھتا ہوں

مٹی ہے خراب اس گلی میں / بے گور و کفن پڑا ہوا ہوں

لیتا ہے خبر کہاں کی / میں قائل نالہ رسا ہوں

افتاد مری نمود کی ہے / ہم صورت نقش پا بنا ہوں

دیکھ آج نہ مجکو چھیڑ ناصح / عادت سے زیادہ پی گیا ہوں

فرقت میں بھی وصل دلربا کا / ہر وقت خیال باندھتا ہوں

چھوڑو نہ لگا نہ تجکو اے ستمگر / آفت جو تو تو میں بلا ہوں

ڈرنے کا نہیں کسی سے اے عشق
جیوٹ ہوں جری ہوں منچلا ہوں

تیر صیاد کا پہلو میں گذر ہونے دو — دل ہدف ہو کہ نشانہ ہو جگر ہونے دو

وعدہ پر صبح کو وہ شام کی فرماتے ہیں — شام کو پوچھو تو کہتے ہیں سحر ہونے دو

ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو جانیکو یہ کیا — رات باقی ہے بہت ٹھہرو تو سحر ہونے دو

دیکھنا شوخیوں سے ڈھاتے ہیں کیا کیا وہ ستم — اپنے جوبن کی ذرا انکو خبر ہونے دو

شکوۂ غیر ہے کچھ انکی شکایت تو نہیں — ڈر کی کیا بات ہے ہوگی جو خبر ہونے دو

کوئی پروا نہیں آباد رہے دشت جنوں — گھر مرا ہوتا ہے ویراں اگر ہونے دو

مجھکو کیا سنگ در یار پہ سر ہے میرا — کعبہ ہے سجدہ گہ عام اگر ہونے دو

جز در یار جھکے گا نہ کہیں سر اپنا — بتکدہ ہونے دو اللہ کا گھر ہونے دو

مشغلہ ہی سہی اک روز فراق و شب غم — بے اثر ہے مری فریاد اگر ہونے دو

بچکے جائیگا کہاں دام تصوّر سے مرے — لاکھ عنقا ہے جو مضمون کمر ہونے دو

دیکھنا خواب ہے بڑھکر نہیں ایام شباب — مہرباں آنکھیں تو کھلنے دو سحر ہونے دو

غیر گر دوست تمہارا ہے تو دشمن میرا — راز دل کی مرے اسکو نہ خبر ہونے دو

انکے آنے کی توقع سر بالیں نہ رہی — حال ہوتا ہے جو اب نوع دگر ہونے دو

اشہب ناز کو روکو نہ تگ و تاز سے تم — طبقۂ ارض جو ہو زیر و زبر ہونے دو

تمکو ہو چلنے سے لے اہل وطن کیا پروا — ہے جو غربت میں کوئی خاک بسر ہونے دو

روز روشن ہی نکالیں گے ہوس ہم دلکی — ہو شب وصل جو باتو نہیں سحر ہونے دو

چار دن کیلئے کیا عیش کے سامانکی فکر — عمر جس حال میں ہوتی ہے بسر ہونے دو

۲۹۶	تمکو کیا تمتو نہیں اہل ہنر میں اے عشق ہے زمانہ میں اگر قدر ہنر ہونے دو	۱۶

وہ دل نہیں ہے جسمیں تری آرزو نہو — کس کام کا ہے پھول اگر رنگ و بو نہو

گر دلمیں میرے عشق نہو آرزو نہو
ہرگز ترا خیال تری جستجو نہو

انسان کیوں ہوا و ہوس میں پہنسا رہے
دل تو وہی ہے جسمیں کوئی آرزو نہو

انصاف ہے یہی تو پہر انصاف ہو چکا
ہے حکم دادخواہ کوئی روبرو نہو

دل میرا روندتے تو ہو اتنا رہے خیال
پامال اسکے ساتھ کوئی آرزو نہو

دنیا کی خلش سے تو مل جائیگی نجات
اچھا ہے دلمیں کوئی اگر آرزو نہو

نیرنگ دیر و کعبہ ہے حیرت فزائے خلق
اے شوخ دلربا کہیں درپردہ تو نہو

اس بزم کی طرف دل ناداں چلا تو ہے
کہیو جہی جو چار میں بے آبرو نہو

کعبہ ہو یا ہو بتکدہ اے شیخ و برہمن
سجدہ نہ ہم کرینگے جو وہ روبرو نہو

ابر و بہار و جام و صراحی و نقل و مے
سامان سب یہ ہیچ ہیں ساقی جو تو نہو

کہنے کی بات ہے مجھے آتا نہیں یقین
ملکر تو بیٹھو غیر سے پہر گفتگو نہو

کرتے ہیں ہمسے بات بہی اس شرط پر وہ اب
مطلب کی درمیان کوئی گفتگو نہو

پہر دے نمک ہی لیکے دل چاک چاک میں
اے چارہ گر جو زخم کا ممکن رفو نہو

ساقی نہ اپنے ہاتھ سے رکہیں گے جام ہم
خالی شراب ناب سے جبتک سبو نہو

ہر شخص کے ہے دلمیں ترا عشق اے حسین
عالم میں ایک ایک کا پہر کیوں عدو نہو

٢٩٧

کرتے ہو دل لگی اگر اس بدزبان سے
اے عشق یہ خیال رہے تم سے تو نہو

١٧

یارب نہ بال سر سر زلف رسا نہو
طوق گلو یہ حلقہ بند بلا نہو

بیوجہ تو نہیں ہیں یہ سب بے التفاتیاں
غیبت میں میری غیر نے کچہ کہدیا نہو

ہیں لاکہہ عذر زباں دینے میں نہیں
اس وعدہ پر جو حشر کے دن بہی وفا نہو

چپرہا نک بید دیکہہ کے نرگس کا بولے وہ
وہ آنکہہ آنکہہ ہی نہیں جسمیں حیا نہو

شیریں لبوں کے عشق کا بیمار ہوں طبیب
اتنا رہے خیال کہ کڑوی دوا نہو

گر بادہ طہور بھی ہے شیخ ہیچ ہے
کس کام کی شراب وہ جسمیں نشا نہو

تم مجھکو جان پوجکے انجان بن گئے
اتنا بھی کوئی بشخ و نا آشنا نہو

غیبت میں اسکے مجھکو تری گالیاں قبول
اے بت حضور غیر تو مجھپر خفا نہو

ہم رنگ نقش پا ورق روزگار پر
وہ نقش کونسا ہے جو مٹکر مٹا نہو

اک دشمن وفا سے پڑا ہے معاملہ
یارب وہ دل ملے مجھے جسمیں وفا نہو

کیا پارسائی اپنی جتاتے ہو شیخ جی
یہ اس سے تم کہو جو تمھیں جانتا نہو

ایسی ہی کوئی چیز ہے دشمن کے ہاتھ میں
ٹوٹا ہوا تمھارا وہ بند قبا نہو

میں چاہتا ہوں یہ کہ نہ الیں وہ میری بات
اور انکی ہٹ ہے یہ کبھی اسکا کہا نہو

یہ بھی کوئی خرام ہے لے فتنہ جہاں
اندیشہ ہر قدم پہ ہے محشر بپا نہو

شیریں لبا اتنی تلخ کلامی بھی زہر ہے
ہم پیار کرتے وا نکا دل بدمزا نہو

جب لطف ہے ثبوت شہادت کا روز حشر
میرے گلے سے خنجر قاتل جدا نہو

۲۹۸	انسان ہی کیواسطے پیدا ہوا ہے عشق کس کام کا وہ دل ہے جو درد آشنا نہو	۱۱

ہر جگہ تم نہ بے محل بیٹھو
آج سے میرے گھر میں چل بیٹھو

تو جوانو یہی ہیں کام کے دن
تم نہ بیکار آج کل بیٹھو

دل تمھیں میں دکھا تو دیتا ہوں
کہیں ایسا نہو مچل بیٹھو

اسے کہتی ہیں شوخیاں انکی
اٹھو پردے سے اب نکل بیٹھو

بولے وہ ناز سے اٹھا کر تیغ
عاشقو آگئی اجل بیٹھو

تم کہیں اٹھ کے جا بھی سکتے ہو
ہر جگہ ہے مرا عمل بیٹھو

دل مضطر ہے مائل فریاد	تم جگر تھام کر سنبھل بیٹھو
دور منزل ہے رہروان شوق	تم ابھی سے نہ ہو کے شل بیٹھو
غیر کے شانہ پر نہ رکھو ہاتھ	میری محفل میں اپنے بل بیٹھو
چاہتا ہوں نہیں تم سے داد سخن	سن لو اک اور بھی غزل بیٹھو

۲۹۹	وحشت دل کا یہ تقاضا ہے کسی صحرا میں عشق چل بیٹھو	۲۶

زاہد کا قیامت میں بہت حال برا ہو	مل جائے گنہگار کو جنت تو مزا ہو
اے عشق اشارہ جو مرے بت کا ذرا ہو	بتخانہ کی جانب ہی رخ قبلہ نما ہو
دل ہے شب غم منتظر روز قیامت	وہ آج تو آتے نہیں کل دیکھیے کیا ہو
کچھ اور مرا خون اگر رنگ نہ لائے	اتنا تو ہو قاتل کی حنائے کف پا ہو
آنکھیں بھی لڑاتے ہو چراتے ہو نظر بھی	اتنی بھی نہ شوخی ہو نہ اتنی بھی حیا ہو
طفلی ہی میں اک فتنۂ محشر ہے ترا قد	آیندہ ابھی نام خدا دیکھیے کیا ہو
مرنے لگے اس شوخ پہ کیوں بیٹھے بٹھائے	اے حضرت دل تم ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو
وہ شوخ شب وعدہ تو آئے گا مقرر	دشمن سے اگر روٹھ کے آئے تو مزا ہو
دیوانۂ الفت کو سر و پا کا نہیں ہوش	ایسا بھی الٰہی نہ کوئی بے سر و پا ہو
پھر دل کو ہوا شوق طواف در جاناں	اچھا ہے جو اس پردہ میں اک فرض ادا ہو
اس دل سے رفاقت کی مجھے کیا ہو توقع	جو ایک زمانہ تیری صحبت میں رہا ہو
پامال محبت کی ہے مر کر یہ تمنا	تعویذ لحد اسکا نشان کف پا ہو
کس منہ سے کریں اسکی شکایت سر محشر	معشوق تو اپنا ہے برا ہو کہ بھلا ہو
یاد دیتے تھے بوسے ابھی یاد تیے ہو وہ شام	یہ کیا تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو

یہ درد محبت ہے یہ بیماری دل ہے — کیا اسکا کوئی چارہ ہو کیا اسکی دوا ہو

معلوم ہے معشوق کبھی سچ نہیں کہتے — کس منہ سے کہے کوئی کہ جھوٹے کو سچا ہو

ہے آرزوئے خون شہیدان محبت — غازہ ترے رخ کا ترے ہاتوں کی حنا ہو

مرتا ہوں یہ دن اب ہے مرا ایک قیامت — صیاد ہے اب بھی نہ اگر وعدہ وفا ہو

ہم صبر کے پتلے ہیں کبھی اف نہ کرینگے — اے شوخ ستم کیش اگر لاکھ جفا ہو

اے حضرت زاہد طلب حور عبث ہے — چاہو کسی بت کو اگر اللہ سے چاہو

رگ رگ میں عوض خون کے ہے درد محبت — کیا زیست کی امید اگر اپنی دوا ہو

دزدیدہ نگاہی کی جو کرتا ہوں شکایت — کہتے ہیں وہ کیا آنکھ ہے جسمیں نہ حیا ہو

شوخی و شرارت میں ہے اک ایک سے بڑھکر — غمزہ ہو کرشمہ ہو شوخی ہو ادا ہو

دل دیکے کسی بت کو گنہگار بنا ہوں — اس خانہ بر انداز محبت کا برا ہو

رندوں کی دعا ہے یہی درگاہ الٰہی — آباد رہے میکدہ ساقی کا بھلا ہو

۳۰۰	موقوف نہ رکھ فیصلہ عشق کو کل پر منظور جو ہو آج ہی اے یار خدا ہو	۲۷

کیا میں کہوں اے حضرت دل تمکو کہ کیا ہو — آفت ہو مصیبت ہو قیامت ہو بلا ہو

کیا ظلم ہے بیداد کرے وہ ستم آئیں — اور مفت میں بدنام جہاں میری وفا ہو

اللہ رے جوش و جذبہ ہو نہیں گوش بر آواز — جاتی ہے نظر در کی طرف کوئی صدا ہو

میرے دل گم گشتہ کا بھی کھوج ہے لازم — اس کوچہ میں تیرا جو گذر باد صبا ہو

مرنا تو ہے پھر تجھپہ ہی مر جائیں نہ کیوں ہم — اچھا ہے اگر تیری ادا اپنی قضا ہو

پہلو میں ہی اب تجھ سے کرے ہائے وہی دل — آغوش محبت میں جو برسوں کا پلا ہو

دل تھامتے ہو تم جسے وہ باہر نکل آئیں — آج تو اثر آہ میں اے یار خدا ہو

ناکامی دل رنگ نہ لائے شب وعدہ
نالہ نہ کہیں صور قیامت کی صدا ہو

اے دست جنوں تجھسے نہیں ٹوٹ سکے گریباں
لگجائے کفن کو جو کوئی تار رہا ہو

وعدے سے تسلی مری منظور نہیں ہے
وہ چاہتے ہیں شوق سے بیتاب سوا ہو

اے خضر مگر عشق کی راہیں ہیں نرالی
یہ مان لیا ہم نے کہ تم راہ نما ہو

کیا نالہ سرد دل عشاق ہے وہ بھی
کیوں تیری گلی میں گذر باد صبا ہو

دعویٰ جو کیا ہم نے محبت کا تو وہ بولے
کیا تم سے کہا تھا کبھی آکر ہمیں چاہو

اے حضرت دل جان گئی آپ کے ہاتھوں
سر زانو پہ رکھے ہوئے اب سوچتے کیا ہو

جو بات کہیں گے وہ خدا لگتی کہیں گے
پروا نہیں ہمکو کوئی خوش ہو کہ خفا ہو

دشمن ہی کو غارت کرے دشمن کی عداوت
چاہے جو برائی مری خود اس کا برا ہو

ہے میری تسلی شب غم تیرے ہی دم سے
اے درد نہ اکدم مرے پہلو سے جدا ہو

دل دور ہے امید سے جسطرح شب غم
اسطرح کسی سے کوئی یارب نہ جدا ہو

انصاف ہے یہ بھی کوئی اے شوخ دل آزار
چاہے جو خوشی تیری اسی سے تو خفا ہو

ڈرجاتا ہوں خود بھی ترے وصل کا سنکر
اس ہمیں مر آئی نہ کہیں میری قضا ہو

شمشیر ستمگر سے بچے گی نہ مری جان
وہ ہاتھ رکے کیا جو ہزاروں پہ اٹھا ہو

گیسو جو پریشاں ہوئے غصے سے تو بولے
اے باد صبا دور ہو چل یاں سے ہوا ہو

جو جہ بیداری شب ہو نہیں سکتی
دل تیرا کسی حور سے زاہد نہ لگا ہو

مانند کماں کرتے ہو کیوں ٹکڑے مرا دل
معلوم ہے یہ سب کو کہ تم ماہ لقا ہو

اس کوچہ میں چوری سے بھی ہم جا نہیں سکتے
اندیشہ ہے غماض نہ نقش کف پا ہو

دشمن سے وہ لکھوائیں مرے قتل کا محضر
ایسا ہی کسی کے نہ مقدر کا لکھا ہو

بڑھ بڑھ کے بتاتا ہے جو باتیں بہت آتشؔ

۱۷	ناصح کا بھی دل آئے کسی پر تو مزا ہو	۳۰۱

اظہار درد کا کہیں اے دل گماں نہ ہو — اس بت کے روبرو کبھی لب پر فغاں نہو

معدوم داغ عشق کا دل سے نشاں نہو — اے عشق بے چراغ ہمارا مکاں نہو

الٹا جو بھی یہ ٹوٹے نہ بنکر خدا کا قہر — میرا ہی دود آہ کہیں آسماں نہو

ہے انتظار روز قیامت شب فراق — لیکن خدا کرے کہیں وہ اسکی ہاں نہو

رہ رہکے صدمے ہجر کے کبتک سہا کروں — جو بات ہونیوالی ہے کیوں ناگہاں نہو

بے تیرے اور کی ہے پرستش سے ننگ و عار — کعبہ کو جائیں جب کہ ترا آستاں نہو

اندیشہ تھا یہ جوش طپیدن میں وقت قتل — اڑکر کہیں لہو شفق آسماں نہو

اٹھتے ہیں کوئے یار سے فتنے ہزارہا — ڈرتا ہوں یہ زمیں کہیں آسماں نہو

مرجاؤنگا میں اپنا گلا آپ کاٹ کر — منظور یار کو جو مرا امتحان نہو

اے شہسوار ہے ترا توسن وہ برقدم — بجلی بھی جسکے ساتھ کبھی ہمعناں نہو

مظلوم کے وجود سے ظالم کا ہے وجود — صیاد بھی نہو جو مرا آستاں نہو

ہم اپنا انسے حشر میں کرلیں گے فیصلہ — لیکن خدا کرے کہ خدا درمیاں نہو

گلشن میں مجھپہ آنکھ نہ صیاد کی پڑے — ڈرتا ہوں وقت برق مرا آشیاں نہو

پھر کون ہے جو لے شب ہجراں مری خبر — اے مرگ تو بھی آج اگر مہرباں نہو

کرتے ہیں ذبح ایک تو الٹی چھری سے وہ — یہ دوسرا ہے ظلم کہ لب پر فغاں نہو

ڈرتا ہوں میں کہ یار کا شکوہ نہ لب پر آئے — یارب بروز حشر دہن میں زباں نہو

بیدرد دل مزا نہیں اے عشق زیست کا
قالب سے روح نکلے جو لب پر فغاں نہ ہو

۲۰	ردیف ہائے ہوز	۳۰۲

کیوں تہو اپنے نصیبے کا سکندر آئینہ
بنگیا ہے آپکی تصویر کا گھر آئینہ

ہے صفائی کی بدولت کیا تو نگر آئینہ
پاؤں بہی رکھتا نہیں ہے گھر سے باہر آئینہ

ذات میں رکھتا ہے حیرانی کا جوہر آئینہ
اپنی آب و تاب سے ہے آپ ششدر آئینہ

موت کی صورت نظر آئی دم آخر مجھے
بنگیا میرے لئے قاتل کا خنجر آئینہ

غیر ممکن ہے صفائی دلکی بے سوز و گداز
یہ وہ شئے ہے جس سے بنجاتا ہے پتھر آئینہ

ہے تری تصویر پیاری ایسی اے آئینہ رو
اسکے رکھ لیتا ہے جس کو دلکے اندر آئینہ

مانگتا ہوں جب کبہی بوسہ تو کس شوخی کیساتھ
مسکرا دیتے ہیں وہ مجکو دکھا کر آئینہ

آئینہ سے صاف گوئی آئینہ رو سیکھ لے
صاف کہہ تو بہی کہے جسطرح منہ پر آئینہ

اسکو بہی عکس خط عارض نے تیرے کہو دیا
سادگی کا ایک ہی رکھتا تہا جوہر آئینہ

یاد رکھیو دل ہمارا توڑ کر پچہتاؤ گے
ٹوٹکر جڑتا نہیں اے بندہ پرور آئینہ

بعد مردن بہی صفائے قلب کی تاثیر سے
ہو گیا میری لحد کا صاف پتھر آئینہ

حلقہ جوہر نہیں یہ تجکو اے آئینہ رو
گہورتا ہے پہاڑ کر آنکہیں مقرر آئینہ

یہ ہمارا دل ہے اسکی قدر کرنی چاہیئے
چار پیسے کا نہیں اے بندہ پرور آئینہ

دست نازک وقت آرایش عجب مشکل میں ہے
بار شانہ ہو گیا ہے اور دو بہر آئینہ

کیا صفائے قلب کا بخشا ہے جوہر عشق نے
ہے سراپا حال دلبر اپنے دل پر آئینہ

کیوں نہیں ہوتا ہے تو نکا دل الہی ہمسے صاف
یونتو سنتے آئے ہیں ہوتا ہے پتھر آئینہ

میرے اسکے بیچمیں کمبخت حائل ہو گیا
ہے تری تصویر سے بڑہکر ستمگر آئینہ

منہ بناتے ہیں سر محفل وہ مجکو دیکھکر
ہوتی قدرت تو دکھا دیتا اٹھا کر آئینہ

صدمہ فرقت سے یوں ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے دل
ٹوٹتا ہے جسطرح سے کہا کے ٹہوکر آئینہ

جام با جمشید تا زد با سکندر آئینہ

اسطرح ہے روبروئے روئے انور آئینہ
جیسے کوئی آئینہ کے ہو برابر آئینہ

وقت آرائش نہ رکھ زانو پہ دل پر آئینہ
اسطرح رکھتا ہے کوئی آئینہ پر آئینہ

تجھ میں انمیں ہوگیا حائل جو آکر آئینہ
میں یہ سمجھا صاف ہے سدِ سکندر آئینہ

کیا ہوا گر دیکھنے کو ہے منور آئینہ
پیش روئے صاف ہے کیا خاک بہتر آئینہ

اپنے پہلو میں تری تصویر لیکر آئینہ
اسقدر پھولا کہ جامے سے ہے باہر آئینہ

آستان یار پر رگڑا یہ سر عشاق نے
صاف ہو کر بنگیا ہے در کا پتھر آئینہ

چہرۂ خورشید میں ثابت ہوئے جب خط و خال
حال زنگ کا ہوگیا اے ماہ پیکر آئینہ

گر یہی ہے اشتیاق دید تو آنکھیں مری
ڈھونڈ لیں گی تجھکو روز حشر بھی ہر آئینہ

جب بہت تعریف کرتے ہیں رخ زیبا کی ہم
دیکھ لیتے ہیں وہ ہنستے اپنا اٹھا کر آئینہ

روئے صاف و عارض روشن کی ہے وہ آب و تاب
دیکھتے ہی جسکو ہو جاتا ہے ششدر آئینہ

دلمیں جب آئی کدورت پھر صفائی ہو چکی
کام کا رہتا نہیں ہرگز مکدر آئینہ

ہے صفائے قلب سے روشن ہر اک کا صاف حال
دلکا آئینہ بھی ہے کیا ہی منور آئینہ

ہوگیا ثابت یہ عکس حلقۂ گیسو سے صاف
تیغ سے بڑھکر کہیں رکھتا ہے جوہر آئینہ

خوشنما خط دیکھکر اس عارض پر نور پر
ہوگیا خود بھی اسیر دام جوہر آئینہ

صدقے نام پاک کے ساری کدورت مٹ گئی
ہوگیا دل با طفیل حب حیدر آئینہ

صاف کہتا ہوں نہیں لے آئینہ رو تیرے لئے
شیشہ دل سے نہیں دنیا میں بہتر آئینہ

جب گمان ہوتا ہے اسپر شیشۂ دلکا مرے
توڑ دیتے ہیں زمیں پر وہ پٹک کر آئینہ

ذوق خود بینی و شوق خود پرستی دیکھئے
روبرو انکے دھرا رہتا ہے اکثر آئینہ

اے سراپا نور عکس روئے روشن سے ترے
کار برق طور کرتا ہے چمک کر آئینہ

ہوگئی عیسی تیری صورت وہ دکھا دیتی انھیں	ساتھ ہیں لیجاینگا فردا سے محشر آئینہ

۳۰۴	اس غزل کی صفائی تھی ہاتھ عشق کچھ ایسی ہیں ہوگیا سب جوہر طبع تصور آئینہ	۱۸

کیونکر شب فراق چھٹے قبضہ کے ہاتھ	عاشق کی موت تو ہے تمہاری ادا کے ہاتھ
انداز ہی جدا ہیں بتان فرنگ کے	کس سادگی سے لیتے ہیں یہ دل ملا کے ہاتھ
اب جنس دلبر تجھے کریں مول تول کیا	ہمکو وہی قبول جو تم دو اٹھا کے ہاتھ
اس مال و زر کو ساتھ تو لیجائے سے رہا	دے کچھ خدا کی راہ میں منعم اٹھا کے ہاتھ
آب حیات تمکو مبارک جناب خضر	بیٹھے ہیں زندگی سے ہم اپنی اٹھا کے ہاتھ
اونچا نہیں ہے دامن تاثیر اسقدر	لے لے دعائے نیم شبی کچھ بڑھا کے ہاتھ
چلتا نہیں ہے میرے دل زار کا پتا	یہ مال چڑھ گیا نہو دزد حنا کے ہاتھ
ملجائیگا کہیں نہ کہیں سے نصیب کا	دینے پہ جو آئے تو سو ہیں خدا کے ہاتھ
پیچھے جو ہٹے جو صورت سائل کو دیکھکر	کیا خاک دے وہ نام خدا کچھ اٹھا کے ہاتھ
بیداد سے جو کام نہ نکلا تو تھک کے وہ	اب کوستے ہیں جان کو میری اٹھا کے ہاتھ
منہ جوڑ کر کریگا وہ کیا مجھ سے کوئی بات	لیتا نہو سلام جو ایدل اٹھا کے ہاتھ
پھر آنا قتل گاہ میں تلوار تول کر	طاقت تو اپنی تول لو پہلے ہلا کے ہاتھ
مجھ ناتواں میں اتنی ہے طاقت کہاں کہ اب	مانگوں دعائے مرگ شب غم اٹھا کے ہاتھ
رہ رہ کے چرکے دینے سے سفاک فائدہ	اس جھگڑے کو مٹا کوئی پورا لگا کے ہاتھ
دل کیوں نہ تیز دستی قاتل پہ لوٹ جائے	دیکھے تو کوئی پڑتے ہیں کیسے بلا کے ہاتھ
ٹکتے نہیں ہیں فرط خوشی سے زمیں پہ پاؤں	ہاتھ تو نہیں اپنے ہیں جو کسی دلربا کے ہاتھ
تاثیر میں دعا نے جو کی کوتہی کبھی	مطلب کے اپنے بیٹھ رہے ہم اٹھا کے ہاتھ

۳۰۵	انکار سمجھوں اسکو کہ اقرار وصل عشق اسنے کیا ہے ایک اشارہ ہلا کے ہاتھ	۱۴

میں اور صراحی و خم و جام سے توبہ
واعظ جو کروں صرف مے و جام سے توبہ
دور فلک گردش ایام سے توبہ
دل دیکھے نہی جانیہ جب آنکھ کھلی کچھ
اے واعظ ناداں کہیں پی تو نہیں تو نے
کچھ خوگر آزار شب غم کی نہ پوچھو
کیوں حمد جوانی میں کریں عشق سے پرہیز
راحت کسی پہلو ہے نہ تسکین کسی کروٹ
زاہد کے تعصب سے کھٹکتا ہے مرا دل
نکلا نہ کوئی کام نہ بن آئی کوئی بات
کیا جور و نیہ مرتا ہے تو مرنے کے دن نہیں
دشمن کے فریبوں سے بنایا ہے یہ بدظن

اسباب سے اس شغل سے اس کام سے توبہ
کیوں کر لوں نہ دنیا کے ہر اک کام سے توبہ
اس شوخ کے عہد سحر و شام سے توبہ
کرنے کو ہوں عشق بت خود کام سے توبہ
میں اور کروں بادہ گلفام سے توبہ
راحت سے حذر ہے اسے آرام سے توبہ
کر لینگے بڑھاپے میں ہم اس کام سے توبہ
دم تاکمیں ہے اس دل ناکام سے توبہ
اسلام یہی ہے تو اس اسلام سے توبہ
اس ربط سے اس نامہ و پیغام سے توبہ
الشیخ کر اب تو ہوس خام سے توبہ
وہ کرتے ہیں ہر شخص کے ابرام سے توبہ

کل تک تو مدارات تھی خاطر تھی مری عشق
اور آج وہ کرتے ہیں مرے نام سے توبہ

۳۰۶	ردیف یائے تحتانی	۱۵

نور کی خاک درشہ میں جھلک ہوتی ہے
آبرو ہوتی ہے پھر سکی نظر میں اوسکی

بڑھکے خورشید سے ذروں میں چمک ہوتی ہے
ہجر احمد میں جو تر کوئی پلک ہوتی ہے

خاک نعلین نبی ہے مری منظورِ نظر
نام سے سرمہ کے آنکھوں میں کھٹک ہوتی ہے

اب بنے جاتے ہیں سب اہلِ قیامت موسیٰ
دیکھئے نورِ محمد کی جھلک ہوتی ہے

دل بڑھا دیتی ہے فوراً ہی نگاہِ رحمت
شرمِ عصیاں سے جو عاصی کو جھجک ہوتی ہے

خار صحرائے مدینہ ہیں گلِ تر گویا
نہ خلش ہوتی ہے اُن سے نہ کھٹک ہوتی ہے

گرد ہیں پیش غبارِ رہِ سرور دونوں
مشک عنبر میں کہاں ایسی مہک ہوتی ہے

شک شفاعت میں جو حضرت کی نہیں کرتا ہے
مغفرت اسکی بلا شبہ و شک ہوتی ہے

بزم میلاد جہاں ہوتی ہے قایم اے دل
وہ زمیں رشکِ دہِ اوجِ فلک ہوتی ہے

اس گلِ باغِ رسالت کی ہے خوشبو ہی الگ
دوسرے پھولوں میں کب ایسی مہک ہوتی ہے

خود بخود غیب سے بنجاتے ہیں اُسکے سب کام
جسے اس خلق کے حامی کی کمک ہوتی ہے

عبد و معبود میں کیا فرق نہ ہو جب سایہ
رمز یہ اور مجھے باعثِ شک ہوتی ہے

راہ یثرب میں کوئی دیکھے صبا کا چلنا
اسکی رفتار میں دلچسپ لٹک ہوتی ہے

یا ثنا خالقِ کونین کی یا نعت نبی
آسماں پر یہی تسبیح ملک ہوتی ہے

۳۰۷	عشق گھبرا نہیں واقف ہیں تری حال سے شاہ دیکھ تو کیسی مدد کیسی کمک ہوتی ہے	۱۸

دیکھکر شانِ نبی ہوتی ہے حیرت کیسی
آ گئی عالم کثرت میں یہ وحدت کیسی

ہو گئی خلق میں مداح کی شہرت کیسی
یا نبی بات بنی تیری بدولت کیسی

فیض سے انکے ہیں شاہانِ جہاں مالا مال
آپکے در کے گدا رکھتے ہیں دولت کیسی

نظرِ دنیا کی رہی کوئی نہ عقبیٰ کا خطر
ملگئی عشق نبی میں مجھے راحت کیسی

جب کوئی قافلہ جاتا ہے مدینہ کی طرف
ہائے رہ رہکے مجھے آتی ہے حسرت کیسی

یا نبی آپ کی صورت جو نظر آئیگی
ہوگی امت کو خوشی روزِ قیامت کیسی

پہلے ہی مانگ لیا اذن شفاعت حق سے
اپنی امت پہ ہے حضرت کی عنایت کیسی

تیرے کوچے کا جو ساکن ہے یہی کہتا ہے
جیتے جی خلد میں ہوں اور ہے جنت کیسی

اے سگ کوئے نبی رشک ہی تجھ پر مجھ کو
تیری تقدیر میں لکھی ہے سعادت کیسی

آپکے خلق کا احوال سیر میں دیکھو
آپ ہر شخص سے کرتے تھے مروت کیسی

بہتری جن کی تھی کونین میں تجھ کو منظور
تجھ سے رکھتے تھے وہ کمبخت عداوت کیسی

کوئی پوچھے دل مومن سے کہ یہ کام و زباں
ذکر سے آپ کے پاتے ہیں حلاوت کیسی

یا نبی تیری محبت کے جو ہوتے ہیں حریص
وہ نہیں جانتے ہوتی ہے قناعت کیسی

اڑے آتے ہیں ہر وقت میں ہر مومن کے
اپنی امت کی وہ کرتے ہیں حمایت کیسی

کیوں نہ اصحاب نبی منتخب عالم ہوں
کس کے ہمراہ رہے ان کی تھی صحبت کیسی

ہر طلبگار کو کونین کی نعمت بخشی
اور ہوتا ہے کرم کیا سخاوت کیسی

یا نبی دور جو ہوں روضۂ اقدس سے ترے
مجکو رہتی ہے مقدر سے شکایت کیسی

۲۰	خواب میں جب ہوئی حضرت کی زیارت اے عشق عین بیداری طالع ہے وہ غفلت کیسی	۳۰۸

مجرئی مل نہ سکا شاہ کو قطرا پانی
ظلم و بیداد کا سر سے ہوا اونچا پانی

کیا قیامت ہے کہ پیاسوں نے جو مانگا پانی
پھوٹ کر دینے لگا دل کا پھپھولا پانی

خدمت شاہ میں کیا دوڑ کر آتا پانی
لاکھ تلواروں میں بیچارہ گھرا تھا پانی

بند پانی جو ہوا شہ نے رفیقوں سے کہا
ہم غریبوں کے مقدر میں ہے ایذا پانی

دی نہ پیاسوں کو تسلی یہ خطا تھی ہماری
ہو گیا خلق میں اسواسطے ہلکا پانی

مانگا پانی جو کسی نے تو یہ حضرت نے کہا
آجکل گوہر نایاب ہے قطرا پانی

رو کے آنکھوں نے غم شہ میں بزرگی پائی
یہ وہ چشمے ہیں جہاں بھرتے ہیں دریا پانی

گرمیِ بزمِ عزا کی کوئی دیکھے تاثیر
بہ رہا ہے مری آنکھوں سے ابلتا پانی

دیکھ کر عابدِ بیمار کو سرور نے کہا
اب دوا کیسی غذا کس کی کہاں کا پانی

کر سکا خون لعینوں کا نہ اسکو گندا
تھا مگر شاہ کی تلوار کا بہتا پانی

خلفِ حیدرِ کرار کے وہ جوہر ہیں
جسپہ تلوار پڑی اسنے نہ مانگا پانی

لطف تو جب تھا جو گھیرے ہوئے تھے دریا کو
ان لعینوں کے گلے سے نہ اترتا پانی

دیکھا روتے ہوئے شہ کو تو سکینہ نے کہا
اِن پیالوں میں یہ کیسا ہے چھلکتا پانی

نہر سے دیتے تھے عباس یہ رہ رہ کے صدا
ٹھہرو ٹھہرو ابھی لاتا ہوں سکینا پانی

شاہ کے قدموں تک اپنے کو جو پہنچا نہ سکا
ہے ندامت ہے اسی شرم سے دریا پانی

تین دن تک نہ ملے ہائے غضب وائے غضب
مالکِ کوثر و تسنیم کو قطرا پانی

تالبِ شاہ نہ پہنچا یہ سزا ہے اوسکی
ہو گیا خلق میں مشہور جو کالا پانی

رن میں اعدا کو جلاتی ہے ڈبوتی ہے کبھی
تیغِ حیدر تو نہیں آگ ہے یہ یا پانی

ابر بن کر جو اٹھا ہاتھ علی اکبر کا
خوب میدان میں تلوار کا برسا پانی

٣٠٩

شور دریا نہیں یہ سنئے ذرا غور سے عشق
پڑھ رہا ہے شہِ مظلوم کا نوحا پانی

٢٣

تین دن پائے نہ احمد کا نواسا پانی
بھر گئی کیوں نہ اس غم سے کلیجا پانی

آج آتا ہے وہ بھرنے لبِ دریا پانی
رعب سے جسکے ہے شیروں کا کلیجا پانی

نارسائی کی خجالت سے ہے دریا پانی
منہ دکھائیگا شہِ تشنہ دہن کیا پانی

سمجھا کیا سنگ دلو تمنے جو روکا پانی
شہ اگر چاہتے پتھر سے نکلتا پانی

دیکھ کر لاش کو فرزند کی جب عشق آیا
آنسووں نے رخِ شبیر پہ چھڑکا پانی

اے ابن سعد ہے لعنت تری جلادی پہ
خون یہ آل پیمبر کا بہایا پانی

رہ گئے خشک زباں اپنی دکھا کر اصغر / نہ دیا ہائے کسی نے بھی ذرا سا پانی
فیض تھا تیغ دو پیکر کا یہ رن میں جاری / جس کو سیراب کیا اس نے نہ مانگا پانی
تشنگی یاد کرو فاطمہ کے لالوں کی / جب پیو اہل عزا پیاس میں ٹھنڈا پانی
تھا نہ منظور شہ تشنہ دہن کو ورنہ / نہر کچھ دور نہ تھی دوڑ کر آتا پانی
رہ گئیں موجیں بھی اٹھ اٹھ کے بصد بیتابی / شاہ کے صبر پہ بیچین تھا بہتا پانی
غوطے کھانے لگے میدان وغا میں اعدا / تیغ اکبر کا جو سر سے ہوا اونچا پانی
شاہ کو تشنہ لبی نے جو ستایا تو کہا / اب پئے گا لب کوثر ہی یہ پیاسا پانی
شمر دریا کے نگہبانوں سے بولا ہشیار / لینے آتا ہے سکینہ کا وہ سقا پانی
پھر گئی تشنگی اہل حرم آنکھوں میں / دل بھر آیا مرا جب سامنے آیا پانی
کر دیا عون و محمد نے تلاطم پیدا / تیغ پہنچانے لگی تا سر اعدا پانی
تیر اصغر کے جو گردن پہ لگا ہائے غضب / ہو گیا غم سے شہ دیں کا کلیجا پانی
پی کے غصہ کو کیا صبر نہ کچھ منہ سے کہا / شہ نے اعدا کو جو پیتے ہوئے دیکھا پانی
اس رعایت سے بھی محروم رہی آل نبی / مرغ محبوس کو بھی دیتے ہیں دانا پانی
شہ کے ماتم میں امنڈ آئی ہے چھاتی اپنی / آج اے دیدۂ تر خوب ہی برسا پانی
جسم کی جان ہی یہ جانتی ہے وجہ بقا / حق میں ہر اہل جہاں کے ہے مسیحا پانی
جوش پہ ہے غم شبیر خدا خیر کرے / چشم تر کا نظر آتا نہیں تھمتا پانی

۲۸	دے جگہ دل میں محبت کو علی کی اے عشق تجھکو منظور ہے جنت میں اگر جا پانی	۳۱۰

کیا آرزو وصال کی بھی دلخراش ہے / ملتا نہیں ہے وہ مجھے جسکی تلاش ہے
بے سود بخیہ گری کی ہمیں اب تلاش ہے / دل پرزے پرزے اور جگر پاش پاش ہے

آوارہ پھر رہا ہے کسی کی تلاش ہے
سنکر وہ ماجرا دل افگار کا مرے
روتا ہے قتل کرکے وہ خود پوچھتا ہی پھر
خالی نہیں ہے دل کوئی تیرے خیال سے
ہر بات دل میں چبھتی ہے نشتر کی طرح سے
آپ اچھے [illegible] رہا ہے نہیں دیر سے
کھویا گیا ہے کیوں دل دیوانہ آپ تو
اپنے قتیل کی نہیں پہچان کیا نہیں
کچھ احتیاج لقمہ تر مشغو سیں
نکلا لہو میں ڈوب کے خنجر کسی کا جب
ابرو کا بل ہے ناخن غم سے سوا شریر
جسنے تمام عمر دیا غم پہ غم ہمیں
حیرت ہے عمر رفتہ کا ملتا نہیں پتا
آتا ہے کوئی ناز سے خلخال کی صدا
منہ پہ ملی ہے خاک گریباں ہی چاک چاک
میرا یہ ہو کے ان کا طرفدار بن گیا
انکار عشق سے نہیں جو چاہو دوسرا
رکھتے نہیں ہیں رشک سے غماض طفل اشک
ایجاد اسنے کی نہ ہو کوئی جفائے نو
عریانی بدن بھی ہی کیا خوشنما لباس

میں کیا کہوں کہ دل کی کہاں بود و باش ہے
بولے یہ داستاں تو بڑی دلخراش ہے
کس شخص کی یہ لاش ہے کیوں پاش پاش ہے
جس گھر میں دیکھتا ہوں تری بود و باش ہے
تقریر طعن بھی تری کیا دل خراش ہے
بت کی تلاش ہے نہ خدا کی تلاش ہے
یہ کسکی جستجو ہے یہ کس کی تلاش ہے
ایک ایک سے جو پوچھتے ہو کسکی لاش ہے
ہم میں فقیر ہم کو بہت جو کی آش ہے
سمجھا یہ میں کہ میرے کلیجے کی قاش ہے
یہ ہے جو دلخراش تو وہ جاں خراش ہے
اس کے لئے ہماری دعا شاد باش ہے
عالم میں ایک ایک کو اس کی تلاش ہے
رہرو کے حق میں غلغلہ دور باش ہے
کیا تیرے عاشقوں کی تراش و خراش ہے
دل بھی بڑا شریر بڑا بدمعاش ہے
جرم اپنا ہے صریح خطا اپنی فاش ہے
اب راز درد عشق کوئی دم میں فاش ہے
سنتا ہوں آج یار کو میری تلاش ہے
ساخت اسکی اور ہی اور اس کی تراش ہے

گو یہ بھی ہے غلام اسی شاہِ حسن کا
کیونکر کہوں رقیب کو میں خواجہ تاش ہے

دشنام روز ملتی ہیں سرکارِ یار سے
کھاتے ہیں ہم بھی یہی اپنی معاش ہے

آسودہ حال ساکنِ ملکِ عدم ہیں کیا
غم روزگار کا ہے نہ فکرِ معاش ہے

نذرانہ ہمسے لیتا ہی غیروں سے رشوتیں
دربان کوئے یار بڑا بدمعاش ہے

پیدا کیے ہیں لاکھوں بتانِ پری جمال
سچ تو یہ ہے خدا بھی بڑا بُت تراش ہے

٢٠	کہتے ہیں عشق سُنکے غزل مجھسے نکتہ رس اچھی تمہاری فکر ہے اچھی تلاش ہے	٣١١

تھا جستجو کا لطف مزے تھے تلاش کے
تنہا کسی جگہ ہمیں ملتا وہ کاش کے

اس نازنیں کے ہاتھ میں پتے ہیں تاش کے
یا ہیں ورق ہمارے دلِ پاش پاش کے

زینت کا ہم فقیروں کو آتا ہے جب خیال
گدڑی میں ہم لگاتے ہیں پیوند تاش کے

جادو کا کام کرتا ہے حسنِ عذارِ یار
خالِ سیہ نہیں ہیں یہ دانے ہیں ماش کے

شیریں سے کم نہیں مری شیرینیِ سخن
فرہاد بن گیا ہوں میں مضموں تراش کے

پتھر کو لے کے قابلِ سجدہ بنا دیا
قربان جائیے ہنرِ بت تراش کے

ظالم کو آئیگا نہ وفا کا مری یقیں
رکھ دوں جو اسکے سامنے دل بھی تراش کے

عاجز رفو سے چارہ گرِ عشق ہے مرا
کیا جانے ہیں یہ پارہ دل کس قماش کے

نسبت نہیں صراحیِ بلور سے اسے
پہلو میں ہیں اور شیشۂ دل کی تراش کے

گو ناتواں ہوں آبلہ پا ہیں سدِ راہ
ہیں دلمیں لولے وہی اسکی تلاش کے

فرہاد کوئی عاشقِ کامل نہ تھا مگر
مشہور خلق ہو گیا پتھر تراش کے

اس طرح اینٹھتے ہیں جو مغرور بن کے یہ
کیا صاحبِ معاش بھی پتلے ہیں ماش کے

معلوم ہوتی قدر ہماری وفا کی کچھ
پالے جو پڑتے آپ کسی بدمعاش کے

ملتی نہیں ہے اب تو شریفوں کو بھیک تک
مسدود ہو گئے ہیں ذریعے معاش کے

آتا ہے کوئی میری عیادت کے واسطے
لغرے لگا رہی ہے اجل دورباش کے

سمجھے خدا ہی ناخنِ غم سے شبِ فراق
پھوڑا بنا دیا مرے دل کو خراش کے

دھبّے نہیں ہیں خون کے قاتل کی تیغ پر
ٹکڑے ہیں یہ مرے جگرِ پاش پاش کے

تسکین قتل سے بھی نہ سفاک کو ہوئی
پرزے اُڑا رہا ہے وہ اب میری لاش کے

یہ لعل بے بہا ہیں یہ یاقوت آب دار
ہیں جوہری کہاں جگرِ پاش پاش کے

۳۱۲	مضمون سُنکے اپنے دہان و کمر کا عشق قائل ہوئے ہیں دل سے وہ میری تلاش کے	۱۶

کیا غم جو کوئی زینتِ آغوش نہیں ہے
پہلو میں وہ دل دلمیں وہ اب جوش نہیں ہے

اللہ سے ایک ایک سرِ حشر کہوں گا
اے بُت تری بیداد فراموش نہیں ہے

بھولے سے بھی ہوتی نہیں اب یاد ہماری
کیا ہمسے بدی یاد فراموش نہیں ہے

زاہد تو ڈراتا ہے ہمیں جس کے غضب سے
کہدے وہ عطا پاش خطا پوش نہیں ہے

منھ پھیر لیا لذتِ دُنیا کی طرف سے
جب جان لیا نیش ہے یہ نوش نہیں ہے

کرتا ہے سم آلود فلک نعم زمیں کو
اس خوان کے قابل تو یہ سرپوش نہیں ہے

نعلین بنا دیدۂ مشتاق کو لیکر
قابل تہے یہ پاؤں کی پاپوش نہیں ہے

گردش تری آنکھوں کی ہے یا گردشِ ساغر
وہ کون ہے جو بیخود و مدہوش نہیں ہے

گر حسن کا جلوہ ہے یہی اور یہی آنکھیں
وہ لاکھ حجابوں میں بھی روپوش نہیں ہے

سمجھے ہوئے ہی کھیل محبت کو مرا دل
ناداں ہے اسے عقل نہیں ہوش نہیں ہے

ہمراہ جوانی کے گئے ولولے سارے
پہلو میں وہی دل ہے مگر جوش نہیں ہے

ہر چند مزے کا ہے محبت کا فسانہ
کیا لطف اگر وہ ہمہ تن گوش نہیں ہے

سکتے میں بھی ہے وردِ زباں نام کسی کا
لب بند ہیں اسپر بھی یہ خاموش نہیں ہے

ظالم تری چالوں کو سمجھتا ہے مرا دل
ایسا بھی یہ لایعقل و مدہوش نہیں ہے

بول اٹھتی ہی لاکھوں میں ہزاروں میں اداسی
تصویر بھی اس شوخ کی خاموش نہیں ہے

٣١٣	ماتم ہے جوانوں کا نصیبِ فلکِ پیر بے وجہ یہ اے عشق سیہ پوش نہیں ہے	١٤

گو دور ہے آنکھوں سے ہم آغوش نہیں ہے
قربان تصور کے وہ روپوش نہیں ہے

نشہ بھی جوانی کا عجب چیز ہے ساقی
اس دور میں ہے کون جو مدہوش نہیں ہے

انمول ہے ہر اشک بھی گر قدر سی دیکھو
گو آپکا یہ دُرِ بنا گوش نہیں ہے

پینے کو لہو دل کا ہے کھانے کو غمِ ہجر
عشاق کو کچھ فکرِ خور و نوش نہیں ہے

ہیں معتقدِ پیرِ خرابات ہوں دل سے
ایسا تو کوئی پیرِ سفا کوش نہیں ہے

کیوں آکے یہاں بیٹھنے کو شرم ہے صاحب
محفل بھی مری حلقۂ آغوش نہیں ہے

ہر چند تجلی گہ دلدار ہیں آنکھیں
موسیٰ کی طرح دل [illegible] ہے

اب دیکھئے رنگ اپنا دکھاتا ہے اثر کیا
دل نالہ و فریاد سے خاموش نہیں ہے

جلکر ہوا یوں راکھ کہ اٹھا نہ دھواں تک
پھر کیا ہے جو دل آتشِ خاموش نہیں ہے

جاتا ہے اگر روٹھ کے جانے دے عدو کو
محتاج تو اسکی تری پاپوش نہیں ہے

کچھ اس سے سوا اے غمِ دلدار نہوگا
خونِ جگر و دل سے سرجوش نہیں ہے

پتھر ہے کہ دل اس بتِ کافر کا الٰہی
فریاد سے عاشق کبھی خاموش نہیں ہے

تلوار رکی چل کے نہ ان کی سرِ مقتل
وہ کون ہے جو آج سبکدوش نہیں ہے

٣١٤	جھوٹے سے بھی انکار نہیں ورنہ ہو یا صاف کیونکر یہ کہوں عشق بلا نوش نہیں ہے	١٤

دل یار کے چھٹنے سے جو مایوس نہیں ہے
کھو جانے کا اپنے مجھے افسوس نہیں ہے

چھاتی کسی عاشق کی پھٹے غم سے تو کیا غم
اس شوخ کی کچھ پردۂ ناموس نہیں ہے

صیاد پھڑکنے پہ نہ جا طائرِ دل کے
یہ تازہ گرفتار ہے مانوس نہیں ہے

ہو جاتی ہے سیدھی ہی مری بات جو اُلٹی
قسمت کا تو لکھا خطِ معکوس نہیں ہے

اللہ بچائے دلِ پروانہ منش کو
رخِ یار کا شمع تہِ فانوس نہیں ہے

اے طفلِ حسیں کام کی تیرے نہیں یہ شے
داغِ دلِ سوزاں پرِ طاؤس نہیں ہے

عاشق کا لہو رنگِ حنا شورِ قیامت
وہ کون ہے جو آپ کا پابوس نہیں ہے

لکھی ہے مقدر میں ترے خانہ خرابی
اے دل قدمِ عشق تو منحوس نہیں ہے

پردے میں چھپے گی نہ ترے رخ کی تجلی
مانع اثرِ شمع کا فانوس نہیں ہے

اے بت ترے دل کو یہ ہلا کر ہی رہے گی
فریاد مری نالۂ ناقوس نہیں ہے

جان است پئے قالبِ انساں دلِ روشن
بے شمع کسی کام کی فانوس نہیں ہے

چھپتی ہی نہیں اس سے مرے دل کی کوئی بات
بڑھ کر نظرِ یار سے جاسوس نہیں ہے

دل دے کے چرانے کا نہیں جان وفا سے
جو عاشقِ صادق ہے وہ سالوس نہیں ہے

یہ رنج ہے باقی نہ رہی یاد کسی کی
اے دل ترے جانے کا تو افسوس نہیں ہے

۳۱۵

بدنام نہ ہو جاؤ محبت میں کسی کی
اے عشق تمہیں کیا سرِ ناموس نہیں ہے

۳۰

اے شوخ کوئی تیرے مقابل میں نہیں ہے
یہ حسن یہ خوبی مہِ کامل میں نہیں ہے

کہتے ہیں جسے چین سکون صبر تحمل
ظالم تری چتون میں مرے دل میں نہیں ہے

کیا ناوکِ قاتل کی کروں آج تواضع
اک خون کا قطرہ بھی مرے دل میں نہیں ہے

جلتی ہے اگر شمع تو پروانہ طپاں ہے
آسودہ کوئی آپ کی محفل میں نہیں ہے

انبار شہیدوں کے ہیں کشتوں کے ہیں پشتے
تل دھرنے کی جا کوچۂ قاتل میں نہیں ہے

ضد بھی ہے شرارت بھی ہے کینہ بھی ہے لیکن
کہتے ہیں جسے رحم ترے دل میں نہیں ہے

مشتاق شہادت مرا سر بھی ہے گلا بھی
کیا کیجیے دم خنجر قاتل میں نہیں ہے

آئینہ میں لڑتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں
کیونکر یہ کہوں جان مقابل میں نہیں ہے

جاری ہے خدا کی بھی بتوں کی بھی پرستش
فرق اور دوئی کچھ حق و باطل میں نہیں ہے

کیوں غنچہ کا دل خوں ہے گل چاک گریباں
تاثیر اگر شور عنادل میں نہیں ہے

کیوں خاک اڑاتا ہے پس ناقہ و محمل
لیلےٰ مگر اے قیس ترے دل میں نہیں ہے

جب دیکھیے ہے سامنے آنکھوں کے بیاباں
دیوانہ ترا بند سلاسل میں نہیں ہے

وہ تیغ کو چمکا کے یہ کہتا ہے کہ دیکھوں
بجلی کی تڑپ کیوں مرے بسمل میں نہیں ہے

دعوے جو کیا عشق کا وہ طنز سے بولے
جو تیری زباں پہ ہے تری دل میں نہیں ہے

آنا ہو تو آجاؤ یہی گو یہی میداں
کیا فائدہ اقرار سے گر دل میں نہیں ہے

کیا قہر ہے کہنا یہ پس وصل کسی کا
اب تو کوئی ارمان ترے دل میں نہیں ہے

اب جا کے کہے کون مرا شوق شہادت
قاصد کا گذر کوچۂ قاتل میں نہیں ہے

لوٹا ہے غم و درد و الم نے مجھے ایسا
اب نام کو بھی ایک خوشی دل میں نہیں ہے

گھڑیوں کا شب ہجر کے دشوار ہے گھٹنا
اتنی تو سکت عقد انامل میں نہیں ہے

تلوار کے پانی سے بجھی شوق کی سب آگ
اب نام کو گرمی تن بسمل میں نہیں ہے

اللہ کا گھر تو ہے یہی شیخ و برہمن
تم ڈھونڈھتے ہو جسکو وہ کیا دل میں نہیں ہے

اک بوسہ بھی اسنے نہ دیا حسن کی خیرات
حسرت کے سوا کچھ کف سائل میں نہیں ہے

تو چاہے تو آساں ہے دم بھر میں الٰہی
مشکل یہ ہماری کسی مشکل میں نہیں ہے

کیا خاک رہوں منتظر آمد جاناں
کمبخت اثر ہی کشش دل میں نہیں ہے

مرکر بھی ٹھکانے نہ لگا اپنا دل زار
آرام مگر عشق کی منزل میں نہیں ہے

کر لیتے ہیں دل سب کے ادا سے وہ مسخر
یہ بات کسی حور شمایل میں نہیں ہے

بل پیچ کجی تاب شکن طول سیاہی
کیا کیا تری اک زلف مسلسل میں نہیں ہے

یہ اصل ہے وہ نقل ہے یہ نور وہ سایہ
آئینہ بھی اب انکے مقابل میں نہیں ہے

لکھے تو غزل رنگ میں استاد کے کوئی
خوبی زباں دعوئ باطل میں نہیں ہے

٣١٦	اس ایک میں ہے عشق دو عالم کی سمائی میں کیا کہوں کیا دلمیں ہے کیا دل میں نہیں ہے	٢٧

وہ آج دور سے آنکھیں مجھے دکھا کے چلے
نگاہ قہر و غضب کا ہدف بنا کے چلے

ہمارے پاس شب وعدہ یوں وہ آ کے چلے
کہ جیسے خواب میں صورت کوئی دکھا کے چلے

چلے جو راہ فنا میں وہ اس ادا سے چلے
برنگ نقش قدم آپ کو مٹا کے چلے

وہ پائنچوں کو اٹھا کر کچھ اس ادا سے چلے
نہ کہہ سکا کوئی عاشق ہمیں مٹا کے چلے

لگا کے اس کو وہ ٹھوکر کچھ اس ادا سے چلے
پکارا فتنۂ محشر مجھے مٹا کے چلے

خلل نہ نیند میں اس مست ناز کی آئے
صبا سے کہدو ذرا پاؤں وہ دبا کے چلے

کرم کی آس بڑھاتی تھی روکتے تھے گناہ

عجیب طرح سے ہم سامنے خدا کے چلے
کہا تھا کیوں کہ کبھی آؤ فاتحہ کے لئے
نشان تک وہ مری قبر کا مٹا کے چلے
جو اُٹھے کوچہ جاناں سے خاک ہو کر ہم
تو بوئے گل کی طرح دوش پہ ہوا کے چلے
مآل اُلفت دُنیا ندامتیں ٹھہریں
یہاں جو آئے کفن میں وہ منہ چھپا کے چلے
نئی طرح سے ہوا وعدہ وصل کا پورا
وہ آئے اور نظر سے نظر ملا کے چلے
چراغ ظلم ستمگار جھلملانے لگا،
ہماری آہ کے جھونکے کچھ اس بلا کے چلے
صفائی دیکھ کے ساعد کی مر مٹے لاکھوں
جو میرے قتل کو وہ آستیں چڑھا کے چلے
نہیں ہے کام کی شے کوئی غیر حسن عمل
ہم ایک ایک کو دنیا میں آزما کے چلے
بلند رتبہ سمجھتے ہیں سقف چرخ کو پست
یہ جب زمیں پہ چلے اپنا سر جھکا کے چلے
یہی ہے ضعف کا عالم تو کیا عجب اے دل
جو اپنی سانس بھی سینہ میں لڑکھڑا کے چلے
بروز حشر بھی چوکے نہ چال سے اپنی

کیا سلام جو جھک کر وہ مسکرا کے چلے

سوال بوسہ میں کیا جانے کیا ملا تھا زہر
وہ مجھ سے کڑوے ہوئے بے نقط سنا کے چلے

قضا بھی لوٹ گئی دیکھ کر اثر ان کا
کمان ناز سے جب تیر کچھ ادا کے چلے

جو جی میں آئی جفا ہو کہ مہر کر گذرے
وہ کہنے پر نہ کسی غیر و آشنا کے چلے

جو ٹوکا راہ میں دشمن کے ساتھ جاتے ہوئے
بہت ہی بگڑے وہ کچھ منہ میں بڑبڑا کے چلے

فرشتے بار محبت کو دیکھ کر بولے
مجال کس کی جو اس بوجھ کو اٹھا کے چلے

وہاں سے ہم نہ ٹلے پھر مثال نقش قدم
وہ اپنی راہ میں ہم کو جہاں بٹھا کے چلے

فغاں کے ساتھ نکل آئے آنکھ سے یوں اشک
کہ جیسے قافلہ آواز پر درا کے چلے

اگر پہنچنا ہے منزل پہ وقت سے پہلے
کہو یہ سالک رہ سے قدم اٹھا کے چلے

ہر ایک گام پہ کھٹکا لگا ہے ٹھوکر کا
رہ وفا میں کوئی کیا قدم اٹھا کے چلے

۳۱۷	مآل صبح شب وصل کیا کہوں اے عشق جنھوں نے ہم کو ہنسایا وہی رلا کے چلے	۲۰

کیوں مانگوں کسی اور سے کچھ دے تو خدا دے
جو آپ ہی بھوکا ہو وہ محتاج کو کیا دے

اے جذبِ وفا دل کو مرے اسکے ملا دے
پردہ جو دوئی کا ہے اسے صاف ہٹا دے

سفاک صفائی کا کوئی ہاتھ لگا کر
جھگڑا ہی تن و سر کا مرے آج مٹا دے

اچھوں کا برا کام بھی اچھا ہے جہاں میں
تو ہاتھ سے اپنے مجھے جو چاہے سزا دے

ہم نقد کو نسیہ سے بدلتے نہیں ساقی
جو کل کے لئے رکھی ہے وہ آج پلا دے

کہتا ہے شبِ وعدہ مرا شوق یہ مجھ سے
آتا ہے کوئی راہ میں آنکھوں کو بچھا دے

سنتا ہی نہیں کان لگا کر کبھی وہ بت
افسانۂ الفت مرا کیا خاک مزا دے

ہوگا نہ افاقہ مجھے اب موت کے غش سے
تو زلف سنگھا اپنی کہ دامن کی ہوا دے

کہتے ہیں محبت میں نہیں کوئی کسی کا
ڈرتا ہوں کہ دل وقت پہ مجکو نہ دغا دے

کیا اس بتِ کافر سے ہو وعدے کی توقع
جو مطلب دل کو مرے باتوں میں اڑا دے

میراث کسی کی ہے نہ یہ ملک کسی کی
دولت ہے خداداد جسے چاہے خدا دے

دشوار ہے جو مجکو وہ آسان ہے تجھ کو
یارب مرے بگڑے ہوئے سب کام بنا دے

کیا خاک مری نشو و نما کی وہ کرے قدر
ہر روز مرے نام کو جو لکھ کے مٹا دے

تھک جاتے ہیں جب قتل سے کہتے ہیں ادا سے
اتنا نہیں کوئی جو مرا ہاتھ بٹا دے

دے جان محبت میں کسی کے دلِ شیدا
جو منہ سے کہا ہو اسے اب کر کے دکھا دے

تو پیار کرے جسکو وہ ہے پیار کے قابل
یا غیر سے دلوا مجھے بوسہ کوئی یا دے

ہے راہ نمائی کا اگر خضر کو دعوےٰ
رستہ وہ مجھے کوئی محبت کا بتا دے

پھر جا کے یہ آنے کی نہیں اے بتِ نادان
غیروں میں نہ یوں حسن کی دولت کو لٹا دے

منحوس سمجھتے ہیں وہ رونے کو کسی کے
اے اشک مجھے آنکھ سے انکی نہ گرا دے

کیوں حسن طبیعت پہ مرے غیر کو ہی رشک

۳۱۸ | حصہ یہ اُسی کا ہے جسے عشق خدا دے | ۲۱

ساقی وہ مے صاف مجھے آج پلا دے
آئینہ روشن جگر و دل کو بنا دے

پردہ رخ پر نور سے اے شوخ ہٹا کر
بجلی دل عشاق پہ اک بار گرا دے

مایوس ہو کیا کوئی بشر بخشش رب سے
بے مانگے ہی دیتا ہے جو مانگو تو سوا دے

تڑپا نہ بہت قتل کے پیاسوں کو ستمگر
آب دم شمشیر انہیں جلد پلا دے

ہے زیست مری وصل کے اقرار پہ موقوف
بنجائے ابھی کام زباں تو جو ہلا دے

بوسہ کا سوال اُنسے جو کرتا ہوں کبھی میں
منہ پھیر کے کہتے ہیں جواب اسکو خدا دے

کہتے ہیں خدا جسکو وہ کچھ دور نہیں ہے
انسان اگر پردۂ غفلت کو اُٹھا دے

اس جلوۂ عارض سے مجھے خوف لگا ہے
ہر طالب دیدار کو موسےٰ نہ بنا دے

لازم ہے حذر آہ شرربار سے ہر دم
ایسا نہوا دل پہ تجھے آگ لگا دے

دریا بھی طوفان ہی اے اشک رواں تو
کیا فائدہ گر دل کی لگی کو نہ بجھا دے

اے پیر مغاں دون کی لیتا ہے بہت شیخ
اک جام مے توبہ شکن اس کو پلا دے

دل شیشہ نازک ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے
اے وعدۂ محشر مری امید بندھا دے

ٹھہرائے اگر عرش تو کیا فائدہ اے دل
فریاد سے دل اس بت کافر کا ہلا دے

ڈرتا ہوں نزاکت سے نہ رکجائے کہیں ہاتھ
اے شوق شہادت دل قاتل کو بڑھا دے

بیمار محبت نہ بچا ہے نہ بچے گا
تدبیر کوئی لاکھ کرے لاکھ دوا دے

دم لے کے ذرا دل کی تو کہنے دے کسی سے
اتنا بھی نہ مجکو طپش شوق لٹا دے

ان بھول بھلیاں سے نکلنا نہیں آسان
اے خضر جدا عشق و محبت کے ہیں جادے

کر دے کسی گوشہ میں مری لاش کو مدفون
ہر طرح سے اس خون کو سفاک چھپا دے

انداز و ادا کو ترے حاصل ہے یہ قدرت
چاہے جسے اک آن میں تڑپا دے لٹا دے

١٥	اس کافر بدکیش سے اے عشق بڑھا ربط دنرات دعائیں ہیں کہ اللہ بنھا دے	٣١٩

آبرو مجھسے زباں اسنے سنبھالی نہ گئی
چھیڑ ہر وقت کی ہر بار کی گالی نہ گئی

عشق میں دل تو گیا شیفتہ حالی نہ گئی
میرے ٹالے یہ مصیبت مری ٹالی نہ گئی

دل میں اس کافر بدکیش کے اچھی کہ بری
بات جو پیٹھ گئی پھر وہ نکالی نہ گئی

دے کے دل شاد ادھر ہم کہ ٹلی ایک بلا
وہ ادھر خوش کہ مری بات تو خالی نہ گئی

دہن یار کا مضمون نہ سمجھ میں آیا
بات میں بات یہاں کوئی نکالی نہ گئی

دل تڑپتا ہے ادھر اور ادھر میرا جگر
چوٹ کوئی نگہ ناز کی خالی نہ گئی

دل کو تو چیر کے پہلو سے نکالا لیکن
دل سے ظالم خلش عشق نکالی نہ گئی

نہ مٹا دل سے تری زلف پریشاں کا خیال
مرتے دم تک مری آشفتہ خیالی نہ گئی

کیا نزاکت ہے کہ اس شوخ ستم پیشہ سے
آنکھ بھی عاشق دل خستہ پہ ڈالی نہ گئی

ڈھل گیا حسن مگر آپ کی شوخی ہے وہی
رنگ لب کا تو اڑا پان کی لالی نہ گئی

وہ عیادت کو مری آکے یہ فرماتے ہیں
کیسا بیمار ہے چہرے کی بحالی نہ گئی

بات کچھ گوہر نایاب نہ تھی عاشق کی
اسلئے کان میں اس شوخ کے ڈالی نہ گئی

انکی خدمت میں گئی جان بھی اپنی لیکن
روز کی بر طرفی اور بحالی نہ گئی

ایسا سانچا نہ بنا بدلے ہزاروں قالب
کسی صناع سے صورت تری ڈھالی نہ گئی

١٥	ان کی خلوت میں بھی جلوت کا سماں ہے اے عشق آمد و رفت حوالی و موالی نہ گئی	٣٢٠

دل سی شئے مجھسے مری جان سنبھالی نہ گئی
ایسی کچھ آپ کی خاطر تھی کہ ٹالی نہ گئی

حسرتِ قتل مری ان سے نکالی نہ گئی
نازکی کا ہو برا تیغ سنبھالی نہ گئی

جس طرح آپ نے محفل سے نکالا مجھ کو
اسطرح حسرت دل کوئی نکالی نہ گئی

شیخ توبہ کی طرح کوئی نہیں بے وقعت
کب یہ میخانے میں آئی کہ نکالی نہ گئی

آپ کے حسن کو کیا عیب لگائیگا کوئی
خاک خورشید جہانتاب پہ ڈالی نہ گئی

تو ستا کر ہمیں پچھتائے گا یہ یاد رہے
آہ مظلوم کی ظالم کبھی خالی نہ گئی

وصل میں بھی نہ ملا دل سے مرے یار کا دل
باہمی فصل جنوبی و شمالی نہ گئی

لامکاں دور نہ تھا عرش بھی مستور نہ تھا
اسطرف اپنی مگر ہمت عالی نہ گئی

وہ نہ میرے دل شیدا کے خریدار بنے
جنس دو چار کو جبتک یہ دکھالی نہ گئی

محتسب بندۂ بے دام بنا رندوں کا
ساقیا روز کی بے کار پیالی نہ گئی

مہر لب حضرت منصور کا افسانہ ہوا
منہ سے حق بات زمانے میں نکالی نہ گئی

آپکا تیر نظر اور طبیعت میری
ایک روکا نہ گیا ایک سنبھالی نہ گئی

درد اور عشق ہیں اک جان دو قالب گویا
پھوٹ دو نو میں کسی طرح سے ڈالی نہ گئی

کیا نزاکت مرے ساقی کی ہے اللہ اللہ
جام میں اس سے مے ناب بھی ڈالی نہ گئی

١٥	دل گیا جان گئی اونکے طلب میں لیکن عشق بیہودہ تری خام خیالی نہ گئی	٣٢١

مجال بات کی ہوتی تو گفتگو کرتے
سوال وصل ہم اس بت سے دوبدو کرتے

مریض غم سے جو ہوتی انہیں محبت کچھ
کبھی تو سورۂ اخلاص پڑھ کے چھو کرتے

لگاتے منہ نہ رقیبوں کو تم اگر سر بزم
مجال تھی جو وہ یوں ہمسے گفتگو کرتے

کسی کو ہوتی بھی جرات زباں درازی کی
ہم اسطرح جو نہ دب دب کے گفتگو کرتے

سیاہ کاروں کے ہو جاتے نور کے چہرے
جو یہ کبھی عرق شرم سے وضو کرتے

نماز میں نئی کیفیتیں نظر آتیں
شراب ناب سے زاہد اگر وضو کرتے

خیال کسکا بندھا رہتا ہے خدا جانے
کہ اپنے آپ انہیں دیکھا ہی گفتگو کرتے

دہن نہیں سہی کیا ہو گیا اشاروں کو
وہ آنکھوں آنکھوں میں کچھ ہمسے گفتگو کرتے

ہمارے وصل کا ہوتا اگر یقین ہم کو
شبِ فراق نہ مرنے کی آرزو کرتے

نظر نہ آئی کوئی چیز ایسی دنیا میں
بتوں کے ہوتے جو ہم اسکی آرزو کرتے

خدا کی ذات کو قیدِ جہت نہیں واجب
گناہ کیا تھا اگر سجدہ چہار سو کرتے

زبان انکی جدا تھی زبان اپنی جدا
لحد میں خاک فرشتوں سے گفتگو کرتے

نہ ہوتی قدر اگر حسن کی زمانے میں
کبھی وہ باغ نہ اس طرح خوبرو کرتے

نہیں ہیں تار یہ کچھ دامن و گریباں کے
جگر کے ٹکڑوں کو کیا خاک ہم رفو کرتے

امید ہوتی جو اے عشق ہم کو ملنے کی
تلاش اس بتِ کافر کی کو بہ کو کرتے

مژدہ اے بلبل کہ اک تازی بہار آنے کو ہے
بہرِ سیرِ گلستاں وہ گلعذار آنے کو ہے

کس خوشی کے دن ہوا ہے غم میسر مجھکو ہائے
لاش پر دشمن کی کوئی سوگوار آنے کو ہے

دیکھیں اب اڑ اڑ کے اپنی خاک کیا ڈھاتی ہے حشر
جانبِ مدفن وہ طفلِ نے سوار آنے کو ہے

کچھ کچھ ابھرا سا نظر آتا ہے سینہ یار کا
نونہال حسن میں اس سال بار آنے کو ہے

شیخ سے ذکرِ قیامت سن کے کہہ اٹھتا ہوں میں
مژدہ باد اے دل کہ روزِ وصلِ یار آنے کو ہے

غیر کے روکے سے یہ طوفان رکنے کا نہیں
آپ کے کوچے میں کوئی اشکبار آنے کو ہے

کنج زنداں سے نہیں کوئی رہائی کی امید
مجکو کیا سو بار آئے گر بہار آنے کو ہے

دیکھتی ہے چار سو رہ رہ کے کیا چشم حباب
کون بہرِ غسل سوئے جوئبار آنے کو ہے

حشر سے پہلے اگر ہم جی اٹھیں تو کیا عجب
یار بہرِ فاتحہ سوئے مزار آنے کو ہے

خیر تیری اب نظر آتی نہیں اے جان زار
اس ستم آئیں پہ دل بے اختیار آنے کو ہے

بے سبب بل کی نہیں لیتی ہے وہ زلفِ دوتا
آج اس کے دام میں کوئی شکار آنے کو ہے

چین سے بیٹھا ہوا ہے محفلِ دشمن میں کیا
بے خبر اے شوخ کوئی بیقرار آنے کو ہے

تھی جہاں منظور ذلت میری شانِ کبریا
آج اس محفل سے دشمن شرمسار آنے کو ہے

وعدۂ فردا نہیں کچھ ورد دم سے صبر کر
وہ گھڑی بھی اے دل پُر اضطرار آنے کو ہے

خاکساری نے مری مٹی یہاں تک کی پلید
دل میں اب آئینہ دل کے اب غبار آنے کو ہے

بادۂ گلگوں سے بھردے شیشہ و ساغر شتاب
بدلی ہے ساقی ہوا فصلِ بہار آنے کو ہے

کر کے مجکو قتل بول اٹھا وہ ترک تیغ زن
کیا ابھی مقتل میں کوئی جاں نثار آنے کو ہے

دے بھی دو بوسہ کہا انکی شرم مجھسے کیا لحاظ
اِس تمنا میں لبوں پر جانِ زار آنے کو ہے

مژدہ اے جوشِ جنوں اے وحشتِ خاطر نوید
زخم پھر آلے ہوئے فصل بہار آنے کو ہے

دیکھئے کیا حشر ڈھاتی ہیں تمنائیں مری
ہے شبِ غم ختم روز وصل یار آنے کو ہے

ایدلِ ناکام لے اب چین کر آرام پا
مٹ چکی ہیں ساری امیدیں قرار آنیکو ہے

۳۲۳	عشق وہ سفاک آتا ہے ادہر خنجر بکف ایک تازہ معرکہ بر روے کار آنے کو ہے	۱۸

وہ کڑے دل کے ہیں دم عشق کا بھرنیوالے
دم بھی نکلے تو کبھی اُف نہیں کرنیوالے

رہبرِ راہ عدم جائیں پس و پیش تو کیا
ہیں یہ سب ایک ہی منزل پہ ٹھہرنیوالے

وہ سروکار قضا سے نہیں رکھتے کوئی
جو اداؤں پہ تری دل سے ہیں مرنیوالے

دم پہ بنجائے کہ ٹوٹے دلِ شیدا پہ ستم
دم نہیں مارتے دم آپ کا بھرنیوالے

تم تو انگشت نما ہاتھ لگا کر نہ ہو
ایکدن آپ ہی مرجائیں گے مرنیوالے

کل سرِ حشر دکھائیگا خدا کو کیا منہ
اے مرے پاس سے انجان گذرنیوالے

امتحاں آپ لیں سو بار تو کیا ہوتا ہے
دل چرانے کے نہیں جی سے گذرنیوالے

ہے وہ گرداب بلا بحر محبت اے دل
اسکے ڈوبے نہیں تا حشر ابھرنے والے

منتظرِ وعدہ کی شب زندہ رہے یا نہ رہے
تو سلامت رہے اے شوخ سنورنے والے

شوق زینت ہو تو کیا جانیے کیا صورت ہو
سادگی پر ہیں ترے سیکڑوں مرنیوالے

جاں بلب آ چکے ہیں کوئی گھڑی کے مہماں
رو گئے لاکھ نہیں اب یہ ٹھہرنے والے

لیجئے تیغ کہ جاں بازوں کے جوہر کھلجائیں
بھاگنے والے ہیں سب یا ہیں ٹھہرنیوالے

کیسے عیسیٰ ہو یہ اعجاز نمائی کیسی
دیکھتے رہ گئے تم مر گئے مرنے والے

طعن آمیز سخن ہیں ترے اے تنگ دہن
تیز نشتر سے سوا دلمیں اُترنے والے

یاد ہے مجکو وہ طفلی کا زمانہ اب تک
ہائے کیا دن تھے فراغت سے گذرنیوالے

آپ کے وعدۂ فردا کا ہو کچھ ایسا یقیں
حسرتیں ساتھ لئے جاتے ہیں مرنیوالے

جان دیدیں گے مگر بات نہ جانے دینگے
ہم نہیں تیری طرح کہہ کے مکرنے والے

٣٢٤

رنگ شوخی جو یہی ہے تو خدا حافظ ہے
عشق پردیمیں نہیں اب وہ ٹھہرنے والے

١٦

واہ کیا پیر مغاں کی بات ہے
ذات اس کی قبلۂ حاجات ہے

ایک ہی لاکھوں میں تو اے نازنیں
تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے

رازداری کی قسم کھاتے ہیں ہم
شوق سے کہیے جو دل کی بات ہے

بولے میرے گریہ شادی پہ وہ
کیسی یہ بے فصل کی برسات ہے

مانگتے ہیں دل کبھی وہ زر کبھی
اپنے ہی مطلب کی ہر جو بات ہے

منہ میں بھر آتا ہے پانی شیخ کے
ذکر مے بھی کس مزے کی بات ہے

آشنا زر کی ہے تو اے دختِ رز
چار پیسوں کی تری اوقات ہے

وہ ملاتے ہیں دمِ رخصت جو ہاتھ
ایکتا ہی دلبری کی گھات ہے

عاشقوں کی یوں تو ہی مٹی خراب
آپ پر مرتے ہیں اتنی بات ہے

جھوٹے وعدے کا بھی ہوتا ہی یقین
آپکے ارشاد کی کیا بات ہے

غیر سے مصروف سرگوشی ہیں وہ
ہو نہو میری ہی کوئی بات ہے

فاقہ ہے میرا مدارِ زندگی
اب توکل پر بسر اوقات ہے

بات وہ کرتے نہیں منہ جوڑ کر
یہ بھی قسمت کی مری اک بات ہے

رعب ہے مانع یہ کس کا روزِ حشر
منہ نہیں کھلتا مرا کیا بات ہے

حور و غلماں میں نکلنے کی نہیں
تجھ میں اے رشکِ پری جو بات ہے

۳۲۵	عشق کی یارب دعا ہو مستجاب نام تیرا قاضی الحاجات ہے	۱۵

حشر کا نام نہ لو حشر میں کیا رکھا ہے
فیصلہ آج کا کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے

ابھرا ابھرا نظر آتا ہے جو سینہ تیرا
تو نے انگیا میں یہ کیا ہے چھپا رکھا ہے

لے نہ اے دستِ جنوں حشتِ خاطر کی بہت
نام سے تار کے اب جیب میں کیا رکھا ہے

میرے پہلو میں نہیں یہ دلِ پرخوں میرا
ایک شیشہ ہی کہ صہبا سے بھرا رکھا ہے

ہم نہیں تجھ سے زمانہ میں طلبگار عروج
اے فلک خاک میں کیوں مفت ملا رکھا ہے

جاکے جب بیٹھتا ہوں آوازہ وہ بول اٹھتے ہیں
سر پہ کمبخت نے گھر میرا اٹھا رکھا ہے

دیکھئے جب ہی عدو ساتھ برنگ سایہ
تم نے پیچھا لا یہ کیوں پیچھے لگا رکھا ہے

اس خطا پر مرے پہلو کو وہ کرتے ہیں فگار
کیوں تمنا کو مری دل میں چھپا رکھا ہے

درد دل میں ہی کبھی زخم جگر میں ہے کبھی
عشق نے ایک نہ اک روگ لگا رکھا ہے

شیخ کی پوچھ نہ کچھ رندوں نے میخانہ میں
دیکھے چلو اسے الو ہی بنا رکھا ہے

زلف جنجال نہ بنجائے کہیں ڈرتا ہوں
تجنے تو اسکو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

مردم چشم نہیں سحر کے پتلے ہیں یہ
طرفہ جادو تری آنکھوں نے جگا رکھا ہے

دل کی فریاد نہ لائے سر محشر کوئی رنگ
تنے بیداد سے کیوں اسکو ستا رکھا ہے

ہاں نہیں جو تمہیں منظور ہی وہ ہمارے یہ کہو
مفت کیوں روز کا جھگڑا یہ لگا رکھا ہے

١٩	دیں اس دشمن ایمان سے بچا کر اے عشق وقت آخر کے لئے ہم نے لگا رکھا ہے	٣٢٦

اعلیٰ جو تھے وہ آج ہیں ادنا بنے ہوئے
ادنا غلام پھرتے ہیں آقا بنے ہوئے

کس تیرہ نصیب کی آئی ہیں شامتیں
بیٹھے ہیں کیوں وہ آگ بگولا بنے ہوئے

ایسے ہیں شوق وصل میں عمر اپنی ہم بسر
سر تا بپا امید و تمنا بنے ہوئے

اے چرخ جور پیشہ ترے دست جور سے
بگڑے ہیں گھر یہاں کیا کیا بنے ہوئے

بھڑکی ہے آگ حسن کی پانی سے دیکھنا
نکلے ہیں وہ نہا کے بھبوکا بنے ہوئے

دعوےٰ تھا عقل و ہوش کا اپنے جنھیں بہت
پھرتے ہیں آج وہ ترے شیدا بنے ہوئے

کہدو یہ انسے کوئی کہ عاشق ہے نزع میں
آئیں شتاب رشک مسیحا بنے ہوئے

جوش جنوں کدھر ہے بنے آکے میہماں
مدت ہوئی ہے گھر مرا صحرا بنے ہوئے

اس اضطراب سے ترے اے بیقرار دل
بگڑے ہیں کام عشق میں کیا کیا بنے ہوئے

مشتاق تیرے جلوہ کے اے شوخ سیکڑوں
افتادہ زیر بام ہیں موسےٰ بنے ہوئے

مٹنے کے واسطے تری راہ وفا میں ہم
بیٹھے ہوئے ہیں نقش کف پا بنے ہوئے

مشہور خلق عشق نے یہ کچھ کیا ہمیں
نا آشنا بھی سب ہیں شناسا بنے ہوئے

اغیار بھی بلا ہیں مگر اے پری جمال
رہتے ہیں تیرے ساتھ جو سایہ بنے ہوئے

دام خیال کو کوئی پھیلائے خاک اب
مضمون اس کمر کے ہیں عنقا بنے ہوئے

باطن میں سب سے بڑھ کے ہیں دنیا پرست وہ	ظاہر میں ہیں جو طالب عقبا بنے ہوئے
برگشتہ قسمتی کا برا ہو کہ آج کل	تھے جتنے دوست اب ہیں وہ اعدا بنے ہوئے

۳۲۷	عقبیٰ کی فکر اب نہیں اسے عشق چاہیے کب تک رہو گے طالب دنیا بنے ہوئے	۱۶

کریگا ہر اک قدر جانی تمہاری — سلامت اگر ہے جوانی تمہاری

مجھے اور دشمن کی حاجت نہیں پھر — یہی ہے اگر مہربانی تمہاری

ان آنکھوں سے پوچھو یہ کیسے ہوئے ہیں — لڑکپن تمہارا جوانی تمہاری

کلیجے میں میرے نہیں داغ حسرت — یہ اے مہرباں ہے نشانی تمہاری

جو چھیڑا کبھی قصۂ غم وہ بولے — نہیں سنتے ہم یہ کہانی تمہاری

مرے دل میں رہتے ہیں اسپر بھی مجھ سے — نہیں ہوتی کچھ پاسبانی تمہاری

رہیگی پس مرگ بھی مدتوں تک — مجھے یاد یاران جانی تمہاری

بتو اسکا شکوہ نہیں تم سے مجھ کو — ستم بات ہے خاندانی تمہاری

عوض بوسہ کا ہو گیا گالیوں سے — مزا دیگئی بدزبانی تمہاری

شکایت کو بھی میری تعریف سمجھے — اگر کوئی سن لے زبانی تمہاری

فلک کی جفاؤں سے ہوتا نہیں کچھ — فقط چاہیے مہربانی تمہاری

کہا اسنے قصہ مرے غم کا سن کر — بڑی درد کی ہے کہانی تمہاری

لہو رنگ لایا ہے کس بیگنہ کا — جو ہے آستیں ارغوانی تمہاری

مری جان بھی جائے گر امتحاں میں — نہ جائے ذرا بدگمانی تمہاری

اگر دم بھی نکلے گا میرا تو دل سے — محبت نہ نکلے گی جانی تمہاری

۳۲۸	میاں عشق صد مرحبا آفریں ہے	۱۷

مزا دے گئی شعر خوانی تمہاری

سو خیالوں سے حسینوں کا خیال اچھا ہے
اور سب خوابوں میں اک خواب وصال اچھا ہے

ساری پریوں میں مرا حور جمال اچھا ہے
آنکھ ناک اچھی ہے ایک اک خط و خال اچھا ہے

شوق کے گھٹنے سے بڑھنے میں مزا ہے اے دل
وصل کا وصل کے ہونے سے خیال اچھا ہے

خواب یوسف ہی کے ہر بار پڑا کرتے ہیں
جذب کامل ہے زلیخا کا خیال اچھا ہے

آنکھوں آنکھوں میں چرا لیتے ہیں دل سی شے کو
یہ حسینان فسونگر میں کمال اچھا ہے

تہنیت آکے دیں احباب عیادت کیسی
آج وہ آئے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے

نقد دل دیکے کہا میں نے کہ مانگوں کچھ میں
بولے یہ آپ کا انداز سوال اچھا ہے

عاشقی اے دل ناداں ہے سراپا آفت
ابتدا اسکی ہے اچھی نہ مآل اچھا ہے

درد دل کہتا ہوں میں آپ توجہ سے سنیں
میرے افسانۂ الفت میں یہ حال اچھا ہے

ہے مقدر کے سبب آمد و رفت زر و مال

نہ خوشی اس کی ہے اچھی نہ ملال اچھا ہے

جو مقدر کا ہے بے مانگے ہی مل جائے گا

مرد سائل کے لئے ترک سوال اچھا ہے

اے مغاں خاک نشینانِ خرابات کے پاس

ساغرِ زر سے کہیں جامِ سفال اچھا ہے

تجھ سا یوسف نہیں بازارِ جہاں میں کوئی

کیوں نہ ہر اک ہو خریدار کہ مال اچھا ہے

مانگیں اللہ سے کیا اس بتِ سفاک کو ہم

ہو جو ملنے کی توقع تو سوال اچھا ہے

فکر دانے کی نہ اندیشۂ دامِ صیاد

طایرِ قبلہ نما بے پر و بال اچھا ہے

مجکو معلوم ہے باطن میں ہے وہ جیسا بُرا

کیا ہوا شیخ کا ظاہر میں جو حال اچھا ہے

۳۲۹	قدرداں کوئی زمانے میں رہے یا نہ رہے بے کمالی سے تو اے عشق کمال اچھا ہے	۱۴

مجھہ کو کیا کام جو الفت کا مآل اچھا ہے
میں ہوں جس حال میں میرا وہی حال اچھا ہے

سارے پیغاموں سے پیغامِ وصال اچھا ہے
وہ اگر رد نہ کریں تو یہ سوال اچھا ہے

شرط طاعت نہیں کچھ اسکے لئے اے واعظ
باغ جنت سے گلستانِ خیال اچھا ہے

چل بسا آج وہ دنیا سے خبر لو چل کر
جسکو کل دیکھہ کے تم کہتے تھے حال اچھا ہے

غیر کی دھن ہے تجھے مجکو تصور تیرا
تو ہی انصاف سے کہہ کسکا خیال اچھا ہے

گو مری جان پہ بنجاتی ہے اسکے ہاتھوں
پھر بھی کہتا ہوں کہ ارمانِ وصال اچھا ہے

دل سلامت ہے تو کچھ قحط حسینونکا نہیں
ہیں خریدار بہت اپنا جو مال اچھا ہے

جس سے کچھ نفع نہ ہو اس سے نہیں کوئی برا
بار آور جو ہوا بید وہ نہال اچھا ہے

میں وہ بیمار محبت ہوں کہ مر جاؤں گا
گر کہے کوئی تسلی کو یہی حال اچھا ہے

آسماں کے بھی ستارے کہیں ہاتھ آتے ہیں
مجکو کیا اس سے جو وہ ماہِ جمال اچھا ہے

اس سے پوچھے تو کوئی ہوتی ہے کسطرح بسر
تم تو یہ جانتے ہو غیر کا حال اچھا ہے

اے شہ حسن ذرا اپنے دکھا دے ناخن
آسماں دو دن کی لیتا ہے ہلال اچھا ہے

انکے وعدے کو گھڑی بھر نہ بقا ہے نہ قیام
اس خوشی سے تو ہمیشہ کا ملال اچھا ہے

۳۴۰

بڑھ رہا ہے مرض اے عشق یہاں روز بروز
وہ کہے جاتے ہیں اب پہلے سے حال اچھا ہے

۱۳

تیری دہلیز گر ہمیں بنتی
سر ہی بنتا نہ یہ جبیں بنتی

آنکھ اُنکی جو خشمگیں بنتی
نگہ تیز تیغ کیں بنتی

دل نہ گر یار میں لگا ہوتا
دم پہ کیوں وقت واپسیں بنتی

آتے خود یا مجھے بلاتے وہ
بات کوئی تو ہمنشیں بنتی

سیر کا لطف تھا اگر جنت
تیرے کوچہ کی سرزمیں بنتی

خاک میں خاکسار کیوں ملتے
آسماں تو جو اے زمیں بنتی

ذلت عشق کی جو ہوتی قدر
اُنکی گالی بھی آفریں بنتی

رنگ لاتی مری سیہ بختی
گر تری زلف عنبریں بنتی

کیفیت تھی جو نشہ مے سے
سُرخ وہ چشم سرمگیں بنتی

فیصلہ کل کا آج ہی ہوتا
جو وہاں بنتی وہ یہیں بنتی

	طبع عاشق جو نازنیں بنتی کچھ بنائے مرے نہیں بنتی	ناز معشوق کے اُٹھاتا کون جب بگڑ بیٹھتے ہیں وہ ایدل	

۱۷	جب بگڑتا ہے کھیل قسمت کا عشق انسان سے کچھ نہیں بنتی	۳۳۱

کہاں آساں کسی کا دل کسی کے دل سے ملتا ہے
بڑی آفت سے ملتا ہے بڑی مشکل سے ملتا ہے

عدو نے بے وفائی کی تو قائل ہو کے کہتے ہیں
یہ سچ ہے باوفا عاشق بڑی مشکل سے ملتا ہے

ادھر بھی جذب کامل ہو اُدھر بھی جذب کامل ہو
مزا چاہت کا خوب آتا ہے جب دل دل سے ملتا ہے

مرے قاتل کو ہے اس ربط پر بھی رشک کیا کیجئے
جو اک بسمل تڑپ کر دوسرے بسمل سے ملتا ہے

تمنائیں ہیں لاکھوں دلمیں وہ آئیں تو کیا آئیں
کوئی پردہ نشیں ہو کر بھری محفل سے ملتا ہے

یہاں کل جس کی عزت تھی وہی ہے آج ذلت میں
یہ رنگ بزم عالم بھی تری محفل سے ملتا ہے

ملا ہے حضرتِ پیرِ مغاں سے اس طرح زاہد
مرید تازہ جیسے مرشدِ کامل سے ملتا ہے

جلا ہوں ہجر میں اُس ماہ رو کے رات بھر ایسا
کہ اک اک داغ دل میرا مہ کامل سے ملتا ہے

میں وہ آوارۂ گردِ وادیٔ رنج و مصیبت ہوں
کہ غربت کا پتا مجھ کو مری منزل سے ملتا ہے

تماشا جوشِ خوں کا کوئی شوقِ قتل میں دیکھے
پھڑکتا بغض کا میری رگِ بسمل سے ملتا ہے

مجھے بھٹکا رہا ہے کیوں مرا دل راہِ الفت میں
پتا منزل کا سب کو رہبرِ کامل سے ملتا ہے

سراپا شوق جو آیا ہوا حسرت بھرا واپس
یہی ملتا ہے جس کو آپ کی محفل سے ملتا ہے

جو دیکھی بیقراری برق کی یہ کہہ اُٹھا قاتل
تڑپنا لوٹنا اس کا مرے بسمل سے ملتا ہے

نہیں ہے آس اتنی بھی ترے ناکام عاشق کو
پتا لیلےٰ کا اکثر قیس کو محمل سے ملتا ہے

کوئی اسکا عوض بھی ہے تری سرکار میں یارب
سخی کو عالمِ باقی میں جو سائل سے ملتا ہے

یہی ہے ماحضر تلوار کا پھل تیغ کا پانی
کسی کو قتل گہہ میں اور کیا قاتل سے ملتا ہے

۳۴۲	مثالِ قطرہ و دریا ہے میری داغ کی نسبت کہاں رہتا ہے ناقص عشق جو کامل سے ملتا ہے	۲۸

میں کیا کہوں کہ کیا نگہ یار کر گئی کیا پل کی پل میں اپنی جوانی گذر گئی	برچھی سی ایک دل سے جگر تک اتر گئی برقِ جہندہ تھی ادھر آئی ادھر گئی

پیری میں سب شباب کی مستی اُتر گئی
کیا سوئیں اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

تیری نگاہِ ناز جگر تک اُتر گئی
میں دیکھتا ہی رہ گیا یہ کام کر گئی

جانبر علاج سے نہ مریضِ وفا ہوا
سب سعی رائیگاں تری اے چارہ گر گئی

ذکرِ گذشتہ کیجئے کیوں اس سے فائدہ
اچھی بری گذرنی تھی جیسی گذر گئی

دو ناتسلیوں سے ہوا اضطرابِ دل
جو چوٹ تھی دبی ہوئی وہ پھر ابھر گئی

پرساں نہیں ہے کوئی شبِ دردِ غم مرا
اے موت کیا ہوا تجھے کیا تو بھی مر گئی

اے یادِ عمرِ رفتہ خدا کے لئے بتا
کیا ہو گیا شتاب جوانی کدھر گئی

ہمدم نہ پوچھ روزِ جدائی کا ماجرا
اللہ جانتا ہے جو مجھ پر گذر گئی

پیری میں خوابِ خوش سے تو اب کھلی ہے آنکھ
کیونکر بتاؤں میں کہ جوانی کدھر گئی

روزِ ازل فرشتے تو پہلو بچا گئے
آخر بلائے عشق بشر ہی کے سر گئی

مرہم سے تو نمک ہی تھا اچھا مرے لئے
اے چارہ گر حلاوتِ زخمِ جگر گئی

ہم اپنی زندگی سے تھے ناراض روزِ غم
امیدِ وصل آکے رضامند کر گئی

جلوے سے تیرے حسن کے معمور ہے جہاں
دیکھا تجھی کو ہم نے جہاں تک نظر گئی

موجِ ہوا سے فصلِ بہاری کو دیکھئے
گل کیسے کیسے صحنِ چمن میں کتر گئی

برگشتہ قسمتی کا کرے کوئی کیا علاج
کچھ زلف یہ نہیں ہے کہ بکھری سنور گئی

گریہ سے کوئی کام نہ نکلا شبِ فراق
رونا یہ ہے کہ آبروئے چشمِ تر گئی

چکرا رہا ہوں کوچۂ جاناں میں رات دن
منزل پہ بھی نہ سر سے بلائے سفر گئی

اس شوقِ دید کو تو شبِ وعدہ دیکھئے
اٹھ اٹھ کے لاکھ بار سوئے در نظر گئی

مانع ہے عرضِ حال سے مجکو یہی خیال
پھر کچھ نہ ہوگا بات بھی اپنی اگر گئی

پامالیوں کے شوق نے مٹی خراب کی
دل سے نہ مر کے بھی ہوسِ رہگذر گئی

منعم عبث ہے دولتِ دنیا پہ تجھ کو ناز — اسکو نہیں قیام ادہر آئی ادہر گئی
غافل رہے نہ میری طبیعت سی چارہ گر — آئی بہار پھر یہ اسی رنگ پر گئی
قاتل کو میرے قتل کا غم تو نہیں مگر — شکوہ یہ ہے کہ مفت کلائی اُتر گئی
اس شوخ کو خیال جو آیا نقاب کا — زلف سیاہ چاند سے رُخ پر بکھر گئی
اے شیخ ہجر یار میں ہم پر ہزار بار — ڈرتا ہے جس سے تو وہ قیامت گذر گئی

٣٣٣	اے عشق اپنی عمر دو روزہ جہاں میں ہے لاکھ شکر کہ اچھی گذر گئی	١٢

جان میری لبوں پر آئی ہے — اے مسیحا تری دُہائی ہے
انکے آگے لیا جو نام عدو — بولے کیوں تیری شامت آئی ہے
تیغ تولے ہوئے وہ بیٹھے ہیں — نہیں معلوم کس کی آئی ہے
نہیں بچنے کا اب مریض غم — مردنی اسکے مُنہ پہ چھائی ہے
سوجھے کیا نیک و بد ترنگوں کو — چربی آنکھوں میں انکے چھائی ہے
بولے وہ لیکے نقد دل میرا — چلو اپنی یہ رونمائی ہے
کر رہا ہے وہ آج قتلِ عام — ملک الموت کی بن آئی ہے
تسمہ باقی رکھا نہ قاتل نے — واہ کیا ہاتھ کی صفائی ہے
تیغ سے دیجیے جواب سوال — بات کی بات میں صفائی ہے
آجکل غیر سے بھی ہیں بد دل — جانے کیا انکے جی میں آئی ہے
نہ رہا وصل کا زمانہ اب — ہم ہیں یا ماتم جدائی ہے

٣٣۴	آجکل عشق کو ہے شوق غزل پھر ادہر کچھ طبیعت آئی ہے	١٣

مرے غم کا درماں ہوا چاہتا ہے — خوشی کا بھی ساماں ہوا چاہتا ہے
فدا ہے خون دل کچھ کمی کیجو تو — غم یار مہماں ہوا چاہتا ہے
بتوں کی محبت میں دل کی کہوں کیا — یہ بے دین و ایماں ہوا چاہتا ہے
کرے قتل کس کس کو اک میرا قاتل — ہر اک شخص قرباں ہوا چاہتا ہے
سر لطف و احسان وہ پھر آئے ہیں آج — نیا عہد و پیماں ہوا چاہتا ہے
خبر بھی ہے کچھ اپنے بیمار غم کی — وہ رخصت مری جان ہوا چاہتا ہے
دل پارہ پارہ کی جلدی خبر لو — یہ دفتر پریشاں ہوا چاہتا ہے
نہیں رہنے دیتے ہیں درباں کسی کو — ترا کوچہ ویراں ہوا چاہتا ہے
ترے عاشقوں کو جنوں ہو چلا پھر — پھر آباد زنداں ہوا چاہتا ہے
بکے دیتی ہے جنبش لب کسی کی — کوئی تازہ فرماں ہوا چاہتا ہے
محبت میں ملنے کو ہیں داغ حرماں — مرا دل گلستاں ہوا چاہتا ہے
اثر ہو چلا ہے مرے جذب دل کا — وہ دل میں پشیماں ہوا چاہتا ہے

٢٣٥ — چھپاؤں کہاں دل کو لیجا کے اے عشق / وہ بت اس کا خواہاں ہوا چاہتا ہے — ١۵

کب تک دل ستم زدہ آہ و بکا کرے — جب کوئی کام یوں بھی نہ نکلے تو کیا کرے
زاہد نہیں ہے اسکو کسی چیز کی کمی — بندہ خدا کے نام پہ کیوں کچھ دیا کرے
سنکر فقیر دیتے ہیں اس در پہ ہم صدا — کچھ دے خدا کے نام کا داتا بھلا کرے
بر آئے آرزو سنئے دل زار خود بخود — وہ آئیں بے بلائے مرے گھر خدا کرے
نیکی کا نیک اور بدی کا ہے بد مآل — اب اسکو کوئی لطف کرے یا جفا کرے
وعدہ کیا ہے وصل کا جبکہ آج یار نے — ہر روز ہیں دعائیں کہ وہ دن خدا کرے

اس شرط پر بنا ہوں مرید جناب شیخ
اس بت کے وصل کی وہ خدا سے دعا کرے

دیوانگانِ عشق کو پروا نہیں کوئی
جو جی میں آئے ناصح ناداں بکا کرے

جسکو نہیں ہے بات کی تمیز جانور ہے وہ
انسان تو وہی ہے جو اپنا کہا کرے

پرہیز ہے دوا سے مریضانِ عشق کو
اب کوئی کیا علاج کرے کیا دوا کرے

دشنام ہی سہی سخنِ لطف گر نہیں
کوئی تو بات تیری طرف سے ہوا کرے

آتی نہیں ہے نام سے آنے کی موت تک
کس آس پر کوئی شب وعدہ دعا کرے

مانع نگاہ شوق کو پردہ نہیں کوئی
منظور ہے کسیکو جو چھپنا چھپا کرے

وعدہ تو روز حشر کا اسنے کیا ہے آج
اب اختیار ہے نہ کرے یا وفا کرے

۳۳۶	اللہ مہربان ہے اے عشق خوف کیا کچھ بھی نہ ہوگا کوئی عداوت کیا کرے	۱۸

ہو لاکھ بار حشر تو کیا ہے ہوا کرے
اس سے نہیں امید کہ وعدہ وفا کرے

کبتک تحمل ستم ناروا کرے
مظلوم دے نہ جان تڑپ کر تو کیا کرے

ملنے لگا ہے خوگرِ آزار کو مزہ
اب غم نہیں وہ چاہے جہانتک جفا کرے

مانا یہ ہمنے لطف ہیں دنیا کے بے شمار
عمر دو روزہ بھی تو ہماری وفا کرے

کچھ آجکل برے نظر آتے ہیں دل کے ڈھنگ
ایسا نہو یہ وقت پہ مجھ سے دغا کرے

شکوہ ہی اہل سعی و سفارش کا ہے محل
تقدیر ہو بری تو بھلا کوئی کیا کرے

تم ہو جوان اور مراد اپنی پائیں ہم
وہ بھی زمانہ آئے وہ دن بھی خدا کرے

سچ کہہ کسی کا زور بھی چلتا ہے عشق سے
اے ناصح شفیق جو تو ہو تو کیا کرے

مجکو قبول ذلت و رسوائی جنون
ناصح نہ میرے سامنے آکر بکا کرے

نادان ہوں کہ مجکو توقع وفا کی ہے
اس شخص سے جو لطف کے بدلے جفا کرے

اے محبت تجھے دکھاؤنگا تاثیر کا بھی رنگ
اللہ کبھی قبول تو میری دعا کرے

دیتا نہیں ہے جان کوئی جان بوجھ کر
دل ہو جو اختیار سے باہر تو کیا کرے

شاکر رضائے دوست پہ عاشق رہے مدام
شکوہ رقیب کا نہ فلک کا گلا کرے

یارب عوض فرشتوں کی ہو حکم تو یہی بات
اعمال اپنے آپ ہر انساں لکھا کرے

وعدہ کسی کے آنیکا ہی وقت واپسیں
کہدو مری قضا سے توقف ذرا کرے

دولت پہ اختیار کسی کا نہیں کوئی
اللہ کی دین ہے جسے چاہے عطا کرے

پینے کا ہے مرض مجھے زاہد گناہ کیا
کوئی اگر دوا کے لئے مے پیا کرے

۲۱	کیفیتیں شراب کی اے عشق کیا کہوں صوفی بھی کوئی جرعہ جو پی لے مزا کرے	۳۳۷

اے بتو اس کی پھر خدا نہ سنے
جو کسی کی کچھ التجا نہ سنے

غیر سے کیا کہے وہ اپنا راز
جس کو کد ہو کہ آشنا نہ سنے

دل پہ قابو نہیں مرا ناصح
کیا کروں یہ اگر کہا نہ سنے

وہ دبے پاؤں جا رہے ہیں کہیں
ڈر ہے کوئی صدائے پا نہ سنے

اس سے کیا خاک نکلے کام دل
کان دیکر جو مدعا نہ سنے

عاجزی شرط ہے دعا کے لئے
ورنہ کچھ بات ہے خدا نہ سنے

ہو الگ اپنا حشر داور حشر
عشق کا راز دوسرا نہ سنے

موت آئی ہوئی نہیں ٹلتی
نہ یہ حیلہ نہ کچھ بہانہ سنے

کون ایسا ہے آج عالم میں
جو کوئی حکم آپ کا نہ سنے

منتیں لاکھ میں کروں اے دل
ایک میری وہ بیوفا نہ سنے

تجھ سے کہتے ہیں بات دل کی ہم
شرط یہ ہے کہ دوسرا نہ سنے

کیا کہوں تجھ سے وہ چھپاتے ہیں
بات وہ جس کو اک زمانہ سنے

ہے مری داستاں زبان زد خلق
نہیں سنتا وہ بے وفا نہ سنے

کہہ کے ہی میں اٹھوں گا قصۂ دل
وہ سنے کان دے کے یا نہ سنے

شکوہ دل ہی میں نہیں کرتا
ڈر ہے وہ بانئے جفا نہ سنے

دل کا جانا ستم نہ ڈھائے کہیں
یہ خبر جان مبتلا نہ سنے

جسنے دیکھا نہ ہو تلون یار
ذکر نیرنگئ زمانہ سنے

کیوں نہ مقبول ہو دعا میری
عرض بندہ کرے خدا نہ سنے

کیا مزا لائے ہمنشیں اسکو
جو کسی کا کبھی کہا نہ سنے

تیری گالی کی ہے اسے بھی ہوس
جو کبھی حرف ناسزا نہ سنے

۳۳۸	ہے تقاضا یہ ضبط کا اے عشق میری فریاد دل مرا نہ سنے	۲۰

سہتے سہتے ظلم کی جب ہم کو عادت ہو گئی
باز آئے وہ ستم سے کیا مصیبت ہو گئی

عشق حاصل دشمنوں پر فتح و نصرت ہو گئی
یہ بڑی اللہ کی مجھ پر عنایت ہو گئی

مرتے دم آیا جو ان آنکھوں کا مجھ کو کچھ خیال
نبض میں پیدا رم آہو کی سرعت ہو گئی

وصل کے وعدے نے توڑا حشر میری جان پر
پہر کی اک اک گھڑی مجھ کو قیامت ہو گئی

شکوۂ ربط عدو کیا کیجئے کہتے ہیں وہ

ہوگئی جس شخص سے ہم کو محبت ہو گئی

مر گئے جب ہم مزا بیداد کا جاتا رہا
ہم کو راحت ملگئی ان کو فراغت ہو گئی

جان کے لالے پڑے ہیں دیکھیے ہوتا ہے کیا
عاشقی بھی یا الٰہی اک مصیبت ہو گئی

شوق جن کے دیکھنے کا دل میں اک مدت سے تھا
آج اُن سے راہ میں صاحب سلامت ہو گئی

دیکھ کر مجھ کو عدو کو ہم سخن کہتے ہیں وہ
دونوں اک دل ہیں مجھے دونوں سے نفرت ہو گئی

آتے آتے اُنکے اپنا وعدہ پورا ہو گیا
رات دن کی کشمکش سے اب فراغت ہو گئی

جو ادھر جاتا ہے بھر سیر پھر آتا نہیں
کیا گلی اس حور کی رضواں کی جنت ہو گئی

شکوۂ بیداد پر اُس نے کہا تو یہ کہا
میں بھی اب مجبور ہوں عادی طبیعت ہو گئی

کیا کہوں انکی ندامت روبرو اللہ کے
شکل میری دیکھ کر اتنی سی صورت ہو گئی

بنگیا بیگانہ دو دن رہ کے بزم غیر میں
کیا تری وہ دوستی اے بیمروت ہو گئی

روئیں کس کس عیش کو کس کس خوشی کا غم کریں

بزم ہی آخر وہ اے یارانِ صحبت ہو گئی

رات دن رونا اسی کا ہے اسی کا پیٹنا
آفتِ جاں ہم کو قسمت کی شکایت ہو گئی

بدگمانی کا برا ہو اس حسیں کے عشق میں
مجھ کو میرے دل سے بھی پیدا رقابت ہو گئی

مے نہیں ملتی ہے تو پیتا ہوں میں خونِ جگر
پیتے پیتے ایسی کچھ کمبخت عادت ہو گئی

لے چکے مال و زر و جان و دل و ایمان و دین
کیوں ملیں اب ہم سے وہ پوری ضرورت ہو گئی

۱۲	ہے مرے احباب کو پہچاننا مشکل مرا چارہ دن میں کیا سے کیا اے عشق حالت ہو گئی	۳۳۹

دم کی دم میں کچھ سے کچھ انکی طبیعت ہو گئی
چارہ گر نے چین پایا مل گئی راحت مجھے

ضعف کے باعث جو ہل سکتا نہیں کہتے ہیں وہ
ہی ہمارا ہی عجب رنگِ طبیعت غیر سے

وہ بھی تھا کوئی زمانہ انکا اپنا ربط تھا
دیکھتے ہی شیخ کو رندانِ میکش ہل پڑے

پیچھیں آیا ہی جیسے دشمنِ خانہ خراب
ذکرِ دشمن چھیڑ کر پچھتا رہا ہوں روزِ وصل

رنج تازہ ہو گیا بیٹھے بٹھائے مفت میں

تھا ابھی وہ دوست ابھی مجھ سی عداوت ہو گئی
تھی جو بیماری مری میری طبیعت ہو گئی

اب تو آیا چین تجھ کو اب تو راحت ہو گئی
چار دن کی ایکجائی میں محبت ہو گئی

اب کہاں کی دوستی خاصی عداوت ہو گئی
کیا کہوں میں کیسی حضرت کی بری گت ہو گئی

میری انکی ترکِ صاحب سلامت ہو گئی
انفعال ان کو ہوا مجھ کو ندامت ہو گئی

یادِ ایامِ گذشتہ اک مصیبت ہو گئی

کیوں رُخِ قاتل پہ ہے چھائی ہوئی افسردگی
آج کس مظلوم و بیکس کی شہادت ہو گئی

نزع میں آنکھیں پھریں میری تو اُس نے یہ کہا
ختم تجھ پر بے رخی اے بے مروت ہو گئی

۳۴۰

عشق چھپانے سے کیا ہوتا ہے دل تو جا چکا
بات جو ہونی تھی اے حضرت سلامت ہو گئی

۲۵

نادان ہم سے بڑھ کے بھی اے عشق کوئی ہے
دل دیکے اسکو جان سی شئ مفت کھوئی ہے

اب نام کے سوا نہیں کچھ بھی بساط میں
دولت بھی جو بزرگوں کی سب ہمنے کھوئی ہے

بولے وہ مجھ سے سُن کے مری غم کی داستان
کمبخت تو نے مفت مری نیند کھوئی ہے

اب آئینہ کو دیکھ کے ششدر بنا ہے وہ
جو کہہ رہا تھا ناز سے مجھسا بھی کوئی ہے

محشر میں تو ملا بھی تو احسان کیا ہوا
ہمنے تری تلاش میں عمر اپنی کھوئی ہے

ثابت قدم وفا پہ نہ کم بخت رہ سکا
کیا بوالہوس نے عشق کی عزت ڈبوئی ہے

مجھکو نہ کیوں عزیز ہو ہر بوند اشک کی
اپنے ہی منھ سے گرد ندامت کی دھوئی ہے

دیکر رہے گی حاصلِ دلخواہ روز حشر
کھیتی جو ہمنے اپنی ریاضت کی بوئی ہے

تیرے غمِ فراق کو اے طفلِ برہمن
لخت دل و جگر مرا اکّی رسوئی ہے

ہے اوڑھنا بچھونا یہی مجھ فقیر کا
بستر مرا زمین ہے فلک میری لوئی ہے

احسان کرے کسی سے کوئی کس امید پر
ایدل بدی جہان میں مآلِ نکوئی ہے

الزام دل کے خون کا رکھتے ہیں مجھ پہ وہ
رو رو کے آستین جو لہو سے بھگوئی ہے

مانا یہ میں نے چاہتے ہیں آپ کو رقیب
مجھ سا بھی جاں نثار وفادار کوئی ہے

ایدل نہ جائیگا مرضِ غم کبھی ترا
بیکار اب مسیح سے بھی چارہ جوئی ہے

چھاتی بھر آئی یاد کسی کی جو آ گئی
بے اختیار کیا شبِ غم خوب روئی ہے

بولے وہ تیرے واسطے کوئی نہیں یہاں
آواز ہمنے جاکے جو دی گھر میں کوئی ہے

بے موت مر رہا ہوں تڑپ کر شب فراق
اے موت کچھ خبر بھی ہے کس نیند سوئی ہے

کروٹ ہزار بدلے زمانہ تو کیا ہوا
قسمت نہ اپنی جاگے گی کچھ ایسی سوئی ہے

اے کارساز خلق ہے اک تو ہی خلق میں
ہم بیکسوں کا پوچھنے والا جو کوئی ہے

بے جانے بوجھے اک بت ناآشنا کو دل
دیدی اٹھا کے مفت میں ایسا بھی کوئی ہے

کاوش تو دیکھے اس نگہ ناز کی کوئی
برچھی سی ایک میرے جگر میں چبھوئی ہے

ٹکڑے دل و جگر کے نہیں تار اشک میں
تسبیح یہ عقیق کی ہم نے پروئی ہے

کھاتے ہیں ایک کا ہی دیا شیخ و برہمن
کھانا نہ یہ جدا نہ الگ وہ رسوئی ہے

بیکس ہمیں سمجھ کے بڑا اسقدر بھی ظلم
اے بت تجھے خبر نہیں اپنا بھی کوئی ہے

۲۴۱

شیریں سخن کا ہے شہرہ جہاں میں عشق
میرے سمند طبع کی کیا میٹھی پوئی ہے

۲۲

دوستی میں اجنبیت دیکھ لی
آپ کی صاحب سلامت دیکھ لی

تیری خو بو تیری عادت دیکھ لی
دیکھ لی اے بیمروت دیکھ لی

ایک بوسہ پر بھی وہ راضی نہیں
جنس دل کی آج قیمت دیکھ لی

کچھ نہیں اب عشق کے بیمار میں
تم نے بھی تو جا کے حالت دیکھ لی

حور بھی ہو تو نہ ڈالوں آنکھ اب
دیکھنی تھی تیری صورت دیکھ لی

دشمنوں کا کیا گلہ شکوہ کریں
دوستوں کی بھی محبت دیکھ لی

توڑتے ہیں عہد قسمیں سیکڑوں
نازنینوں کی نزاکت دیکھ لی

زور کچھ چلتا نہیں تقدیر سے
آزما کر سب نے طاقت دیکھ لی

باعث تسکیں ہوئیں ناکامیاں
رنج میں بھی ایک راحت دیکھ لی

اپنا نقشہ ہو گیا کچھ اور ہی
جب کسی کی اچھی صورت دیکھ لی

ہم تھے بے دیکھے ہی دیوانے ترے / دیکھئے اب کیا ہو صورت دیکھ لی
جس نے دیکھا کوچۂ دلدار کو / جیتے جی بس اسنے جنت دیکھ لی
ہے اشارہ مجھ سے کچھ دشمن سے کچھ / تیری آنکھوں کی شرارت دیکھ لی
ہو گئی صحت مریضِ ہجر کو / آپ نے جب اس کی حالت دیکھ لی
آ گیا یک کر کلیجہ منہ کو آج / درد و غم کی خوب لذت دیکھ لی
دل پہ ہی پڑتی ہے رہ رہ کر نظر / یار کی چشم عنایت دیکھ لی
دیکے نذر فرعون کو اللہ نے / اپنے بندے کی رعونت دیکھ لی
یا اکیلے آپ یا دشمن ہے پاس / انکی خلوت انکی جلوت دیکھ لی
کر کے وعدہ آنے کا آیا نہ وہ / آج ہی کل کی قیامت دیکھ لی
جو نہ دیکھی تھی مصیبت عمر بھر / ہمنے الفت کی بدولت دیکھ لی
اب ملے جنت بھی تو ہوتا ہی کیا / جتنی تھی قسمت میں راحت دیکھ لی

۳۴۲	دے کے دل اس بیوفا کو ہمنے عشق قدر نعمت بعد نعمت دیکھ لی	۱۷

عیش میں عمر کبھی گذری کبھی غم میں رہے
گاہ فردوس میں ہم گاہ جہنم میں رہے
سال بھر دل جو نہ شبیر کے ماتم میں رہے
آنکھ روتی ہوئی دس دن تو محرم میں رہے
مال اچھا ہے تو گاہک ہیں ہزاروں ایدل
قدر دانوں کی کمی کیا جو ہنر ہم میں رہے
بیکسی کا جو وسیلہ ہے تو ہم بیکس ہیں
جائے بیچاری کہاں یہ نہ اگر ہم میں رہے
پی کے مے دیکھ تو اے شیخ ہمارا دستر

کیفیت اس کی اگر کوثر و زمزم میں رہے

یارب اُٹھ جائے زمانے سے یہ بزم غم و عیش
کوئی شادی میں رہے کوئی نہ ماتم میں رہے

وعدہ اُس شوخ کے آنے کا فقط دہوکا تھا
رات بھر ہم اسی جھانسے میں اسی دم میں رہے

بل نکل جائیں سبھی اے دلِ سرکش تیرے
چار دن جا کے جو تو گیسوئے پرخم میں رہے

ماہیت اس کی فرشتوں پہ بھی ظاہر نہ ہوئی
عشق کے رازِ نہاں سب دلِ آدم میں رہے

سچ جو پوچھو تو وہی شخص ہے صابر شاکر
جو رضامند رضا پر رہے خوش غم میں رہے

نہ بجھی آگ جگر کی نہ مٹی دل کی جلن
ہم جو جنت میں رہے بھی تو جہنم میں رہے

اب تو دشمن کی گوارا نہیں دوری تم کو
کیا کرو تم جو جناں میں وہ جہنم میں رہے

وہ تو آئے تھے مگر بات کی مہلت نہ ملی
ہم دمِ نزع یہ کچھ کشمکشِ دم میں رہے

بیرخی اتنی بھی کچھ اچھی نہیں اے خوش چشم
لطف کی کوئی ادا بھی نگہِ کم میں رہے

چارہ گر کچھ دہنِ زخم کو لذت تو ملے
نہ سہی مشک نمک تو ترے مرہم میں رہے

۱۵	غیر بیہودہ و بد سے عیب تو کیا غم ای عشق رنج تو جب ہو کہ در اصل بھی کچھ ہم میں ہے	۳۴۳

درد میں رنج میں اندوہ میں ماتم میں رہے
عالمِ عشق میں جبتک رہے ہم غم میں رہے

تمھیں انصاف سے کہدو تمھیں صبر آئیگا
تم میں جو بات ہے وہ بات اگر ہم میں رہے

دولتِ وصل سے عشاق کبھی خوش نہ ہوئے
زندہ جب تک رہے کم بخت اسی غم میں رہے

عمر بھر اپنا یہ رونا نہ گیا کیسی خوشی
دو گھڑی ہائے وہ کیوں غیر کے ماتم میں رہے

خوف پھر تیری طبیعت سے رہے گا نہ مجھے
جاکے گر اس کی کجی ابروئے پُر خم میں رہے

رقصِ بسمل کا جو دیکھا تو مرے قاتل کی
شوخیوں نے یہ کہا اس کی تڑپ ہم میں رہے

یہ بھی کچھ تیری محبت نہیں جو دل سے بچائے
روح تا چند بھلا قالبِ آدم میں رہے

جان وہ جان ہے جو تیری خوشی میں ہو فنا
دل وہی دل ہے جو پیوستہ ترے غم میں رہے

ہجر میں زیست گوارا ہوئی مر مر کے جیا
یہ نہ منظور ہوا وہ مرے ماتم میں رہے

حلوے مانڈے سے غرض ہی تمھیں ای اہلِ غرض

مُردہ جنت میں رہے یا کہ جہنم میں رہے

اپنے ارمانوں کو وہ میرے دلِ سوزاں میں
دیکھ کر بولے یہ بے جُرم جہنم میں رہے

زندہ دل وہ ہوں نہ مرجائے مری قبر کے پھول
ویسی ہی دھوپ میں ہیں جیسے کہ شبنم میں رہے

ہجر میں گریۂ حرماں سے مرے داغِ دل
رات بھر گل کی طرح بھیگتے شبنم میں رہے

قصد قاضی کا ہے گھر ڈال لے دختِ رز کو
اور رندوں کی یہ کوشش ہے کہ یہ ہم میں رہے

۱۸	یاد ہے جیسی وہ ذلت سے نکلوائے گئے عشق اب خاک کوئی جنت آدم میں رہے	۳۴۴

آئے تھے مرنے ہی کو ہم مر چلے
بدگمانی سے مرے ہمراہ وہ
رشتۂ اُمید ہے تارِ نفس
کہہ دو قاتل سے کہ پھر ٹھہرے نہ تک
در خورِ غم خون ہی دل میں نہیں
آئے روزِ حشر کیا وہ نازنین
انکے ہاتھوں کی صفائی دیکھئے
حال پر میرے بہا کر چار اشک
ہو قضا کو بھی نہ اے قاتل خبر
تیرے ہاتھوں جیتے جی اے دردِ دل

سانس دو اک زندگی کے بھر چلے
ہر قدم پر سو جگہ رُک کر چلے
یہ اگر ٹوٹا تو پھر ہم مر چلے
زخمِ دل پھر از سرِ نو بھر چلے
دیکھیے یہ چرخ اب کیونکر چلے
سو جگہ دم لے کے جو دم بھر چلے
ایک دم میں کام پورا کر چلے
اور زخموں میں نمک وہ بھر چلے
اس ادا سے حلق پر خنجر چلے
مر چلے ہم مر چلے ہم مر چلے

عشق ابرو کی کہوں کیا کاوشیں
ایک دل پر سیکڑوں خنجر چلے

آکے ہم دُنیا میں اچھا یا بُرا
ہو سکا اپنے سے جو کچھ کر چلے

ہے وہ شوقِ قتل سوئے قتل گاہ
میں اگر رُک جاؤں میرا سر چلے

کہہ دو گردوں سے نہ لے یوں دن کی
خاکساروں سے ذرا دب کر چلے

اِک بُتِ کافر پہ ہے آیا ہوا
اب ہمارا زور کیا دل پر چلے

ہاتھ خالی ہم عدم کو جاتے ہیں
جیسے آئے ویسے ہی پھر کر چلے

ہے تعلق سے یہانتک احتراز
اپنے سایہ سے بھی ہم بچ کر چلے

۳۴۵	ہونے دوں دم بھر نہ پہلو سے جُدا عشق میرا زور گر ان پر چلے	۱۷

ہیں خیالی وہ مری کیوں کر چلے
کچھ نہ بولے بیٹھ کر دم بھر چلے

ہے تقاضا دل کا راہِ شوق میں
پاؤں رہجائیں جو تھک کر سر چلے

کچھ خبر بھی ہے بُتِ بیداد گر
تیرے فریادی سوئے محشر چلے

سایہ بن کر میں لپٹ ہی جاونگا
لاکھ مجھ سے وہ پری بچ کر چلے

وہ کماں ابرو کھنچا بیٹھا ہے آج
دیکھئے تیرِ غضب کس پر چلے

ہو اشارہ دستِ ساقی کا اگر
بزم میں بے پاؤں کے ساغر چلے

آمد و رفتِ عدم بیکار تھی
ساتھ کچھ لائے نہ کچھ لے کر چلے

عشق کی راہیں بڑی پُر پیچ ہیں
نقشِ پا کو دیکھ کر رہبر چلے

بیٹھے بیٹھے آپ کو سوجھی یہ کیا
خیر تو ہے کیوں ابھی سے گھر چلے

آ گئی عین جوانی میں اجل
دل میں ہم سب حسرتیں لیکر چلے

دھوم ہو جادو بیانی کی مرے
اس پری وش پر جو یہ منتر چلے

شمع و گل کیسے کہاں کی فاتحہ
وہ مرے مدفن کو ٹھکرا کر چلے

عشق کا رشتہ دمِ شمشیر ہے	جان اپنی جس کو ہو دو بھر چلے
ہے وہیں اس بت کا قاصد آستاں	جس گلی میں سر قدم بن کر چلے
دل جگر دونوں کے دونوں ہیں ہدف	دیکھئے تیر نگہہ کس پر چلے
دیکھ کر شانے کو زلفِ یار میں	سیکڑوں آرے مرے دل پر چلے

٣٤٦	عیش میں یا رنج میں اے **عشق** ہم ہر طرح دن زندگی کے بھر چلے	١٧

کیوں آتے نہیں آپ کوئی ڈر تو نہیں ہے	محفل ہے مری عرصۂ محشر تو نہیں ہے
گردش ہی میں دیکھا اسے گردش ہی پایا	یارب یہ فلک میرا مقدر تو نہیں ہے
ہیں سیکڑوں معشوق مگر آپ سا کوئی	دنیا میں جفاکار و ستمگر تو نہیں ہے
کچھ ترک سے اسکے نہ گھٹے گی تری زینت	بیداد ترے حسن کا زیور تو نہیں ہے
کیونکر سخن سخت ترے اس سے اٹھیں گے	اے بت یہ مرا دل کوئی پتھر تو نہیں ہے
کیوں اسکا سخن دل میں کھٹکتا ہے الٰہی	ناصح کی زباں ہی کوئی نشتر تو نہیں ہے
بیمار شب غم کی خبر کیوں نہیں لیتے	یہ آپ کے امکان سے باہر تو نہیں ہے
چکراتا ہوں دن رات جو اس بت کی گلی میں	گردوں کا مرے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے
آئینہ مقابل ہے یہ کس طرح کہوں میں	دنیا میں کوئی تیرے برابر تو نہیں ہے
گو جنس گرانمایہ ہے دل میرا مری جان	تم شوق سے لو تم سے یہ بڑھ کر تو نہیں ہے
کیوں سجدہ گہ خلق ہے وہ اے بتِ کافر	کعبہ جسے کہتے ہیں ترا در تو نہیں ہے
اے چرخ جفا کار تری کھلتا نہیں باعث	در پردہ کوئی شوخ ستمگر تو نہیں ہے
وہ آئینہ رو ہاتھ جو چڑھ جائے کسی دن	کچھ بخت مرا بخت سکندر تو نہیں ہے
کیا ابروئے پرخم سے مہ نو کو ہو نسبت	وہ آپ کے ناخن کے برابر تو نہیں ہے
لایا ہوں کئی بار خبر صبح سے اب تک	کیا جانے کہاں یار ہے گھر پر تو نہیں ہے

ہر روز جو بوسہ ملے سرکار سے انکی | اے دل ترا روزینہ مقرر تو نہیں ہے

۳۴۷

کیوں کٹتے ہیں حساد مری طرز رقم سے
اے عشق قلم تیغ دو پیکر تو نہیں ہے

۱۸

گو چشم کرم ہو ہمیں باور تو نہیں ہے | کیا جانیئے کس پہ ہے یہ ہم پر تو نہیں ہے

آجائے کبھی راہ پہ تدبیر سے میری | ایسا مرا برگشتہ مقدر تو نہیں ہے

کیوں بدرقۂ مرگ کا محتاج ہے ہر شخص | کیا راہ عدم میں کوئی چکر تو نہیں ہے

دشمن سے کبھی اسکی قسم آپ نہ کھائیں | قرآن مری جان مرا سر تو نہیں ہے

کیا فائدہ نالوں سے مجھے حشر اٹھا کر | وعدہ ترے آنے کا مقرر تو نہیں ہے

احسان ہے قاتل کا اگر کردے سبکدوش | اک بار گراں دوش پہ ہے سر تو نہیں ہے

کیا دیکھتے ہو آئینہ دیکھو مرے دل کو | وہ اس سے سوا صاحب جوہر تو نہیں ہے

کیا کیجئے گا ہم گھس کے کسی دن جو چلے آئیں | درباں بھی کوئی آپکے در پر تو نہیں ہے

کیوں بھوت بنے بیٹھے ہو کچھ خیر ہے صاحب | شیطان سوار آپکے سر پر تو نہیں ہے

کچھ غیر کو سفاک نے سرخی سے لکھا ہے | ڈرتا ہوں مرے قتل کا محضر تو نہیں ہے

اس شوخ کا خط لائے جو اک آن میں جا کر | جبریل امیں میرا کبوتر تو نہیں ہے

کیوں کرتے ہیں دشمن مری اس بت سے سفارش | اس خیر میں پوشیدہ کوئی شر تو نہیں ہے

وہ دیکھ کے گھبراتے ہیں کیوں میرا خط شوق | کچھ یہ مرے اعمال کا دفتر تو نہیں ہے

ٹھہریگا مقابل میں مرے غیر کہاں تک | وہ آپ کی بیداد کا خوگر تو نہیں ہے

دل بیٹھ گیا ضعف سے میرا تو وہ بولے | آرام ہے اب اسکو یہ مضطر تو نہیں ہے

موئے کمر یار کا کیوں حال ہے پتلا | کچھ وہ بھی ہمارا تن لاغر تو نہیں ہے

کیوں آئیں بھلا سن کے وہ فریاد ہماری | ہنگامہ یہ ہنگامۂ محشر تو نہیں ہے

اتنا بھی سنا اے شوخ ستا عشق حزیں کو

۱۹	بیچارہ مسلمان ہے کافر تو نہیں ہے	۳۴۸

جُدائی کی مرے دل سے جگر سے — خدا سمجھے بُتِ بیداد گر سے

چھپے بیٹھے ہیں رسوائی کے ڈر سے — نکلتے ہی نہیں اب تو وہ گھر سے

دعا کو لاگ ٹھہری ہے اثر سے — الٰہی صبر لاؤں کس کے گھر سے

بنا ہے راستہ آنکھوں سے دل تک — وہ آتے جاتے ہیں اس رہگذر سے

جوابِ نامہ کیا آتا نہیں ہے — سلامت کوئی قاصد ہی اُدھر سے

وہ مجھکو دیکھ کر بولے سرِ حشر — ارے کمبخت تو آیا کدھر سے

الٰہی چرخ ہے رندوں کا زاہد — نہیں معلوم آتا ہے کدھر سے

تماشائی اُٹھاتے ہیں قیامت — گذر جاتے ہیں وہ جس رہگذر سے

عداوت ہے یہ اُنکی صلح کیا ہے — نہیں لڑتی نظر بھی تو نظر سے

لگائیں تیر جلنے کے لئے کیوں — وہ واقف ہیں مرے سوزِ جگر سے

اُٹھے محشر کہ بیٹھا ہو قیامت — نہ اُٹھیں گے ہم اے بُت تیرے در سے

بنے عنقا بھی تو کیا طائرِ دل — نہیں بچنے کا اس تیرِ نظر سے

جگر کو بھی دلِ سوزاں نے پھونکا — لگی آگ ایک گھر کو ایک گھر سے

ترے پیکان بیداد و ستم کی — خلش پوچھے کوئی میرے جگر سے

تڑپتے ہیں ہزاروں خاک و خوں میں — پڑا ہے رن یہ قاتل کی نظر سے

مرقع ہے فنا کا نقشِ عالم — کوئی دیکھے تو عبرت کی نظر سے

کلیجے کو مرے پامال کرکے — گذر جاتے ہیں وہ کیا بے خبر سے

نمک پاشی قاتل کی حلاوت — کوئی پوچھے لبِ زخمِ جگر سے

۲۷	وہی آخر کو آیا عشق آگے جو ہم سمجھے ہوئے تھے پیشتر سے	۳۴۹

کہی ہے دل کی تو پیغام بر سے
جواب اب دیکھیں کیا آئے اُدھر سے

نہ نکلا ہے نہ نکلے گا وہ گھر سے
قیامت بھی اگر ٹکرائے در سے

نہیں جائے سکونت منزلِ دہر
گذرنا ہے ہمیں اس رہگذر سے

اُدھر سے جاتے رہتے ہیں سپاہی
مگر آتا نہیں کوئی اودھر سے

نفس کی آمد و شد سے نہیں کم
عدم سے آکے پھر جانا اُدھر سے

مجھے آتا ہے کیا کیا رشک اس پر
لپٹتی ہے جو زلف اُنکی کمر سے

بھری ہے آگ کیا جانے کہاں کی
شرارے اُٹھتے ہیں میرے جگر سے

نہیں ملتے وہ اسپر بھی ہمیں یوں
ملا ہے انکا گھر گو میرے گھر سے

کہوں کیا داورِ روزِ جزا میں
زباں ہے بند اک کافر کے ڈر سے

کہانتک روئیں اشکِ بے اثر کو
اب اونچا ہو گیا پانی یہ سر سے

تری تصویر کو تکتا ہے پہروں
ہر اک آئینہ حیرت کی نظر سے

گیا جب ان کے گھر وہ بول اُٹھے
نکالو اس کو یہ آیا کدھر سے

ہوا ہے خون اُمیدوں کا دل میں
لہو کیونکر نہ اب آنکھوں سے برسے

نہ لایا کوئی پھل نخلِ تمنا
دیا پانی بہت کچھ چشمِ تر سے

مزا ہو گھورنے کا ہوں جو باہم
اشارے کچھ ادھر سے کچھ اُدھر سے

قضا آئی ہے کس کی آج خنجر
کھلا پڑتا ہے قاتل کی کمر سے

بلائے عشق گیسو بھی غضب ہے
نہیں ٹلتی مرے ٹالے یہ سر سے

دمِ شمشیر و خنجر بھی اگر ہو
کرونگا قطع راہِ عشق سر سے

بتا اے منعمِ ناداں سمجھ کر
ملا قارون کو کیا جمع زر سے

عدو کا سوگ کیسا خیر تو ہے
تصدق ہو گیا وہ آپ پر سے

جو اُن کے وصل کی مانگوں دُعائیں
تو وہ بھی دور رہجائے اثر سے

مزا تو جب ہے کہ کھائے یا کھلائے	نتیجہ ورنہ منعم جمع زر سے
ملا دے زہر تھوڑا سا دوا میں	یہ کہتے ہیں وہ میرے چارہ گر سے
مقدر کا کہیں مٹتا ہے لکھا	گلہ کیا کیجئے بیداد گر سے
مجھے ہر بات میں ہے بدگمانی	کہوں تو کیا کہوں پیغامبر سے
نہیں کچھ اس بتِ ترسا کو پروا	ترستا ہے اگر کوئی تو ترسے

۳۵۰	نواسا ساقیِ کوثر کا اے عشق غضب ہے تین دن پانی کو ترسے	۱۹

آنکھیں کھونا ہے غمِ ہجر میں رونا کیا ہے
دیکھیں انجام اب اس رونے کا ہونا کیا ہے

آجکل زور ہے کیا جانئے ہونا کیا ہے
ان کے وعدہ نکا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے

خون ہوتا ہے کلیجہ تو نکل آتے ہیں اشک
تم ہو بیدرد خبر کیا تمہیں رونا کیا ہے

پھبتیاں کہتے ہیں ہنس ہنس کے شرارت دیکھو
دل لگی ٹھہری ہے ان کی مرا رونا کیا ہے

تم سلامت رہو تم خوش رہو عاشق کوئی
مر گیا مر گیا اس بات کا رونا کیا ہے

منہ سے دھل جائے نہ کیوں گردِ ندامت ساری
ابرِ رحمت کی جھڑی ہے مرا رونا کیا ہے

واقف حسن ملیح و لبِ شیریں جانے
میٹھا کہتے ہیں کسے اور سلونا کیا ہے

چارۂ دردِ جگر حضرت عیسےٰ معلوم
جائیے جائیے بس آپ سے ہونا کیا ہے

مشکلیں سہل ہیں سو ایک اثرِ ہمت ہو
دل پہ رکھیں تو کسی کام کا ہونا کیا ہے
ہو گا اے دل مرضِ موت مرا عشق کا روگ
اور انجام اس آغاز کا ہونا کیا ہے
ورطۂ بحرِ الم میں ہوں بس اے گریۂ ہجر
ڈوبتا آپ جو ہو اس کا ڈبونا کیا ہے
وصلِ جاناں کے مزے خواب میں حاصل ہیں مجھے
عین بیداریِ قسمت ہے یہ سونا کیا ہے
منتظر رہتی ہے جو آنکھ اسے کیا معلوم
چین کیا چیز ہے آرام سے سونا کیا ہے
مردِ قانع کوئی اس کے لئے کیوں چھانے خاک
مشتِ خاکستر ناچیز ہے سونا کیا ہے
دھمکیوں سے ترے عاشق نہیں ڈرنے والے
دل ہی کھو بیٹھے ہیں جب جان کا کھونا کیا ہے
آ گئے ہو تو رہو اب تو نہ جانے دوں گا
اک غنیمت ہے تمہیں ہاتھ سے کھونا کیا ہے
جان دے بیٹھیں گے بیمارِ محبت اِک دن
اور اس آپ کے اغماض سے ہونا کیا ہے
کھلتی دنیا کی حقیقت ہے یہیں کچھ آ کر
خم فلاطون کا ہے قبر کا کونا کیا ہے

	ایک چھینٹا ہے بہت ابرِ کرم کا یارب	

۳۵۱ — عشق کے دفتر اعمال کا دھونا کیا ہے — ۲۱

وعدہ اپنا وفا کرے کوئی
میری حاجت روا کرے کوئی

دل کا کھونا برا سہی ناصح
نہ ہوا ہو تو کیا کرے کوئی

مرض لادوا ہے درد عشق
اس کی اب کیا دوا کرے کوئی

جانے کیا شیخ لطف بادہ ناب
رند ہو تو مزہ کرے کوئی

آج فرقت کی ہم سہیں آفت
کل تو وعدہ وفا کرے کوئی

اسکو معلوم ہے جو حاجت ہے
کیوں خدا سے دعا کرے کوئی

خوگر جور وہ سمجھ کے مجھے
کہتے ہیں کیوں جفا کرے کوئی

سوچتے ہیں ہزاروں تدبیریں
نہ بنے کچھ تو کیا کرے کوئی

سارے ارمان میرے بر آئیں
ایسا سامان خدا کرے کوئی

اس کی رحمت نہیں ہے کچھ محدود
نہ خطا سے خطا کرے کوئی

یہ گوارا نہیں بہ خوف عدو
ہم سے چھپ کر ملا کرے کوئی

ہم کہے جائیں گے فسانہ درد
نہ سنے یا سنا کرے کوئی

نہیں اپنوں سے جب امید بھی
غیر کا کیا گلا کرے کوئی

بت بیدرد تیری فرقت میں
صدمے کبتک سہا کرے کوئی

نہیں تیرا نظیر عالم میں
آکے کیا سامنا کرے کوئی

اس میں اے شیخ کیا گناہ شراب
گر دوا کو پیا کرے کوئی

دل تو دے بیٹھے ہم محبت میں
اب وفا یا دغا کرے کوئی

دل سی شے بھی جو مفت دیتا ہوں
کہتے ہیں اسکو کیا کرے کوئی

ان سے مطلب نکالنا ہو اگر
غیر کی التجا کرے کوئی

درد اور صاف سے نہیں مطلب
دور ساقی چلا کرے کوئی

۱۹	کہتے ہیں اہل سعی تھک کر عشق تیری تقدیر کیا کرے کوئی	۳۵۷

سیماب ہے کہ برق طپاں ہے شرار ہے
کیا جانے کیا بلا دل پر اضطرار ہے

یہ کیا کہا کہ عشق بد اطوار و خوار ہے
تم جانتے نہیں وہ بڑا وضعدار ہے

رندوں کے حال پر کرم کردگار ہے
ساقی ہے مے ہے جام ہے فصل بہار ہے

راحت ملیگی تجھ کو نہ مر کر بھی قبر میں
حالت تری یہی جو دل بیقرار ہے

بجلی چمک گئی جو کبھی آسمان پر
بول اٹھے وہ کسی کا دل بیقرار ہے

دنیا کی فکر میں ہے عبث مبتلا بشر
کس کو یہاں قیام ہے کسکو قرار ہے

اے خضر کوئے عشق میں کچھ دیکھ کر قدم
یہ رہ بڑی کٹھن ہے بڑی پیچدار ہے

کہنا ہمارا فرض تھا ہم کر چکے ادا
اب مانیں یا نہ مانیں انہیں اختیار ہے

کوئی نہیں ہے اپنا تو پروا نہیں ہمیں
سنتے ہیں بے وسیلوں کا اللہ یار ہے

سچ جانتا ہوں جھوٹ بھی کہتے ہو تم اگر
مجھ کو تمھاری بات کا یہ اعتبار ہے

ناصح بنائے باتیں نہ بڑھ بڑھ کے ہمسے کیوں
بے بس نہیں وہ دل پہ اسی اختیار ہے

مرنا سنا ہمارا تو جھٹ بول اٹھے وہ
مرضی خدا کی موت پہ کیا اختیار ہے

اس نیل گوں لباس کا کھلتا نہیں سبب
کیا جانے کس کے غم میں فلک سوگوار ہے

کیسی خوشی پڑا ہے مجھے اس کا پیٹنا
دشمن کے غم میں آج کوئی سوگوار ہے

جلاد بھی ہے ہم بھی ہیں سولی بھی ہے کھڑی
اب دیر کیوں ہے حکم میں کیوں انتظار ہے

لیتے ہو دل ہی چیز کو اور وہ بھی مفت میں
پھر اسپہ جبر بھی کوئی کیا دین دار ہے

کیا جانے توڑ جوڑ حسینان دہر کے
بیچارہ دل مرا ابھی ناکردہ کار ہے

مو باف سرخ دیکھ کے چوٹی میں کھل گیا
گردن پہ انکے خون کسی کا سوار ہے

	باقی ہے بعد مرگ بھی شاہوں کا دبدبہ	

عاشقی میں امیدِ نفع کجا
خوف یہ ہے ضرر نہ ہو جائے

غیر ہے بے وفا کہا میرا
جبھی کہنا اگر نہ ہو جائے

سہل ہو عاشقی اگر اے دل
ہر فرشتہ بشر نہ ہو جائے

کیا کہوں دل کی داورِ محشر
کہیں ان کو خبر نہ ہو جائے

آتے جاتے ہیں لاکھ خیال
دل مرا رہگذر نہ ہو جائے

ہے سہارا اسی کا عاشق کو
آہ بھی بے اثر نہ ہو جائے

سایہ زلفِ دوتا کا پڑ پڑ کر
دُہری تیری کمر نہ ہو جائے

۳۵۶

میرے فکرِ علاج میں بیمار
عشق خود چارہ گر نہ ہو جائے

۱۳

جو ہونی تھی اے ہمنشیں ہو چکی
پیامِ قضا وہ نہیں ہو چکی

تسلی اب اے ہمنشیں ہو چکی
لبِ دلربا سے نہیں ہو چکی

ستم کی شکایت جو مجھ سے سُنی
وہ بولے کہ کیا آفریں ہو چکی

بچاتا ہے دامن کو قاتل عبث
لہو سے تو سُرخ آستیں ہو چکی

بتوں کا بنا ہے طرفدار دل
بس اب پاسداری دیں ہو چکی

جو ادنیٰ ہے اعلیٰ نہ ہو گا کبھی
دلا چرخ اخضر زمیں ہو چکی

عدو کر رہا ہے ادھر توڑ جوڑ
مری بات کرسی نشیں ہو چکی

دلِ زار ہے خوگرِ رنج و غم
خوشی تجھکو جانِ حزیں ہو چکی

کسی کی وہ تحریرِ انکار ہیں
مری سرنوشتِ جبیں ہو چکی

خدا کا ہے گھر کعبہ اے بت تو کیا
ترے سنگِ در کی جبیں ہو چکی

فلک مجھ پہ اب مہرباں ہو تو کیا
عدو اس گلی کی زمیں ہو چکی

وہ اب آئیں تو کیا میں دل بے یاس
تمنا دمِ واپسیں ہو چکی

٤٥٧	نہ آیا گر اے عشق وہ حور وش مری بزمِ خلدِ بریں ہو چکی	٢٠

دمِ نزع آ کر وہ چلتے ہوئے
نہ دیکھا گیا دم نکلتے ہوئے

نہیں ہے یہ آدم گلی سے تری
نہ دیکھا عدو کو نکلتے ہوئے

کوئی بات خالی نہیں چال سے
ترے سارے فقرے ہیں چلتے ہوئے

زمانے کے مانند اے شوخ رنگ
نہیں دیر تجھکو بدلتے ہوئے

کٹی ہے ہماری شبِ دردِ غم
یہ پہلو وہ پہلو بدلتے ہوئے

تمنا ہے دیکھیں مرادوں سے ہم
تمھیں پھولتے اور پھلتے ہوئے

تمھیں داورِ حشر سے کہہ دو حال
مجھے دیر ہوگی سنبھلتے ہوئے

تری چکنی باتیں بھی اعجاز ہیں
ہر اک دل کو دیکھا پھسلتے ہوئے

نہ گھس جاتی مہندی نہ تھک جاتے پاؤں
جو آتے مرے گھر ٹہلتے ہوئے

انہیں شمعِ سوزاں کا دھوکا ہوا
جو دیکھا مرے دل کو جلتے ہوئے

سنی امتحاں کی تو ہوش اڑ گئے
ہوس باز میداں سے چلتے ہوئے

مجھے موت اپنی نظر آ گئی
وہ آئے جو آنکھیں بدلتے ہوئے

پتا منزلِ مدعا کا نہیں
زمانہ ہوا راہ چلتے ہوئے

کھٹکتا ہے خارِ مژہ سے وہ بت
مری آنکھیں تلوؤں سے ملتے ہوئے

نہ کی بات حجابانے منہ جوڑ کر
ہم اپنا سا منہ لیکے چلتے ہوئے

تمہارے شہیدِ وفا کے ہیں پھول
چلو سیر دیکھو ٹہلتے ہوئے

نہیں میری آنکھوں میں جوشِ سرشک
یہ فوارے ہیں دو اچھلتے ہوئے

مریضِ محبت کے تیماردار
تھکے ہیں دوائیں بدلتے ہوئے

عجب حالت شمع و پروانہ ہے
گذرتی ہے دونوں کی جلتے ہوئے

٣٥٨ | مجھے دل سی شے عشق دیتے بنی / جو دیکھا کسی کو مچلتے ہوئے | ٣١

مائل قتل کوئی شوخ ستمگر نہ سہی — آپ ہم اپنا گلا گھونٹیں گے خنجر نہ سہی

بوالہوس غیر وفا کر نہیں سکتا ہرگز — ہے یقیں اسکا مجھے آپ کو باور نہ سہی

ظلم و بیداد سے بھی مار نہ ترسا کے مجھے — لطف و احسان بہت سفاک و ستمگر نہ سہی

چارہ گر پھوڑیں گے ہم آپ پھپھولے دل کے — خلش غم ہی بہت ہے کوئی نشتر نہ سہی

قتل عاشق کے لیے جنبش ابرو ہی بہت — ترک بیباک ترے ہاتھ میں خنجر نہ سہی

قدر دانی میں تو ارباب کرم کی نہیں نقص — میں کوئی صاحب علم و فن و جوہر نہ سہی

بوسہ دینا نہیں منظور تو دشنام ہی دو — زہر ہی مجھکو ملے قند مکرر نہ سہی

درد اور صاف سے مطلب نہیں پینے سے ہے کام — کوزہ گل سہی بلور کا ساغر نہ سہی

ای قیامت تمہی ہم آس لگائے ہوئے ہیں — انکے ملنے کا کوئی وقت مقرر نہ سہی

کوچہ گردی مری چکرانے سے اسکی نہیں کم — حلقہ چرخ مرے پاؤں میں چکر نہ سہی

تیری ٹھوکر جو سلامت ہے تو پروا کیا ہے — نہ جگائے مجھے ہنگامہ محشر نہ سہی

دل تو ہے تیری محبت میں مرا دشمن جان — تو جفا جو نہ سہی اور ستمگر نہ سہی

رخ و آئینہ میں چلتی ہی رہیں گی چوٹیں — یہ کوئی کینہ دارا و سکندر نہ سہی

آپ ہی آج چکا دیں مرے دل کا جھگڑا — منصفی کے لئے کل عرصہ محشر نہ سہی

میری افتاد ہی بس مجھکو مٹانے کے لئے — جور گردوں نہ سہی آپ کی ٹھوکر نہ سہی

سادگی خود ہی تری لاکھ سنگار ونکا سنگار — بہر آرایش و تزئین کوئی زیور نہ سہی

خوف رسوائیونکا اپنی ہی اس بت کو تو ہم — چلکے کعبہ ہی میں سر پھوڑینگے وہ در نہ سہی

دیکھنا شرط ہے جسطرح سے چاہو دیکھو — آنکھ غصہ کی سہی پھر تکے زیور نہ سہی

وعدہ کر لینے سے تسکین تو ہو جاتی ہے — بات جھوٹی سہی اسکا مجھے باور نہ سہی

بوجھ اک دل سے اُتر جائے مرا قصۂ غم
آپ سُن لیجیے یک بار مکرر نہ سہی

آرزو ہے کہ وفا وصل کا وعدہ ہو کبھی
وہ گھڑی رہکے چلے جائے شب بھر نہ سہی

اک قیامت ہے یہ گیسوئے سیاہی ظالم
گو ترے قامتِ بالا کے برابر نہ سہی

دل کو کیا کیجئے بے وصل نہیں چین اسے
ہم تری خواہش انکار سے باہر نہ سہی

ہیرے کاٹے نہ کٹے گی شب فرقت یارب
ملک الموت ہی آجائے وہ کافر نہ سہی

لاگ بیفائدہ ہے اس سے تری شوخی کو
وہی بیچین سہی دل مرا مضطر نہ سہی

عرقِ شرم تو محشر میں ڈبو دیگا مجھے
نہ دھلے اشک سے اعمال کا دفتر نہ سہی

دل کے ارمانوں سے ہم اپنے کو بہلا لیں گے
حور جنت نہ سہی وہ بتِ کافر نہ سہی

نرم کریگا کوئی باتوں سے اسکو کیونکر
اے صنم سخت تو ہے دل ترا پتھر نہ سہی

ناتواں ضعف سے ہے عاشقِ ناکام تو کیا
دم ترے ہجر میں توڑیگا تڑپ کر نہ سہی

دیکھنا یار کا منظور رہے ہے کوئی جگہ
غیر کا گھر ہی سہی عرصۂ محشر نہ سہی

۳۵۹

ہجر ساقی میں کریں اور ہوس کیا اے عشق
بس ہے خونابۂ دل بادۂ احمر نہ سہی

۱۸

وہاں آئینہ سے اب آشنائی ہوتی جاتی ہے
پسند آپ اپنی انکو خودنمائی ہوتی جاتی ہے

تعلق رات دن کا رنگ لاکر ہی رہا اپنا
مری دشمن کی کچھ کچھ آشنائی ہوتی جاتی ہے

کوئی مقتل میں دیکھے تیزدستی میرے قاتل کی
صفوں کی دم کی دم میں کیا صفائی ہوتی جاتی ہے

غضب ٹوٹے خدا کا سخت جانوں پر مرا قاتل
پسینے ہو چلا ہے شل کلائی ہوتی جاتی ہے

نظر آتا نہیں حامی ہمارا کوئی عالم میں
اسی بت کیطرف ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

نکالے پیٹ سے اب پاؤں میرے دستِ وحشت نے
کہ اس کی جیب دامن تک رسائی ہوتی جاتی ہے

خدا حافظ بہارِ باغ وہ خستہ ندے ہے جوبن پہ
وبالِ پارسایان پارسائی ہوتی جاتی ہے

نہیں وہ دور کچھ مجھ سے کروں کیا قسمتِ بد کو
کہ ستدِ راہ اس کی نارسائی ہوتی جاتی ہے

اڑاتے ہیں وہ کل کے وعدے کو بھی آج باتوں میں
جو پکی بات ہے ایدل ہوائی ہوتی جاتی ہے

وہ کھنچتے ہیں حیا سے رکھتے ہیں ہم پاس خاطر سے
یہ کیسی وصل میں پیدا جدائی ہوتی جاتی ہے

خدا رکھے سلامت پنجۂ غم تیرے ناخن کو
ہمارے زخم کی عقدہ کشائی ہوتی جاتی ہے

خدا کے واسطے ٹھہرا کوئی دن قتل کا قاتل
وبالِ جان تیری بے اعتنائی ہوتی جاتی ہے

وہ ضبطِ اشک چشمِ تر کو میرے دیکھکر بولے
کہ اب کوزے میں دریا کی سمائی ہوتی جاتی ہے

رکھیں اپنی بھلائی کی توقع کیا سرِ محشر
ہمیشہ ہمسے تو یارب برائی ہوتی جاتی ہے

نہیں کچھ فائدہ اے چشم ضبط اشک بہتر ہے

کہ اس رونے سے تیری جگ ہنسائی ہوتی جاتی ہے

نمودِ صبح شامِ وصل ہے جاتا ہے گھر کوئی
خدا حافظ تن و جاں میں جدائی ہوتی جاتی ہے

مری ضد میں دیا کرتے ہیں بوسے دشمنوں کو وہ
نئی رشوت ہے ابھی منہ بھر آئی ہوتی جاتی ہے

۳۶۰	ادھر اللہ سے بھی مانگتے ہیں ہم دعائیں عشق ادھر اس بت کے در پر جبہ سائی ہوتی جاتی ہے	۱۹

شان پستان وقد نرالی ہے — کیسی پھولی پھلی یہ ڈالی ہے
مانے اب اسکا کیا بُرا کوئی — انکا تکیہ کلام گالی ہے
کل کے وعدے کو حشر پر ٹالا — بات میں بات کیا نکالی ہے
یوں نہ آنکھیں نکال کر دیکھو — یہ ادا میری دیکھی بھالی ہے
مژدہ قتل جاں نثاروں کو — تیغ اس ترک نے سنبھالی ہے
جان پر میرے یہ مصیبت عشق — اے دلِ زار تو نے ڈالی ہے
نہ رہا کچھ زوال کا کھٹکا — ہم ہیں اب فخر بے کمالی ہے
اُن کے دفتر سے نام دشمن کا — کٹ گیا اپنی پھر بحالی ہے
خیر تو ہے چڑھے ہیں کیوں تیور — کہئے کیسا مزاج عالی ہے
یارب اس کا نہ ہو بھلا جس نے — مجھ میں اور ان میں پھوٹ ڈالی ہے
ماہ نو کو بتاتی ہے بالا — آپ کے کان کی جو بالی ہے
بچھا جاتا ہوں راہ میں انکی — کسقدر شوق پائمالی ہے
جسکو جوشِ شباب کہتے ہیں — گلشن حسن کا وہ مالی ہے
دل کے کیسے ہیں یہ نہیں معلوم — انکی صورت تو بھولی بھالی ہے

یار کے دل پہ جم گئے ہیں ہم	اچھی بنیاد ہمنے ڈالی ہے
دوستی دوستی ہیں ہمسے خوب	دشمنی آپ نے نکالی ہے
زلف سرکش کو سر چڑھا کے بہت	تم نے پیچھے بلا لگالی ہے

۳۶۱	اس کی کیا پوچھتا ہے اے زاہد عشق اک رند لاابالی ہے	۱۸

ابروں کی ادا نرالی ہے	طرفہ یہ مطلع ہلالی ہے
کیا دکھاتا ہمیں پیالی ہے	ساقیا ظرف اپنا عالی ہے
قیس کی جا مداد فوق پہ	تیرے دیوانے کی بحالی ہے
جان کی فکر ہے عبث اے دل	عاشقی پیر جناب عالی ہے
کیا کہوں نہیں کہ میرے مطلب کی	اس نے کسطرح بات ٹالی ہے
عشق میں جان جائے گی اے دل	یہی آخر کو ہونے والی ہے
دختر رز مفت میں ملیگی نہ شیخ	پھر بھی کیا حور خلد والی ہے
کیوں نہ بھر آئے میکشوں کا دل	شیشہ خالی ہے جام خالی ہے
دختر رز کو شیخ کیا جانے	میکدے کی یہ رہنے والی ہے
کون جا کر لڑے رقیبوں سے	ان کی محفل نہیں ہے پالی ہے
وضع انکی ہوئی کہ شکل انکی	سیدھی سادھی بھولی بھالی ہے
آسماں گرد ہے غبار اپنا	خاکساری کا رتبہ عالی ہے
نغمہ عندلیب سے بڑھ کر	تیرے عاشق کی زار نالی ہے
جوش شادی سے بزم ساقی میں	ٹوپی شیشہ نے بھی اچھالی ہے
جب عدو ہے حریف دور انکا	پھر کیوں اس کا پیالا خالی ہے
رو کئے لاکھ ہو کے رہتی ہے	بات اے دل جو ہونیوالی ہے

۰	اُن کی زلفِ سیاہ سے بڑھکر	شبِ فرقت ہماری کالی ہے

۳۶۲	عشق عالم میں قدر دانِ سخن کون سی بندگانِ عالی ہے	۱۷

کوئی دیکھے تو پشیمانی مری — دیکھے دل کہتا ہوں نادانی مری
آپ اپنے حال پر ہوں نوحہ گر — تجھسے سُنئے مرثیہ خوانی مری
بے سبب زلفِ آشفتہ نہیں — رنگ لائی ہے پریشانی مری
بنگیا آئینہ وہ آئینہ رو — دیکھہ کر حیرت سے حیرانی مری
یہہ تغیر میری حالت میں ہوا — اسنے صورت بھی نہ پہچانی مری
دیکھے دل انکے گلے کا ہار ہو — عین دانائی ہے نادانی مری
تم تو پچھتاتے ہو دیکر دل سی شے — آپ کیوں کہتے ہیں نادانی مری
قدر دانی کا زمانے میں ہے قحط — ہائے کیا ہوگی ہمہ دانی مری
عشق کی طاقت سے ہے زور آزما — عقل بھی ہے کتنی دیوانی مری
نام لے ہمدم نہ اطمینان کا — اور بڑھتی ہے پریشانی مری
اللہ اللہ کر کے روزِ غم کٹا — ہوگئی مشکل سے آسانی مری
عجز کے سجدوں سے بھی نکلا نہ کام — گھس گئی آخر کو پیشانی مری
آئینگے کہانے میں اچھے اچھے زخم — گھر میں قاتل کے ہے مہمانی مری
غیر کو گھر میں بٹھا کر چلدیا — اسنے اچھی کی یہہ مہمانی مری
شرِ اعدا سے بچا ئیگا وہی — جس کے ذمے ہے نگہبانی مری
ذکرِ حورِ خلد سے ہے احتراز — شیخ دیکھے پاک دامانی مری

۳۶۳	بڑھگئی اسکے کرم کو دیکھہ کر عشق عصیاں سے پشیمانی مری	۳۲۵

نکلی تیغ امتحاں جب میان سے
بھاگ نکلے بوالہوس میدان سے

اسکی کہاتے ہیں قسم وہ بار بار
سر ہمارا کم نہیں قرآن سے

بیوفائی ہنسے کی یا غیر نے
آپ ہی فرمایئے ایمان سے

یا الٰہی جلد ہو محشر بپا
پھر بچا ہیں وہ کہیں ایمان سے

ہر چہ بادا باد دے ڈالا انکو دل
ہاتھ دھو بیٹھا ہوں اپنی جان سے

سنگ مقناطیس میرا دل نہیں
ربط کیوں اسکو ہے اس پیکان سے

سر میں جب کچھ باد نخوت بھر گئی
بڑھ گیا انسان پھر شیطان سے

ہے ہجوم حسرت و حرمان و غم
کم نہیں دل حشر کے میدان سے

جوش میری چشم تر کا بڑھ گیا
موج سے سیلاب سے طوفان سے

اس تجاہل اس تغافل کے نثار
لیکے دل وہ بن گئے انجان سے

اے دل بیتاب بیتابی تری
مار ہی ڈالے گی مجکو جان سے

لے تو دل تم بھی کر دگے یاد کیا
دی ہو وہ شے تھی جو بڑھکر جان سے

عاشقی میں کیا سنوں ناصح تری
صبر باہر ہے مرے امکان سے

دلمیں رکھ لوں ہاتھ آجائے اگر
عشق ہے مجکو ترے پیکان سے

حضرت دل بیخودی اچھی نہیں
کام لیجے ہوش سے اوسان سے

آپ کی بھی اب نہیں خالی جگہ
بھر گیا ہے دل مرا حرمان سے

واہ ری عشق زلیخا کی کشش
کھچ کے یوسف آگئے کنعان سے

نام اسمیں آپ کا ہو جائے گا
اٹھے عاشق کا جنازہ شان سے

حسن یوسف بھی نہیں کچھ کام کا
ہو اگر خالی ادا سے آن سے

میرے دل میں آکے رہنا سیکھ لے
تو بھی اے پردہ نشیں ارمان سے

حور کی زاہد کرے گا قدر کیا
یہ نہیں واقف ادا سے آن سے

جو بتوں کو دیکھ کر جیتا رہے ناپسند یار ٹھہری جنس دل غیر کو وہ بے وفا کہتے ہوئے	باز آئے ایسے ہم ایمان سے بچ گئے ہم منت کے نقصان سے آرزو ہے سن لوں اپنے کان سے	
٣٦٤	عشق شاگرد فصیح ملک ہوں کم نہیں رتبہ مرا سحبان سے	١٥
مٹائے زمیں نے نشاں کیسے کیسے	ملے خاک میں آسماں کیسے کیسے	
کئے قتل عاشق وہاں کیسے کیسے	ہوئے خون بھی مہرباں کیسے کیسے	
کوئی مجھ سے پوچھے کہ میری وفا کے	بتوں نے لئے امتحاں کیسے کیسے	
تری دور دوری ہے ای پیر گردوں	نظر آتے ہیں نوجواں کیسے کیسے	
دھوئیں باغ کے باغباں دیکھتا رہ	اڑاتی ہے باد خزاں کیسے کیسے	
جو ہوتی ہے جھوٹی بھی تعریف دشمن	تو ہوتے ہیں مجھکو گماں کیسے کیسے	
عبث بوڑھی جورو پہ مرتا ہے زاہد	زمانے میں ہیں نوجواں کیسے کیسے	
نہ راہ عدم اٹھی گرد پا تک	روانہ ہوئے کارواں کیسے کیسے	
حلاوت سخن کی عجب شے ہے ای دل	مزے دے رہی ہے زباں کیسے کیسے	
سر پرسش حشر ہو کر رہیں گے	عیاں رازہائے نہاں کیسے کیسے	
وہ زنداں محبت ہے دم چھوڑتے ہیں	رگڑ کر یہاں ایڑیاں کیسے کیسے	
مری قتل کی مشورت میں تلے ہوئے ہیں	عدو انکے ہمداستاں کیسے کیسے	
مرے دیکھتے دیکھتے ہی تو بدلے	ترے رنگ اے آسماں کیسے کیسے	
جو اس لعل شیریں کا لیتا ہوں بوسہ	تو لب چاٹتی ہے زباں کیسے کیسے	
٣٦٥	مٹا عشق مل کر بھی ان سے نہ جھگڑا گلے شکوے ہیں درمیاں کیسے کیسے	١٩

ہوئے تیغ کے امتحاں کیسے کیسے | ہوئے نیم جاں سخت جاں کیسے کیسے
تمہاری علاوہ محبت میں مجھ سے | لئے دل نے بھی امتحاں کیسے کیسے
چھپے کونے کونے سر سیش حشر | مرے انکھے سب بے ازداں کیسے کیسے
ترے ہاتھوں اے پیر زالِ زمانہ | ملے خاک میں نوجواں کیسے کیسے
ہمارے بھی پوسوگئے بیٹھے ہوئے ہیں | حسینوں کے رخپیر نشاں کیسے کیسے
پسِ قتل پھر کر بھی اسنے نہ دیکھا | تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے
محبت میں روز اپنی طاقت سے ٹہر کے | لگاتے ہیں ہم ناتواں کیسے کیسے
بھرے بزم میں ہیں چھپے شہر بھر کے | بلاتے ہیں وہ میہماں کیسے کیسے
نہیں ایک تم لطف فرما تو کیا ہے | ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
ہماری محبت کی بیٹھے ہوئے ہیں | دلِ یار پر بھی نشاں کیسے کیسے
دھواں سینے نالوں سے اٹھتا ہے جب بھی | تو چکراتے ہیں آسماں کیسے کیسے
پھپولوں کو سوزِ محبت کے دیکھو | مرے دل میں ہیں آسماں کیسے کیسے
نہیں آتے ڈر سے تصور میں بھی وہ | اب انکو ہیں مجھ سے گماں کیسے کیسے
مرے دل میں آنکھوں میں آکر تو دیکھو | تمہارے لئے ہیں مکاں کیسے کیسے
ستارے نہیں داغ رکھتا ہے ایمہ | ترے عشق کے آسماں کیسے کیسے
عدو کی شرارت سے پیدا ہوئے ہیں | ادھر بھی ادھر بھی گماں کیسے کیسے
کوئی روئے کس کس کو اب یاد کر کے | ہوئے بے نشاں بانشاں کیسے کیسے
کرے تو کوئی سیرِ گلزارِ معنی | کھلاتے ہیں گل نکتہ داں کیسے کیسے

٣٦٢ — نہ سر پیٹیں اے عشق اہلِ ہنر کیوں / چھپے خاک میں قدرداں کیسے کیسے — ١٦

جو ٹہرے کہیں وہ یہاں آتے آتے | رکا دم مرا ناگہاں آتے آتے

نہ وحشت میں پہنچی مری گرد کو بھی
ہوا رہگئی ہمعناں آتے آتے

عدو کے تو گھر سے مرا گھر ملا تھا
نہ گھس جاتی مہندی یہاں آتے آتے

پتا نامہ بر کا نہیں کچھ خبر کیا
کہ یہ مر رہا ہی کہاں آتے آتے

سنورنا شب وعدہ ٹھہرا قیامت
ہوئی صبح انکو یہاں آتے آتے

عدو ساتھ کیوں ہی یہ لائے ہو کیا تم
لیا تحفہ ای مہرباں آتے آتے

نصیبوں سے میرے نہیں بنگیا ہے
لب یار تک لفظ ہاں آتے آتے

مرے دلمیں تھا حرف مطلب کہوں میں
مگر رہگیا تا زباں آتے آتے

نہاں کب رہا ہے عیاں ہو گیا ہی
زبانوں پہ راز نہاں آتے آتے

سر حشر بھی شکر بن کر رہیگا
بتوں کا گلہ تا زباں آتے آتے

رہا آج سے کل پہ کل دیکھیں کیا ہو
سخن وعدے کا درمیاں آتے آتے

گماں ہوتے ہیں انکے جانے سے کیا کیا
جو رکجاتی ہیں ہچکیاں آتے آتے

ہوا دور بھی ختم مجھ تشنہ لب تک
کوئی جام پیر مغاں آتے آتے

الٰہی رہے کچھ دنوں حشر قائم
کہ آئیں گے ہم ناتواں آتے آتے

تمہیں آگیا دھیان کسی بوالہوس کا
رکے کیوں پے امتحاں آتے آتے

۳۶۷	بہت سچ کہا ہے یہ استاد نے عشق کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے	۲۲

کسی کی کچھ انہیں پروا ہی کیا ہی
کوئی مر جائے تو ہوتا ہی کیا ہے

جو مانگا کوئی بوسہ ہنس کے بولے
نہیں دیتے ترا دعویٰ ہی کیا ہے

بلا سے گر نہیں قسمت میں حوریں
سلامت تم رہو پروا ہی کیا ہے

وہی ہوگا جو کچھ قسمت میں ہوگا
مری تدبیر سے ہوتا ہی کیا ہے

وفا ہو جائے کل کا آج وعدہ
ذرا سی بات ہی جھگڑا ہی کیا ہے

برا ہوں یا بھلا ہوں خوب ہوں میں
کسی کے کہنے سے ہوتا ہی کیا ہے

کہیں سنتے ہیں دیوانے بھی ناصح
نصیحت سے ترا منشا ہی کیا ہے

تڑپنا میرے دل کا منکے بدلے
تڑپنے دو ابھی تڑپا ہی کیا ہے

اُچک کر میرا نالہ لے ہی لے گا
یہ اونچا آسماں اونچا ہی کیا ہے

ڈراؤں میں جو اس بت کو اثر سے
مری فریاد میں رکھا ہی کیا ہے

ہوئے ہیں نذر الفت جان و دل تک
ہمارے پاس اب رکھا ہی کیا ہے

اگر گالی بھی ہو وہ بھی ہے میٹھی
تمہاری بات کا کہنا ہی کیا ہے

حریفوں نے کئے ساقی تہی خم
ہمارے واسطے رکھا ہی کیا ہے

چراؤنگا جو دم میں اے ستمگر
تری بیداد نے چھوڑا ہی کیا ہے

یہی ہے عشق تو اے حضرتِ دل
ملے گا اور غم اتنا ہی کیا ہے

کہیں اچھا ہے اس جینے سے مرنا
نہ ہو آرام تو جینا ہی کیا ہے

ملا ہی دل تو آنکھیں بھی ملاؤ
اُٹھا دو آنکھ کا پردا ہی کیا ہے

ابھی ہے دور دلی تونے ایدل
محبت کا مزا چکھا ہی کیا ہے

نہیں قدر ان کو میرے درد دل کی
یہی رونا ہے بس رونا ہی کیا ہے

توہی تو ہے نگہباں بھی ہمارا
عدو ہے گر توہی پروا ہی کیا ہے

دلِ گم گشتہ کا میرے ہے کیوں غم
گرہ سے آپ نے کھویا ہی کیا ہے

۳۲	دیا اللہ کا سب کچھ ہے اے عشق کمی کس شے کی ہے پروا ہی کیا ہے	۳۶۸

چاہئے قدر سخن کے لئے قسمت اچھی
فائدہ کیا جو ہوئی عشق طبیعت اچھی

روئدادِ دلِ عاشق ہے نہایت اچھی
آج یہ تم کو سناتا ہوں حکایت اچھی

خوگر رنج ہوں آرام بلائے جاں ہے
راحتِ وصل سے ہے ہجر کی زحمت اچھی

کسپہ شیدا ہوں شخص کسپہ عجیب مشکل ہے
ایک سے ایک نظر آتی ہے صورت اچھی

تم طرفدار ہو جس کے ہے زمانا اس کا
ہے برا غیر تو کیا اس کی ہے قسمت اچھی

گر یہی دل ہے تو مر جاؤنگا رٹ جاؤنگا
خلد میں بھی نظر آئے گی جو صورت اچھی

کیا بلائے کوئی مہمان انہیں اپنے گھر
وہ تو کہتے ہیں کسی کی نہیں نیت اچھی

دیکھئے اہل سفارش بھی مجھے صاف جواب
کیا کرے کوئی نہو جب تری قسمت اچھی

کہتے ہیں آکے دم نزع مرے بالیں پہ
کیا ہوا ہے اسے ہے اسکی تو حالت اچھی

غیر کو مجکو سر بزم لڑا بیٹھے ہو
بیٹھے بیٹھے نہیں سوجھی یہ شرارت اچھی

حرف انکار سے اکدم تو نہو جائیگی یاس
صاف کہنے سے ہے یہ آپ کی لکنت اچھی

ہم مروت ہی مروت میں مرے جاتے ہیں
اس محبت سے تو ہے تیری عداوت اچھی

دل ناکام کو پابند ہوس ٹھہرایا
دعوی عشق کی دی تمنے شہادت اچھی

یہ جو اچھی ہے تو اعمال بھی سب اچھے ہیں
آدمی رکھے ہر اک حال میں نیت اچھی

فکر بیش و کم دنیا میں برائی ہے بہت
آدمی کے لئے ہے سب سے قناعت اچھی

دل کو ہے عشق حسینوں سے تڑپ جاتا ہے
جب نظر آتی ہے اسکو کوئی صورت اچھی

کھل گئے دونوں طرف دفتر ایام فراق
وصل کی شب ہوئی آپس میں شکایت اچھی

لیکے نقد دل و جاں مجھکو کہیں کا نہ رکھا
آپنے دل کی نکالی یہ عداوت اچھی

تم جسے چاہو اسے چاہئے کیا دنیا میں
جسکے پہلو میں ہو تم اسکی ہے قسمت اچھی

اسطرف مجھسے اشارے ہیں ادھر دشمن سے
تیری آنکھوں نے یہ سیکھی ہے شرارت اچھی

جرم تو غیر کرے اور سزا مجھ کو ملے
خوب انصاف ہے یہ ہے عدالت اچھی

لیکے اک بوسہ پہ دل کہتے ہیں وہ مفت ملا
اور ہم خوش کہ اٹھی مال کی قیمت اچھی

آج فرعون جو ہوتا تو جتا دیتے ہم
عجز کی شان ہو جس میں وہ حکومت اچھی

گر عیادت کے لئے آئیگا وہ رشک مسیح
خود ہی ہو جائیگی بیمار کی حالت اچھی

دل کا دل ہی میں رہے راز محبت نہ کھلے
بات پردے کی ہے اسکی نہیں شہرت اچھی

ہم برے لاکھ ہیں اے شیخ تو کیا ہوتا ہے
وہ رحیم اچھا ہے اور اسکی ہے رحمت اچھی

جب یہ جاتے ہیں نکلوا ہی دیے جاتے ہیں
انکی محفل میں ہے عشاق کی عزت اچھی

ہیں برے ہی برے آثار خدا خیر کرے
اب نہیں ہے دل بیمار کی حالت اچھی

بوسہ تو دیتے نہیں مانگتے ہو مفت میں دل
آپ کی ہمسپہ ہے صاحب یہ حکومت اچھی

وصل ہو اس بت خودکام کا ممکن ہی نہیں
فائدہ کیا جو ہوئی بھی مری قسمت اچھی

مر کے ہم آپکے بیداد و ستم سے چھوٹے
ہوگئی رنج و مصیبت سے فراغت اچھی

۲۱	وہ تو اچھے ہیں کروں انکی برائی کیونکر خود بروں کی نہیں اے عشق شکایت اچھی	۳۶۹

ہم جاں نثار آپ کے ہیں جان جائیے
پہچانتے نہیں ہیں تو پہچان جائیے

عاشق پہ ہے یہ جبر کہ باز آئے عشق سے
اس عقل اس شعور کے قربان جائیے

اک بوسہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں
ناحق ہے اسپر آپ کو کد مان جائیے

انکے حضور رعب سے پڑتا نہیں ہے منہ
کس طرح یہ کہوں کہ مری مان جائیے

دیتے ہیں بوسہ ڈال کے منہ پر نقاب وہ
اس شرم اس حجاب کے قربان جائیے

حاجت سوال کی نہیں صورت سوال ہے
ہم جس غرض سے آئے ہیں پہچان جائیے

بگڑیں گے ہم تو پھر نہ بنائے بنے گی کچھ
اچھی نہیں ہے اتنی بھی ضد مان جائیے
دشمن کی دوستی میں ہیں لاکھوں قباحتیں
پچھتائیے گا ورنہ مری مان جائیے
جی میں ہے خاک ڈال کے درباں کی آنکھوں میں
دشمن کے روپ سے کہیں مہمان جائیے
کیا آپ چور ہیں جو چُراتے ہیں ہم سے آنکھ
یوں سامنے سے بن کے نہ انجان جائیے
حالت دمِ اخیر کی دیکھی نہ جائے گی
جانے لگے ہیں اب مرے اوسان جائیے
جو آج کی تھی بات وہ پھر کل پہ ہو گئی
اِس قول اس قرار کے قربان جائیے
رہجائے دل کی دل ہی میں تو لطفِ وصل کیا
صاحب نکال کر مرے ارمان جائیے
ہم یہ بھی رشک سے دمِ رخصت نہ کہہ سکے
اللہ آپ کا ہے نگہبان جائیے
آپ اپنے تک ہی رکھیے یہ جھوٹی عنایتیں
ہم مانتے نہیں کوئی احسان جائیے
چھیڑی ہے آج آپ نے بحثِ وفا اگر
منوا کے جائیے مجھے یا مان جائیے
دیوانگانِ عشق کو دیکھیں گے اہلِ حشر

دامن دریدہ چاک گریبان جائیے

ہوتے ہیں سچے بات کے دل دادگان عشق

ہم جان دیں گے آپ پہ یہ جان جائیے

تکلیف میزبان کو جس سے سر بسر

گھر اس طرح کسی کے نہ مہمان جائیے

اہلِ عدم بھی جانیں کہ آیا ہے کوئی شخص

دُنیا سے ساتھ لے کے وہ سامان جائیے

۲۶	شوق زبان اگر ہے میاں عشق آپ کو جو کچھ بتایے داغ اسے مان جائیے	۳۷۰

مائل انس ہر انسان رہے یا نہ رہے

ایک کو ایک کا ارمان رہے یا نہ رہے

ہوگیا مفت میں شل ہاتھ مرے قاتل کا

منفعل مجھ سا گراں جان بھی یا نہ رہے

بیوفائی کا محبت میں نہ اُٹھے الزام

آن رہ جائے مری جان رہی یا نہ رہے

موت آتی ہے شبِ وعدہ وہ آتے ہیں

منتظر کوئی پریشان رہے یا نہ رہے

جتنا جی چاہے ستا لو مجھے دل کھول کے تم

اس سے کیا تم کو مری جان رہے یا نہ رہے

دل تو آغاز محبت ہی میں کھو بیٹھا ہوں

اب یہ معلوم نہیں جان رہے یا نہ رہے

جلوۂ دخترِ رز ہوش ربا ہے ساقی

دیکھیے شیخ کا ایمان رہے یا نہ رہے

آج جو کچھ ہے مہیا وہ غنیمت ہی بہت

کل خدا جانے یہ سامان رہے یا نہ رہے

بھولے جاتے ہیں کہیں دیدہ و دانستہ سلوک

مجھ پہ جلاد کا احسان رہے یا نہ رہے

آ چلے وعدے کو کل پہ نہ اُٹھا رکھو تم

تم میں یہ بات مری جان رہے یا نہ رہے

دیکھیں کیا ٹھہری سر حشر ہیں کشتے لاکھوں

انمیں ایک ایک کی پہچان رہی یا نہ رہے

دل تو اس کافرِ بدکیش کو دے بیٹھا ہوں

آگے جو کچھ ہو ایمان رہے یا نہ رہے

عاشقِ زار ہوں جانباز ہوں دل کہتا ہوں
آپکے وصل کا ارمان رہے یا نہ رہے

تو خبر جلد مریض شب تنہائی کی
دو گھڑی کا ہے یہ مہمان رہے یا نہ رہے

دل نے دیکھی ہے تصور میں کسی کی تصویر
صورت آئینہ حیران رہے یا نہ رہے

صبر کافر نے سمیٹا ہے دل عاشق کا
زلف کا حال پریشان رہے یا نہ رہے

میرا کہنا ہی ہوا غیر نے بدذاتی کی
اب کوئی دل میں پشیمان رہے یا نہ رہے

پارہ دل سپر کرینگے اسے ہم خدنگ بند
تیر بیداد میں پیکان رہے یا نہ رہے

گھر مرے آج وہ آیا تو ہے معلوم نہیں
رات کی رات بھی مہمان رہی یا نہ رہے

علم محفوظ ہے ہر خوف سے ہر حالت میں
کوئی اس شے کا نگہبان رہی یا نہ رہے

بے اجازت کبھی ہم گھر میں نہ رکھیں گے قدم
انکے در پر کوئی دربان رہے یا نہ رہے

جذب دل میں ہے مرے طاقت مقناطیسی
ہو گئے پیوست وہ پیکان رہی یا نہ رہے

خوب حیلہ ہے وہ یہ کہکے لئے جاتے ہیں دل
رہنے دے اسکو ترا دھیان رہی یا نہ رہے

میں دلاؤنگا قسم انکو سر پرسش حشر
غیر کا سر تو ہے قرآن رہی یا نہ رہے

امتحاں غیر کا لینا ہو تو لیجے آج
کل یہی گو یہی میدان رہی یا نہ رہے

۳۷۱	کام کی باتیں ہیں کچھ شعر تو کر لیجے یاد وقت پر عشق کا دیوان رہے یا نہ رہے	۱۹

بن کے اسطرح سے انجان کہاں جاتا ہے
آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے

اٹھ کے دنیا سے ہر انسان کہاں جاتا ہے
نہ کہیں جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے

ہے دم تیغ رہ کوچہ قاتل اے دل
سن مری بات کہا مان کہاں جاتا ہے

جان سے جاتا ہے اُٹھہ جاتا ہے دُنیا سے غریب
کوئی اس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے

کوچہٗ عشق نہیں موت کا گھر ہے اے دل
کیوں قضا آئی ہے نادان کہاں جاتا ہے

وعدہ جو غیر سے ہے اسکو اُٹھا رکھہ کل پر
آج ہو کر مرا مہمان کہاں جاتا ہے

ہے مرے دل کا تصور سے کسی کے یہ قول
میں ہوں اب تیرا نگہبان کہاں جاتا ہے

نقد دل بوسہ کی قیمت میں لگا بیٹھا ہوں
نہ ملے نفع تو نقصان کہاں جاتا ہے

جان و دل لیکے بھی راضی نہیں ممنون نہیں
اُنسے شکوے کا وہ عنوان کہاں جاتا ہے

ضعف ہے لاکھ تو کیا دست جنوں سے میرے
چھوٹ کر میرا گریبان کہاں جاتا ہے

خاک آنکھوں میں نہ جھونکوں تو مرا نام نہیں
مجھ سے بچ کر ترا دربان کہاں جاتا ہے

بوجھ گردن کا تو خنجر نے اُتارا قاتل
سر سے میرے ترا احسان کہاں جاتا ہے

بعد مردن بھی ہے باقی ہوس بوس و کنار
دل سے یہ شوق بھرا رمان کہاں جاتا ہے

بیچارا زاہد کا لیا تو نہیں رندوں نے آج

دوڑا دوڑا ہیے بد اوسان کہاں جاتا ہے

کشش دل کا یہ دعویٰ ہے کہ دیکھوں تو سہی
اُڑکے اس تیر کا پیکان کہاں جاتا ہے

ساتھ رہنا نہیں منظور تو کہدے مجھے صاف
روز اُٹھ اُٹھ کے یہ سامان کہاں جاتا ہے

کعبہ و دیر کی قیدیں نہ اُٹھیں گی اے دل
کوچۂ یار سے نادان کہاں جاتا ہے

غیر سے عہد وفا ہے تو یہ سر ہے موجود
اب اُٹھانے کو تو قرآن کہاں جاتا ہے

۱۹	نہ سہی آج سرِ حشر تو مِل جائے گا کرکے اے عشق وہ پیمان کہاں جاتا ہے	۳۷۲

فریاد مری سن کے وہ کہتے ہیں یہ کیا ہے
اس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے

اے عشق نہیں اپنا اگر کوئی تو کیا ہے
سنتے ہیں کہ بیکس کا مددگار خدا ہے

خود ذبح کیا ہے مجھے پھر کہتا ہے کیا ہے
مجھ سا کوئی سفاک نہ ہوگا نہ ہوا ہے

جو اس میں مزا ہے وہ کہاں اس میں مزا ہے
بیداد سے کم بخت تغافل ہی سوا ہے

سنتا ہوں کہ تو دشمنِ اربابِ وفا ہے
اے چرخ جفا پیشہ یہ کیا رنگ ترا ہے

اے عشق بتا تو ہی کہ کیا میری سزا ہے
میں ہوں وُہی مجرم جسے اقبال خطا ہے

وہ اور لکھیں خط میں مجھے حرفِ محبّت
میں خوب سمجھتا ہوں یہ دشمن کا لکھا ہے

کیا حسرتِ دیدار ہو معلوم ہے مجھکو
موسیٰ کا سرِ طور جو کچھ حال ہوا ہے

دل دے کے چُرانے کے نہیں جان کبھی ہم
کر کے ہی دکھا دینگے جو اس مُنہ سے کہا ہے

ایسا ہی نہیں رہنے کا ہر وقت زمانہ
دشمن کا جو وہ بت ہے تو اپنا بھی خدا ہے

ہے حکم تہِ تیغ نہ تڑپے کوئی بسمل
یہ ظلم نرالا ہے انوکھی یہ جفا ہے

ہم رنج و الم لے کے اسی بزم سے نکلے
جس بزم کو سُنتے تھے کہ اندوہ ربا ہے

دیتا ہے کوئی جان سی شے مفت اُٹھا کر
میں لاکھ میں کہدونگا کہ یہ دل کی خطا ہے

کیوں بخشے نہ جائیں گے قیامت کو گنہگار
کیا اس کے کرم سے بھی سوا انکی خطا ہے

اِس دل سے نہتی مجکو کبھی ایسی توقع
سُنتا ہوں کہ اس جان کے دشمن سے ملا ہے

آئے ہیں سرِ حشر بھی وہ مُنہ کو چھپائے

یہ شرم کہانکی ہے کہاں کی یہ حیا ہے

آنسو کبھی پوچھیں گے یہ اُمید تھی جن سے
ہنستے ہیں مرے حال پہ وہ رونے کی جا ہے

ہے تجھ کو خبر یا نہیں اے رشک مسیحا
بیمار محبت کا بہت حال بُرا ہے

۳۷۳	بے فائدہ تدبیر ہے بے سود ہی کوشش ہوتا ہے وہی عشق جو مرضی خدا ہے	۱۷

زاہد تو گنہگاروں کو سمجھا ہوا کیا ہے
رحمت کو طلب جنکی ہے وہ انکی خطا ہے

پروائے دل و جان نہ خیالِ سر و پا ہے
یہ معرکہ عشق بھی کیا ہوش ربا ہے

یہ مان لیا ہمنے ان آنکھوں میں حیا ہے
شوخی جو نگاہوں سے ٹپکتی ہے یہ کیا ہے

اے دل تجھے کس شوخ سے اُمید وفا ہے
نادان ہے بیہودہ ہے دیوانہ ہوا ہے

اونچا ہے اگر دامن تاثیر تو کیا ہے
کوتاہ یہاں ہجر میں کب دستِ دُعا ہے

جب دیکھتے ہیں مجھ کو وہ کہتے ہیں بگڑ کر
ہم تجھ کو نہیں جانتے تو کون بلا ہے

ٹرھکر نہیں کچھ تم سے مری جان ہی حاضر
تم شوق ہی لیجاؤ یہ دل چیز ہی کیا ہے

کیا کہئے وہ خود پوچھتے ہیں مرتے ہو کس پر
یہ تازہ تجاہل ہے یہ اغماض نیا ہے

پوچھونگا مسیحا سے ملاقات جو ہو گی
دُنیا میں کوئی درد محبت کی دوا ہے

دعویٰ جو کیا خون کا کشتوں نے سر حشر
ہاتھ اُسنے دکھا کر یہ کہا رنگ حنا ہے

دل لیگیا پہلو سے مری آنکھ بچا کر
کیا ہاتھ کا چالاک ترا دزد حنا ہے

دم خاک چرائیں گے ترے ظلم کے کشتے
کیا ان میں رہا ہے جو ابھی دیکھ رہا ہے

ابروئے ہلالی کی محبت کی بدولت
میرا تن کاہیدہ بھی انگشت نما ہے

کیا واعظِ نادان تجھے عصیاں کی مرے قدر
اس بخشنے والے ہی کو کچھ اسکا مزا ہے

غیروں سے بھی لکھوانے لگے خط میں وہ دشنام	کیا جانئے لکھا ابھی تقدیر میں کیا ہے
جس چیز کو تم ڈھونڈھتے ہو دیر و حرم میں	اے شیخ و برہمن کہیں کچھ اسکا پتا ہے

۳۷۴	اے عشق بہرحال ہے مرنا تمہیں یکدن مرجاؤ کبھی جان جہاں پر تو مزا ہے	۱۷

عشق دنیائے دو روزہ بھی عجب بستی ہے
ایک دم کے لئے کیا خلق یہاں بستی ہے

اے محبت دل ناکام میں کیوں بستی ہے
غیر آباد ہے یہ اُجڑی ہوئی بستی ہے

زہر کی گانٹھ ہے اس زلف سیہ کی ناگن
دل کو ہی ڈستی ہے کمبخت یہ جب ڈستی ہے

بوسہ دیتے نہیں دل مفت لئے لیتے ہو
ظلم ہے یہ تو سراسر یہ زبردستی ہے

ہم جو دھمکاتے ہیں فریاد سے وہ کہتے ہیں
عاشقی کا ہے کو ٹھہری یہ زبردستی ہے

جنس دل نذر ہے لیجاؤ اسے شوق سے تم
پوچھتے کیا ہو کہ یہ مہنگی ہے یا سستی ہے

اک قیامت ہے شب وصل یہ انکا کہنا
ہم نہیں مانتے کچھ تیری زبردستی ہے

دلِ سوزاں نہ کہو اسکو کہو قہرِ خدا
کسے کہتے ہیں شرر برق کی کیا ہستی ہے

اس کی رحمت سے گنہ نے یہ کہا عجز کے ساتھ

میں ہوں کیا چیز الٰہی مری کیا ہستی ہے

یوں تو ظاہر میں سخی کا نہیں کوئی دشمن
اور باطن میں جو پوچھو تو بہی دستی ہے

زلف کے عشق میں کیوں جان پہ بنجاتی ہے
زہر اُگلتی ہے یہ ناگن نہ کبھی ڈستی ہے

کوچۂ عشق کے پامالوں کی تحقیر نہ کر
سربلندی ہے جہاں پست یہ وہ پستی ہے

آسماں پر بھی پُہنچ کر نہیں پاتا وہ عروج
جس کی قسمت میں ازل ہی سے لکھی پستی ہے

دون کی رندوں سے اے شیخ ریاکار نہ لے
تو بھی سمجھا ہے کہ کچھ ہوں تری کیا ہستی ہے

خاکساروں پہ جفا چرخ کی ہوگی کب تک
اس بلندی کے نصیبوں میں بھی تو پستی ہے

کثرتِ گریۂ عشاق سے دلدل ہے جہاں
دیکھئے ہائے نگہ سے بھی زمیں دھستی ہے

حشر ڈھائے نہ کہیں وعدۂ فردا تیرا
پست ہو کر مجھے پھر آرزوئے ہستی ہے

۱۵	دیکھنے کی ہو جگہ شہر خموشاں ای عشق یہ وہ بستی ہے جہاں خلق بہت بستی ہے	۳۷۵

حقیقت میکدے کی کچھ نہ مے کی کوئی ہستی ہے
جو اے ساقی سلامت میکشوں کی فاقہ مستی ہے

دلِ پُر آرزو ہی میں محبت تیری بستی ہے
مریحاں دیکھہ تو بھی آکے کیا دلکش یہ بستی ہے

وہاں اک خلق اس عالم سے جا جا کر جو بستی ہے
مگر شہرِ خموشاں بھی کوئی دلچسپ بستی ہے

پلا ساقی شرابِ لالہ گوں فصلِ بہار آئی
نہیں پانی کی بوندیں ابر سے رحمت برستی ہے

لگائی میری مجلس کو نظر کن شور بختوں نے
نہ جوشِ مے ہے شیشہ میں نہ مے میں رنگ مستی ہے

سلامت بچ نہیں سکتا کوئی ہم ہوں کہ دشمن ہو
برابر دونوں باگیں تیغ خونخوار اسکی کستی ہے

نہیں یہ داغ سوزاں سینۂ محزون عاشق میں
شرارِ طور کی روشن کف موسیٰ میں دستی ہے

فنا جب ہوگئے ہمپر کھلا یہ رازِ سر بستہ
کہ جسکو نیستی سمجھے ہوئے تھے عین ہستی ہے

جنابِ خضر تم کو راہبر مدت سے سنتے ہیں
کہو راہِ محبت میں بلندی ہے کہ پستی ہے

کہاں کا ایسا اونچا دامنِ تاثیر ہے اے دل
ترے نالوں کی کوتاہی تری ہمت کی پستی ہے

ذرا سا اک اشارا ہے بہت ابروئے پُر خم کا
مگر کیوں قتل پر میرے تمہاری تیغ کستی ہے

جگایا حشر کے فتنے نے یہ کہہ کہہ کے رندوں کو

اُٹھو چونکو یہ کیسی نیند ہے یہ کیسی مستی ہے

تری ہی ذات سے وابستہ ہے اُمید رندوں کی

ترے ہی دم سے ساقی گرمئ بازار ہستی ہے

دُعا رندان لب تشنہ جو کرتے ہیں کبھی زاہد

برنگ آب باراں آسماں سے مے برستی ہے

۳۷۶	نظر رکھتے ہیں ہم صناع مطلق کیطرف اے عشق جو سچ پوچھو ہماری بُت پرستی حق پرستی ہے	۱۴

شرابِ لالہ گوں میں بادۂ عرفاں کی مستی ہے

مقامِ بے خودی زاہد مقامِ حق پرستی ہے

عجب عشرت فزا رندوں کی بزمِ مے پرستی ہے

اگر جنت میں بھی ہے روح زاہد کی ترستی ہے

خُدا چاہے تو اے زاہد دکھا دونگا سرِ محشر

گنہگاروں پہ کیسی جھوم کر رحمت برستی ہے

پلا دی شیخ کو رندوں نے تھوڑی سے تو کہہ اُٹھا

خمارِ مے نہیں یہ بادۂ عرفاں کی مستی ہے

سلامت عمر کی کشتی کوئی لیجائے گا کیوں کر

تلاطم خیز موج انگیز جوشِ بحر ہستی ہے

فنا ہیں خود پرستی میں برہمن ہوں کہ زاہد ہوں

نہ شوقِ بُت پرستی ہے نہ ذوقِ حق پرستی ہے

نظر آتا ہے جب دشمن تو میں لاحول پڑھتا ہوں

خدا کی مار ایسی شکل ہے لعنت برستی ہے

شبِ غم اے اجل کچھ رحم کر اس جانِ مضطر پر
کہ تیرے واسطے یہ ایک مدت سی ترستی ہے

فلک کو نالہائے عرش فرسا کیا سمجھتے ہیں
دھواں بنکر ابھی اُڑ جائیگا کیا اسکی ہستی ہے

خدا کو آپ میں تو میں نے اس ہیں آپ کو پایا
پتا اے شیخ کس کی خود پرستی حق پرستی ہے

نہیں اتنا بھی کوئی جو بہائے غم کے دو آنسو
مزارِ عاشقِ ناکام پر حسرت برستی ہے

ہمارا خانہ دل ہے تصور سے ترے روشن
اسی سے اس کی آبادی اسی سے اسکی بستی ہے

یہ بدلی عاشقی میں اپنی صورت اس نے خود پوچھا
کہ تیرا نام کیا ہے کونسی رہنے کی بستی ہے

۳۷۷	مسافر سب کے سب ہیں عالم ایجاد میں اے عشق نہیں ساکن یہاں کا کوئی یہ کچھ ایسی بستی ہے	۲۰

ہر چند آپ کا لبِ شیریں نبات ہے
لیکن نہ گالیوں سے ہو کڑوا تو بات ہے

معلوم ہے حقیقتِ فردوس و حور عین
دل خوش کن اک خیال ہے کہنے کی بات ہے

اللہ رے شوق عرض تمنا میں بیخودی
بھولا ہوں میں اسی کو جو کہنے کی بات ہے

میں اور شکوہ آپکا غیروں کے سامنے
انصاف کی جگہ ہے سمجھنے کی بات ہے

کیا بک رہا ہے ناصح ناداں نہ بان روک
میں اور ترک عشق قیامت کی بات ہے

جنت میں تو حلال ہو مے اور یہاں حرام
واعظ جو تیری بات ہے الٹی سی بات ہے

وہ آج ہمسے باتیں بناتے ہیں کیا کہیں
اک بات جنکو آتی نہ تھی کل کی بات ہے

کیا روز بازپرس کہوں ماجرائے دل
کھلتی نہیں زبان کچھ ایسی ہی بات ہے

بیکار یاوہ گوئیوں سے فائدہ ہی کیا
ہاں کوئی بات باتیں نکلے تو بات ہے

ناکام رکھ نہ جھوٹی تسلی سے تو ہمیں،
مانا یہ ہمنے وعدہ ترا ایک بات ہے

صورت سوال ہی مرے کہنے سے فائدہ
معلوم ہے انہیں جو مرے دل کی بات ہے

یا تو نہیں آکے غیر کے پچھتائیگا آپ
بالکل وہ خام کار ہے کی یہ بات ہے

قاصد جواب نامہ سے پہلے بتا مجھے
اس بیوفا نے پوچھی بھی کچھ میری بات ہے

شکوہ سہی فغاں نہیں بیداد یار سے
دشمن کی بھی زباں پہ مرے مُنھ کی بات ہے

وعدے ہی پہ مدار ہے عاشق کی زیست کا
گویا دمِ مسیح ترے مُنہ کی بات ہے

تعریف اُنکی کرتے ہیں جب اُنکے آگے ہم
کس سادگی سے کہتے ہیں کیا ہم میں بات ہے

کیا ہو گیا ہے مجکو دم عرض مدعا
آتی نہیں زبان پہ جو دل کی بات ہے

دامن سے اپنے پونچھ رہے ہیں وہ اشک غیر
غیرت جو ہو تو ڈوب کے مرنے کی بات ہے

نکلا نہ کوئی کام شبِ وصل بھی مرا
سنتے نہیں ہنوز وہی اُن کی بات ہے

٣٧٨	باتیں کوئی ہزار بنائے کہاں وہ بات جو داغ کے کلام میں اک عشق بات ہے	٢٢

میرے آتے ہی عجب رنگ ہوئے مجلس کے
اُن کے پہلو میں جو بیٹھے تھے عدو سب کھس کے

موت آئی ہے تو ٹھہری ہوئی ہے دیر سے وہ
منتظر طالب دیدار ہیں یارب کس کے

جاں ستاں سیکڑوں انداز ادائیں لاکھوں
جان ہے ایک حوالے میں کروں کس کس کے

کیا تجاہل ہے کہ خود پوچھتے ہیں وہ آکر
آپ ہیں والہ و دیوانہ و شیدا کس کے

ان کے دیدار سے آنکھیں ہوئیں روشن آخر
شاخ امید میں یہ پھول کھلے نرگس کے

چشم بد کا یہ انھیں خوف لگا رہتا ہے
پھول رکھتے نہیں گلدان میں بھی نرگس کے

سنگ طفلاں۔ در و دیوار صنم۔ تیغ اجل
ایک سر پر مرے احسان ہوئے کس کس کے

خون عاشق کی سر دست رسائی کیا ہو
پاؤں تک یار کے پہنچی ہے حنا پس پس کے

منقلب ان کی طبیعت ہے زمانے کی طرح
آجکل دوست ہیں دشمن کے عدو مونس کے

آسیا کی ہے یہ گردش کہ فلک کی گردش
مل گئے خاک میں ہم سنگ ستم سے پس کے

دشمن جان نہ یہ بنجائے کہیں ڈرتا ہوں
ڈھنگ بگڑے نظر آتے ہیں دل مونس کے

اس ستم پیشہ سے امید وفا رکھتا ہوں
کیسا نادان ہے دل ہوش گئے ہیں اس کے

میرے مردے کو وہ کفنا کے دعا دیتے ہیں
جسم سے اترے یہ پیراہن نو گھس پس کے

میرے قابو میں نہیں ہے دل دیوانہ مرا
آجکل ڈھنگ ہی بگڑے ہوئے ہیں کچھ اس کے

وہ عیادت کو مری آکے یہ فرماتے ہیں

طور بے طور نظر آتے ہیں مجھکو اس کے
بیکسی میں نہ کسی نے بھی دیا ساتھ مرا
دور بھاگا کیا وہ پاس گیا میں جس کے
اتنی فرصت ہے مجھے اے بیخودی عشق کہاں
درد سر کے لئے صندل جو لگاؤں گھس کے
کچھ بھی حاصل نہ ہوا شیخ و برہمن دونوں
مر گئے کعبہ و بتخانے میں سر گھس گھس کے
میں نے دشمن سے جو منہ پھیر لیا اس نے کہا
تجھ کو آداب بھی معلوم نہیں کچھ مجلس کے
درد سر عاشق بیکس کا ستم ڈھاتا ہے
کوئی اتنا بھی نہیں لائے جو صندل گھس کے
بیخودی کا ترے جاں بازو کے کیا کہنا ہے
یہ بھی معلوم نہیں ان کو ہیں کشتے کس کے

۳۷۹	شمع کیطرح جلا کرتے ہیں ہم بھی اے عشق غیر ہی باعث گرمی نہیں اس مجلس کے	۱۶

پرتو رخ سے ہے ہر ایک جگر دو ٹکڑے
آبرودار کو نقصان ضرر سے نہیں کچھ
بند دروازہ سے میں رک نہ سکونگا ہرگز
زخم دل پختگی عشق کی ہے صاف دلیل
تیری گالی نے دیا بزم عدو میں مجھ کو
آرزو اسمیں کسی کی ہے کہے دیتا ہوں

کچھ کتاں ہی نہیں ای رشک قمر دو ٹکڑے
آب رکھتا ہی وہی ہو کے گہر دو ٹکڑے
سر وہ ٹکراؤنگا ہو جائیگا در دو ٹکڑے
پختہ ہوتا ہے تو ہوتا ہے ثمر دو ٹکڑے
زہر ایسا کہ ہوا جس سے جگر دو ٹکڑے
دیکھ اے خنجر غم دل کے نہ کر دو ٹکڑے

کام آتی نہیں سینہ کی سپرداری کچھ | دل کو کر دیتی ہے قاتل کی نظر دو ٹکڑے
دل کو چورنگ کیا تیغ نظر نے ایسا | دو وادھر لوٹتے ہیں اور ادھر دو ٹکڑے
لیں جو وحشت کی تو کر ڈالیں ہی دیوانے | دامن کوہ کو بھی تا بہ کمر دو ٹکڑے
دونوں آنکھوں کو ترے تحفہ برابر دیتا | دل کے ہوتے مرے پہلو میں اگر دو ٹکڑے
فائدہ جامہ دری سے نہیں کچھ اے مجنوں | لطف ہے پردہ محمل ہو اگر دو ٹکڑے
لبِ دنداں ہیں تری کان جواہر اے شوخ | جن سے نکلے ہوئے ہیں لعل و گہر دو ٹکڑے
اور چورنگ کیا تیغ ستم نے تیری | یوں تو پہلے سے تھے دل اور جگر دو ٹکڑے
دیکھو انگشت شہادت کا نبی کی اعجاز | ایک اشارے سے ہوا صاف قمر دو ٹکڑے
یہ تو ہے شیشہ نازک سے کہیں نازک تر | کیوں نہ ہو سنگ حوادث سے جگر دو ٹکڑے

۳۸۰ | ہم اُٹھا رکھتے کفن کے لئے اسکو اے عشق — دامنِ یار کے ملجاتے اگر دو ٹکڑے | ۱۵

عشقِ بتاں ستم ہے غضب ہے وبال ہے | لے ہوش کی کدھر دلِ ناداں خیال ہے
وجہ نشاط دل تو امیدِ وصال ہے | مانا یہ ہمنے یار کا ملنا محال ہے
کیا جانے کس کی یاد ہے کس کا خیال ہے | کچھ اور ہی ہماری طبیعت کا حال ہے
آزار عشق میں بھی طبیعت بحال ہے | ممنون درد ہوں کوئی پرسان حال ہے
محشر میں اپنی اپنی پڑی ہے ہر ایک کو | اور مجھ کو دیکھئے کہ اسکا خیال ہے
مرقد پہ میرے فتنہ محشر نے یہ کہا | غافل کسی کے وعدہ کا بھی کچھ خیال ہے
شکوہ تو کرتے ہیں مرا دشمن ہی سے سہی | اتنی تو بات ہے انھیں میرا خیال ہے
دونوں کے دونوں ایک سے بڑھکر حریص ایک | دستِ طلب شریک دہانِ سوال ہے
کہتے ہیں دیکھ کر تری دیوانے کو بھی لوگ | پہنچا ہوا فقیر ہے صاحب کمال ہے
اس کا بھی رشک ہے فلکِ کینہ کار کو | کیوں اس گلی میں قبر مری پائمال ہے

زاہد سے ذکر حور بھی سنتا نہیں کبھی
اک پر جفا کے خوف سے میرا یہ حال ہے

کیا چھیڑ ہے کہ جان کے بھی پوچھتے ہیں وہ
بیٹھے ہو کس کی سوچ میں کسکا خیال ہے

وہ میرے دل میں اپنی تمنا کو دیکھ کر
الزام یہ لگاتے ہیں چوری کا مال ہے

ہو کچھ تو میرے زخم کا اے چارہ گر علاج
کیا آجکل نمک کا بھی دنیا میں کال ہے

کہتے ہیں سنکے میری غزل کو سخن شناس
اے عشق یہ زبان ہے یہ بول چال ہے

۳۸۱ — ۱۵

ثروت پہ انکسار بشر اک سے محال ہے
جسمیں ہو یہ کمال وہ صاحب کمال ہے

بیزار زندگی سے ہیں جینا وبال ہے
جو تم پہ جان دیتے ہیں انکا یہ حال ہے

وعدے پہ روز حشر کے بھی احتمال ہے
مجکو یقین ہے کہ یہ حیلہ ہے چال ہے

دشمن سے دوستی ہے محب سے ملال ہے
دنیا سے کچھ نرالی تری چال ڈھال ہے

دیدار یار پردہ نشین کا محال ہے
کہتے ہیں جسکو حشر وہ وہم و خیال ہے

اک چپ سی لگ گئی ہے دم عرض مدعا
اے بیخودی شوق عجب اپنا حال ہے

بوسہ کیواسطے تو ہیں رخسار و لب مگر
مانگے جو ان سے کوئی یہ کس کی مجال ہے

ٹھکرا کے میری قبر کو کہتے ہیں ناز سے
میری بلا سے کوئی اگر پائمال ہے

کہکر بھی وہ چھوٹ گئے روز باز پرس
اپنے کئے پہ آپ مجھے انفعال ہے

کیا جانے انکو وعدہ کی آتی ہے کب گھڑی
بیکار دور روز و شب و ماہ و سال ہے

گلشن میں دیکھکر گل تر کو وہ لالہ فام
شوخی سے کہہ اٹھا مرے منہ کا اگال ہے

اک اک سے پوچھتے ہیں دکھا کر وہ دل مرا
کس شخص کی یہ چیز ہے یہ کسکا مال ہے

قاتل کو دے رہا ہوں دعائیں رواں رواں
محو سپاس تیغ مرا بال بال ہے

حسن و جمال حور کا کیجئے بیان پھر
واعظ بتا دے پہلے کہ کیا سن و سال ہے

بیکا نہ ہوگا بال بھی فضل خدا سے عشق

٣٨٢	دشمن مرا اگرچہ مرا بال بال ہے	١٤

بدنامیٔ وفا کا یہاں تک خیال ہے
کی ہے خطا عدو نے مجھے انفعال ہے

روکے جو سیل اشک کو کسکی مجال ہے
کیا جوش عشق دود کا ایدل وبال ہے

شرح و بیان زبان و قلم سے محال ہے
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

اللہ سے بتوں کی شکایت محال ہے
کسکا یہ حوصلہ ہے یہ کسکی مجال ہے

اس گل کے رشک سے یہ گلِ تر کا حال ہے
شبنم کے نام سے عرق انفعال ہے

بیمارِ ہجر کا شب وعدہ یہ حال ہے
جینا اگر وبال ہے مرنا محال ہے

کیا ہے جو آج ہمپہ تفقد کمال ہے
اے چال باز یہ بھی مگر کوئی چال ہے

صبر و شکیب عشق میں اے ناصح شفیق
دشوار ایک بات ہے امرِ محال ہے

بوسہ کو پوچھتا ہوں تو ہو جاتے ہیں وہ چپ
جسکا نہیں جواب وہ میرا سوال ہے

پیاسا ہوں تین روز کا اے محتسب بتا
مجھپر ابھی حرام ہے مے یا حلال ہے

کیا جانئے باوفا ہے عدو یا ہے بیوفا
وہ آپ کا خیال یہ میرا خیال ہے

فرماتے ہیں وہ آکے عیادت کو طنز سے
سنتے تھے ہم بہت ہی زبوں تیرا حال ہے

ہے وہ کریم مجھکو بچائے گا بال بال
ہرچند پر گناہ مرا بال بال ہے

٣٨٣	اے عشق ہے بلا کا اثر تیرے شعر میں اعجاز گر نہیں ہے تو سحرِ حلال ہے	١٥

ٹھوکریں وحشت میں کب تک کھائیے
جی میں ہے سر پھوڑ کر مرجائیے

ہجر میں جینے سے تو مرنا ہے ٹھیک
بے اجل کیونکر مگر مرجائیے

راہ کوئے یار بھی مسدود ہے
دل کو لیجا کر کہاں بہلائیے

جان و دل دونوں کی دونوں نذر ہیں
آپ سے بڑھ کر نہیں لیجائیے

عاشقِ جانباز کی یہ پیشکش ہے
آپ بھی کاندھا ذرا دیجائیے

میرے سر آنکھوں پہ کہنا آپ کا
آپ جو فرماتے ہیں فرمائیے

شکوۂ بیداد پر اس نے کہا
آپ کی قسمت میں غم ہے کھائیے

آکے میری بزم میں کیا قہر ہے
کہتے ہیں وہ غیر کو بلوائیے

جیمیں ہے پھر پوچھئے کوثر کا حال
پہلے تھوڑی شیخ کو پلوائیے

میں تصدق دیدہ و دل فرش رہ
آئیے اے حضرتِ عشق آئیے

عسرتِ عالم کا کچھ پوچھو نہ حال
غم بھی اب ملتا نہیں جو کھائیے

آپ وعدے پر ضرور آئیں گے کیا
غیر کے سر کی قسم تو کھائیے

بیوفائی میں نے کی یا آپ نے
بندہ پرور آپ ہی فرمائیے

بتکدہ اے شیخ ہے جائے ادب
جائیے تو سر سے چل کر جائیے

٣٨٤	ایک دن اے عشق مرنا ہے تمہیں پھر محبت میں نہ کیوں مرجائیے	١٨

ہمت اس شوخ کی کرکے ستم ہار گئی
میرے دل سے نہ مگر حسرتِ آزار گئی

مل گئے خاک میں بھی خاک نشیں ہو کر خاک
نہ کدورت تری اے چرخِ ستمگار گئی

دل گیا جان گئی چل بسے ہم بھی آخر
حسرتِ وصلِ صنم دل سے نہ زنہار گئی

تار برقی سے نہیں کم یہ تعلق دل کا
روز سو بار خبر آئی ہے سو بار گئی

بات تو جب ہے کہ بیٹھی رہے دل میں برچھی
لطف کیا توڑ کے سینہ کو اگر پار گئی

دل میں کچھ اس بتِ بدکیش کے ہوگا نہ اثر
میری فریاد فلک کے بھی اگر پار گئی

جلوۂ طور کا عالم نظر آیا ہمکو
جب نظر اپنی کسی کے سرِ دیوار گئی

پردے پردہ میں لیا پردہ نشینوں نے اسے
جنس دل کی نہ کسی دن سرِ بازار گئی

یہ عجب بات ہے یارب کہ قضا سے پہلے
عاشقوں کو کسی کافر کی ادا مار گئی

صبح ہوتی نظر آتی نہیں اسکی شبِ وصل
غیر کے حصہ میں کیا میری شبِ تار گئی

باتیں رک رک کی جو کرتے ہو دم پرسش حشر
آج کے روز کہاں شوخی گفتار گئی

سخت جانوں پہ کئے وار تو دیکھا تم نے
کام سے ہاتھ گئے ہاتھ سے تلوار گئی

نہ خریدار بنا کوئی متاع دل کا
بارہا بکنے کو یہہ شے سر بازار گئی

کر دیا تلخی دشنام نے سب کو کڑوا
لذت کام و زباں و لب و گفتار گئی

دے چکے اپنے طلبگاروں کو وہ صاف جواب
چلو قصہ ہی مٹا روز کی تکرار گئی

نام پھر لیگا زمانے میں نہ یوسف کا کوئی
شہرت حسن جو تیری سر بازار گئی

گالیوں سے ہوئی اک تازہ حلاوت پیدا
کب لب یار سے شیرینیٔ گفتار گئی

۳۸۵	صدمہ درد و غم و رنج اُٹھائے پھر کون جان بھی عشق محبت میں جو دل ہار گئی	۳۰

منہ مجھسے شب ہجر چھپایا ہے قضا نے
اتنا نہیں کوئی جسے میں بھیجوں بلانے

آتی نہیں ہجراں کی مصیبت سے چھڑانے
یہ تیری ادا اسکی ہے عاشق کی قضا لے

ڈہانکا ترے بیمار سے منہ اپنا شفا نے
تاثیر سے پرہیز کیا اوسکی دوا نے

پھر دون کی لیگا نہ کبھی چرخ جفا کار
لی اچھی خبر آج اگر آہ رسا نے

انگارہ دہکتا ہوا ہر پھول ہے گویا
گلزار میں اک آگ لگا دی ہے صبا نے

کام آئیں گے اے شوخ نہ فردائے قیامت
یہ عذر یہ حیلے یہ حوالے یہہ بہانے

بے درد کو کیا درد مرے درد کا ہوگا
جو جسپہ گذرتی ہے مصیبت وہی جانے

ہاتوں سے ترے ایفلک شعبدہ پرداز
برباد ہوئے خاک ہوئے لاکھوں گھرانے

اُلٹا رخ محبوب سے بے ساختہ پردا
مشتاقوں پہ احسان کیا باد صبا نے

سنتا ہوں کہ دل سے بت کافر کے لگی ہے
کی خوب رسائی یہ مری آہ رسا نے

بیکار ہوئی سب مرض عشق میں کوشش
بخشا نہ اثر کوئی دعا اور دوا نے

کیا تجھسے کہوں اے بت بیدرد میں اپنی
جو دل پہ گذرتی ہے وہ اللہ ہی جانے

امید کے بر آنے کی امید کہاں اب — تاثیر سے ہی ہاتھ اٹھایا ہے دعا نے

مایوس ہوا اس سے کسی حال میں کوئی — رکھا کبھی ناکام کسی کو نہ خدا نے

آرام ملا اس سے نہ مجھ کو کسی پہلو — کیا جان کے دل مجکو دیا میرے خدا نے

فرقت میں بہار آئی ہے پڑے داغ ہرے سب — یہ پھول کھلائے ہیں نئے بادِ صبا نے

حیران ہوں میں دیکھ کے اغیار میں تجھ کو — کس طرح اجازت دی تجھے شرم و حیا نے

لیجائیگی کیا آکے قضا وقت پر اپنے — کیا چھوڑا ہی عاشق میں تری ناز و ادا نے

ہے خلق کی فریاد سے اک شور قیامت — حد کر دی ستمگر تری بیداد و جفا نے

کر سکتی نہ شوخی نہ شرارت سے وہ ہوتا — جو کام کیا نیچی نگاہوں سے حیا نے

رحمت سے ہو مایوس گنہگار نہ کوئی — ہیں یاد بہت کچھ اسے بخشش کے بہانے

دشنام سے ڈرتا ہوں کہیں بوسہ کا طالب — گستاخ کیا اور مجھے لطف سزا نے

دیکھا اسی ہاتھوں میں تو تلوؤں سے لگی آگ — کیا دل کو جلایا ہے مرے رنگ حنا نے

عشاق کا ہوتا ہے لہو رشک سے پانی — ان ہاتھوں میں کیا رنگ جمایا ہے حنا نے

آئندہ کی معلوم نہیں کیسی ہو کیا ہو — ابتک تو مرے دل کو بچایا ہے خدا نے

جائینگے نہ ہم آپ سے اللہ کے بھی پاس — جبتک نہ ادھر سے کوئی آئیگا بلانے

چھائی ہے شب ہجر پس و پیش و چپ و راست — کیا چار طرف سے مجھے گھیرا ہے بلا نے

پیتے ہی بنی پی کے رہے موسم گل میں — زہاد کو چھینٹے دئیے کچھ ایسے گھٹا نے

دشمن کے بھی گھر میں نہ چلا انکا پتا کچھ — دہوکے دئیے کیا کیا مجھے نقش کف پا نے

۳۸۶	ہے شوق تو جا آپ سوئے کوچہ دلدار کیا آئیگا اے عشق کوئی تجھ کو بلانے	۱۹

عرض مطلب کو بھی گلا سمجھے — پہلے یہ کہئے آپ کیا سمجھے

حسن و خوبی کو ہم بلا سمجھے — ہر ادا کو تری قضا سمجھے

ہم جفاؤں کو بھی وفا سمجھے — اپنے دل میں نہ وہ ذرا سمجھے

جب وہ تعزیر دے چکے پوری — مجھ کو بے جُرم و بے خطا سمجھے

نہیں سُنتا ہماری بات ذرا — تجھے بیداد گر خدا سمجھے

اس سے شکوہ کی ہے مجال کسے — شکر کو بھی جو اک گلا سمجھے

ہوئیں باتیں نگاہوں میں اُن سے — ان اشاروں کو غیر کیا سمجھے

دل چُرا لے گئے وہ باتوں میں — اور اسکو بھی ہم ادا سمجھے

جان پر بنگئی ہے اسکے سبب — دلِ بدکیش سے خدا سمجھے

بے مروت ہیں آپ بھی کتنے — آشنا کو نہ آشنا سمجھے

ظلم سے تیرے جو شہید ہوئے — تیرے کوچہ کو کربلا سمجھے

ہم تو مطلب کی اپنے کہہ گذری — اب نہ سمجھے وہ شوخ یا سمجھے

آ پڑی سر پہ تو کُھلیں آنکھیں — اب محبت کو ہم بلا سمجھے

اسکو انسان ہم نہیں کہتے — جو نہ اپنا بُرا بھلا سمجھے

ایک اک بات میں ہیں سو سو مکر — ان کی چالوں کو کوئی کیا سمجھے

اسکی رحمت کا دیکھہ کر عالم — نہ خطا کو بھی ہم خطا سمجھے

دست رس گوش یار تک نہوئی — نالہ کو کوئی کیا رسا سمجھے

موت آئی تو عشق کے بیمار — خوش ہوئے دائی شفا سمجھے

۳۸۷	عشق اک رند لاابالی ہے کوئی اس کو نہ پارسا سمجھے	۱۵

خون سے اڑ گئے حلق بسمل کے — چھاپے دامن پہ مارے قاتل کے

کیا ہی جوہر ہیں تیغ قاتل کے — جسم کیا پرزے اڑتے ہیں دل کے

رکھتے اہل دول جو خوئے کرم — ہاتھہ خالی نہ رہتے سائل کے

مرتے دم تو وہ لیتے آکے خبر
کاش ارمان نکلتے پھر دل کے

مار رکھا ہے ایک عالم کو
ہیں عجب ڈھنگ میرے قاتل کے

دیدۂ تر اگر کمی کرتے
پھوٹ بہتے ہیں آبلے دل کے

ہم چلے نامراد عالم سے
دل میں ارمان رہ گئے دل کے

شیشہ و جام کو خدا رکھے
ہیں یہ چشم و چراغ محفل کے

نہیں بے وجہ اشک خون آلود
رنگ لائے ہیں آبلے دل کے

اُن کے آنے سے بڑھ گئی رونق
چرچے گھر گھر ہیں میری محفل کے

اپنے وعدے پر اک دن وہ نہ آئے
رہ گئے دل میں ولولے دل کے

ہمسے ملتے ہوئے بھی رہتے ہیں
بیٹھنے والے ان کی محفل کے

گوش گل میں نہیں جگہ ان کی
نالے بیکار ہیں عنادل کے

دل بڑھایا قضا نے قاتل کا
چھینٹے دے دیکے خون بسمل کے

۳۸۸

عشق مشکل کشا کے ہیں صدقے
ہیں یہ حل کرنے والے مشکل کے

۲۲

حوصلہ سیکھے کوئی بسمل سے
ہے تقاضائے قتل قاتل سے

کھل گیا ان کے عہد باطل سے
باتیں ساری تھیں اوپری دل سے

کیا بُری چیز ہے لگی دل کی
چھوٹتی ہے بڑی ہی مشکل سے

رنگ لاکر رہے گا خون مرا
لپٹے گا آستین قاتل سے

عشق میں آفتیں جو پڑتی ہیں
پوچھے انکو کوئی مرے دل سے

پھر مزا ہی نہیں محبت کا
دل نہ جب وقت تک ملے دل سے

کہیے تو کوہ تک اُٹھا لوں میں
لیکن اُٹھے گی بات مشکل سے

یاد آیا جو کوئی شعلہ عذار
اُڑیں چنگاڑیاں بجھے دل سے

منتوں سے وہ راہ پر آئے
مشکل آسان ہوئی یہ مشکل سے

ہو گیا ایک حشر ہی برپا
ان کے اٹھتے ہی میری محفل سے

غیر کے ساتھ خوب قلقل سے کھینچے
وہ نکلوا کے مجمع کو محفل سے

سب کی نظروں میں ہو گیا وہ حقیر
جو کوئی گر گیا ترے دل سے

میں ہوں وہ ناتواں اسیر عشق
ثقل تک اٹھتا نہیں سلاسل سے

میں بھی کیا مدعا ہوں دشمن کا
جو نکل جاؤں تیری محفل سے

کارساز جہاں ہے اس کی ذات
بندہ گھبرا اٹھے نہ مشکل سے

ڈر ہے بوسہ نہ مانگ بیٹھے کوئی
پھیر لیتے ہیں منہ وہ سائل سے

دیکھے کوئی شکستگی میری
ٹوٹی ٹکرا کے ناؤ ساحل سے

میں وہ گم کردہ راہ ہوں خود خضر
نہیں آگاہ میری منزل سے

اپنی تصویر کے ہیں وہ شیدا
رشک بالکل نہیں مقابل سے

نالۂ دل سناؤں کیا ان کو
چڑتے ہیں نغمۂ عنادل سے

١٢	ایسا صاحب کمال کوئی نہیں عشق قائل ہوں داغ کا دل سے	٣٨٩

جو اس کو نئی سے نئی سوجھتی ہے
کہاں وہ کسی کو کبھی سوجھتی ہے

سیہ مستوں کو اور ہی سوجھتی ہے
بہت دور ہیں دور کی سوجھتی ہے

زمانے کو مطلب ہی کی سوجھتی ہے
جسے سوجھتی ہے یہی سوجھتی ہے

کسی کو نہیں رونے دھونے سے فرصت
کسی کو ہنسی ہی ہنسی سوجھتی ہے

نئی طرح کی دے کے گالی وہ بولے
ہمیں تو نئی ہی نئی سوجھتی ہے

شب وعدہ آخر یہاں ہونے آئی
کسی کو وہاں اب نئی سوجھتی ہے

نظر ابتدا ہی سے ہے انتہا پر
خوشی میں بھی ہم کو غمی سوجھتی ہے

لڑکپن کے دن بھی ہیں کیا سیدھے سادھے
نہ سر ہے نہ کاجل ہی سوجھتی ہے

وہ مانیں نہ مانیں لپٹ جاؤں گا میں
کسے اب خوشی ناخوشی سوجھتی ہے

بنی ہے اُدھر تو مرے جان و دل پر
اِدھر آپ کو دل لگی سوجھتی ہے

بہلنے کی عبث ہمسے کہتا ہے ناصح
ہمیں تو بُری ہی بُری سوجھتی ہے

۲۰	عداوت سے مطلب نکلتا نہیں جب تو اے عشق انہیں آشتی سوجھتی ہے	۳۹۰

جاں نثاروں سے عداوت دشمنوں سے ساز ہے
یہ بھی کوئی ناز ہے یہ بھی کوئی انداز ہے

نالہائے دل کی طرفہ دردناک آواز ہے
سوز ایسا جسمیں ہو ایسا بھی کوئی ساز ہے

آفتِ جاں ہر ادا ہے دلربا ہر ناز ہے
ہم نہیں اک دن اگر تیرا یہی انداز ہے

چھپ نہیں سکتا چھپائے عشق کا جو راز ہے
اشک اپنے دیدۂ تر کا بڑا غماز ہے

میکشی سے منع اے زاہد نہ کر بہرِ خدا
توبہ کر لیں گے درِ توبہ ابھی تو باز ہے

نیچی نظروں سے کسی کا دیکھنا خالی نہیں
ایک یہ بھی دِل چرا لیجانے کا انداز ہے

موت کے پنجے سے کوئی جان بچ سکتی نہیں
طائرِ دل کے لئے ان کی نگہ شہباز ہے

مر رہے ہیں دردِ دل سے ہم غضب تو دیکھئے

دوست کہتے ہیں مزاجِ دشمناں ناساز ہے

ہم جدا دلدار سے ہیں اور دل ہم سے جدا

آسمانِ فتنہ گر کیا تفرقہ انداز ہے

تو بگڑ کر اے بتِ ناداں عدو سے دیکھ لے

عاشقِ جانباز ہے یا بوالہوس دمساز ہے

ہمنشیں جانے بھی دے کیوں پوچھتا ہے بار بار

کہہ نہیں سکتے کسی سے ہم جو اپنا راز ہے

سنتے سنتے طعن بیجا چھد گیا میرا جگر

تیر اک اک بات تیری اے بتِ طناز ہے

پار ہو جاتا ہے دل کو توڑ کر تیرِ نگہ

مردمِ چشم کماں ابرو قدر انداز ہے

ربط درد و دل کوئی دیکھے فراقِ یار میں

درد ہمدم دل کا ہے دل درد کا ہمراز ہے

غلغلہ محشر کا سنکر خفتگانِ زیرِ خاک

کہہ اٹھے خلخالِ پائے یار کی آواز ہے

کیا کہیں اپنی مصیبت ہم اسیرانِ قفس

طاقتِ جنبش نہیں ہے حسرتِ پرواز ہے

تم سنو گے تو کلیجہ تھام کر رہ جاؤ گے

میرے نالے وہ ہیں جن پر خود اثر کو ناز ہے

ابتدائے عشق ہی میں بن گئی ہے جان پہ

دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے یہ آغاز ہے

دیکھ کر آنکھیں چُراتا ہے مگر تاکے ہے
وہ بُتِ کم سن بلا کا شوخ ہے طنّاز ہے

۳۵۱	بند ہو توبہ کا در بھی تو نہیں اے عشقِ غم لطفِ ساقی چاہیے میخانے کا در باز ہے	۳۴

قدم اُٹھتے نہیں دن دو گھڑی ہے
سفر ہے دور کا منزل کڑی ہے

ابھی دیر ان کے آنے میں بڑی ہے
یہاں دم اب گھڑی یا دو گھڑی ہے

دمِ مُردن کسی کا منتظر ہوں
مصیبت پر مصیبت آ پڑی ہے

رہا ہی کیا ہے مجھ میں ای تپِ غم
فقط اک سانس سینہ میں اڑی ہے

غضب ڈھاتا ہے اُس کافر کا عالم
قیامت کی جوانی پھٹ پڑی ہے

گلِ عجز و نہاں خاکسا رہی
عجب اکسیر کی بوٹی جڑی ہے

ترے قیدی کے احوالِ زبوں پر
کفِ افسوس ملتی ہتکڑی ہے

ہے کے دیتی ہیں وہ نیچی نگاہیں
کسی سے آنکھ کافر کی لڑی ہے

زمانے میں نہیں کوئی کسی کا
ہر اک کو اپنی اپنی ہی پڑی ہے

چھری ہے کند نازک دستِ قاتل
غضب میں جان بسمل کی پڑی ہے

خبر آئی نہ ابتک قاصد آیا
خدا جانے مصیبت کیا پڑی ہے

بہارِ باغ کو لوٹا خزاں نے
نہ ہے پھول اب نہ اسکی پنکھڑی ہے

بسر ہو دیکھیے کیونکر شبِ غم
کہ ہر ساعت قیامت کی گھڑی ہے

اڑا ماتم میں کس کے رنگ ان کا
نہ رنگِ پان نہ مسی کی دھڑی ہے

نہیں رہتے بسر شکِ دیدۂ تر
یہ رونا ہے کہ ساون کی جھڑی ہے

اگر پردہ بھی ہے تو نیم پردہ
عجب انداز سے چلمن پڑی ہے

قیامت ہو گئی ٹوٹا جو شیشہ
کہ چوٹ اس کی مری دل پر پڑی ہے

نزاکت نے تری رکھ لی مری جاں — پڑی ہی تیغ جب اوچھی پڑی ہے

غمِ جاوید سے چھوٹا ہوں مر کر — خوشی کا وقت شادی کی گھڑی ہے

نہیں جب شوق بادہ تجھ کو واعظ — عبث جامِ طہورا کی پڑی ہے

لگاوٹ ہے تغافل میں بھی اُن کے — کہ رہ رہ کر نظر مجھ پر پڑی ہے

گریباں گیر ہے کیوں زلف سرکش — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

کہاں تک حرص جاہ و مال دنیا — ارے غافل اجل سر پر کھڑی ہے

غضب شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی — چھلاوا ہے ہرن کی چوکڑی ہے

نہ دیگی ساتھ میری داستاں کا — شبِ فرقت بھی گو حد سے بڑی ہے

حضور والی ملک دکن سے — تمنا عرض مطلب کی بڑی ہے

کہ سلطاں سے ہو نافذ حکم عاجل — در رنگ آ کر اضافہ میں پڑی ہے

نمک خواری کو گو دس سال گذرے — مگر عنقا ترقی کی گھڑی ہے

ترے عدل و سخا کی شاہ واللہ — زمانے بھر میں اک شہرت پڑی ہے

ملے خدمت مرے والد کی مجھ کو — تمنا بس یہی میری بڑی ہے

نہ کرائے عشق فکرِ تنگ دستی — یہ مانا ہی کہ یہ مشکل کڑی ہے

ملازم خاص ہوں گو میں کہاں ہوں — مگر اچھی جگہ قسمت لڑی ہے

خدا شاہد کہ امید اور توقع — اسی سرکار سے مجھ کو بڑی ہے

خلد اللہ

۳۹۲	رہے آباد ملک اور شاد سلطان دعا اپنی خدا سے ہر گھڑی ہے	۲۵

خلد اللہ ملکہ

ترش رو اٹھ کر آئے ہیں کہیں سے — شکر رنجی ٹپکتی ہے جبیں سے

خجل خورشید رخ سے مہ جبیں سے — مقابل کیا ہو کوئی اس حسیں سے

عداوت ہے اسے جانِ حزیں سے — غضب میں ہوں دلِ اندوہ گیں سے

برا ہو بدحواسی کا کہ مطلب — وہی بھولا جو کہنا تھا انہیں سے

نہیں بنتا مرا روٹھا ہوا دل — تمہیں سمجھاؤ سمجھے گا تمہیں سے

نصیبوں کا کہیں چھپتا ہے رونا — عیاں ہے گریۂ قسمت جبیں سے

چڑھی ہے تیوری ابرو پہ بل ہے — عیاں ہے رنج دل چین جبیں سے

سمجھتے ہیں مرا دل مفت لیکر — پڑا پایا اٹھا لائے کہیں سے

تری صورت کی ہم تعریف کرتے — مگر ڈرتے ہیں صورت آفریں سے

ترے کوچے سے ہم کیا خاک اٹھیں — کہیں اٹھتا ہے نقش پا زمیں سے

عیاں ہوتا ہے میرا عشق پنہاں — تمہاری ہی نگاہِ شرمگیں سے

گریباں کی طرح ہو چاک دامن — جو نکلے دست وحشت آستیں سے

تمہاری ہاں نہیں اعجاز سے کم — جلا لو ایک حرفِ دلنشیں سے

زمینِ کوئے قاتل کہہ رہی ہے — اٹھے گا ایک دن محشر یہیں سے

کرے گا جا کے زاہد کیا کہ آدم — نکل آئے ہیں فردوسِ بریں سے

کرے ابرو کی جنبش سے مجھے قتل — نہیں اٹھتی جو تیغ اس نازنیں سے

کہاں جائیں نکل کر یاس و حرماں — دل مغموم و محزون و حزیں سے

نہیں ہے دور کچھ میخانہ زاہد — ابھی آجاتے ہیں پیکر یہیں سے

نہ پوچھو غیر سے قصہ ہمارا — سنو سننا ہو جو تم کو ہمیں سے

خیال یار میں خلوت گزیں ہوں — دلی نفرت ہے مجھ کو ہمنشیں سے

شرارت بانکپن لاکھوں ادائیں — عیاں ہیں ایک چشم سرمگیں سے

ہوئے آزاد ہم دیوانے بن کر — تعلق ہی نہیں دنیا و دیں سے

نہیں ملتا نشاں انکے دہن کا — بہت دیکھا کئے ہم خوردبیں سے

تمنا پھر ترے ملنے کی کیوں ہو — بہل جائے اگر دل ہمنشیں سے

۳۹۳	کرے جو ایک ان کی بات اے عشق نہ ہو وہ عیسی گردوں نشین سے	۱۷

بتو سجدہ کرنے کے قابل یہی ہے
جسے کعبہ کہتے ہیں وہ دل یہی ہے

دل نیم جاں نیم بسمل یہی ہے
شہید ادا ہائے قاتل یہی ہے

ترا شیفتہ اور مائل یہی ہے
مجھے جسپہ ہی ناز وہ دل یہی ہے

جو بے موت مرجائے وہ دل یہی ہے
نہ ہو جسکا قاتل وہ بسمل یہی ہے

نہیں کچھہ مرا اسپہ قابو الٰہی
مری جان لیگا اگر دل یہی ہے

کہاں جائیں گے خود چلے آئینگے وہ
اگر جذب دل عشق کامل یہی ہے

ادا ناز انداز شوخی سبھی ہیں
بتاؤں میں کس کو کہ قاتل یہی ہے

نہ وہ دور مجھسے نہ میں دور اس سے
برا ہو تغافل کا حائل یہی ہے

محبت میں آساں نہیں صبر ناصح
بہت ہے سخت دشوار مشکل یہی ہے

نہیں کچھہ مرے پاس جز یاس و حرماں
مری عمر رفتہ کا حاصل یہی ہے

عجب جائے دلکش ہے گنج شہیداں
زمیں گھر بنانے کے قابل یہی ہے

جگر ہو گیا خون اور خون پانی
سزا عشق کی حضرت دل یہی ہے

قیامت میں ملنے کی امید کس کو
اگر یار کا عہد باطل یہی ہے

بجز یاس و حرماں نہ کچھہ ہاتھہ آیا
تمہاری محبت کا حاصل یہی ہے

خدا جانے کیا ہو گیا ہے اجل کو
مرے حال سے ہر تو غافل یہی ہے

مرا رشک دشمن سے دل جل رہا ہے
کسی بزم میں شمع محفل یہی ہے

۳۹۴	نہیں داغ سے بڑھکر اے عشق کوئی اگر ہے تو استاد کامل یہی ہے	۲۱

جب تک تم اپنی ضد پہ رہو گے اڑے ہوئے

ہم بھی تمہیں مناتے رہیں گے کھڑے ہوئے

جاں دادگانِ عشق کا لیتے نہیں وہ نام
کہتے ہیں کیوں اکھیڑ بیٹھے مُردے گڑے ہوئے

وہ مبتلائے رنج و مصیبت ہیں آج کل
آغوشِ عافیت میں جو پل کر بڑے ہوئے

بیچارہ شیخ ہمسے کرے گا فریب کیا
بیسیوں ہیں ایسے جیب میں اپنی پڑے ہوئے

دیر و حرم کی کشمکشوں سے ملی نجات
اچھی گذر گئی ترے در پر پڑے ہوئے

اے سوزِ عشق تونے لگائی یہ کیسی آگ
اک دل میں ہیں ہزاروں ہی چھالے پڑے ہوئے

کیسی شراب حور کہاں کی کدھر کی خلد
سارے یہ واعظوں کے ہیں فقرے گھڑے ہوئے

آبِ رواں کی طرح گذر جائے گی بہار
کس سوچ میں ہیں سرو لبِ جو کھڑے ہوئے

قامت کے آڑ میں تھی قیامت چھپی ہوئی
فتنے ہزاروں اُٹھے جو تم اُٹھ کھڑے ہوئے

ہیں طالبانِ قتل کہاں آئیں دوڑ کر
تلوار لیکے دیر سے ہیں وہ کھڑے ہوئے

غیرت سے تیرے آگے ہیں ای نونہالِ حسن
شمشاد اور سرو زمیں میں گڑے ہوئے

از سکہ ہائے داغ بہ اقبال شاہ عشق
لاکھوں خزینے دل میں ہیں اپنے گڑے ہوئے

مجروح عشق کو نہیں کاوشش بغیر چین
ہیں ایک ایک زخم میں ناخن گڑے ہوئے

دستِ خزاں نے باغ کو تاراج کر دیا
بکھرے ہوئے ہیں پھول تو پتّے جھڑے ہوئے

اللہ رے اشتیاق سیرِ منزلِ عدم
اک پاؤں پر ہیں سارے مسافر کھڑے ہوئے

کیا خاک کوئی شکوہ جور و ستم کرے
وہ بھی تو روزِ حشر ہیں آگے کھڑے ہوئے

بازو دبا کے بیٹھتے ہیں اب وہ بزم میں
رہتے تھے دست بستہ جو آگے کھڑے ہوئے

ہم ہٹنے والے معرکۂ عشق سے نہیں
نقشِ قدم کی طرح قدم ہیں گڑے ہوئے

اے یار آشتاب کہ نکلیں خوشی کے ساتھ
سینہ میں ایک دو جو نفس ہیں اڑے ہوئے

وعدے نے آپ کے ہمیں درباں بنا دیا
تکتے ہیں راہ دیر سے در پر کھڑے ہوئے

۱۹۰	اے عشق منہ چھپا کے ہوا ہو گیا رقیب ہم معرکہ میں عشق کے جب آ کھڑے ہوئے	۳۹۵

پھر گرگوں ہوئی حالت تر ہو دیوانوں کی	پھر بہار آئی ہوا بدلی گلستانوں کی

آئے گی فوج جو در پردہ تری دیوانوں کی — خوف سے روح نکل جائیگی دربانوں کی

آجکل محتسب شہر کی اچھی نہیں آنکھ — آبروے کی رہے خیر ہو میخانوں کی

میں ہی کیا گھورنے والا ہوں ترا محفل میں — آنکھ کیوں مجھ پہ ہی پڑتی ہے نگہبانوں کی

شکوہ جور سر حشر کرے گا نہ کوئی — تمنے کیوں شکل بنائی ہے پریشانوں کی

بانسلی وہ لب جاں بخش سے اپنے جو بجائے — جان پڑ جائے ہر اک نے میں نیستانوں کی

متنفر ہوں اس دل خودکام کے ہاتوں یارو — بات سنتا ہے نہ اپنوں کی نہ بیگانوں کی

پھر مجھے جوش جنوں فصل بہاری میں ہوا — پھر وہی میں ہوں وہی سیر بیابانوں کی

مجھ سے برگشتہ مقدر کی نہو خاک انہیں — بے سبب بزم میں گردش نہیں پیمانوں کی

چھوٹی مرکر ترے بیداد و ستم سے اک خلق — جان پہ سی ملک الموت نے کی جانوں کی

چھوٹا گلزار جناں جن کے سبب آدم سے — حرص اولاد کو ابتک ہے انہیں دانوں کی

جلوہ حق نظر آئیگا کہاں سے ای شیخ — تجکو منظور زیارت نہیں بتخانوں کی

کون کہتا ہے کہ ہے دود چراغ محفل — شمع کے گرد سے گرد اٹھی ہے پروانوں کی

نیند آتی ہی اگر ہے تو اچٹ جائے گی — تم کہانی نہ سنو ہم سے پریشانوں کی

خط نہ سمجھو کوئی بیڑا ہے جو انکے منہ میں — گال سے یہ نظر آتی ہیں رگیں پانوں کی

وسعت گوشہ زندان جنوں کیا کہئے — سیر دیوانوں کو حاصل ہے بیابانوں کی

عشق کا دیو قوی بال جو ہو سر پہ سوار — شیخیاں کرکری ہو جائیں پریخانوں کی

ہاتھ تا دامن دلدار جو پہنچے ان کا — قسمت ایسی ہے کہاں چاک گریبانوں کی

٣٩٦	خامہ لغزش نکرے بات میں کچھ فرق نہ آئے دیکھہ ای عشق یہ محفل ہے سخنندانوں کی	١٦

ہوگئی عشق میں پیدا پھر رقابت کیسی
پڑگئی دل کو مرے ساتھ عداوت کیسی

دیکھئے مجھ پہ ہے چوری کی یہ تہمت کیسی
کہتے ہیں دل میں ترے میری محبت کیسی

سُنتے ہیں آئیگا وہ فتنۂ محشر بھی وہاں
دیکھیں ہوتی ہے قیامت میں قیامت کیسی

اس نے اظہار تمنا پہ کیا یوں قایل
دل ہی پہلو میں نہیں آپکے حسرت کیسی

آج کیوں خیر تو ہے بھول پڑے آپ کدہر
یہ کرم کیسا ہے مجھ پر یہ عنایت کیسی

غیر اُٹھا جو کبھی جھینپ کے اس محفل سے
آگئی بیٹھے بٹھائے مری شامت کیسی

جس کو دیدار بھی تیرا نہ میسّر ہوگا
ہوگی اس شخص کی حسرت دم رحلت کیسی

ذرّے ذرّے میں ہیں سو سو ترے جلوے یارب
سیر کثرت سے دکھاتی ہے یہ وحدت کیسی

شکوۂ رنج جو کرتا ہوں تو فرماتے ہیں
عقل بھی ہے کہ نہیں عشق میں راحت کیسی

حال تو پوچھتے ہو میرا اگر دشمن سے
بندہ پرور یہہ عنایت ہے عنایت کیسی

جان جاتی ہے شب ہجر نہ وہ آتے ہیں
یا الٰہی یہہ مصیبت ہے مصیبت کیسی

آپ کیوں آج پریشاں ہیں بنصیبِ اعدا

کہیے کیا ہے مزاج اور طبیعت کیسی

شیخ سے کوثر و تسنیم کا سن سن کے بیان
ہائے للچاتی ہے رندوں کی طبیعت کیسی

خوف ہے ان کو تصور میں بھی آتے ہوئے یہ
کس کو معلوم ہے کس شخص کی نیت کیسی

غیر کو بھیج دیا بھیس میں اپنے مرے گھر
اسکو سوجھی شبِ وعدہ یہ شرارت کیسی

۱۷	کچھ تو فرمائیے وہ وعدے پہ آئے کہ نہیں حضرتِ عشق رہی شب کو طبیعت کیسی	۳۹۷

تھی شب غم متغیر مری حالت کیسی
آ گئی خود ملک الموت کو رقت کیسی

نام عنقا سے مجھے ہوتی ہی حیرت کیسی
بے نشاں کی ہی زمانے میں ہی شہرت کیسی

دل تو دے بیٹھے ہیں اب جان بھی دے بیٹھیں گے
اور ہوتی ہے حسینوں کی محبت کیسی

تو بھی کیا فتنۂ محشر ہے کوئی ای ظالم
تیرے اٹھتے ہی یہ اٹھتی ہے قیامت کیسی

یا الٰہی کہیں برپا نہ ہوا ہو محشر
کوچۂ یار میں ہے آج یہ کثرت کیسی

بے اجل ہجر کے صدموں سے مرا جاتا ہوں
دل کی دل ہی میں ہی جاتی ہے حسرت کیسی

ہم تو بے دیکھے کبھی دینگے نہ دل ای زاہد
کسکو معلوم کہ حوروں کی ہے صورت کیسی

کسکو معلوم تھا وہ آج بھرے بیٹھے ہیں
جا کر اس بزم میں آئی مری شامت کیسی

تابع حکم تیا ہوں مجھے معلوم نہیں
عذر کہتے ہیں کسے ہوتی ہے حجت کیسی

غیر کے کندھے پہ رکھتے ہوئے ہاتھ آتے ہیں
یہ بھی اک انکی شرارت ہے نزاکت کیسی

آسماں نے جو دیا موذی و ممسک کو دیا
سانپ کو گنج تو قارون کو دولت کیسی

ہم کو جنت میں بھی یہ لطف نہ حاصل ہوگا
ہائے پر لطف تھی احباب کی صحبت کیسی

شکر بیداد نے کچھ ایسا بھلا رکھا ہے	یہ نہیں یاد کہ ہوتی ہے شکایت کیسی
بے دہن اس بت کم سن کو خبر کیا اسکی	وعدہ کیا چیز ہے بوسہ کی اجازت کیسی
توڑ دیتے ہو ہر اک عہد کو توبا تو نہیں	نازنیں کیسے ہو تم سے یہ نزاکت کیسی
مے نہیں ملتی ہے تو خونِ جگر پیتا ہوں	پڑگئی ہے مجھے ساقی یہ بُری لت کیسی

۳۹۸	کیا قیامت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں دشمن سے آجکل عشق میں ہے عشق کی حالت کیسی	۱۲

مجرئی ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے
گھر میں کرتے تھے جو سیرِ لامکاں بیٹھے ہوئے
شمر کہتا تھا ادھر اُٹھنے کو اور عابد ادھر
دیکھتے تھے جانبِ طوقِ گراں بیٹھے ہوئے
ہاتھ اُٹھتے ہیں پئے ماتم غمِ شبیرؑ میں
مرثیہ پڑھتے ہیں جبدم نوحہ خواں بیٹھے ہوئے
لُٹ چکا جسوقت خیمہ اہلِ بیتِ مصطفےٰ
شکر حق کرتے تھے زیرِ آسماں بیٹھے ہوئے
موجیں اُٹھتی ہیں جو دریا سے تو کس حسرت کیساتھ
دیکھتے تھے دور سے تشنہ دہاں بیٹھے ہوئے
ہوں وہی مظلوم دادا جن کے تھے مشکل کشا
ہائے زنداں میں پہنکر بیڑیاں بیٹھے ہوئے
کہتی تھی صغرا یہ پوچھوں گی جو اکبر آئیں گے
دیر اتنی کیوں ہوئی تم تھے کہاں بیٹھے ہوئے
جنکے قصرِ منزلت سے لامکاں کو فخر تھا

دشت میں ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے

ظلم پر اپنے تھے شاداں بانئے ظلم و ستم
بیکسی کو رو رہے تھے خستہ جاں بیٹھے ہوئے

عابدِ بیمار میں ہلنے کی طاقت بھی نہیں
کیا کرینگے پاسباں پر پاسباں بیٹھے ہوئے

بزمِ ماتم میں غمِ شبیرؑ سے کہرام ہے
کچھ کھڑے روتے ہیں اور کچھ نوحہ خواں بیٹھے ہوئے

عشق آنکھیں ماتمِ شہ میں سیہ پوش اپنی ہیں
رو رہی ہیں آنکھ کے بھی مردماں بیٹھے ہوئے

رُباعیات

لیتا ہوں صباح و شام نام شبیرؑ
اب آرزوئے دل ہے پکارا جاؤں
لکھتا ہوں ہمیشہ میں سلام شبیرؑ
اے عشق سر حشر غلام شبیرؑ

رباعی

نانا کی مجھے ملک سے گر کچھ نہ ملا
اے عشق نواسہ شہ بحر و بر کا
واللہ نہیں اسکی سر مو پروا
پانی نہ دم ذبح ذرا سا پایا

رباعی

ناحق جو ستاتے ہیں مجھے صبح و شام
ہر بار جو ان حرامیوں کو دوں میں
یارب نہیں یہ کہہ دونوں جہانیں ناکام
اے عشق مرے پاس نہیں مال حرام

رباعی

حساد اگر مجھکو بُرا کہتے ہیں
یہ عکس ہیں آئینہ روشن میں ہوں
پروا نہیں کہنے دو بجا کہتے ہیں
جو دیکھتے ہیں وہ بجا کہتے ہیں

رباعی

کیا کرے گا کوئی ستمگر میرا
دشمن ہے اگر قوی تو پروا کیا ہے
حامی ہے مددگار ہے داور میرا
اے عشق نگہباں ہے قوی تر میرا

رباعی

بدذات شریروں سے پڑا ہے پالا
جُھٹلاتے ہیں سچے کو ڈھٹائی دیکھو
معدوم ہے حق بات کا کہنے والا
اِن جھوٹوں کا اللہ کرے منہ کالا

رباعی

بیداد سے پائی ہے کسی نے بھی پناہ — ظالم تجھے کردیگی یہ آخر کو تباہ
ہرگز نہ سمجھ تیر ہوائی اس کو — خالی نہیں جاتی دلِ مظلوم کی آہ

رباعی

کچھ دور قرابت سے نہیں ظلم و فساد — تھا خویش حسین علی پور زیاد
ہے صدمۂ شبیر سے بڑھکر مرا غم — ظالم سید ہوئے الٰہی فریاد

رباعی

بیدل نہ ہو گھبرا نہیں انشا اللہ — بنجائینگے سب کام ترے خاطر خواہ
اے عشق عدو دیکھتے رہجائینگے منہ — مل جائیگی سرکار سے ساری تنخواہ

رباعی

اطوار بد و نیک کا احساس نہیں — اور اپنی شرافت کا ذرا پاس نہیں
ہیں پھول شریفوں کے چمن کے لیکن — وہ رنگ نہیں اور وہ بوباس نہیں

رباعی

مسلم میں کچھ اسلام کا جوہر بھی رہے — احکام خداوند کا خوگر بھی رہے
جب یہ نہیں سگِ خاندان ہے وہ — باپ اسکا پیر و پیمبر بھی رہے

رباعی

بیفائدہ ہے مجھسے جو یوں درپے کیں — اے بندۂ زر تجھکو ذرا شرم نہیں
ہے زورِ حمایت تو نہ اترا ہرگز — بیکس کا ہے اللہ مددگار معیں،

رباعی

اغیار کا اپنوں کا رویا دیکھا — اک ایک کو اچھی طرح پرکھا دیکھا
دنیا میں نہیں کوئی کسیکا اے عشق — جس کو دیکھا غرض کا بندا دیکھا

رباعی

فخر یہ شریفوں میں اگر کوئی رزیل	۲	شامل ہو تو ہے اسکے سفاہت کی دلیل
اک پوت کے دانے کو پرو کر دیکھو		موتی کی لڑی میں کہ ہے کسدرجہ ذلیل

تاریخ طبع دیوان سومین اُستادی داغ دہلوی

شد چو دیوان سومیں داغ	۲	صورتِ آفتاب عکس فگن
ملہم غیب سال طبعش عشق		گفت مہتاب آسمانِ سخن
		۱۳۱۰ھ

ایضاً

از نسیم کلام حضرتِ داغ	۲	غنچۂ دل برنگ گل بہ شگفت
سال طبعش سروش غیب ای عشق		نغمۂ عندلیب دہلی گفت
		۱۳۱۰ھ

تاریخ وزارت سر آسمان جاہ مدار المہام سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

چو جاداد بر عرش عز و علا	۲	بہ سر آسماں جاہ اقبال او
سروش از سر اقتدارات گفت		وزیرِ حضورِ دکن سال او
		۱۳۱۲ھ

تاریخ سرفرازی خطاب آصف نواز جنگ معتمد صرفخاص بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

آصف نواز جنگ بہادر تمہیں نوید	۲	دولت ادہر جلو میں اُدہر ملک ہم رکاب
آصف نواز دولہ و آصف نواز ملک		سلطاں سے ابکے کیسے مبارک ملے خطاب
		۱۳۰۸ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب حافظ علیصاحب مددگار معتمد صرفخاص

مل گیا حافظ علی صاحب کو جب	۲	انتخاب جنگ کا تازہ خطاب
مجھ کو جو یاد دیکھ کر تاریخ کا		دی یہ ہاتف نے ندا خاصہ خطاب ۱۳۰۸ھ

تاریخ رحلت استادی فصیح الملک داغ دہلوی

مرگ استاد داغ سے ای عشق	۲	گھر فصاحت کا بے چراغ ہوا
ہاے لطف زبان دہلی اب		دل گم گشتہ کا سراغ ہوا
نہ مٹا اُن کا نام عالم سے		یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا
وصف گلزار داغ کیا کہیے		جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا
غم استاد سے ہی دل پرخون		کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا
دم نکلتے ہی ہو گئی تاریخ		آج راہی جہاں سے داغ ہوا
		۱۳۱۳ھ

تاریخ رحلت پدر بزرگوار مصنف

روز یکشنبہ بست وپنج صفر	۲۶	بعد عصر آں مرا ستودہ پدر
در مدینہ بہ مدعا پیوست		بہ خدا و بہ مصطفیٰ پیوست
چوں بدل عاشق نبی بودہ		با روئے اہل بیت آسودہ
یافت در جنت البقیع مقام		رحمت حق بروح او با دام
خوش بسر بردبے غم و بے رنج		سال ہفتاد و پنج و ماہے پنج

راسخ الاعتقاد و ایمان بود | واقف رازہائے عرفان بود

زاہد و متقی و اہل دل | بہ ریاضات روز و شب شاغل

در سلوک و طریقت و عرفان | بود یکتائے عصر و فرد زمان

داشت در دین چو عزم مستحکم | میشدے ملتفت بدنیا کم

محی الدین حسین نامش بود | ورع و تقوی و زہد کامش بود

چون قدم در سنِ شعور نہاد | دست در دست پیر کامل داد

بعد طے مراحلِ تلقین | پسِ تکمیل علم حق و یقین

در تلاش معاش از مدراس | بہ دکن رفت آن خجستہ اساس

بست و شش سال صرف مدت کرد | خدمتِ بندگان حضرت کرد

فارغ از حج شدہ درین اثنا | کردہ آمد زیارت بطحا

چون ازین کشمکش بہ تنگ آمد | غیر حق بندگیش ننگ آمد

پس بہ جلدوئے خدمتِ بسیار | کرد حاصل وظیفہ از سرکار

رفتِ بہرِ حصول عز و شرف | سوئے بغداد و کربلا و نجف

باز آمد و عرصہ بہ نشست | در ریاضت و عرصہ بگذشت

چون بدل داشت عشق پاک رسول | در دکن بود بیقرار و ملول

آخر کار ترک ماوا کرد | کوس ہجرت سوئے مدینہ زد

حسب امید و آرزوئے دل | بار خود را کشاد بر منزل

چار سال و دو ماہ بردہ بسر | زین جہان نیز بست رخت سفر

فکر تاریخ بود **عشق** مرا | گفت ہاتف ز عالم بالا

جان گدازی در آمد اندر کار ۹۶ | شد ز جانانہ وصل عاشق زار ۱۳۲۲ھ

خرم از رفت بودہ ام بہ الم | وائے بر من کہ بے وسیلہ شدم

([illegible] ۱۳۲۲ھ)

قصیدہ تاریخی دربار دہلی بہ تقریب تاجپوشی ملک معظم قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم دام اقبالہ

خوش روزگار خرم و سال طرب قریں | ماہ سعید و روز نکو ساعت بہیں
ہر سمت پھول پھولے ہوئے ہر طرف ہما | اٹھکیلیوں سے چلتی ہوئی باد فرودیں
شاداب شاخ گل ہے تو سرسبز سرو ہی | بلبل ہے نغمہ سنج کہیں قمریاں کہیں
نظارگی کے آنکھوں میں ہر وقت ہے بہار | کچھ اور غیر لالہ و گل سوجھتا نہیں
اترائے کیوں بہار نہ اپنے سنگھار پر | آئینہ بن گیا ہے ہر اک برگ یاسمیں
فیض ہوا سے کھل گئی دل کی ہر اک گرہ | غنچہ بھی نام کو کہیں اب منقبض نہیں
آمد ہے کسکی چار سو ابر بہار نے | سبزہ کا کیوں بچھایا ہے فرش زمردیں
خار ملال کا کہیں کھٹکا نہیں رہا | گل کیطرح شگفتہ ہے ہر خاطر حزیں
یہ وقت وہ ہے جسکی ہے خود فرخی گرد | یہ وقت وہ ہے جسکی ہے خود میمنت رہیں
وہ رونق زمانہ وہ یکتائے روزگار | وہ دُر خور ستایش و تحسین و آفریں
وہ لعل ناب کان بزرگی و منزلت | وہ بحر آبرو و شرف کا دُر ثمیں
وہ صاحب نصیب وہ آقائے بخت نیک | وہ قصر جاہ و دولت و اقبال کا مکیں
وہ ابر دُر فشاں دم جود و عطا و بذل | وہ تیغ خوں چکاں دم غیظ و عتاب و کیں
وہ بادشاہ وقت وہ فرمانروائے حال | وہ تاجدار تخت نشیں خسرو گزیں
وہ زیب بخش تاج وہ زینت طراز تخت | وکٹوریا کا جانشیں ایڈورڈ ہفتمیں
یورپ میں رکھکے سر پہ حکومت کا تاج زر | تخت شہی پہ جلوہ گری کی بہ زیب و زیں
آثار نیک چہرۂ انور پہ دیکھ کر | بے اختیار بول اٹھے سب کہیں یہیں

سکہ بٹھائے اپنا تو کوئی نہیں عجب
اقلیم ہفت گانہ پہ بڑورڈ ہفتمیں

بارِ خدا زبان پر آیا یہ کس کا نام
بیساختہ نکل ہی گئی منہ سے آفریں

دربار منعقد ہوا انیسلو میں بھی ایک
رسمیں جو تہنیت کی ہیں وہ سب ادا ہوئیں

دربار کی جو شان کو دیکھا بہ چشم غور
تصویر شاہ پیش نظر ہوگئی وہیں

پھر تو کہا یہ فکر نے اے عشقِ نکتہ دان
حاضر کی مدح میں کوئی مطلع ہو دلنشیں

ہے فرض اسکی مدح یہ ہے اپنا بادشاہ
ہو زمزمہ طراز بآئین خوشترین

چوں ایں خطاب خاص ہمیں کرد فکر من
گفتم بچشم مطلع نو خواندم ایں چنیں

مطلع ثانی

اے حکمران یورپ و ہندوستاں زمیں
دنیا میں تجھسے بڑھ کے کوئی شاہ اب نہیں

ہو تیرا عہد دور گذشتہ کا کیوں نہ رشک
نقش دوم کو پاتے ہیں بہتر ز اولیں

سُن سُن کے تیرا ذکر کو ہر زبان سے
پاتے ہیں افتخار عجب گوش سامعین

یوں صلح باتوں باتوں میں ہو جیسے تونے کی
جسکا نہ کچھ گمان تھا جسکا نہ کچھ یقین

برتاؤ پیر ہیں ترے انصاف کے مفر
قائل ہیں تیری پالسی کے سب کہیں مہیں

وسعت میں تیری ملک کے کیا دخل تیرگی
ہر وقت پھر رہتا ہے روشنگر زمیں

طفل زمانہ چل نہیں سکتا ہے دو قدم
جبتک کہ تھام لیتا نہیں تیری آستیں

فیض جلوس سے ترے اس سال ملک میں
شاداب ہر دیار ہے سرسبز ہر زمیں

کیا اور تیرے عہد مبارک کا دوں پتا
انصاف سے ہی متصل اور عدل سے قریں

تیرے علوئے قدر کا پایہ ہے اسقدر
ہے جسکے آگے پست فلک صورت زمیں

تخت شہی و تاج حکومت سے تیرے آج
نازاں ادھر فلک ہے ادھر مفتخر زمیں

ہمراہ ملک و حاتم و گوہر زر و عصا
ق تلواریں رحم و عدل حفاظت کی بھی ملیں

ساتوں کے ساتوں قبضۂ دولت میں ہیں ترے
کیوں ہو ترا خطاب نہ ﮈوردﮈ ہفتمیں

تو نے بڑھایا ہاتھ جو پیمان کے لیے
بوسہ کو جھک پڑی تری سارے کہیں نہیں ق

چرخ کہن بھی حاشیہ بوس ہی تھا شریک
بیوجہ اسکی پشت کا ای شاہ خم نہیں

دریائے فیض کا ہی ترے ابر جرعہ کش
خرمن کا تیرے سنبلۂ چرخ خوشہ چیں

ذکر نکو نے تیرے نہ چھوڑا جہان میں
مخلوق کی زبان پہ اک حرف آفریں

وہ کون ملک ہی کہ جہاں ہو نہ تیرا نام
وہ کون شخص ہے ترا مداح جو نہیں

کیوں ہندیوں کے حال کی تجھکو نہ ہو خبر
ہی فہم دور رس تری اور عقل دور بیں

تدبیر تیری نیک تری رائے استوار
تجویز تیری ٹھیک ترا مشورہ گزیں

آزردہ دل زمانے میں تیری نہیں کوئی
چین و شکن سے سادہ ہی ہر صفحۂ زمیں

شہباز قہر و چشم کا تیرے جو دیکھے رخ
قآن چین بھی صورت عصفور بولے چیں

کوتل تری سواری کا ہے اشہب فلک
ہی کہکشاں لجام تو خورشید و ماہ زین

بزم جہاں میں صدر نشیں تیری ذات ہو
دولت تری جلیس ہو اقبال ہمنشیں

محفل میں تیری مینر پہ ہر دم چنے رہیں
بوتل شراب عیش کے عشرت کے سانگیں

یاور ہو بخت اور زمانہ بکام ہو
حامی ترا خدا رہے عیسیٰ ترے معیں

کالا ہو تیرے موزے کے مانند اسکا منہ
رکھے جو تجھ سے بغض و نفاق و عناد و کیں

ہر وقت تیری ساتھ رہیں کوئیں امپرس
خلوت کی ہمجلیس تو جلوت کی ہمنشیں

برج شرف سپہر سعادت کا تخت ہو
اور اسپہ ہو قران مہ و مہر دائمیں

خاموش عشق طول سخن کا نہیں محل
توصیف شاہ کہنے کو ہیں اور حاضرین

کر ختم لکھکے عیسوی تاریخ بے بدل
دربار تاجپوشی ﮈوردﮈ ہفتمیں

۳۶ ۱۹۰۲ء

قصیدہ تہنیت صحت نواب آصف نواز الدولہ آصف نواز الملک بہادر معتمد صرف خاص

آجکل آب وہوا کی ہے عجب خاصیت ॥ خود بخود ہوتی ہے بیماروں کو حاصل صحت

وہ اگر آبِ بقا تو یہ دمِ عیسیٰ ہے ॥ باقی اشیا میں نہ تلخی ہے نہ کچھ سمیت

ہوگیا زہر میں پیدا اثر تریاقی ॥ آب حنظل بھی مزے میں ہے شکر کا شربت

نوش دنبالہ زنبور میں ہے نیش کیجائے ॥ آبلہ ہے دہن مار کا مہرے کی صفت

معتدل چلتی ہے یوں گلشن عالم میں ہوا ॥ جس طرح نبض صحیحوں کی بحال صحت

سبزہ و گل کے لئے روح فزا و جاں بخش ॥ بوندیں برسات کی ہیں آب بقا کی صورت

ہے اثر بادِ بہاری میں دمِ عیسیٰ کا ॥ کیوں نہ ہو نرگس بیمار کو کلی صحت

خون اس درجہ ہوا لطف ہوا سے پیدا ॥ رنگ ہر برگ میں پنہاں ہے حنا کی صورت

باغ عالم میں یہ صفرے کی ہوئی ہے اصلاح ॥ ہوگئی گیندے کی زردی میں بھی پیدا حمرت

ایسا زائل ہوا عالم کی طبیعت سے جنون ॥ بید مجنون کی بھی اب ویسی نہیں ہے صورت

ہے یہ اصلاح پہ عالم کی طبیعت کہ قلم ॥ مرض الموت بھی لکھے تو ہو حرف صحت

درد نے فرق یہ اعضا سے بدلنے چاہا ॥ کہ نہیں حرفوں کو آپس میں بھی حاصل وصلت

دمِ مسیحا کا جو ہر صبح صبا بھرتی ہے ॥ برگ گل کو ہے برنگ لب جاناں حرکت

منقبض صورت غنچہ نہیں عالم میں کوئی ॥ دیکھئے جسکو شگفتہ ہے وہ گل کی صورت

پھول شادی سے سر شاخ کہلے جاتے ہیں ॥ عالم عیش میں بلبل کو ہے اک محویت

جسطرح جوش مسرت سے ہو چہرہ گلگوں ॥ ٹپکی پڑتی ہے گل ولالہ سے ایسی رنگت

صورت سبزہ خودرو چمن عالم میں ॥ جسطرف دیکھئے ہے جوش نشاط و عشرت

دہوم کیوں شادی صحت کی نہو عالم میں ॥ آج ہے معتمد خاص کا غسل صحت

تہنیت خواں ہی کوئی ہی کوئی مصروفِ ثنا
دیکھیے جسکو وہ ہی محوِ دعائے دولت

چارہ جوئی میں بھی مصروف دُعا اور دوا
للہ الحمد کہ حاصل ہوئی تجھ کو صحت

ہر جگہ بزمِ طرب محفلِ عشرت ہر سو
ایسی آراستہ پیراستہ جیسے جنت

ناگہاں بخت نے دی مجھکو نوید جاں بخش
ہے موافق تری تقدیر ہے یاور قسمت

کیوں ہے پابندِ تفکر تجھے تشویش ہے کیا
سہل مشکل تری اب ہوتی ہے آسان دقت

جسکی صحت کی خوشی سی ہی نشاط آگیں خلق
اسکی تعریف میں ہو محوِ ثنا و مدحت

پڑھ کوئی مطلع برجستہ ثنا میں اس کے
تا ترا رتبہ بڑھے اور فزوں ہو وقعت

سُنتے ہی مُنہ سی یہ بیساختہ مطلع نکلا
داد دیں کیوں نہ سخن کی مجھے اہلِ فطنت

مطلع ثانی

عزت و جاہ و حشم مال و منال و دولت
سب مہیا ہی تجھے سب سے مقدم صحت

فیض تیری درِ دولت سی اُٹھائے جو جبیں
ہو سعادت سی بدل طالعِ بد کی نکبت

تیرے اقبال سے وابستہ ہی عالم میں ظفر
تیری تلوار کے قبضے میں ہی فتح و نصرت

ہی ترے دستِ سخاوت سے تعلق سب کو
ہی تری ذات سی وابستہ سبھوں کی حاجت

جود میں موجِ سخا فیض میں نہر احساں
بذل میں ابرِ کرم لطف میں بحرِ رحمت

تیرے دروازے سی پھرتا نہیں ناکام کوئی
عرضِ حاجت سی بھی بر آتی ہے پہلے حاجت

اک ترے بذل سے سو طرح کے عالم کو فتوح
اک ترے عدل سے عالم میں ہزار امنیت

خواہشِ دولت دنیا نہیں تجھکو مطلق
ہی مگر شوقِ عطا اور سخا کی رغبت

چشمِ قانع کیطرح سیر ہے دامانِ ہوس
جب سے دیکھی ہی ترے دستِ سخا کی وسعت

غیر ممکن ہے ترے بذل و کرم کے آگے
کہ کرے دستِ طلب دستِ کرم پر سبقت

تیری بخشش سے طمع ہوئی خود مستغنی
آجتک حرص کی بھرتی نہ سُنی تھی نیت

بزم میں دھوم تری جود میں چرچا تیرا — خلق میں نام ترا خلق میں تیری شہرت

تیرا ثانی کوئی دنیا میں نہیں ہے بخدا — تو ہی خود اپنی نظیر آپ ہی آپ اپنی صفت

طاقہ اطلس گردوں کو وہ سمجھے کیا خاک — جسکو سرکار گرامی سے ہو حاصل خلعت

اسکی ہیبت سے کٹے زور عدوئے سرکش — تقویت تیری ضعیفوں کو جو بخشے قوت

حد توصیف سے باہر ہیں صفات نیکو — مجھمیں یارائے بیاں ہے نہ قلم میں قدرت

صاف کہتا ہوں یہیں سو بات کی اک بات ہے یہ — ہے نہ پایان ثنا اور نہ حد مدحت

مجھ سے ناچیز سے لائق ترے کچھ بھی نہوئی — تہنیت خوانی و توصیف و دعائے دولت

دست بستہ بہ ادب خدمت عالی میں تری — عرض پرداز ہے یہ عشق قدیم الخدمت

لطف کن زود کہ از طول زمان امید — آں مواعید کہ کردی نرود از یادت

رات دن صبح و مسا دست نگر رہتا ہوں — ہے مگر تیری کف جود میں میری قسمت

آئینہ سے ہے سوا صاف ضمیر روشن — تیرے نزدیک برابر ہے حضور و غیبت

مدعائے دل ناکام ہے تجھ پر ظاہر — ہے نہ پروائے سفارش نہ بیاں کی حاجت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقام امید — کیا عجب ہے کہ بر آئے جو میری حاجت

روز و شب فضل ترا مصروف سخا و احسان — رات دن لب مرے مشغول دعائے دولت

کبھی مصروف ثنا اور کبھی مشغول دعا — ذکر میں تیرے ہے ہر وقت مجھے محویت

صد و سی سال سلامت رہے تو عالم میں — باشکوہ و حشم و جاہ بعمر و صحت

نام ہو دولت و اقبال کا جبتک باقی — تو سلامت رہے عالم میں بجاہ و حشمت

زینت گلشن شوکت شجر عمر بڑھے — خاک میں نشو و نما کی رہے جبتک قوت

مایۂ زندگی خلق ہوا ہو جب تک — گلشن دہر میں اچھی رہے تیری صحت

حکم نافذ ترا عالم میں رواں ہو ہر سو — تا رہے آب میں بالذات روانی کی صفت

تا بعالم اثر سوختن آتش دارد — از پئے تاب بود نعل در آتش خصمت

دشمنوں کو ترے قسامِ ازل نے بخشا	خونِ دل کھانے کو اور پینے کو اشکِ حسرت
عالمِ نزع سے بھی اسکی شفا ہو بدتر	موت ہو تیرے عدو کے لئے خوابِ راحت

قومی نظم جو ۱۳۱۱ھ میں لکھی گئی تھی

کہاں ہے وہ شوکت کہاں ہے وہ عظمت
کہاں ہے حمیت کہاں ہے شجاعت
بڑے جس شجاعت کے بجتے تھے ڈنکے
کہاں ہے وہ علم و ہنر کی ترقی
وہ تعلیم و شغلِ تعلّم کہاں ہے
کہاں ہے وہ ہمدردی و پاسداری
کہاں ملک گیری کے وہ ولولے ہیں
وہ پابندیِ حکمِ داور کہاں ہے
کہاں وہ اطاعت ہے فرمانِ حق کی
کہاں ہے وہ کوشش کہ دینِ متیں کی
کہاں ہے صداقت کہاں راستی ہے
جو خالص خدا کے لئے بے غرض تھی
کہاں عزم بالجزم وہ جس کے ہاتھوں
علوم و فنون کی کہاں دستگاہیں
نشاں جن کے اب تک ہیں لوحِ زیرِ چرخ
وہ کیا ہو گئی حق رسی حق پسندی
کہاں علم معقول و منقول کا ہے

وہ کیا ہو گئی قوم تیری حکومت
وہ قومی امانت وہ دیں کی حمایت
کہاں ہے وہ جرات کہاں ہے وہ ہمت
کہاں ہے وہ تکمیل اسباب صنعت
کہاں درس و تدریس کی ہے وہ رغبت
کہاں اتفاق و ولا و مودت
کہاں ہے تلاش ترقی و رفعت
کہاں ہے وہ تعمیل حکمِ شریعت
کہاں ہے وہ پابندیٔ دین و ملت
ترقی پہ تھی جس سے روزانہ سطوت
وہ ایمانداری کہاں اور امانت
کہاں گم ہوئی وہ تمہاری شجاعت
ملی تھی عراق و عجم کی حکومت
ترقی ہنر کی وہ حسنِ لیاقت
کہاں وہ عمارت وہ میرِ عمارت
کہاں ہے وہ اب منصفانہ عدالت
کہاں ہیں وہ علامہ فقہ و حکمت

کہاں ہے وہ علم الٰہی و طبعی — وہ ذہن رسا وہ طبیعت کی جودت
کہاں ہے وہ جغرافیہ وہ ریاضی — وہ اقلیدس اور ہندسہ کی مہارت
کہاں عقل و دانش کی وہ آگہی ہے — کہاں تجربہ کی ہے وہ واقفیت
وہ شفقت وہ بہبود ملکی کہاں ہے — وہ قومی اعانت وطن کی محبت
خبر بھی ہے کچھ اپنی اے قوم تجھ کو — کہ یہ کیا ہے کیا ہوگئی تیری حالت
نہ افراط کی حد نہ تفریط کی حد — گھٹا علم بڑھتی چلی ہے جہالت
محبت کے بدلے میں بڑھتا چلا ہے — حسد بغض و رشک و نفاق و عداوت
حمیت کے بدلے دلوں میں ہے کینہ — عداوت کی کوشش بجائے محبت
غضب ایک کے ایک درپے ہوا ہے — حمیت کہاں کی کہاں کی اعانت
شجاعت کے بدلے میں کم ہمتی ہے — بخیلی و خست بجائے سخاوت
طبائع ہیں مانوس لہو و لعب سے — ہنر سے ہے انکار صنعت سے نفرت
نہ وہ علم کی مجلسیں ہیں نہ چرچے — نہ ارباب فن کی ہے کچھ قدر و وقعت
جہالت میں کٹتے ہیں اوقات سارے — کہاں علم کا شوق و ذوق لیاقت
وضیعوں کی صحبت میں بے بہرہ پھرنا — یہی وضعداری ہے اب اور شرافت
نہ تعلیم اولاد پر کچھ نظر ہے — بگڑتی چلے دن بدن کیوں نہ عادت
ترقی کے اسباب کیا جانے کیا ہیں — نہیں کچھ بھی معلوم کہ کیا شے ہے شہرت
جو مفلس ہیں مجبور ہیں وہ تو بالکل — جو آسودہ ہیں انکو گھیرے ہے خست
شکم پروری میں ہیں سب بھول بیٹھے — وہ ہمدردیٔ قوم قومی اعانت
تن آسانی و سستی و کاہلی کو — سمجھتے ہیں آسایش آرام راحت
تنزل پسندی میں ایسے مٹے ہیں — نہیں علم کیا ہے ترقی و رفعت
بھلا بیٹھے ہیں دیں کو دنیا میں بالکل — نہ پاس شریعت نہ پاس طریقت

اٹھاتے ہیں بے صرفہ رسموں میں پیسا — کہ جس کا نتیجہ ہے افلاس و نکبت

خدا جانے کیوں ایسے ناداں بنے ہیں — کہاں کھو گئی عقل و دانش فطانت

خدا کے لئے نیند پر خاک ڈالو — اٹھو چونکو بس تا کجا خواب غفلت

زمانے کو دیکھو تو کس رنگ پر ہے — بدلتا ہے گرگٹ کے مانند رنگت

ترقی کے کیا کیا ہیں اسباب پیدا — کہ ہے منحصر جن پہ نام اور شہرت

عجب دوسری قوموں کو ہے ترقی — کہ دیکھے سے ہوتی ہے جن کو ندامت

کہاں سے کہاں آخر کار پہنچے — پہ پستی کے زینے سے تا بام رفعت

تمامی علوم و فنون پر ہیں راغب — کسی میں نہ دل ہارتے ہیں نہ ہمت

خمیر آشتی ہی مزاجوں میں ان کے — ہر اک کو ہے منظور قومی اعانت

فضولی و لہو و لعب سے ہیں عاری — بہرحال خوشحال ہے ان کی حالت

تمہارے جو کہلاتے تھے پہلے ذمی — تمہیں پر وہ کرنے لگے ہیں حکومت

بڑی شرم کی بات ہے دل میں سوچو — کہاں ہے حمیت کہاں ہے وہ غیرت

ترقی کی جانب نہیں ہے توجہ — سراسر ہے مستی سراپا ہے غفلت

نہیں غیر کی دشمنی اس میں کوئی — تمہیں ذات سے اپنی ہے خود عداوت

تمہیں آپ ہو اپنے نقصاں کے درپے — تمہیں آپ سب اپنی کھو بیٹھے وقعت

کرو اپنے پر کچھ ترحم خدارا — کہاں تک یہ تحقیر و خواری و ذلت

گیا وقت گو ہاتھ آتا نہیں ہے — جو باقی ہے پھر بھی بہت ہی غنیمت

اگر کام فرماؤ غیرت کو اپنی — اگر کام کے کام پہ باندھو ہمت

تو پھر دور ایسی نہیں کچھ ترقی — تمہیں گھر ہی بیٹھے ملے گی یہ نعمت

مگر شرط ہے کسب علم و ہنر بھی — کہ بے رنج حاصل نہیں ہوتی دولت

گذشتہ بزرگوں کے حالات دیکھو — ملے گی تمہیں ان سے کافی نصیحت

بہت کھو چکے ہو کچھ آخر تو سیکھو — بتاتی ہے سب کچھ زمانے کی حالت

ہے سب طرح کا مادہ تم کو حاصل — فقط اک توجہ کی ہے بس ضرورت

تمہارے رگ وپے میں ساری ہے اب تک
وہی جوشِ خونِ بزرگانِ ملت

اگر دل پہ رکھو تو مشکل نہیں کچھ
بفضلِ الٰہی ہے آسان مصیبت

نمونہ جو بنجاؤ تم نیکیوں کا
ہے تعلیم اولاد میں پھر سہولت

سمجھ سوچ لو مقتضا وقت کا تم
خدا نے تمہیں دی ہے عقل و فراست

بجھے پند کا حوصلہ ہی کہاں ہے
میں کیا چیز ہوں کیا ہے میری حقیقت

دعا قوم کے حق میں یہ عشق کی ہے
کہ منجانب اللہ ہو اسکو ہدایت

قطعہ

رشتہ تیری عمر کا شاہِ دکن
صورت حبل المتین ہو پائدار

صفر بنکر دے ترقی ہر گرہ
ایک سے دس دس سے سو سو سے ہزار

قطعہ

اللہ نے کی ختم محمد پہ رسالت
اور مالکِ شمشیر دو پیکر پہ شجاعت

باقی تھا فقط ایک یہ رتبہ اسے عشق
شایانِ حسین ابن علی یعنی شہادت

آہ و فریاد مظلوم

۱۳۲۳ھ

آسماں ہی نہیں ہے ظلم شعار
جسکو دیکھو ہے درپے آزار

کسکو روؤں گلہ کروں کس کا
دوست دشمن عزیز ہیں اغیار

مجکو پہنچا ہے ان شریروں سے
جسقدر رنج جسقدر آزار

غیر کیا جانے کیا خبر اسکو
میں ہی کچھ جانتا ہوں یا دلِ زار

ہیں جگر میں گڑے ہوئے ہر سو
سیکڑوں تیر ظلم تا سوفار

کاوشِ خار رنج و ایذا سے
دل مشبک ہے اور سینہ فگار

سوزشِ دل سے پھنک رہا ہے جسم
وقنا ربنا عذاب النار

بھائیوں نے حسد سے یوسف کو
دی ہے تکلیف صرف ایک ہی بار

در پے کین گر ہے یہ شریر ‏— رات دن مثل گرگ آدم خوار
انکے ہاتھوں ملا نہ چین کبھی ‏— کیا کہوں کیسے گذرے لیل و نہار
ایک سے جب چھڑایا کچھ پیچھا ‏— دوسرا جنگ پر ہوا تیار
جھوٹے مکار بے حیا بے دین ‏— ایک سے اک شریر نا ہنجار
ایک کو بھی نہیں خدا کا ڈر ‏— اور نہ کچھ پاس احمدِ مختار
پے اظہار مکر و بے دینی ‏— دوڑے جاتے ہیں کورٹ کو ہر بار
کرمنل ہے کبھی کبھی ہے سول ‏— بس اسی پر ہے انکا دار و مدار
جعل سازی ہی انکا شیوۂ خاص ‏— اور غارت گری ہے انکا شعار
نہ کسی بات کی ہے انکو شعار ‏— نہ کسی کام سے ہے ننگ و عار
بیحیائی کہوں میں کیا انکی ‏— شرم ہے مجھکو مانع اظہار
جنکے ہاتھوں ہوئی ہے رسوائی ‏— وہی انکے بنے ہیں یار غار
ایسے کاموں میں جو نہیں شامل ‏— انکے دشمن ہیں اور شکوہ گذار
اس رویہ پہ ہے شرافت کا ‏— فخر و دعویٰ انہیں خدا کی مار
انکو فرصت کہاں ہے پینے سے ‏— جو کریں نیک و بد میں سوچ بچار
انکی صحبت سے انکے شر سے بچائے ‏— اپنے بندونکو داورِ دادار
انکے کاٹے کا کچھ نہیں منتر ‏— بد بلا زہر دار ہیں سیہ مار
چلکے دے دیکے مال لوگونکا ‏— حلق تک کھائیں اور لیں نہ ڈکار
ننگا اسکو بنا کے رہتے ہیں ‏— ہتھے چڑھتا ہے جب کوئی زردار
پھر کسی کام کا رہا نہیں وہ ‏— بنگئے جس کے یہ شریک کار
سیکڑوں ہی کو لوٹ کھایا ہے ‏— سیکڑوں کے بنے ہیں باقی دار
حشر کے روز ان کی گردن پر ‏— دیکھیں ہوتا ہے کون کون سوار
دینا پھر جانتے نہیں بخدا ‏— جس سے لیتے ہیں کوئی چیز ادھار
کوئی دعویٰ کرے تو کیا پروا ‏— سہل نسخہ ہے بنگئے نادار

کیا برا آئیگا اُنسے کوئی شریف
جنکے یہ گُن ہوں اور یہ اطوار

ناحق و ناروا ہیں درپے کیں
مجھسے رکھتے ہیں بغض یہ اشرار

مینے انکا نہ کچھ بگاڑا ہے
مجھکو ان سے نہ کوئی ہی سروکار

متوکل ہوں ایک گوشہ نشین
بیکس و ناتواں علیل و زار

نہ گلا چرخ کا نہ شکوۂ بخت
صبر شیوہ ہی میرا شکر شعار

بیقراری سے جسکو ہے پرہیز
میں ہوں یارب وہ جاں بلب بیمار

اُف سے لب آشنا ہوئے نہ کبھی
دلمیں اٹھا ہے درد سو سو بار

مگر اب اُنکے ظلم بیحد سے
نہ رہی طاقت شکیب و قرار

خود بخود بد دعا نکلتی ہے
دلِ پُر درد و غم سے لیل و نہار

دل ہی مصروف نالہ و فریاد
اور لب پر ہے آہ آتشبار

صبر ان پر مرا پڑے یارب
ہوں یہ بدبخت فی السقر و لنار

ق
میرے نام و نشاں کے ہیں درپے
یا الٰہی ہوں یہ ذلیل و خوار

اسطرح سے کہ آ رہے خود ان کو
اپنی بے عزتی سے ننگ و عار

ق
مانع رزق ہوگئے ہیں مرے
یا الٰہی تو ان کو بھوکوں مار

مانگنے پر بھی ہو نہ ان کو نصیب
ایک مٹھی کسی کے در سے جوار

ق
مجھکو کمزور جان کر میرا
مال طیب یہ پر دغا مکار

اس کو دلوانا چاہتے ہیں بزور
جو کسی طرح سے نہیں حقدار

ق
مجھکو نقصان دیکے یہ بد اصل
یا الٰہی نہ پائیں پھل زنہار

ہو نہ سرسبز انکا باغ امید
تا قیامت نہ لائے پھل زنہار

بندۂ نفس و بندۂ شیطان
ہیں یہ میخوار و زانی و بدکار

حشر تک بھی اگر ملے مہلت
نہیں ان سے امید استغفار

دوسروں کے وبال جان ہیں یہ
قہر نازل کر اپنا یا قہار

ق
مثل یوسف لگاتے ہیں ناحق
مجھہ پہ الزام سرقہ ناہنجار

صبر میرا پڑے سزا پائیں
ہو نصیب ان کو جیل آخر کار

راہ میں میری بوئیں جو کانٹے — بدلے یارب خزاں سے ان کی بہار

آنکہہ بدخواہ دولتم باشد — قسمتش باد نکبت و ادبار

جو مری گہات میں ہیں بانی ظلم — دام صیاد مرگ کے ہوں شکار

نظر بد سے جو مجھے دیکھیں — ان کی آنکھیں ہوں وقف نوک خار

میری رفعت پہ ہے حسد جن کو — انکو یارب نصیب ہو سر دار

خواب میں بھی نہ انکو سکھ ہو نصیب — میرے دل کو دکھائیں جو ہر بار

اسے کچھ فائدہ نہیں ای عشق — لیکے بیٹھا ہے تو جو یہ طومار

کہیں اسکو نہ سمجھیں اپنے لئے — باعث نام و شہرہ وہ الفار

چھوڑ ان کو نہیں یہ قابل ذکر — نام پر انکے مار سو پیزار

عرض کر اس سے اپنا درد دل — نام ہے جسکا ایزد غفار

وہی تیری کریگا مشکل حل — وہی تیرا کرے گا بیڑا پار

وہی دلوائے گا تجھے تنخواہ — وہی ہوگا ترا کفیل کار

وہی پہنچائے گا تجھے اک دن — بہ در پاک احمد مختار

وہی ہر دم کریگا تیری مدد — وہی تیرا بنے گا حامی کار

وہی حفظ و اماں میں رکھے گا — شر اعدا سے تجکو لیل و نہار

دیکے عزت تجھے کریگا وہی — دشمنوں کو ترے ذلیل و خوار

نہو مایوس کارساز ہے وہ — سہل ہے اسکے پاس ہر دشوار

خود ہی بنجائیں گے تری سب کام — فضل حق کو نہیں سبب درکار

چاہیے اس کا فضل کیا غم ہے

ایسے دشمن ہوں گر پچاس ہزار

تمام شد

تقریظ چکیدۂ کلک جواہر سلک فضیلت مآب کمالات انتساب جامع صفات صوری و معنوی فخر شعرائے زمان ناثر رنگین بیان استاد مسلم الثبوت معظمی و مکرمی مولینا مولوی حافظ مرزا امیر الدین صاحب ضیا تیموری عالمگیری دہلوی دام فیضکم

اللہ اللہ شاعری کا بھی کیا مرتبہ ہے کہ جملہ علوم پر یہ حاوی اور ہر زبان تک رسا ہے اور اس کے صنائع و بدائع کا سبق قرآن شریف سے حاصل ہوتا ہے اہل علم و بلاغت اس بات سے خوب واقف ہیں۔ شعر کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے بیان کی جاتی ہے صائب ؎ آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود ٭ طبع موزوں حجت فرزندی آدم بود۔ امیر خسرو ؎ ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم ٭ دل بہ ایں محنت نہ از خود دادہ ایم۔ آدم علیہ السلام نے سریانی زبان میں ہابیل کا مرثیہ نظم کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے عبرانی زبان میں مثنوی لکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب شاعر تھے جیسے حسان ابن ثابت اور حسان ابن رواحہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو دیوان بھی موجود ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا شاعر ہونا بھی منقول ہے غرض اسقدر کثرت سے شاعر تھے کہ اکثر نفوس مرد و زن مدح گو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ایک مرتبہ کعب ابن زبیر حضرت صلعم کی مدح میں یہ شعر کہہ کر لائے ؎

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ   مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلٌ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیوف الہند) کی جگہ (سیوف اللہ) اصلاح فرمائی پس اصلاح شعر مسنون ثابت ہوئی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور کبھی کبھی شاعر کا شعر خود بھی پڑھتے تھے خلیل کا یہ قول ہے کان الشعر احبُّ الی رسول اللہ یعنی شعر زیادہ محبوب تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان من الشعر لحکمۃً فرمایا ہے یعنی شعر حکمت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ھو کلامٌ محسنہ حسنٌ وقبیحہ قبیحٌ یعنی شعر کلام ہے اچھا اسکا اچھا ہے اور برا اسکا برا ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ برے شعر سے مراد عاشقانہ شعر ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثنوی عاشقانہ ہے اور اہل اسلام شعرائے عرب عاشقانہ شعر بھی کہتے تھے اور عرب میں عاشقانہ رنگ ایسا پڑا ہوا تھا کہ معشوق کے نام کی صراحت سے شعر کہے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک یہ طریقہ رہا حضرت موصوف نے نام کی صراحت کو منع فرمایا عاشقانہ شاعری کو منع نہیں کیا شعر کے ذکر پر جو لوگ بہت جلد یہ آیت پڑھ دیتے ہیں۔ والشعراء یتبعھم الغاوٗن۔ وہ لوگ آیت کی شان نزول سے واقف نہیں اس کے معنی یہ ہیں۔ اور شاعر پیروی کرتے ہیں ان کی گمراہ اوپر کی آیت میں جھوٹوں کا ذکر ہے اس کے تحت میں شعرا مذکور ہوئے ہیں آیت ان کفار شعرا کے متعلق ہے جو اسلام کی مذمت کہا کرتے تھے جیسے ابن زبعری۔ ہبیرہ۔ مسافع وغیرہ اور جو مشرکین ان شعروں کو یاد کرتے تھے وہ ان شاعروں کے متبع آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

جس کی جو زبان ہے اس میں عاشقانہ شعر کہنے نا روا نہیں اکثر اولیا اللہ نے عاشقانہ شعر کہے ہیں - الغرض ان دنوں مولوی حاجی محمد حبیب اللہ صاحب المتخلص بہ عشق ساکن نیلور ملک مدراس نے اپنا اردو دیوان چھپوایا ہے جس کا تاریخی نام پر یخانہ عشق رکھا ہے یہ داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد کہنہ مشق ہیں مرحوم نے ان کو یہ لکھا ہے کہ تمہارے کلام سے میں خوش ہوتا ہوں بہت زبردست کلام ہے مرحوم کے بعد کلام مجھے دکھایا اور ابتک دکھاتے ہیں - ان کے کلام کی تعریف میں شاعرانہ مبالغہ اور بناوٹ سے میں کام نہیں لیتا سچی سچی باتیں لکھتا ہوں کہ زبردست اور منود ار کلام ہے انہیں قادر الکلامی خدا نے وی ہے اور مضامین میں نزاکتیں اور باریکیاں پیدا کرتے ہیں بلند خیالی اور مضمون نگاری کے ساتھ زبان شستہ ہے محاورہ بندی بھی ہے دلکش کلام ہے بیساختگی ہے سلجھی ہوئی ترکیبیں ہیں اگرچہ مختلف اصناف سخن پر قادر ہیں لیکن غزل گوئی سے طبیعت کو خاص لگاؤ ہے کلام میں اِنَّ من البیان لسحرًا کی صفت ہے جو غزل پڑھنی شروع کیجئے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہر شعر میں مزا آتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مینگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

زیادہ تعریف سے کہیں یہ نتیجہ نہ نکلے کہ کلام تجھے دکھایا ہے اسوجہ سے اسی قدر تعریف ان شعروں پر ختم کرنا مناسب ہے ؎

سخن ایسا سخنور کا نشاں ہے سخنور کو بقائے جاوداں ہے

رہے گا یہ سخن مادام باقی قیامت تک رہیگا نام باقی

حافظ مرزا میر الدین ضیا تیموری عالمگیری دہلوی از حیدرآباد دکن محلہ چبوترہ پٹیہ

قطعہ تاریخ

کلام عشق را بدیدم آں کلام
کہ ہست شرح حالت تمام عشق

ز حسن صد صفت ز ہجر صد فغاں
گہ از سحر بیاں گہے ز شام عشق

عیاں ہزار گونہ عاشقانہ رنگ
از ہست تا ابد قیام نام عشق

ز غیب سال طبع یافتم ضیا
حدیث درد آمدہ کلام عشق

تقریظ نخلبند گلزار معانی طوطی شکرستان شیوا بیانی مولوی سیّد علی احسن صاحب احسن مارہروی تلمیذ بلبل ہندوستان نواب مرزا خان داغ دہلوی المخاطب سلطان الشعرا ناظم یار جنگ امیر الدولہ فصیح الملک حال ملازم علیگڈھ مسلم یونیورسٹی

پرانے زمانے میں کسی کے کلام پر تبصرہ و نقد کا نام تقریظ تھا جسکا قطعات تاریخ کیطرح آخرین صفحات میں اندراج ہوتا تھا اس تقریظ میں عموماً مصنف و تصنیف کی مدح و ستایش ہوتی تھی لیکن اب اس تقریظ کا نام تبصرہ و نقد یا ریویو ہو گیا ہے جس میں ہر مبصر اپنی قابلیت کے مطابق صحیح اظہار رائے کیا کرتا ہے اگرچہ کہیں کہیں تعارف ذاتی کے سبب مصنف کی خاطر داری ملحوظ رکھی جاتی ہے تاہم عنصر غالب واقعی واقعات سے مملو ہوتا ہے اس

ذیل میں دیوانہ سخن احسن مارہروی پر یگانہ عشق کے متعلق اپنی بے لاگ رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ جناب حاجی محمد حبیب اللہ صاحب عشق ساکن نیلور ضلع مدراس میرے خواجہ تاش ہمنوا ہیں اور ایک زمانے کے بعد مجھے ان کے افکار کہن سے لطف سخن اٹھانے کا موقع ملا ہے صاحب موصوف نے اپنے مطبوعہ دیوان کے پروف کا ایک حصہ اشاعت عام سے پہلے میرے پاس بھیجا جس کو میں نے بالاستعاب پڑھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت عشق مضمون آفرین اور حساس دماغ رکھتے ہیں ان کا تخیل انکے جذبات محاکات شاعری کے موافق ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ملک مدراس کے اس حصہ میں قیام پذیر ہیں جہاں فصیح اور صحیح اردو کا جاننا اور بولنا ضروری نہیں اپنے کلام نظم میں نہایت سلیس اور بغایت نفیس اردو استعمال کرتے ہیں ان کی معنی یاب طبیعت دریائے سخن سے اکثر نایاب موتی نکالتی ہے عمر کے لحاظ سے اگرچہ وہ شیب کی منزلیں طے کر چکے ہیں مگر ان کی زوردار قوت متخیلہ جوانی کی امنگیں دکھاتی ہے اور یہی ایک کامیاب کہنہ مشق شاعر کے لئے تمغائے امتیاز ہے امید ہے کہ سخن فہم ارباب فن اس حقیر کی رائے سے اتفاق کریں گے۔ سید احسن مارہروی از علیگڈھ

تقریظ طبع نکتہ سنج جناب مولینا خواجہ محمد عبدالروف صاحب عشرت لکھنوی (مصنف لغات اردو و اصلاح زبان اردو وغیرہ)

اردو زبان دلچسپی اور شیرینی میں کسی یورپ کی زبان سے کم نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کو فکر معاش نے مجبور کیا ہے کہ وہ انگریزی زبان حاصل کریں کیونکہ سرکاری ملازمت کا دارومدار اسی پر ہے۔

ہر بچہ پیدا ہوتے ہی سات برس کے سن سے اسکول میں داخل ہوتا ہے اور طوطے کی طرح انگریزی رٹتا ہے نہ اسکو مذہب سے واسطہ نہ ملکی زبان سے غرض۔

لوگ اپنی مادری زبان سے بیخبر ہو جاتے ہیں یہانتک کہ بعض لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ اردو زبان غیر وسیع اور محدود ہے اور اس ناواقفیت کی بنا پر اسکا استعمال غلط اور خلاف محاورہ دہلی و لکھنؤ ہونے لگا۔

بعضوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اردو ہندوستان کی مادری زبان ہے تو ہم سب کو حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس کو بولیں جو ہم بولیں وہی محاورہ ہے۔ اس غلط فہمی سے لوگوں کو بہت نقصان پہنچ رہا اور زبان اردو خراب ہو رہی ہے اب بنگال کی اردو پنجابی والوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور پنجاب کی زبان بنگالی نہیں سمجھ سکتے اور ابھی بہت کچھ تفاوت ہوگا اس ضد کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

ایک وقت وہ تھا کہ دہلی زبان اردو کا پایہ تخت تھا اور ہم لوگ جو اردو سیکھنا چاہتے تھے دہلی کے فصحا کی شاگردی اختیار کرکے ان کی تقلید کرتے تھے اور کوئی محاورہ نیا نہیں استعمال کرتے تھے تاکہ زبان میں فرق نہ پڑے گویا دہلی زبان اردو کی یونیورسٹی تھی جس کے طلبا بعد تحصیل زبان دوسرے ملک کو زبان سکھاتے تھے۔

شاہ عالم کی تباہی اور بربادی کے ساتھ دہلی برباد ہوئی۔ بادشاہ کے درباری فاقہ کشی کرنے لگے خود شاہ عالم کے دو بیٹے مظلوم دہلی سے تباہی کی حالت میں لکھنؤ چلے آئے۔ لکھنؤ میں اسوقت ہن برس رہا تھا۔ نواب آصف الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت تھے شہزادگان دہلی کی تنخواہ حسب مراتب مقرر ہوئی دہلی کے نامور شاعر تباہ و برباد ہونے لگے تو نواب نے پروانے بھیج کر سبکو طلب کیا

اور ان کی تنخواہ معقول مقرر کی۔ ملک الشعرا میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ سوز۔ حسرت۔ جرأت مصحفی۔ میر حسن۔ میر ضاحک۔ شاہ خاتم۔ سعادت خاں رنگین۔ میر انشا۔ فاخر۔ مرزا جان جاناں۔ مظہر یقینی۔ تمام اساتذہ سخن نواب آصف الدولہ بہادر کے خوان فیض پر مہمان تھے اور ایسے مہمان تھے جو عمر بھر یہاں رہے اور یہیں دفن ہوئے ان کی اولاد اب تک لکھنؤ میں ہے۔

اس عہد مبارک میں لکھنؤ نے اردو زبان کا دارالسلطنت بننے کا شرف حاصل کیا دور دور سے طلبا اردو زبان کی تحصیل کی غرض سے لکھنؤ میں آتے تھے اور بعد تحصیل اپنے شہر میں سکونت کر کے لوگوں کو صحیح زبان سکھاتے تھے اور زبان ایک اصول اور ایک ترقی پر تھی۔ اس وقت تک باوجود مخالفت ایک گروہ ایسا ہے جو زبان کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور تقلید سے باہر قدم نہیں رکھتا اسی کی برکت سے زبان اردو اب تک اپنے صحیح اصول پر قائم ہے۔

یہ گروہ حضرات شعرا کا ہے جو نہایت احتیاط سے بغیر کسی ذاتی فوائد کے اردو کی خدمت کرتے ہیں اور زبان کے مرکز کے موافق خود بھی صحیح اردو بولتے ہیں اور لوگوں کو صحیح اردو بولنا سکھاتے ہیں نہ انہیں کوئی مالی فائدہ ہے نہ کوئی ذاتی غرض۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ رواج بقائے اردو کے لئے نہایت مفید ہے اور امید بھی ہے کہ یہی طبقہ اردو کے سنوارنے میں کامیاب ہوگا۔ کیونکہ محنت شاقہ اردو کی اشاعت بے معاوضہ ان لوگوں نے اٹھا کے اردو زبان کی جو کثیر خدمت کی ہے اتنا کام تو آج تک کسی اردو یونیورسٹی سے بھی نہ ہو سکا۔

محاورہ کی تحقیق لفظوں کا محل استعمال ترکیب کا محل صرف لغت کی صحت اسی

طبقہ کے سپرد رہی - اسی زمرہ میں سے ہم ایک ایسے مہتم بالشان شخص کا نام لیتے ہیں جس نے باوجود علمی تبحر کے اپنی دولت اپنا روپیہ اپنا وقت اردو کی باقاعدہ تحصیل میں صرف کیا۔

یہ نیلور کے ایک رئیس کبیر جاگیردار جناب محمد حبیب اللہ صاحب عشق ہیں جنکو عنفوان شباب سے اردو شاعری کا شوق رہا اور اہل کمال سے فیض حاصل کرتے رہے فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم دہلوی کے ارشد تلامذہ ہیں اور صحیح جانشین ہونے کا حق رکھتے ہیں اور ایسے مقام پر اپنا فیض جاری کیا ہے جہاں اردو زبان سیکھنے کی سخت ضرورت ہے - آپ کا کلام نقایص صوری و معنوی سے پاک ہوتا ہے اور محاورات میں قدما کی صحیح تقلید کرتے ہیں مطالب کو دلکش الفاظ میں ادا کرتے ہیں شوخی الفاظ انوکھی ہے کلام مستند ہے ہر شعر دلمیں چبھ جاتا ہے۔

برسوں کی کاوش و محنت کے بعد آپ کا دیوان شایع ہوتا ہے خدا سے امید ہے کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگے گی اور یہ دیوان مقبول طبع عام و خاص ہوگا۔

(خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت از لکھنؤ)

قطعہ تاریخ حضرت جلیل القدر جلیل عالیجناب مولوی حافظ جلیل حسن صاحب بہادر استاد السلطان نواب فصاحت جنگ جانشین امیر مینائی

کیا کلام گہر افشاں نکلا | بہتر در تر و ذیشاں نکلا
قالب طبع سے نکلا دیوان | ہیچ ہے جس سے مہر درخشاں نکلا
دلنشیں ہوا اک اک مضمون | نشتر و خنجر و پیکاں نکلا
خضر کہتے ہیں کہ پیاسوں کے لئے | یہ نیا چشمہ حیواں نکلا

اے خوشا گرمی بازار سخن | شور ہے یوسف کنعاں نکلا
مرحبا قصد قلم کرنے کو | میاں سے خنجر براں نکلا
حضرت عشق کا رنگین دیوان | بنکے گلدستہ عرفاں نکلا
ہر سخنور کی تمنا نکلی | ہر سخن سنج کا ارماں نکلا

ایسا نکلا ہی کوئی کب دیوان — اک جہاں جسکا ثنا خواں نکلا
مثل گلچین چمن معنی سے — گل اشعار بداماں نکلا
یہ سخن وہ ہی کہ ہر حرف کے — دل پر درد کا درماں نکلا
اسکا ہر دائرہ بہر تسخیر — خاتم دست سلیماں نکلا
پردہ شعر میں بھی عشق کا رنگ — حسن سے دست و گریباں نکلا

اک بیت شوخ ادا کی صورت — اپنے انداز پہ نازاں نکلا
یہ سخن وہ ہی کہ ہر تحسین کے — لائق و قابل و شایاں نکلا
اسکا ہر نقطہ درخشانی میں — غیرت اختر تاباں نکلا
ایک ایک لفظ شگفتہ اسکا — تازگی میں گل خنداں نکلا
دیکھنے والا دم نظارہ — ہمہ تن دیدہ حیراں نکلا

طبع کا سال بھی موزوں ہے جلیل
دفتر عشق ہے یہ دیوان نکلا

قطعہ تاریخ عالیجناب معلی القاب شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر نایطی تخلص ولا دام اقبالہ مصنف و مولف تصانیف و تالیفات کثیرہ

آں حبیب اللہ عشق نامدار — شد بلند از فکرت او شان عشق
آں سخن سنجے کہ سنجد از سخن — گوہر افکار در میزان عشق
ذوق مضمونش بشیریں داستاں — نعمت الواں بود بر خوان عشق
بر زبان عندلیبان سخن — نغمہ عشق ست در بستان عشق
وہ چہ دیوانے کہ از ہر یک غزل — جلوہ معشوق در ایوان عشق
جند اور قالب طبع سخن — از تو لایش در آمد جان عشق
بہر سال طبع او گوید ولا — آب در رنگ عاشقاں دیوان عشق

۱۳۴۲ ھ



قطعۂ تاریخ حضرت عاصی عالیجناب مولانا مولوی سید عبد الرزاق صاحب وکیل سشن ناظم جاگیرات نواب فخر الملک بہادر امیر حیدرآباد

یہ دیوان ایسا چھپا عاصیا زبان داغ کی رنگ سے داغ کا	کہ تازہ ہوا جس سے گلزار عشق ہے کیا روز مرہ میں اظہار عشق	کھلے ہیں وہ گلہائے مضمون تر جو پوچھے کوئی تم سے تاریخ طبع	کہ ہر گل میں ہے بوئے اسرار عشق تو کہدو گلستان افکار عشق ۱۳۴۳ فصلی

قطعۂ تاریخ مولوی ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب رضوی متخلص بعلم والم مولف گلبن تاریخ تلمیذ استاد جہاں داغ دہلوی

مرحبا حاجی حبیب اللہ عشق لکھا کیا دیوان تسکین بخش دل چست بندش اور ٹکسالی زبان سب کہیں گے ہو اس سے فیضیاب	آپ نے کی آشکارا شان عشق جسکا ہر اک نسخہ ہے درمان عشق ہر گل مضموں سے یہ بستان عشق تا ابد سر پر رہا احسان عشق

اے الم لکھدو یہ تم تاریخ طبع
گلشن علم و ہنر دیوان عشق
۱۳۴۲ ھ

قطعات تاریخ مرسلہ جناب مولوی سید میر ضیاء الدین صاحب عالی تخلص تلمیذ حضرت الم ساکن حیدرآباد دکن

چھپا ہے کیا کلام عشق صاحب	دوبالا جس سے اب شان سخن ہے

یہی ہے آسمانِ نظم کا ماہ — یہی روحِ سخن جانِ سخن ہے
ہر اک مصرع لڑی ہے موتیوں کی — یہ دیواں معدنِ کانِ سخن ہے
لکھی یہ خامۂ عالی نے تاریخ — حبیبِ دل۔ گلستانِ سخن ہے

۱۳۴۲ ہجری

دیگر عیسوی

کیا چھپا دیوان حبیب اللہ کا — ہے عروسِ نظم کا گویا جمال
عیسوی تاریخ عالی نے کہی — شمعِ معنی ہے یہ مرآۃ الخیال

۱۹۲۳ء

ایضاً فصلی

شد چاپ کلامِ بہتر عشق — بازینت و زین و زیبِ اسلوب
عالی بنوشت سالِ فصلی — افسانۂ عشق از ہمہ خوب

۱۳۳۳ فصلی

قطعۂ تاریخ مرسلہ جناب مولوی سید نصیر الدین حیدر صاحب المتخلص بہ اصغر مدرس شاگرد حضرت الم ساکن حیدرآباد دکن

گردید طبع نظم دل آرائے فکرِ عشق — ہر کس بجان و دل شدہ شیدائے فکرِ عشق
قیس قلم نوشت چہ خوش سالِ اصغرا
معنی نگار آمدہ لیلائے فکرِ عشق

۱۳ ھ ۴۲

غلط نامہ پریخانہ عشق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	نور خدا تھا	ظل خدا تھا
"	"	سایہ کو	سایہ کا
"	۵	خفتہ کو	خفتہ کا
۷	۱۹	بن گیا آلا	ہو گیا آلا
"	۲۰	ہو با ہے	تھو یا ہے
۸	۴	دعا	دغا
"	۱۴	نہیں یہ	نہیں
۹	۵	سروہی کے	سروہی کی
۱۰	۲	دیکھا بے جسے نکلا الخ	ہر ایک اسی شوخ کا ہے چاہنے والا
"	۳	دی آج مجھے الخ	دے آج وہ پیمانہ ہوے جسیں دو سالا
"	۵	اصراف	اسراف
"	۷	میرا	مرا
"	۲۱	انکا	انکے
۱۱	۹	نہیں وہ	نہیں ہے
۱۲	۹	کو تھی	کوتھی
۱۳	۱	انکی آستان	انکے آستان
۱۴	۹	نمونہ سے	نمونہ ہے
۱۵	۹	عصمت سے	عصمت ہے
۱۶	۱۱	نیلسور	نیلور
۱۸	۶	ندا پر	خدا پر
۲۳	۱	بہ گیا	بہ گیا
"	۱۵	بنا ہوں	ہوا ہوں
۲۴	۱۴	کوئی جائے	جگہ کوئی
۲۵	۲	مالک	سالک
"	۵	پاہا	پھاہا

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
انکا	اسکا	۱۴	۲۵
ہر ایک	ہراک	۱۹	〃
خزان و بہار رکیا	خزاں کیا بہار کیا	۱	۲۶
بڑہی دولت	ٹبری دولت	۲	〃
شراب خانہ	سراب خانہ	۶	〃
سبز رندوں کا	سبز رووں کا	۱۶	〃
عدو پر	عدو سے	۱۹	۲۹
کلیجا ہمارا جلایا نہ ہوتا	مرے دل کو تو یوں الخ	۲	۳۲
جواب خط شوق لکھتا وہ مجکو	مرے خط کا.... الخ	۱۴	〃
اگر مدعی کا پڑہایا نہ ہوتا	〃	〃	〃
گر جذب ہے	گر شوق ہے	۲۱	۳۴
اٹھا کر بیٹھے	اٹھا کر لپٹے	۱۳	۳۶
جس ن ور سے	جس روز سے	۷	۴۲
عاشق کا	عاشق کو	۱۹	۴۳
صدقے	صدقہ	۵	۴۷
دہان	دہن	۱۳	〃
سینہ کا رتہا	سینہ کا رہنا	۱۳	۵۰
پانو	پاؤں	۱۴	۵۱
تیری ہی خیر	تیری خبر	۱	۵۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱	بہی دلین	یہی دلیں
″	۱۹	اڑی خبر	اُڑی ہے خبر
۵۷	۵	مکرا	مسکرا
۶۰	۹	عیوض	عوض
۶۹	۱۰	دوروزہ زندگی دکہائے	دودن کی زندگی نے دکہائے
۷۱	۱۴	عیوض سینہ وپہلودل دیوانہ مرا	عوض سینہ وپہلودل دیوانہ مرا
۷۲	۹	اترانے کا	ترانے کا
۷۹	۷	مہمان ٹہرا	میہمان ٹہرا
۸۰	۶	ہوگیا	ہوکیا
″	۱۴	ہم تو	ہم یہہ
۸۱	۹	بوسہ	بوسے
۸۲	۱۸	کرم یاراں	کریں یاراں
″	۲۰	قریب المرگ	قریب مرگ
۸۴	۱۲	نہوآرام	نہوا رام
۸۶	۶	بگاڑ آیا بنایا	بگاڑا یا بنایا
۸۷	۱۰	عیوض	عوض
۸۹	۱۷	نکلوائے گئے	نکلوائے گئے
″	۱۸	مجہے	مجہہ سے
۹۰	۵	اِس	اُس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲	۳	کمال	جمال
"	۶	ساقی	ساقیٔ
"	۱۲	بہاری کا	بہادے گا
"	۱۴	آرزوے	آرزوۓ
"	۱۹	معیخانہ	میخانہ
"	۲۰	ساقی	ساقیٔ
۹۳	۶	ساقی	ساقیٔ
"	۱۱	کارروان	کاروان
۹۸	۹	جنازہ	جنازۂ
۱۰۰	۸	کیسے	کب سے
۱۰۱	۳	سشیرینی	شیرنی
"	۸	وارالنت	وارلبت
"	۱۰	ینت	نیست
۱۰۴	۱۴	یہی	بہی
۱۰۸	۱۷	رنگ	زنگ
۱۰۹	۲۰	بتایا	بنایا
۱۱۲	۱۳	غیرہوگئے	غیر پہ ہوگئے
۱۱۳	۱۵	جھونٹ	جوٹ
۱۱۴	۱۵	کادھی	کادیٔ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۱۸	بیداودل	بیدادِدل
۱۱۵	۱۶	وبان	وبال
۱۱۸	۱۴	اسنکی	اسکی
۱۲۱	۹	یاسمین	یاس میں
۱۲۵	۱۲	لیتیا	لیتا
۱۲۸	۱۵	لڑاپا	لڑایا
۱۳۰	۴	حلقہ	حلقۂ
؍؍	۱۵	ساقی	ساقیٔ
۱۳۲	۶	چھڑانہ سکیگا	چھڑا سکیگا
۱۳۳	۱۰	خلاقی	خلائی
؍؍	۱۲	میرے	مرے
؍؍	۱۵	ہونیں بندہ	ہوں میں بندہ
۱۳۵	۱	جاویدان	جاودان
۱۳۶	۱۵	رکہناہے	رکھتاہے
؍؍	؍؍	بانکمین	بانکپن
۱۳۷	۱	ہوہی	ہوئی
؍؍	۳	ارزوے	آرزوئے
؍؍	۱۲	سینچے	سیچے
؍؍	۱۵	سبز باغ	سیر باغ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۸	۸	کہنے کو	کٹتے کو
"	۱۹	ساقی	ساقیؔ
۱۴۰	۸	سینکڑوں	سیکڑوں
۱۴۱	۱۴	نرخ	سرخ
"	۱۶	میرا	مرا
۱۴۲	۹	میری	مری
۱۴۴	۱۸	مرا یاد	مزا یاد
۱۴۶	۲	اِسنے	اُسنے
"	۴	دیوانہ	دیوانے
۱۴۷	۷	گذارے	گذرے
۱۴۹	۱۸	نظرآتی ہو	نظرآئی ہو
۱۵۱	۱۵	روداد کے	رو رو کے
۱۵۲	۵	ہوگیا	ہوگیا
"	۱۴	ہرایک کو	ہریک کو
۱۵۵	۱۰	ملتا ہے	ملتا ہے
۱۵۶	۱۵	کرتا تھا	کرتا تھا
۱۵۸	۱۱	فشاں	فساں
۱۵۹	۱۳	پیڈا	پیدا
۱۶۰	۳	رنگینی	رنگین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۴	میرے	مرے
"	۸	اِس	اُس
"	۹	اسیکا	اسکا
"	۲۰	مرے نامے کا ہوا ... الخ	غیر کے خط کا دیا اسنے اُٹھا کر کاغذ
"	۲۱	.. ..	وائے ناکامیٔ قسمت نہ ملا کوئی جواب مرے نامے کا ہوا داخل دفتر کاغذ
۱۶۱	۱۷	لیا	کیا
"	۱۹	بھرے	بھری
۱۶۲	۶	نہ پہچا	نہ پہنچا
۱۶۳	۱۹	میرا اٹھنا	میرا اُٹھنا
۱۶۵	۴	داد کیا	داد کیا
۱۶۶	۶	شوخی رفتار	شوخیٔ رفتار
۱۶۷	۶	پیہم ضرر	بیہم ضرر
۱۶۹	۱۹	در دل	درد دل
۱۷۰	۷	میرا	مرا
"	۱۱	ایک یک	یک یک
۱۷۱	۴	بازایار	بازار یار
"	۱۸	ابرو مژگاں	ابرو و مژگان
"	"	نیزہ و خنجر	تیغ و پیکان

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
بہی	بھی	۱۹	۱۷۱
الفت بلا کا	الفت کا بلا کا	۳	۱۷۲
شوق وصل	شوق قتل	۱۲	؍؍
دریائے	دریاے	۶	۱۷۳
یہ شعر غلطی سے لکھا گیا تھا	اس بدزبان الخ	۲۰	؍؍
میرے	مرے	۱۸	۱۷۴
سجھ	سجہ	۱۲	۱۷۵
بیتابیٔ	بیتابی	۳	۱۷۶
بیخودیٔ	بیخودی	۴	؍؍
گیا تو ہے مرا خط لیکے کوئی	گیا تو ہے میرا خط لیکے کوسے	۳	۱۷۷
بہولے	بہہ لے	۱۸	۱۷۹
تجکو جو	گر تجکو	۱۲	۱۸۰
زور	روز	۱۵	؍؍
ابرو و مژہ	ابرو مژہ	۱	۱۸۱
خراب کر	کباب کر	۱۱	۱۸۳
جوش	دجوش	۱۳	۱۸۴
بلائیں	بلائے	۴	۱۸۵
برائی ہے ڈالی	برائی ڈالی	۸	۱۸۶
بیتابیٔ	بیتابی	۷	۱۸۷

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۷	۱۴	اُڑکر	اُڑکر
۱۸۸	۱۸	اے جبہ نیاز	اے جبۂ نیاز
۱۸۹	۴	زاید	زاہد
"	۲۰	نغمہ سنجی	نغمہ سنجیٔ
۱۹۰	۱۱	خال دہن	تو برہمن
۱۹۲	۷	اک	ایک
۱۹۳	۱۲	زید	زہد
۱۹۴	۱۴	بہراجرائی	بہرمنظوری
"	۱۷	گرنہ ہند	گرنہ بیند
۱۹۵	۵	آنکے	اسکے
"	۶	وعدہ	وعدۂ
۱۹۸	۶	سیاہ	سپاہ
۱۹۹	۷	کسیکا	کسی کی
۲۰۰	۱	بہلاے	بہلائے
"	۱۹	رام	دام
۲۰۲	۳	اپنے	اپنی
۲۰۳	۳	دلنخرین	دل حزیں
"	۹	لیلی خط	لیلیٰ خط
۲۰۴	۱۳	ترے	تیرے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۴	۱۴	ماہ خورشید	ماہ و خورشید
؍؍	۱۸	لعل	لال
۲۰۵	۱۳	بے ثباتی	بے ثباتیٔ
؍؍	۱۷	صرف	ظرف
۲۰۶	۵	کیجیے کا	کیجیے گا
۲۰۸	۷	جلوہ گہ ناز	جلوہ گہِ ناز
۲۰۹	۶	آو شئے پر	آوٗ لاشئے پر
؍؍	۱۱	بوالے	بولے
؍؍	۱۲	ہر پیچ	پر پیچ
۲۱۰	۱۰	شائستگی	شائستگیٔ
؍؍	۱۹	ہمیں اتنا	نہیں وتنا
۲۱۱	۱۴	قبایے	قبائے
۲۱۲	۷	رنج الفت	رنج فرقت
؍؍	؍؍	اے سیل آفت	سیل مصیبت
۲۱۳	۱	طبیت	طبیب
؍؍	۲	مجھے ہو	مجھہ سے ہو
؍؍	۹	یمبر	پیمبر
؍؍	۱۹	دل اسپند	دل واسپند
۲۱۷	۱	نہ مانہ	نہ بانہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۷	۱۱	دکھاے	دکھائے
۲۱۹	۱۱	اے لمعہ	اے لمعۂ
"	۱۸	ہم اپنا درد	یہ اپنا درد
۲۲۰	۱	ہے گر تمیز تو	اگر تمیز ہے
"	۹	لاے	لائے
۲۲۲	۵	صفاے رخ	صفائے رخ
"	۱۶	نہ جائے	نہ جائے
۲۲۳	۷	پروردہ	پروردہ
"	۱۴	تیرگی	تیرگی
"	۲۰	کوتاہی	کوتاہی
۲۲۴	۸	دعاے	دعائے
"	۱۶	معلوم ہو تو ہو	معلوم تو ہو
۲۲۵	۴	در عالم	دو عالم
"	۸	خرابہ دل	خزانۂ دل
۲۲۶	۱۰	نصرت	نفرت
۲۲۷	۹	زخمی	زخمی
۲۲۸	۳	جہانسور	جہانسوز
"	۴	نہیں ہے	نہیں
"	۱۰	کان کے	کان کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۹	۹	راہبری	راہبر ہی
״	۱۳	ناخدائے جہاز	ناخدا ئے جہاز
۲۳۰	۱۱	میرے گریبان کی ہے	میرا گریبان ہے
״	۱۲	نظارہ مژگان ابرو سے	نظارۂ مژگاں سے
۲۳۱	۴	سہی اور	یہی اور
۲۳۲	۱۵	پہنچتا ہے زمیں سے	ہوا اونچا تو پہنچا
״	۱۷	کسطرح سے	کس طرح اب
۲۳۳	۱۱	روز وعدہ	روزِ وعدہ
״	۱۲	متل	مثل
۲۳۸	۱۷	بیوقا	بیوفا
״	۱۹	نکاے	نکالے
۲۳۹	۵	اسکا سخن	اس کی زبان
۲۴۰	۱	سب	شب
״	۹	تجلی طور	تجلیٔ طور
״	۱۸	بچاکے	بچھاکے
״	۲۰	غضب کی	غضب ہے
۲۴۱	۸	جو ساغر	ساغر جو
۲۴۳	۳	گذر	گذار
״	۳	کیا کھینچے	کیا کیجے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۳	۴	آرزوے یار	آرزوئے یار
۲۴۴	۲۰	عاری	عادی
۲۴۹	۱۵	لیگئے	لیگئے
۲۵۰	۱۸	چھت آنکھیں	چھت سے آنکھیں
۲۵۱	۳	بنگئے ہیں سخت یتھر	بنگئے ہیں سخت پتھر
"	"	دیوانہ	دیوانۂ
"	۹	اعمیٰ	اعمیٰ
"	"	جلوہ	جلوۂ
"	۱۸	قبلہ دین	قبلۂ دین
۲۵۲	۳	نہوں	سنون
"	۱۱	یتمی	یتیمی
"	۱۵	عزاے	عزائے
۲۵۳	۸	تیری	تری
"	۱۱	ہوش خرد	ہوش وخرد
۲۵۴	۷	دوروزہ	دودنگی
"	۱۱	دیکھا	دیکھیا
"	۱۵	دھوکر یک دن	دھوکر نہ ایک دن
۲۵۶	۵	ہمرنگ لال	ہمرنگ لعل
۲۵۸	۱۹	کوبن	کونین

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
وہ خفا	وہ جفا	۲	۲۶۰
سر ہی جو کاٹتے	گر سر ہی کاٹتے	۱۲	۲۶۱
روز یک یک	روز ایک اک	۱۸	؍؍
اسطرف غیر سے	اسطرف سے غیر سے	۱۹	؍؍
مری	میری	۴	۲۶۴
تری	تیری	؍؍	؍؍
رگ رگ میں	رگ رنگین	۶	۲۶۵
دشت	دست	۱۱	۲۷۱
مری	میری	۴	۲۷۲
کیا سنین	کیا نہیں	۵	۲۷۳
ہے یہ وہ	ہے وہ	۲	۲۷۴
دو دن	دو روزہ	؍؍	؍؍
ڈھلے	ڈھلے	۲	۲۷۸
زلف پیچاں و قد بالا	زلف پیچاں مرقد بالا	۷	۲۸۱
برائی	برآئی	۱۷	؍؍
ترے دانت لگے	مرے دانت لگے	۲	۲۸۵
نظر آتی	نظر آتے	۱۵	؍؍
نہیں	نہاں	۳	۲۸۶
عادت میں	عادتیں	۱۶	۲۸۸

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۲	ہوسے ویران	ہوئیں ویران
″	۱۹	وادہی	وادی
۲۹۲	۵	اغیار میں نظر آتے	اغیار نظر آتے
۲۹۳	۱	تیر نقش پا	تیرا نقش پا
۲۹۷	۲۰	یہ کیا تلون	یہ کیسا تلون
۲۹۸	۹	کرشمہ ہو	کرشمہ ہو کہ
۳۰۰	۱۲	آستاں نہو	آشیاں نہو
۳۰۲	۶	بہولا	پہولا
″	۱۷	پہتر آئینہ	بہتر آئینہ
۳۰۳	۶	دلپر	دل پہ
″	۱۲	پیچہے جو ہٹے	پیچہے ہٹے
″	۱۸	تیز دستی	تیز دستی
۳۰۵	۵	مشک عنبر میں	مشک و عنبر میں
۳۰۹	۱۸	رہتے	رکتے
۳۱۴	۱۵	گہٹا	گنتا
۳۱۷	۶	جو جس ہیں	جو جی ہیں
۳۲۱	۱۴	بے ہودہ	بہودہ
″	۲۰	وصو	وضو
۳۲۲	۱۰	کو یہ کو	کو بکو

	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۳	محفل	محفل
۳	۷	شتاب	شباب
۳	۱۶	اِن	اُن
۳۴۲	۱۲	ہوئی ہے	بوئی ہے
″	۱۹	خوب روئی ہے	آنکھہ روئی ہے
۳۴۶	۷	ہورہے	نہ ہوئے
۳۴۷	۱۶	چرخ	خرچ
″	۱۸	انکے ہاتھوں کی	ہاتھہ کی اسکے
۳۴۹	۱	رشتہ	رستہ
۳۵۱	۸	چرخ	خرچ
۳۵۲	۴-۵	اُودھرسے	ادھرسے
۳۵۳	۱۰	زورسے	روزہے
	۲۰	حسن ومليح	حسنِ مليح
۳۰	۲۰	کہل گیا	کہُل گیا
۳۵	۱۷	حسین دیکھاکر	حسین نہ دیکھاکر
۳۶	۱۲	پاؤں میں	پاؤں کا چکر
″	۲۰	مہرکے زیور	مہرکے زیور
۳۶۳	۱۱	رہکھتے ہیں	رکتے ہیں
۳۶۷	۴	ایمان سے	پیمان سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶۷	۷	پھر گئی	بھر گئی
۳۶۸	۷	بتاں کیسے کیسے	نہاں کیسے کیسے
”	۱۳	عدم اُٹھی	عدم سے اُٹھی
۳۶۹	۷	روز	زور
۳۷۲	۱۸	ہے عدالت	ہے یہ عدالت
۳۷۴	۲۱	عشق کو دیکھیں گے	عشق کو بھی دیکھیں
۳۸۱	۴	مرجاؤ کبھی	مرجاؤ کسی
۳۸۲	۱۵	ہائے نگہ	پائے نگہ
۳۸۳	۱۰	باگیں	باگیں
۳۸۵	۶	پتا اے شیخ	بتا اے شیخ
۳۸۶	۴	ہے مرے	ہے مری
۳۸۷	۱۵	رکھتا ہوں	رکھتا ہے
۳۹۰	۲۰	کھیچو	کھینچو
۳۹۲	۱۶	بٹی	بیٹھی ہے
۳۹۶	۹	رہتے ہیں	رکتے ہیں
۳۹۷	۲۰	نئی سوجھتی ہے	مسی سوجھتی ہے
۴۰۰	۱۹	نہیں رہتے	نہیں رکتے
۴۰۷	۱۴	سیر کثرت سے	سیر کثرت کی
۴۰۸	۱۸	حکم بتا ہوں	حکم تتا ہوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۳	ہوتم سے	ہوتم ہے
”	۹	عابد اور سر	عابد ادہر
	۱۵	اٹھتی ہیں	اٹھتی تہیں
۴۱	۵	حسین علی رض	حسین ابن علی رض
”	۱۵	سگ خاندان	ننگ خاندان
۴۱	۲	اہل و دل	اہل دل
۴۱	۱۱	میمیت	میمنت
”	۱۵	آبرو درخشان	ابر درفشان
۴۱	۱۳	مفر	مقر
”	۲۰	حاتم	خاتم
”	۲۰	عدل حفاظت	عدل و حفاظت
۴۱	۹	صفحہ زمین	صفحہ جبین
”	۱۰	قہر و چشم	قہر و خشم
”	”	قآن	قاقان
	۱۳	سانکیں	سانگیں
۴۱	۱۴	بدلنے چاہا	بدن سے چاہا
۴۲	۲۱	طمع ہوئی	طمع بھی ہوئی
۴۲	۴	کٹے زور	گھٹے روز
”	۵	بار رائے جہاں	یارائے بیاں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۱	۲۱	پیت وتاب	تپ وتاب
۴۲۳	۱۶	معلوم کر کیا	معلوم کیا
۴۲۴	۶	جنکو ندامت	جنکے ندامت
۴۲۶	۹	انکو شعار	انکو شرم
۴۲۸	۲	آنکھہ	آنکہ